
اردوی معلی

علی گڑھ

نمبر ۱ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء | جلد ۱۱

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے

فہرست مضامین

اردو پریس واقع علی گڑھ میں چھپا

۱۹۱۰ء

قیمت رسالہ سالانہ ۱ روپیہ مع محصول ڈاک

رائیڈل صاحب کی بنائی ہوئی نہایت مجرب ادویہ

مرگال

انتہائی درجے تک کے فساد خون و آتشک کے مریضوں کے لیئے اکسیر مصدقہ ڈاکٹران معالج امراض اسفال ۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی قیمت دو روپے (عصہ)

گونوسان

مشہور تکلیف دہ جان گداز مرض سوزاک کا حکمی علاج ۔ مشہور اور خاص معالج ڈاکٹران کا مصدقہ ۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپے عصہ

بوریٹوال

طاقتور بنانے اور درد اعصاب دور کرنے کی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کے واسطے نہایت مفید ہی ۔ کم ہمتی بدخوابی ۔ ضعف دل و دماغ کو نافع ۴۲ گولیوں کی قیمت عیم

یوہمبین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لیے قطعی اور بلا ضرر علاج مصدقہ محققان ۔ امراض کبھی خطا نہیں کرتی ۱۲ قرص کی قیمت ایک روپیہ چھ آنہ (عہ)

مندرجہ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام آب و آتش چھپا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے اسے برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کریں محصول ڈاک ادسال کیا جاویگا ۔ اور متذکرہ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو اگر وقت ہو تو برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو

سلسلۂ شاعری | صاحب تذکرۂ طور کلیم لکھتے ہیں کہ "ظفر۔ ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ دہلی احوال و اوصافش از بیان مستغنی ست در اکثر خطوط دستی توانا داشت سخن بر شاہ نصیر دہلوی میگزرانید سپس نسبت تلمذ بخاقانی ہند ذوق درست کرد بعد وفات ذوق خدمت استادی بہ میرزا غالب متعلق شد" لیکن اس تذکرے کے سوا اور کسی کتاب میں انکی شاگردی غالب کا حال نہیں پایا جاتا۔ حضرت آزاد تذکرۂ آب حیات میں لکھتے ہیں کہ " بادشاہ کے چار دیوان ہیں۔ پہلے میں کچھ غزلیں شاہ نصیر کی اصلاحی ہیں۔ کچھ میر کاظم حسین بیقرار کی ہیں۔ غرض پہلا دیوان نصف سے زیادہ اور باقی تین دیوان سرتاپا حضرت مرحوم (یعنی ذوق مرحوم۔ اڈیٹر) کے ہیں۔" "مسودۂ خاص میں کوئی شعر پورا کوئی ڈیرہ مصرع کوئی ایک۔ کوئی آدھا مصرع۔ فقط بحر اور ردیف قافیہ معلوم ہوجاتا تھا باقی بخیر۔ یہ ان ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھا کر حسن وعشق کی پتلیاں بنا دیتے تھے"

حضرت آزاد کی اس تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ حال کے اکثر روسا کی طرح ظفر مرحوم بذات خود کچھ بھی نہتے بلکہ جو کچھ انکے نام سے منسوب کیا جاتا ہے وہ سب حضرت ذوق کی تصنیف سے ہے لیکن ہمیں اس بیان کی صحت سے یکقلم انکار ہے۔ ذوق کے کمال اور استادی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن ساتھ ہی اسکے یہ امر بھی مسلم ہے کہ انکا کلام بجنگی کی طرح درد وتاثیر کی خوبیوں میں بیمثال نہیں قرار پا سکتا چنانچہ ہمیں سے ہے کہ ہم ظفر کی پُر درد غزلوں کو ذوق کی تصنیف نہیں کہہ سکتے۔

ظفر و اختر | واجد علی شاہ مرحوم آخر بادشاہ اودھ کے بھی آخری سوانح زندگی ظفر کے حالات سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں لیکن انمیں اور ظفر میں فرق یہ ہے کہ ظفر کے ساتھ اگر شاہ دہلی کا خطاب نہ ہوتا تو بھی انکے مرتبۂ شاعری میں کچھ کمی نہ واقع ہوتی در انحالیکہ اختر کے ساتھ اگر شاہ اودھ کی نسبت نہو تو انکا دیوان فی نفسہٖ کسی تعریف کا مستحق نہیں ٹہر سکتا۔ ظفر کا کلام سوز وگداز کی خوبیوں سے مالامال ہے اسکے برخلاف اختر کی شاعری میں تصنع اور آورد کے سوا اور کچھ بھی نہیں پایا جاتا۔

ظفر کی شاعری

ظفر دہلوی

(۱۱۸۹ھ تا ۱۲۷۹ھ)

نام و تخلص میرزا ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر تخلص مغلیہ سلاطین ہند میں دہلی کے آخری بادشاہ تھے۔ ان کی سلطنت کا دائرہ دہلی یا تواح دہلی کے چند اضلاع سے زیادہ وسیع نہ تھا لیکن نامور شاہان مغلیہ کی یادگار ہونیکی باعث سے آخر وقت تک اصولاً انکی عزت ہندوستان کے تمام دیسی حکمرانوں سے زیادہ کیجاتی تھی۔

اہم واقعات زندگی چنانچہ ۱۸۵۷ء میں جب جمہور نے فرنگی حکومت کے خلاف سر اُٹھایا تو سب نے انہیں کو پیشوا اپنا تجویز کیا۔ معلوم نہیں کہ لوگوں کی اس تجویز کو اُنہوں نے بخوشی قبول کیا یا بمجبوری بہرحال انہیں اس شورش کے فرو ہونے کے بعد اُسکا خمیازہ کھینچنا پڑا رنگون کو جلا وطن کئے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ عام طور پر لوگ انکی بے شری و پاک باطنی کے لحاظ سے انہیں بیگناہ تصور کرتے ہیں۔

انگریزی حکومت کا قابل اعتراض برتاؤ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں ان کی شرکت ثابت ہو تو بھی انکے ساتھ ایک محترم قیدی بادشاہ کا سا سلوک ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں کیا گیا اور ظفر نے اپنے آخری ایام زندگی نہایت محرومی اور بیکسی کی حالت میں بسر کئے۔ مرنے کے بعد شان مزار کا قایم رہنا بھی حکومت کو ناگوار خاطر ہوا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ظفر بحیثیت شاعر نہ بحیثیت بادشاہ بحیثیت شاہ انپر اور چاہے جتنے الزام لگائے جائیں لیکن انکی تعریف کے اس حالت میں بھی ہم ضرور مستحق قرار پاتے ہیں کہ کسب کمال میں انہوں نے بحالت شاہزادگی بھی کوتاہی نہیں کی۔ فن خوشنویسی میں دستگاہ کامل بہم پہونچائی اور فن شعر میں اس مرتبے کو پہونچے کہ اور تمام صفات سے قطع نظر کرکے ایک شاعر کی حیثیت سے بھی انکا نام یقیناً یادگار دوراں رہیگا۔

کیونکر اثر نہو دل عالم میں اے ظفر
تیرے سخن میں عشق نے تاثیر ڈالدی

عیش سے گذری کہ غم کے ساتھ اچھی بنگئی
بنگئی جو اُس صنم کے ساتھ اچھی بن گئی

خوب گذری گرچہ اور وں کی نشاط و عیش میں
اپنی بھی رنج و الم کے ساتھ اچھی بن گئی

ہمکو تھا منظور اپنی خاکساری کا نباہ
بارے اُس خاک قدم کے ساتھ اچھی بن گئی

بوئے گل کیا رم کے کرتی گل سے دھر کو یا
وہ نسیم صبحدم کے ساتھ اچھی بن گئی

شکر صد شکر اپنے مُنہ سے جو نکالی میں نے بات
ای ظفر اُسکے کرم کے ساتھ اچھی بن گئی

دوستو جی کیونکہ اپنا اسکے جی میں ڈالدوں
جو عداوت دشمنوں کی دشمنی میں ڈالدوں

بات وہ کرتے ہو تم جسمیں پڑے رونا مجھے
کب نمک میں ڈالدوں کب نمک سینی میں ڈالدوں

ہونٹ چلنے اپنی مجنوں گر ہو لذت آشنا
وہ نمک شور جنوں سے عاشقی میں ڈالدوں

توسن وحشت جد ہر جی چاہی لیجائے مجھے
ہاتھ سے باگ اپنی میں بیطاقتی میں ڈالدوں

عقل ڈالے ہی خرابی اب یہی دانائی ہی
اے ظفر میں آپ کو دیوانگی میں ڈالدوں

ان غزلوں میں ظفر نے دراز ردیفوں کے ساتھ قوافی کو مختلف طریقوں سے چسپاں کیا ہے جس سے لطف شعر دوبالا ہوگیا ہی۔ لیکن اگر یہ انداز پر لطف ہی تو ساتھ ہی اسکے آسان بھی ضرور ہے کیونکہ ردیف چھوٹی ہو تو زیادہ مضمون شعر میں لانا پڑتا ہی اور اسمیں خوبیٔ سخن کا نباہنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اور ایسی غزل جسمیں صرف قافیہ ہی قافیہ ہو اسکا کہنا تو کچھ اور بھی دشوار ہے۔ بڑی ردیف میں مصرعۂ ثانی تو گویا پہلے ہی سے بنا بنایا موجود ہوتا ہے۔ مصرعۂ اول میں چند ایسے الفاظ مناسب کا جمع کر دینا کافی ہوجاتا ہی جنسے مصرعۂ ثانی بنہ جائے اور یہ کوئی بڑے کمال کی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ نصیر و ظفر نے اپنے کلام میں اس رنگ کے سوا اور کوئی رنگ اختیار ہی نہیں کیا ہی۔ ہم اس طرز کو ان دونوں کی کمزوری قرار دیتے ہیں۔

ظفر نے اکثر غزلیں غیر معروف بحروں میں لکھی ہیں جس سے صرف یہی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ایک مشاق شاعر تھے بلکہ یہ بھی ثابت ہوجاتا ہی کہ وہ فن عروض و قافیہ میں بھی کافی استعداد رکھتے تھے۔ مثلاً رباعی کے وزن میں ایک غزل لکھی ہی۔

ظاہری حیثیت میں ظفر کی شاعری کا انداز فی الجملہ شاہ نصیر کے طرز سخن سے بہت کچھ مشابہ ہے مثلاً درازی ردیف کی خصوصیت شاہ نصیر کے مانند ظفر کے کلام میں بھی اس حد تک نمودار ہے کہ دواوین ظفر میں بہت کم غزلیں ایسی نکلینگی جنمیں ردیف دو لفظوں سے کم ہو۔ شاہ نصیر کی طرح سنگلاخ زمینوں سے ظفر کو بھی انتہا کی گرویدگی تھی۔ صاحب تذکرہ آب حیات لکھتے ہیں کہ "جن سنگلاخ زمینوں میں قلم کو چلنا مشکل ہے انکا نظام وسرانجام اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ دل شگفتہ ہوتے ہیں۔

والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ بادشاہ تھا رازمین کا بادشاہ ہے طرحیں خوب نکالتا ہے"

نصیر و ظفر کے کلام میں فرق صرف اسقدر ہے کہ نصیر کے ہاں زور استادی کے حسن اور پختگی کلام کی شان کے سوا جان شاعری یعنی سوز وگداز یا تو بالکل نہیں ہے یا کہیں ہے بھی تو برائے نام۔ لیکن ظفر کے اشعار سے کہنہ مشقی کے علاوہ انکی دردمندی کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ اور اسکی کئی وجہیں ہیں۔ دردِ محبت کا اثر ظفر کی طبیعت میں یقیناً ابتدا ہی سے موجود تھا اسپر مذاقِ تصوف نے حسن عقیدت و ارادت کی خوبیوں کو زیادہ کر کے تاثیر کلام کو دوبھی چمکا دیا کیونکہ مریدی بزرگانِ دین بھی ایک ذریعہ حصول رقت قلب کا ہے۔ ناکامی و محرومی سے بھی شعرا کی طبیعت پر اچھا اثر پڑتا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ نیرنگی عالم کی جیسی جیسی کیفیتیں ظفر کی نظر سے گذریں ویسی دوسرے شعرا کی نگاہ سے کم گذری ہونگی آہ کہاں دہلی کی بادشاہی اور کہاں رنگون کی قید فرنگ۔ زمانے کے اسی انقلاب سے اثر پذیر ہو کر شاید ظفر نے کہا تھا ؎ گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں میرے دل کو قرار ہے۔

سلسلۂ بیان کہاں سے کہاں جا پہنچا۔ کہنا صرف یہ منظور تھا کہ ظفر کی شاعری میں کلام شاہ نصیر کے تمام صفات موجود ہیں بلکہ تاثیر کی خوبی انپر مستزاد ہے۔ ملاحظہ ہو۔

دل پہ بلائے زلف گرہگیر ڈالدی	تو نے مصیبت اے مری تقدیر ڈالدی
جب روبرو وہ آئے تو پائے نگاہ میں	موج سرشک چشم نے زنجیر ڈالدی
لکھا جو ہمنے اپنی سرافگندگی کا حال	گردن قلم نے بھی دم تحریر ڈالدی
کیا تھا کہ دل ہوا مرا خالی کہ اور بھی	تو نے تو آگ نالۂ شبگیر ڈالدی

جی میں ہے ظفر کیجیے خالی دم مینوشی ؎ ششے کو ہیں ساغر اور جم کو ہیں شیشہ

تعقید لفظی کو البتہ ضرورت سے زیادہ کام میں لاتے اور اس باب میں گویا استاد ذوق کے حقیقی جانشیں ہیں اگرچہ انکے ہاں مضمون کی رنگینی اس عیب کو ناظرین کی نگاہ میں زیادہ نمایاں نہیں ہونے دیتی۔ ملاحظہ ہو۔

حضرتِ دل واسکے جانے کی تنہائی میں پڑے ۔۔۔ اے یہ بیٹھے بٹھائے کس خرابی میں پڑے
پونچھیے آنسو کس کے تو نے سچ بتا اے رشکِ گل ۔۔۔ ہیں جو یہ دھبے عرق چین گلابی میں پڑے
تشنہ کامی میں کبھی کام آگئی اے میکشو ۔۔۔ رہنے دو دو چار قطرے تو گلابی میں پڑے
کسکے تو ماتم میں رویا ہے کہ دھبے اے فلک ۔۔۔ اشکِ انجم سے تری پوشاک آبی میں پڑے
ہوتے ہیں سب خدمتِ عالی میں حاضر بار بار ۔۔۔ ہم ہیں دروازے پہ فکرِ باریابی میں پڑے
کیا رہیں اسکے ٹھکانے ہوش جسکے اے ظفر ۔۔۔ وہ نگاہِ مست عین بیحجابی میں پڑے

اب آخر میں ہم ظفر کی چند منتخب غزلوں اور مطلعوں کو لکھکر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں جنمیں سے اکثر کو زبان زد خواص وعوام ہو کر قبول عام کی سند مل چکی ہے۔

یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا ۔۔۔ یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
خاکساری کے لیئے گرچہ بنایا تھا مجھے ۔۔۔ کاش خاک درِ جانانہ بنایا ہوتا
تھا جلانا ہی اگر دوری ساقی سے مجھے ۔۔۔ تو چراغ درِ میخانہ بنایا ہوتا
نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھکو ۔۔۔ عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
شعلۂ حسن چمن میں نہ دکھایا اسنے ۔۔۔ ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا

نہ درویشوں کا خرقہ چاہیے نہ تاج شاہانہ ۔۔۔ مجھے تو ہوش دے اتنا رہوں میں تجھپہ دیوانہ
کتابوں میں دھرا کیا ہے بہت لکھ لکھکے دھو ڈالیں ۔۔۔ ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہے ترا فرمانا
غنیمت جان جو دم گذرے کیفیت سے گلشن میں ۔۔۔ دیے جا ساقیٔ پیماں شکن بھر بھر کے پیمانہ
نہ دیکھا وہ کہیں جلوہ جو دیکھا خانۂ دل میں ۔۔۔ بہت مسجد میں سر مارا بہت سا ڈھونڈا بتخانہ
ظفر وہ زاہد بیدرد کی ہو حق سے بہتر ہے ۔۔۔ کرے گر رند درد دل سے اک ہو ہی مستانہ

جان عالم ہو کوئی کیونکر جدا رکھے تمہیں ۔۔۔ زندگی ہے دا کی ہتو تمسے غدا رکھے تمہیں

واللہ بتوں سے نے ہمسے یاری کی ترک ... پر ہمنے نہ انکی پاسداری کی ترک
ہم خاک میں ملگئے بلا سے لیکن ... اُس در کی نہ ہمنے خاکساری کی ترک
ہم شیوہ وفا کا ترک کرتے کیونکر ... تو نے نہ کبھی ستم شعاری کی ترک
سو بار خفا ہوئے نہ چھوڑا ملنا ... کیوں آمد و رفت انکی باری کی ترک
میں غم ہی کو جانتا ہوں غمخوار اپنا ... یاروں نے تو میری غمگساری کی ترک
جسدن سے کہ دم تیری محبت کا بھرا ... اکدم نہ ظفر نے آہ و زاری کی ترک

یا بحر رمل مثمن محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن کی جگہ بحر رمل معشر محذوف میں لکھا ہے ؎

واں تو کینہ ہو جفا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ ہو :: یاں محبت ہو وفا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ ہو
یہ ستم کیا ہو کہ ای قاتل ہماری قتل کو خنجر بکف :: تیر اغمزہ ہو ادا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ ہو

شعرائے حال بڑی بحروں نیز شاعری کی صنف مستزاد کو ترک کرتے جاتے ہیں لیکن چونکہ ایسی بحروں میں مضامین دردانگیز بڑی خوبی کیساتھ گنجائش پا سکتے ہیں اسلئے قدیم شعرا نے عموماً اور ظفر نے خصوصاً انکے استعمال سے فائدہ اُٹھایا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

ہی لاگ حسن و عشق ہوا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح ... ہوئی ایسی کسی سے وفا نہ جفا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح
ے زخم نو یہ چھڑکے نمک وہ اگر کہیں زخم نے لئے مکے زخم جگر ... لیا تیغ جفا کا کسی نے مزا نہ ہماری طرح نہ تمہاری طرح

ب تھا ساقی یار پہلو ہم تھے اور میخانہ تھا ... اب وہ کہاں دن کیفیت کے وہ بھی ایک زمانہ تھا
چھے کیا ہو مجھسے عزیزو حال غم تنہائی کا ... میں تھا اور غمخانہ تھا غمخوار غم جانانہ تھا
سُن وحال یار ظفر جب رات کو بزم افروز ہوا ... شمع رُخ پہ لو سے آگے ماہ بھی اک پروانہ تھا

مشکل زمینوں میں بھی خوبی زبان وصفائی مضمون کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے مثلاً

کھول کے رو لیجیے تھی یہ ہوس شیشہ ... پر ساتھ ہی ہچکی کے اُن لگی نفس شیشہ
نہ کہلتے ہی شیشے کا اُڑ جائے ای ساقی ... ہو کر گلگوں ہے مرغ قفس شیشہ
یادیدۂ دل ماضر گر یار کے ہاتھوں تک ... ہو دسترس ساغر اور دسترس شیشہ
خوب ہو زہے بندہ گر بادہ پرستو کی ... ہو گنبد تربت پر ساقی کلس شیشہ

اس نگاہ مست کی کچھ ایسی مستی لگ گئی — چھٹ گئی پرہیزگاری مے پرستی لگ گئی

نہ کچھ ہم ہنسکے سیکھے ہیں نہ کچھ ہم روکے سیکھے ہیں — جو کچھ تھوڑا سا سیکھے ہیں کسیکے ہوکے سیکھے ہیں

ہمنو ہیں ورو کے غم کو بیکسی میں ٹالتے — اور وہ رونیکو ہمارے ہیں ہنسی میں ٹالتے

جاؤ اس بن اگر آرام نہیں تم جانو — حضرت دل ہمیں کچھ کام نہیں تم جانو

نہ بولے منہ سے وہ اور ہم ہوئے پر جاں بلب تمہیں — رہی اک ٹکٹکی وہ دیکھ دیکھ کر دو نونکی جانب سے

خبر تھی کسکو سینے میں کر جائیگے یہ انجم اتنا — کہ مجھکو سانس بھی درد دل لینے نہ دیویگے

کرے تجھسے شکایت کون تیرے تار ریجانکی — یہ کسکو ہوش تیری ناز برداری میں رہتا ہے

مشاہدات زندان

جس شخص نے کبھی قید خانے کی صورت نہ دیکھی ہو وہ تو وہانکے حالات سے کسیطرح آگاہ ہو ہی نہیں سکتا لیکن ہمارا یہ دعوے ہے کہ جو لوگ جیل کی سیر بطور وزیٹر کیا کرتے ہیں وہ بھی کماحقہ وہاں کے اندرونی حالات سے واقف نہیں ہو سکتے کس لئے کہ ملازمان جیل کی سختیاں گھڑکیاں اور گالیاں۔ غذا کے زندان کی حد سے زائد ابتر حالت۔ حاکمان جیل کے ظلم اور بے انصافیاں ان سب کی اصلی کیفیت قیدیوں کے سوا اور کسیکو معلوم نہیں ہو سکتی۔

یاد نش بخیر لالہ لال چند فلک نے آخر سنہ میں بزمانہ سورت کانگرس کچھ حالات زندان لاہور کے سنائے تھے لیکن جیل کی حقیقت راقم کے ذہن نشین صرف اسوقت ہوئی جبکہ ۳ جون سنہ۸ء کو دفعتاً بعلت سڈیشن داخل حوالات ہونا پڑا

داخلہ جیل کو دنیا سے قطع تعلق کے برابر نہیں تو اس سے کچھ ہی کم سمجھنا چاہیئے ارباب ہوش کو اس سے موت کا سبق حاصل ہو سکتا ہے جسطرح سے کہ اجل انسان کو تمام دنیاوی جھگڑوں سے چھڑا کرا تاً فاناً ایک ایسے عالم میں پہونچا دیتی ہے جسکا کسیکو علم نہیں اسیطرح سے مقدمہ سڈیشن میں گرفتار ہونیوالا اپنے تمام مشاغل اور کاروبار سے دفعتہ علیحدہ ہوکر ایک دوسری ہی دنیا میں پہونچ جاتا ہے جہاں کی آب و ہوا طریق بود و

طرز رفتار و گفتار غرضکہ ہر چیز نرالی نظر آتی ہے۔ فرق صرف اسقدر سمجھ لیجیے کہ موت کے بعد اعزا و اقربا سے دائمی جدائی ہو جاتی ہے لیکن یہاں آیندہ کے لیے امید باقی رہنے کے علاوہ اختتام مقدمہ تک کبھی کبھی اُن سے دور کی ملاقات بھی ہو جایا کرتی ہے۔

گرفتاری کے وقت راقم حروف کی شیرخوار لڑکی نعیمہ حد درجہ علیل تھی اور اتفاق سے مکان پر والدہ نعیمہ اور ایک خادمہ کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا لیکن انکی ذات سے اس نازک وقت میں بر بنائے سیادت و تائید ربانی حیرت انگیز حوصلہ و استقلال کا اظہار ہوا۔ خود پریشان ہو کر راقم کو بھی مغموم کرنیکے بجائے اُنہوں نے دوسرے ہی دن بذریعہ سپرنٹنڈنٹ جیل ایک ایسا ہمت افزا خط بھیجا جسے دیکھکر جملہ کار پردازان زندان متحیر رہگئے۔ راقم کا دل بفضلہ امر حق کی پیروی کے باعث یوں ہی قوی تھا لیکن انکی اس تحریر کہ "تم پر جو افتاد پڑی ہے اُسے مردانہ وار برداشت کرو۔ میرا یا گھر کا مطلق خیال نکرنا۔ خبردار تمسے کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہو" تقویت مزید کا باعث ہوئی بھائی صاحب کو انہوں نے تار دیکر بلوا لیا تھا جنکے ہمراہ وہ جیل میں مجھسے ملنے بھی آئیں اور جب تک مقدمہ چلتا رہا ہر ہفتہ آیا کیں اور آخر تک انکی جرات و ہمت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ الحمد للہ۔ ختم مقدمہ تک اخبار دیکھنے کی اجازت مجسٹریٹ علی گڑھ سے ملگئی تھی اسلئے جن جن اخباروں کی نسبت میری پسند کا انہیں علم تھا وہ روزانہ بھیجدیا کرتی تھیں۔ دو ہی روز کے بعد مسٹر تلک کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا۔ جس کے افسوس میں راقم کو اپنی تمام مصیبتیں فراموش ہو گئیں۔ مسٹر تلک کی ڈیفنس ایڈریس کو پڑھ پڑھ کر البتہ روح تازہ اور ہمت بلند ہوتی تھی اور مجھکو تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس ایڈریس کی سماعت کے بعد اگر جج انصاف سے کام لیگا تو مسٹر تلک ضرور بری ہو جائینگے لیکن جسٹس داور کے فیصلے نے ان ساری امیدوں کا خون کر دیا۔ اسی کبیدگی خاطر کے دوران میں ایک رباعی ذہن میں آئی تھی وہ نذر ناظرین ہے۔

طاعت ہے فرنگیوں کی جنکا دستور — کیا تھا کہ انہیں داد گری کا ہو شعور
انصاف کے دشمنوں کا داور ہے لقب — "بر عکس نہند نام زنگی کافور"

(باقی آئندہ)

بیاض حسرت موہانی ماخوذ از تذکرہ نتائج الافکار

صیدی طہرانی

از باغ رفتی و دل بلبل زنالہ ریخت گل را شراب رنگ تمام از پیالہ ریخت

حکیم شفائی

ہلاک نرگسِ مخمور و مستِ ناز توام زپا فتادہ شمشادِ سرفراز توام

اہلی شیرازی

خوش آنکہ مست شوی تا بہانہ برخیزد تو باشی و من و شرم از میانہ برخیزد

آفریں لاہوری

دیوانگی و مستی از بوئے تو می خیزد ہر فتنہ کہ میخیزد از کوی تو میخیزد

آزاد بلگرامی

چشم بیباک تو بسیار سیہ کار افتاد آنقدر بادہ کشی کرد کہ بیمار افتاد

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ

مارا ہمہ رہ بکوئے بدنامی باد از سوختگان نصیب ما خامی باد

ناکامی ما چو ہست کام دل دوست کام دل ما ہمیشہ ناکامی باد

جاں بخشمت آں ساعت کہ لب شکرم بخشی (ہلالی) دانم کہ تو زاں لبہا جانِ دگرم بخشی

مرزا قتیل

دیدم نشستہ برسر راہے قتیل را او داند و دلش کہ چہ دید و چرا نشست

کاتبی نیشاپوری

خنجرِ عشق خونِ من ریخت بہ خاکِ پائے تو ز آنکہ تو بود کشتنم کشتہ شدم برائے تو

میر قمر الدین منت

نعتے بکف نبود بجز آبروی مرا آنہم ز دست ریخت بپائے سبو مرا

رسم دیوانگی از حلقۂ گیسوئے تو خاست شورِ محشر ز خرام قد دلجوئے تو خاست

آرمیدی بر قیباں و رمیدی از ما (نرگسی) ما چہ گفتیم و چہ کردیم و چہ دیدی از ما

اپنے اہل وطن کے نام

بابو آربندو گھوش نے بذریعہ اخبار کرم یوگن کلکتہ ایک اہم انگریزی تحریر شائع کی ہے جسمیں آپنے تحریر فرمایا ہے کہ رفارم اسکیم کی ناکامیابی اور متحدہ کانگرس کے خیال کی ناکامی نے وطن پرستوں کے فریق پر یہ امر لازم کردیا ہے کہ وہ اپنی سستی کو خیرباد کہکر از سر نو کام کرنا شروع کریں۔ آپ کی تجویز یہ ہے کہ ایک نیشنلسٹ کونسل کی بنا ڈالی جائے جس کی شاخیں تمام ملک میں قائم کیجائیں۔ اس کونسل کا اجلاس مارچ یا اپریل میں منعقد ہو جسمیں وطن پرست گروہ کا پروگرام تیار کیا جائے۔

واقعات نے اس بات کو قطعی طور پر ثابت کردیا ہے کہ جب تک قومی فریق ان کی امداد کے لیے پس پشت موجود ہو اسوقت تک حکومت کے مقابلے میں نرم فریق کی جانب سے کسی قسم کی قومی تحریک یا مزاحمت کا پیش آنا بعید از قیاس ہے پس اگر نیشنلسٹ اب بھی آگے نہ بڑھینگے تو اسکا نتیجہ یا تو یہ ہوگا کہ قومی تحریک نابود ہو جائیگی یا اسکے بجائے مذموم مفسدانہ تحریک وجود میں آجائیگی اور صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں نتائج کو بہی خواہان ملک پسند نہیں کرسکتے۔

"انتظار کا زمانہ گذر چکا اور اب ہمپر دو باتیں بخوبی واضح ہوگئیں اول یہ کہ قوم کا مستقبل وطن پرستوں کے ہاتھ میں ہے دوسرے یہ کہ اس مستقبل کو قائم کرنے میں ہمکو فریق نرم سے کسی قسم کی حقیقی اعانت کا متوقع نہ رہنا چاہیئے۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ خود کرنا ہوگا اور صرف اپنی قوت اور ہمت کے بھروسے پر کرنا ہوگا۔ پس خدا نے جو خدمت ہمکو سپرد کی ہے اُسے قبول کرو اور حوصلہ مند مستقل مزاج اور محب وطن لوگوں کی طرح قبول کرنا ہمپر واجب ہے کام اہم ہے پس اسکے حصول کے لیے بھی بہت بڑی حوصلہ مندی اور بہت بڑے ایثار کی ضرورت ہوگی۔ اس باب میں جن لوگوں کو جبر و ستم کا خطرہ ہو وہ وطن پرستوں کے گروہ سے علحدہ رہیں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہو کہ انگلو انڈینز کی چاپلوسی یا نرم گروہ کی خوشامد سے بغیر کوشش کئے یا خطرے میں پڑے کام نکل جائیگا وہ بھی علحدہ رہیں جو لوگ [illegible]

رعایتوں کے لیئے اظہار خوشنودی و رضامندی پر آمادہ ہوں وہ بھی علیحدہ رہیں۔ صرف وہ لوگ جو حقیقی طور پر وطن پرست کہلانے کی مستحق ہیں آگے آئیں اور اس بار عظیم کو اٹھائیں۔ قانون کا خوف ان لوگوں کو ہوتا ہے جو قانون کو توڑتے ہیں۔ ہمارے مقاصد اہم اور اعلیٰ بے لوث و بیداغ ہیں اور ہمارا طرز عمل باوجود بیباکی و استقلال صلح جو ہے۔ شرکا ہم قانون کی خلاف ورزی نکرینگے اور اسلیئے ہمکو قانون سے کوئی خوف نہیں ہے لیکن اگر ناکارہ ابتر پولیس یا غیر محتاط افسر ہمارے پولیٹکل طرز عمل کی اشاعت پر خلاف قانون فرمانوں جھوٹی شہادتوں یا خلاف انصاف فیصلوں کے ذریعے سے ہمارے پیش پیش رہنے والے وطن پرستوں کو تنگ کریں تو کیا ہمکو آزادی کی راہ میں اس قلیل محصول کے ادا کرنے میں پس و پیش کرنا چاہیئے ایسی حالت میں کیا ہمیں اپنے خیالات کو پوشیدہ رکھنا اور ترک عمل کا ذلیل طریقہ اختیار کر لینا چاہیئے نہیں ہرگز نہیں۔ ہم اپنی انجمنیں ضرور قایم کرینگے اور اپنے اصولوں کی اشاعت کے ذرائع پیدا کرینگے۔ اگر ہماری یہ کارروائی بیضابطہ اشتہاروں اور فرمانوں کے ذریعے سے دبادی جائینگی تو ہمکو یہ تو اطمینان ہوگا کہ مادر وطن کی خدمت میں ہمنے اپنا فرض ادا کردیا اور اسکے بعد ہم اس دیوانگی کے نتائج کے ذمہ دار نہونگے جو علانیہ اور باضابطہ سیاسی تحریک کو دبا کر مایوس و مغموم قوم کے افراد کو ان جذبات کے حوالے کردیتی ہے جنکے خوفناک جوش اور بیباکی کا اظہار ہندوستان میں اور ہندوستان کے باہر بھی ہونے لگا ہے۔ جب تک صلح و آشتی کے ساتھ کام کرنیکا ایک بھی ذریعہ باقی رہیگا ہم ترک کوشش نکرینگے لیکن اگر حالت بد سے بدتر ہوجائے تو بھی وہ اس سے زائد خراب تو ہو نہیں سکتی جسکا مقابلہ ہمارے ہی ہموطن ٹرنسوال میں کررہی ہیں۔ وہ قلی اور چھوٹے چھوٹے دوکاندار اپنی قومی عزت اور بہبود کے لیئے تمام مصائب کو بخوشی تمام برداشت کر رہے ہیں۔ پس کیا ہم لوگ جو ہندوستانی تعلیم و تہذیب کے لیئے سرمایۂ فخر سمجھے جاتے ہیں۔ ان قلیوں کے برابر حوصلے اور ہمت کا بھی اظہار نکرینگے!

تنقید

خمخانۂ جاوید[1]

یعنی شعراے ماضی وحال کا ایک مکمل تذکرہ موسوم بہ تذکرہ ہزار داستان مولفہ لالہ سری رام صاحب ایم۔ اے منصف دہلوی اسکی پہلی جلد مخزن پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوئی ہے۔ خواجہ فہمید حسین صاحب نازک رقم اکبرآبادی کی کتابت نے مخزن پریس کی چھپائی اور کاغذ کی عمدگی کے ساتھ ملکر تذکرہ زیر نظر کی ظاہری خوبیوں کو بہمہ وجوہ مکمل کردیا ہے لالہ صاحب نے اس تذکرہ کی تالیف میں "لگاتار محنت تلاش اور کوشش" سے کام لیا ہی اور دواوین اساتذۂ گذشتہ وموجودہ کے بہم پہونچانے میں بیدریغ روپیہ صرف کیا ہی اور اس حیثیت سے ہر قدردان اردو پر لالہ صاحب کا شکریہ لازم ہے انتخاب اشعار کی نسبت آپ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "اساتذہ نے بہت سے تذکرے لکھے اور لکھینگے لیکن ہر شخص کا مذاق جدا۔ کوئی بال کی کھال کھینچنی پسند کرتا کوئی نکتہ چینی کو اپنا فرض جانتا ہے۔ کوئی بالغ نظری پر گرا ہوا ہے۔ کوئی معاملہ بندی پر جھکا ہوا ہی کوئی محاورہ بندی کا دلدادہ ہے۔ کوئی روزمرہ پر فریفتہ۔ کسی کو سادگی پسند ہی۔ کسی کو لفاظی۔ کوئی مراعات ومناسبات لفظی کا پابند ہے۔ کوئی تماثیل ونظائر کا دلبستہ۔ کوئی بلاغت پسند ہے کوئی فصاحت طلب۔ مگر میں اور ہی باتوں کا دیکھنے والا ہوں۔ میرے نزدیک جس کلام سے دل پر چوٹ لگے۔ جس بات سے سوتا ہوا چونک پڑے جو نصیحت دل میں گھر کرے۔ جو ذکر نمونہ بننے کا سبق دے۔ جو حکایت شکایت سے بچائے وہی غذاے روح اور حظ نفس ہی"

میں اسبات سے انکار نہیں کرسکتا کہ مجھ ایسے کا انتخاب۔ ذاتی پسند شخصی مذاق اس قابل ہو کہ ہر رنگ میں اپنا رنگ پیدا کردے اور سب کو اپنا سا بنالے

---

[1] تقطیع کلاں حجم تقریباً ۸۰۰ صفحے قیمت غیر مجلد مجلد باعتبار اقسام کاغذ صہ و للعہ علاوہ محصول حضرت مولف سے بہ نشان "دفتر خمخانۂ جاوید دہلی" طلب کرنا چاہیے

لہذا اس کے انتخاب اور اقتباس میں التزام رکھا کہ متقدمین کا کلام ہو یا متاخرین کا طرز قدیم کے وابستہ ہوں یا طرز جدید کے ہواخواہ۔ ان کی طبیعتوں کا اصلی میلان۔ ان کے دلوں کا رجحان۔ بلند پروازیوں کا رنگ جوں کا توں قائم ہے۔

نہ تو میں شاعر کہ شعرا کے کسی زمرہ میں شامل ہو کر دھڑے بندی یا طرفداری سے کام رکھوں یا حریفانہ دل آزاری سے اپنا دل ٹھنڈا کروں۔ نہ میں کسی خاص ملک یا شہر کی محبت کا گرفتار کہ ہر طرح سے اُسی کو ترجیح دیے جاؤں مجھے اپنے وطن اور غیر وطن کی تخصیص منظور نہیں۔ فرخ آبادی روپیہ ہو یا لکھنؤ سکہ کھرے روپے سے کام ہے وہ چاہے پوری ہو خواہ جودھپور کا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کن استادوں نے کے نام لیوا ہیں اور کن شہروں کے بسیا۔ میں ایک ادنیٰ سا خوش کلاموں کے کلام کا جامع اور اُن کی مختلف طبائع کا مداح ہوں۔ حسد میرے پاس نہیں حسد کار و شناس جو لوگ کچھ بھی شاعر کہلانے کا استحقاق رکھتے تھے اُنہیں کو ہزار داستان کے مشاعرہ میں جگہ دی اور اُنہیں کے آگے شمع مشاعرہ لئے لیے پھرا۔ تک بندوں سے ملا اور نہ اُن کے کلام سے اس مجلس مشاعرہ کو بھرا۔ کس لیئے کہ تک بندی کا نام شاعری نہیں اور ہمارے تذکرے کو دو مصرعی شاعروں سے واسطہ نہیں۔ بہت سے اصحاب صرف تذکرہ کے شاعر ہیں مگر اشعار کہنے کے شاغل نہیں۔ ہمیں فہرست کو طوالت دینا مقصود نہیں"۔

حضرت مولف نے حتی الامکان مرقومہ بالا اصولوں کی پابندی کی ہے لیکن پھر بھی انتخاب اشعار میں کہیں کہیں دقت نظر سے کام نہیں لیا گیا اور واقعات بھی جا بجا غلط لکھے ہیں۔

جہاں حضرت احسن مارہروی کا حال اور کلام دیا ہے وہاں ذاتیات کی بدمزگی کی بنا پر یہ بھی تحریر کر دیا ہے کہ میں انکو تالیف تذکرہ کی بابت ۔۔۔ ماہوار دیتا تھا۔ یہ تحریر بدنما اور لالہ صاحب کی عالی ظرفی کے خلاف ہے۔

دوسری جلد اس تذکرے کی زیر طبع ہے اسکے متعلق بھی یہ امر گوش زد ہوا ہے

کہ کچھ اسی قسم کی ذاتی کبیدگی کے باعث مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب مدیر قند پارسی کا حال حرف "ث" کے تحت میں یا تو بالکل درج ہی نہیں کیا گیا ہے یا کیا گیا ہے تو ان کو ایک نومشق شاعر بتایا ہے۔ حالانکہ حضرت ثاقب فارسی میں صاحب کلیات نظم و نثر ہیں اور اُن کی اُردو غزلوں میں بھی صفائی و شستگی کے علاوہ فارسی تراکیب کی دلنشینی پختگی کلام کا پتا دیتی ہے

اُمید ہے کہ آئندہ اس امر کا بھی لحاظ رکھا جائے گا کہ ذاتیات کو دخل دینا تذکرہ نویسی کے سراسر خلاف ہے۔ ان چند کمزوریوں کا ذکر ضمناً آگیا ورنہ عام طور پر ہم لالہ صاحب کی تلاش و تحقیق کے دل سے مداح ہیں اور ناظرین اُردوئے معلّٰے سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ خمخانۂ جاوید کی خریداری سے ضرور فائدہ اُٹھائیں۔

ختم نوٹ (ماخوذ از کرم یوگن[لہ] کلکتہ

(۱) لاہور کنونشن کانگرس

جبکہ تمام کنونشن کے اجلاس لاہور میں منعقد ہوئے اور بعض اخبار اسی بات پر جامے سے باہر ہو گئے کہ کسی نہ کسی طرح برائے نام کانگرس کا اجلاس ہوا تو سہی لیکن تاہم کنونشن کی حالت سال بسال ابتر ہوتی جاتی ہے اور اینگلو انڈین حضرات کی تعریفوں اور بڑائیوں کے باوجود اسکا خاتمہ قریب نظر آتا ہے۔ امسال نہ حاضرین کی تعداد پوری ہوئی نہ لیڈروں کا استقبال جوش و خروش کیساتھ کیا گیا۔ کانگرس پنڈال میں ہر طرف بیدلی اور افسردگی برس رہی تھی اور کسیطرح چھپائے نہ چھپتی تھی۔ نمایندوں (ڈیلیگیٹس) کی تعداد کو کنونشن کی ہوا خواہوں کے اندازے میں بھی تین سو سے زیادہ نہ تھی چنانچہ تماشائیوں کا ہجوم بھی پنڈال کو پر نہ کر سکا جسمیں کل ۳۰۰۰ آدمیوں کی گنجائش خیال کیجاتی ہے۔ غرضکہ کانگرس

لہ زبان انگریزی میں وطن پرستوں کا یہ سب سے بہتر جرنل ہے جو ۴ شام پکر لین کلکتہ سے بسرپرستی بابو آربندو گھوش ہفتہ وار شائع ہوتا ہے شروع سنہ ۱۰ء سے اسکا ایک ارزان اڈیشن بھی نکلنے لگا ہے جسکی قیمت صرف عہ سالانہ مع محصول ہے جن لوگوں کو وطن پرستوں کی اصلی خیالات اور جذبات کا حال دریافت کرنا ہو وہ اس جرنل کو ضرور خریدیں۔

و لاہور میں اچھا سبق ملا جو غالباً اب کبھی پنجاب کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ کریگی۔ بنگال مہاراشٹر ناگپور اور امراؤتی کے دروازے تو پہلے ہی سے کانگرس کے لئے بند ہو چکے ہیں۔ مدراسی نمایندوں کی قلت تعداد پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مدراس میں بھی آیندہ جلسے کا بندوبست مشکل سے ہوگا۔ لے دے کر صرف شہر بمبئی۔ صوبہ گجرات یا صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ باقی رہ گئے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ جمہور نے اس برائے نام کانگرس سے احتراز کر کے اسپر ایک طرح سے فتوائے موت صادر کر دیا ہے اور اسکے وجود سے بیزار ہے۔

صدر کنونشن یعنی مسٹر مالوی کا ایڈریس

پنڈت مدن موہن مالوی کا ایڈریس اس لحاظ سے قابل غور نہیں ہے کہ انہوں نے کیا کیا کہا بلکہ صرف اس حیثیت سے قابل اعتراض ہے کہ انہوں نے کیا کیا نہیں کہا۔ اس ایڈریس میں نہ کہیں سلف گورنمنٹ کا ذکر ہے نہ سودیشی تحریک کا۔ اور بوائیکاٹ کو تو کنونشن نے بوائیکاٹ ہی کر دیا ہے۔ جلاوطنان بنگال کی نسبت بھی کچھ نہیں کہا گیا صرف چند الفاظ ٹرانسوال کے متعلق البتہ نظر آتے ہیں۔ درحقیقت کونسل ریفارم کے مسئلے کے سوا باقی کل اہم مسائل سے غالباً قطع نظر ہی مناسب خیال کیا گیا۔ اور اس ایک مسئلہ ریفارم پر بھی جو کچھ رائے قائم کی گئی اسمیں خلوص و یقین کا پتا نہیں ملتا اور عدم خلوص کا فریق نرم کے سیاسی خصوصیات سے ہونا ایک مسلم امر ہے۔

ریفارم سے متعلق کانگرس رزولیوشن کے دو حصے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں کیونکہ پہلے حصے میں تو اس سکیم کی بابت لارڈ مارلے و منٹو کا شکریہ ادا کیا گیا ہے جسکا اظہار ان دونوں کی ذات سے ملک کو کانسٹیٹیوشنل ریفارم عطا کرنے میں ہوا ہے لیکن دوسرے حصے میں اسی ریفارم پر سخت ترین اعتراضوں کی بھرمار ہے کہ تعلیم یافتہ جماعت کا اعتبار نہیں کیا گیا غیر سرکاری ممبروں کی کثرت تعداد محض دھوکا ہی دھوکا ہے اور قومی و مذہبی امتیاز بالکل ناروا ہے وغیرہ۔ اب اگر اس رزولیوشن کا دوسرا حصہ صحیح ہے تو اس سے پہلے حصے کی یقینی طور پر تردید ہوتی ہے۔ ریفارم کی ہجو میں ان اعتراضات کا لب و لہجہ وطن پرستوں کے لب و لہجے سے زیادہ سخت ہے اور اگر واقعات سے ان اعتراضوں کی کچھ بھی

تصدیق ہوتی ہو تو اس قانونِ اصلاح کی نسبت یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ وہ ترقی کے بجائے تنزل کی جانب رہنمائی کریگا۔ طرفہ ماجرا یہ ہی کہ یہ اعتراض کئے اس شخص نے ہیں جو اپنے صوبے کی کونسل میں بذریعۂ انتخاب بخوشی داخل ہوکر لارڈ مارلے کی تجویز پر پسندیدگی و رضامندی کی مُہر پہلے ہی لگا چکا ہی۔ اصل یہ ہے کہ فعل کا اثر قول سے نسبت زیادہ ہوتا ہے اور حکومت ہند اس بات کو خوب سمجھتی ہے کہ جب لوگوں نے عملی طور پر اسکی تجویز کو مجموعی حیثیت میں قبول کرلیا ہو تو اسپر تفصیلی حیثیت میں انکے چند اعتراضات کو نظر انداز کردینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

نظام المشائخ دہلی (قیمت ۸؍ سالانہ)

[اس نام کا ایک قابل دید رسالہ جولائی ۱۹۰۹ء سے خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نے دہلی سے نکالنا شروع کیا ہی۔ ہر مذہب میں ارباب شوق تصوف کو جانِ مذہب قرار دیتے ہیں چنانچہ اسلامی تصوف کی نسبت ہمارا بھی یہی عقیدہ ہی ناظرین اردوئے معلیٰ میں سے جو لوگ مذاق تصوف سے آشنا ہوں وہ اس رسالے کی خریداری سے ضرور فائدہ اٹھائیں ہم پرچۂ دسمبر سے خواجہ صاحب موصوف کے ایک نہایت دلپذیر مضمون کا انتخاب درج ذیل کرتے ہیں]

پیارا مدینہ

"الٰہی ہم جیسے درویش اور حجاز کی زیارت! یہ آرزو اور عزت و سرفرازی کیونکر اور کب میسر آئیگی؟ آہ معتدل موسم کی پچھلی رات ہو۔ نورانی چاند کی ہلکی ہلکی روشنی خاموشی کے عالم میں مکہ کے درودیوار پر چھائی ہوئی ہو۔ اور ہم اونٹوں پر سوار مدینہ کی بٹیا پر جارہے ہوں۔ چپ چاپ رات کی آخری گھڑیاں عرب کا سنسان جنگل ہمارے قافلہ کی مستانہ صداؤں اور جوشیلے نعروں سے گونجتا ہو۔ سیاہ پوش پہاڑ ہماری ہمنوائی کریں اور کھجوروں کے جھنڈ ہمارے دلوں کو بھڑکائیں۔ اُسوقت اگر بادیہ نشین اعراب ہماری سدِ راہ ہوں تو ہم اپنے سر اُنکے قدموں پر رکھدیں۔ نقد و جنس اگر پاس ہو تو سب اُنکے حوالے کریں۔ اور ہاتھ جوڑکر مدینہ جانیکی اجازت مانگیں۔ ہائے کیا ہی مزا ہو کہ راستہ میں مدینہ سے آتا ہوا ایک قافلہ ملجائے اور سلام و مرحبا کا ایک شور مچنے لگے۔ ہم آنے والے قافلہ کے اونٹوں کے قدموں کی خاک اپنے چہرے پر ملیں۔ اور پیاری آواز والے گھنٹہ کو بار بار چومیں جو دور سے مدنی قافلے کی خبر دے رہا تھا!

او شوق! جب ہم اپنے آقا کا سبز گنبد دیکھیں تو حد سے نہ بڑھ جائیو! اور جی بھر کر نظارہ کرلینے دیجیو!"

غزلیات حسرت موہانی نوشتۂ زندان فرنگ

ردیف "ج"

رنگ یہ لایا ہجوم ساغر و پیمانہ آج
بھر گئی سیرابیوں سے محفل رندانہ آج

بسکہ زیبِ انجمن ہی جلوۂ جانانہ آج
ہی سراپا آرزو ہر عاشق دیوانہ آج

ہو ابیتابیوں پر نشۂ مے کا اثر
کہدیا سب اُن سے حالِ شوقِ گستاخانہ آج

رشک سے مٹ مٹ گئے ہم تشنہ کامانِ وصال
جب ملا لبہائے ساقی سے لبِ پیمانہ آج

ہی فروغِ بزم یکتائی جو وہ شمعِ جمال
آگئی ہی دل میں بھی بیتابیِ پروانہ آج

ہیں سرورِ وصل سے لبریز مشتاقِ جمال
کررہی ہیں آرزوئیں سجدۂ شکرانہ آج

حسرتیں دل میں ہوئی جاتی ہیں پامالِ نشاط
ہی جو وہ جانِ تمنا رونق کاشانہ آج

غرق ہی رنگینیوں میں مستیوں سے چورچور
ہی سراپا بیخودی وہ نرگس مستانہ آج

مہمانِ خانۂ دل ہے جو وہ رشکِ بہار
ہوگیا ہی غیرتِ فردوس یہ ویرانہ آج

ملگیا اچھا سہارا عذرِ مستی کا ہمیں
لیلیا آغوش میں اُس گل کو بیباکانہ آج

خم لگا دے ہم بلانوشوں کے منہ سے ساقیا
کام آئیگا نہ ساغر آج نے پیمانہ آج

دیکھیے اب رنگ کیا لائے وہ حسن دلفریب
آئینہ پیش نظر ہے ہاتھ میں ہے شانہ آج

میں ہی ای حسرت نہیں محوِ جمالِ روئے یار
پڑرہی ہیں سب نگاہیں سے مشتاقانہ آج

ردیف "ح"

اے غم عشق اے متاعِ فلاح
اہل دل کیوں نہوں ترے مداح

ہمکو صبر و سکوں نہیں درکار
دل مضطر کی ہمکو بھی ہی صلاح

بیخبر ما جرائے عالم سے
ہم ہیں دشتِ خیال کے سیاح

ہے زمانِ وصال یار کی یاد
بابِ فردوسِ عیش کی مفتاح

ہم بھی مشتاق ہیں شہادت کے
اے تجھے خونِ اہل شوق مباح

غم ترا مایۂ سرورِ قلوب
یاد ہی تیری مونس ارواح

اب کہاں ہجرِ یار میں حسرت
لذت اکلِ شام و شربِ صباح

ردیف "خ"

خون جگر سے اپنی دیکھکر تلوار سرخ
ہو گئی مارے ندامت کے جبین یار سرخ

آشکارا ہی جہاں میں ہر طرف رنگ بہار
سبز و تر ہے صحن گلشن دامن کہسار سرخ

دیکھیے کس کس کو اعزاز شہادت ہو نصیب
آج نکلا ہی بدلکر رنگ وہ عیار سرخ

اسقدر ہیں مستیاں ہم بادہ خواروں نے کہ آج
ہو گیا سب رنگ مے سے خانۂ خمار سرخ

لگیا حسرت شہیدان وفا کا خونبہا
ہو گئی ہیں روتے روتے ہجر چشم یار سرخ

ردیف "د"

دشوار ہی اے ملامت اے پند
ہوں اہل جنوں خرد کے پابند

شرمندۂ جور ہو نہ وہ شوخ
ارباب وفا ہیں یوں ہی خرسند

زیبائش فرق عاشقی ہی
دستار جنوں میں غم کا پیوند

سیکھا ہی کہاں سے اے لب یار
یہ شیوۂ دلکش شکر خند

ہیہات فراق ہی تری یاد
بیخود ہے خیال آرزومند

بے صبر سکوں سے کام حسرت
آئین وفا کی تجھکو سوگند

یہ ماتم روز وصل تا کے
یہ گریۂ بیقرار تا چند

ردیف "ذ"

کچھ درد دل سے بڑھ کے ہی درد جگر لذیذ
تجھسے ہیں جتنے درد وہ سب ہیں مگر لذیذ

مایوسیوں سے کام نے لے جان مبتلا
رنج فراق یار بھی ہی سربسر لذیذ

جان حزیں کو بھول گئی سختیٔ فراق
کچھ اسقدر ہی گریۂ وقت سحر لذیذ

کہتا ہے کون شورش باطن کو بے مزا
مرغوب شوق کیوں ہی نہیں ہی اگر لذیذ

اشک وفا سے دامن حسرت ہوا لالہ رنگ
پی جائے گر نہ پلکے انہیں چشم تر لذیذ

ردیف "ر"

صبر مشکل ہی ضبط ہے دشوار
دل وحشی ہی اور جنون بہار

کشمکش میں ہے کام حالِ شوق
مجھکو ابرام ہی انہیں انکار

دل مایوس میں ہی نقش امید | یا مسافر کوئی غریب دیار
لطف کر لطف اے سراپا ناز (ق) | تجھپہ رنگینیٔ بہار نثار
دل عشاق ہیں اسی کے جام | بادۂ اشتیاق کے سرشار
اے تری ذات مجمع ضدین | حسن سب نور ہے توخوسبار
غیر ممکن ہی ہے سے طاعت غیر (ق) | اے جفا کار اے غریب آزار
روح آزاد ہی خیال آزاد | جسم حسرت کی قید ہے بیکار

غزل مولوی محمد احسن اللہ خان ثاقب مدیر قندپارسی

پھر کسی در پہ جبہ سائی کی | دل نے پھر ہم سے بیوفائی کی
تو ہی ہے جسنے قیس سای عشق | خاک چھنوائی اک خدائی کی
نابلد تھے طریق عشق سے ہم | اسکی شوخی نے رہنمائی کی
مہ جبینوں سے کیا وفا کا گلہ | کیا امید ان سے آشنائی کی
دل لگانا گناہ کیوں ٹھیرا | اس میں کیا بات ہی برائی کی۔
خاک ہو جائیں کوے جاناں میں | آرزو ہے شکستہ پائی کی
میرے شکوے، شکایتیں سب جھوٹ | کون سی بات ہے لڑائی کی
پھر ہے وہ چشم مست عشوہ فروش | اب نہیں خیر پارسائی کی
میرے اشعار کیا ہیں اے ثاقب | ہے کہانی شب جدائی کی

غزل حضرت ثاقب بدایونی

وہ تیرے دامن رحمت میں چھپنا بادہ خوارونکا | وہ منھ حیرت سے تکنا حشر میں پرہیزگارونکا
ابھی کچھ ہے ابھی کچھ حال تیرے بیقرارونکا | فلک بھی دے کہاں تک ساتھ ان آفت کے مارونکا
وہ چشم ساقی بدمست سے چلنا اشارونکا | وہ ٹوٹی توبہ لیکر دوڑنا پرہیزگاروں کا
جلاکر دلکو نکلیں سینۂ صد چاک سے آہیں | ہواؤں سے ہوا روشن چراغ ان رہگذارونکا
نہ آئے بزم ماتم میں کوئی کھولے ہوئے گیسو | الٰہی بال بیکا ہو نہ میرے سوگواروں کا
بجز داغ تمنا کچھ بھی نکلے تو مرا ذمہ | کوئی دل چیر کر دیکھے تمہارے جاں نثارونکا

کف پائے حنائی کا نشاں ناحق مٹاتی ہو
یہی لے دیکے باقی ہے چراغ اپنے مزاروں کا

یہ کہکر وہ شہید ناز کی تربت سے چل نکلے
کہ تجھسے بوجھ سنبھلیگا نہ ان پہولوں کے ہاروں کا

خدا رکھے تجھے باغ جہاں میں قاتل عالم
پھلا پھولا ترے ہی دم سے ہی تختہ مزاروں کا

بس اے دست زلیخا اب تو دل کی حسرتیں نکلیں
رہا سہرا ترے سر دامن یوسف کے تاروں کا

کلیم اللہ سے ہنس ہنس کی برق طور کہتی ہی
زمانے میں یہی دستور ہی کیا ہوشیاروں کا

تمہارا اے مری تلووں کے چھالو پھر خدا حافظ
اشارہ پھر کچھ انگشت شہادت سے ہی خاروں کا

وہ اگلی صحبتیں وہ لطف وہ جلسے کہاں ثاقب
یہی مجمع غنیمت جان لو دو چار یاروں کا

غزل مولوی سید امین الحسن صاحب بسمل موہانی

قریب رخصت ہی جان پر غم غریب دیدہ ملال بھی ہے
بڑی مصیبت کی رخصتی ہی کسی سے دل میں ملال بھی ہے

لحاظ آنکھوں کا آگیا کچھ شراب ساقی نے دی تو مجھکو
مگر قیامت یہ ہی کہ اُسمیں ملا ہوا کچھ ملال بھی ہی

خوشا امید وصال جانان کہ جان سی آگئی بدن میں
الہی کسنے کہا یہ مجھسے کہ اُنکو میرا خیال بھی ہی

نگہ میں نیچی ہیں شرم ظالم نے رنگ کو شوخ کردیا ہے
کہا ہی شاید کسی نے اُنسے کہ آپسے کچھ سوال بھی ہی

وہ لاکھ بیباکیوں سے اپنی ندامتوں کو چھپائیں بسمل
مگر نگاہیں یہ کہہ رہیں کہ اب اُنہیں انفعال بھی ہے

از محمد فاروق صاحب دیوانہ گورکھپوری

حسرت دید رہی جاتی ہے
دل کی امید رہی جاتی ہے

ان کو انکار گلے ملنے سے
اور مری عید رہی جاتی ہے

چارگانہ علاج حکیم محتشم علیخان مرحوم جہان آبادی

قیمت مع محصول	تاثیرات	اسماء ادویہ
عا/ر	ساری امراض بادی کو مفید ہی خصوصاً درد سر - آسیبی بلا ورم گلو - زکام کھانسی - دمہ - جاڑا - بخار - خرابی جگر کا نور - تلی قبض نفخ کم اشتہا - ضعف ہضم آب دہن - بدمزگی زبان - بائے گولہ - جلندہر - بکشش - بواسیر درد ہر قسم	اہم العلاج
	دل دماغ معدہ - گردہ جگر - پھیپہڑہ - مثانہ کو قوت پہونچاتا ہے اور امراض ذیل میں بالخصوص موافق آتا ہی - دق سل - ہیضہ - تپ - جتلی دست - ہول دل - ناتوانی خود بخود گھلنا ذیابیطس ورم - ناسور	[illegible]
عہ/ر	یہ خضاب سفید بالوں کو نرم و سیاہ بناتا ہی اور نزلہ دماغ اور جلدی داغ سے بچاتا ہے	[illegible]
۸/	یہ روغن سب اوجاع بادی و مواد ی کو مفید ہے - گٹھیا - نقرس - فتق - بواسیر کے درد کو پورا فائدہ رکھتا ہے اور چوٹ موچ - داد - کھجلی - اکوت - پھوڑا - پھنسی کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا ہے -	[illegible]

المشتہر - سید محبوب علی ہومیوپیتھی علاج گھر کوزہ جہان آباد ضلع فتحپور قریب ڈاک خانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان

ولی دکنی

کیتا ہوں ترے نام کو میں ورد زباں کا
کیتا ہوں تری شکر کو عنوان بیان کا

جس گرد اوپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں
اُس گرد کو میں کحل کروں دیدۂ جاں کا

مجھ صدق طرف عدل سی ای اہل حیا دیکھ
تجھ علم کے چہرے پہ نہیں زنگ گماں کا

جاری ہوئے آنسو مری یوں سبزۂ خط دیکھ
اے خضر قدم سیر کر اس آب رواں کا

کہتا ہے ولی دل ستی یہ مصرعۂ رنگین
ہے یاد تری مجکو سبب راحت جاں کا

تری زلفاں کا ہر تار سیہ ہے کال عاشق کا
ہوا ہے جسکے جلوے سوں پریشاں حال عاشق کا

نہیں درکار تا بولے بیاں اپنی زباں سیتی
عیاں ہے اشک کے طومار سوں احوال عاشق کا

نپو چہو عشق میں جوش و خروشِ دل کی ہیبت
برنگ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

جہاں جاتا ہوں وہاں آتا ہے سگ کے من پیچھے
ترے برہی نے اے ظالم کیا دنبال عاشق کا

کدھیں دام محبت سوں خلاصی اُسکو ممکن نہیں
تری انکھیاں کے دوڑے سوں بنا ہے جال عاشق کا

ولی یوں مصرع رنگین ہوا ہے صد جان دل
فدا ہے عشق میں دلبر کے جان و مال عاشق کا

دلربا آیا نظر میں آج میری خوش ادا
خوش ادا ایسا نہیں دیکھا ہوں دوجا دلربا

بیوفا گر تجکو بولوں ہوں بجا ہے نازنین
نازنیں عالم منے ہوتے ہیں اکثر بیوفا

کم نما ہے نوجواں میرا برنگِ ماہِ نو
ماہ نو ہوتا ہے اکثر اے عزیزاں کم نما

مدعای عاشقاں ہر آں ہے دیدار یار
یار کے دیدار بن دوجا عبث ہے مدعا

کیمیا عاشق کے حق میں ہے نگاہِ گلرخاں
گلرخاں سوں جگ کے پایا ہوں ولی یہ کیمیا

شغل بہتر ہے عشقبازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی کا

آج تیری بہواں نے مسجد میں
ہوش کھویا ہی ہر نمازی کا

ہر زباں پر ہے مثل شانہ مدام
ذکر تجہ زلف کی درازی کا

گر نہیں راز عشق سوں آگاہ
فخر بیجا ہے فخر رازی کا

اے ولی سرو قد کوں دیکھوں گا
وقت آیا ہی سرفرازی کا

مت غصے کے شعلے سوں جلتے کو جلاتی جا
ٹک مہر کے پانی سوں یہ آگ بجھاتی جا

تجہ چال کی قیمت سوں دل میرا نہیں واقف
ای مان بہری چنچل ٹک بہاو بتاتی جا

تجہ مکھ کی پرستش میں گئی عمر مری ساری
ای بُت کی پوجن ہاری ٹک آس پُوجاتی جا

تجہ عشق ہیں جل جلکر سب تن کو کیا کاجل
یہ روشنی افزا ہی انکھیاں کو لگاتی جا

مجہ دل کے کبوتر کوں پکڑا ہی تری لٹ نے
یہ کام دہرم کا ہی ٹک اسکو چھڑاتی جا

تجہ گھر کی طرف سندر آتا ہی ولی دائم
مشتاق درس کا ہی ٹک درس دکھاتی جا

وہ صنم جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ
آتش عشق پڑی عقل کے سامان میں آ

ناز دیتا نہیں گر رخصت گلگشت چمن
ای چمن زار حیا دل کے گلستان میں آ

یاد آتا ہی مجھے جب وہ گلِ باغِ وفا
اشک کرتے ہیں مکاں گوشۂ دامان میں آ

نالہ و آہ کی تفصیل نہ پوچھو مجہ سوں
دفتر درد بسا عشق کے دیوان میں آ

پنجۂ عشق نے بیتاب کیا جب سوں مجھے
چاک دل تب سوں بسا چاک گریباں میں آ

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا صورت انسان میں آ

شیخ یاں بات تری پیش نجاوے ہرگز
عقل کوں چھوڑ کے مت مجلس رندان میں آ

دردمنداں کو بجز درد نہیں صید مراد
ای شۂ ملک جنون غم کے بیابان میں آ

بسکہ مجہ حال سوں ہمسر ہی پریشانی میں
درد کہتی ہے مرا زلف ترے کان میں آ

غم سوں تیرے ہی ترحم کا محل حال ولی
ظلم کوں چھوڑ سجن شیوۂ احسان میں آ

ہے قد ترا سراپا معنی ناز گویا
پوشیدہ دلمیں میرے آتا ہے راز گویا

معنی طرف چلا ہے صورت سوں یوں مرا دل
صورت ستی چلا ہے کعبے جہاز گویا

ہر یک نگہ میں تیری ہے نغمۂ محبت
تجہ تار تجہ نگہ کا ہے تار ساز گویا

تجہ زلف کو جو بولا ہمدوش مصرع قد
وہ قاتل ستمگر آیا ہے یوں ولی پر

رکھتا ہے مجہ برابر فکر دراز گویا
جلدی سوں صید اوپر آتا ہی باز گویا

ملا وہ گلبدن جسکون اسے گلشن سوں کیا مطلب
عزیزاں باغمیں جا نا نپٹ دشوار ہی مجکون
ولی جنت منے رہنا نہیں درکار عاشق کو

جو پایا وصل یوسف اُسکو پیراہن سوں کیا مطلب
گلی گلرو کی پایا ہوں مجھے گلشن سوں کیا مطلب
جو طالب لامکاں کا ہی اُسے مسکن سوں کیا مطلب

سینے میں ہی تجہ ابروی پیوست کی نشست
تیرے دو نین دلمیں مری فتنہ خیز ہیں
تا سُرخ رنگ کون زرد کری اُس سبب یہ غم

جوں تیرے دلمیں ہے نگہ مست کی نشست
مشکل ہے ایک ٹھاؤں دو بدمست کی نشست
دلمیں ولی کی بس میں تہی جوں جبت کی نشست

جولانگری میں گرم ہی وہ شہسوار آج
بیشک کریگا خاطر عشاق باغ باغ
ہے بیشمار دلمیں مرے خار خار شوق
اطراف آسماں کے ہجوم شفق نہیں
برجا ہے آسماں سوں تواضع کری طلب

سینے سے عاشقاں کے اٹھا ہی غبار آج
آیا ہے التفات پہ وہ نو بہار آج
چیرے کون دیکہ سر پہ ترے نوکدار آج
تجہ رنگ نے ہوا کو کون کیا لالہ زار آج
پایا ہی تجہ کرم سون ولی اعتبار آج

دستا ہی تجہ جبین میں سراسر ظہور صبح
بیتاب آفتاب ہے تب سوں جہاں میں
تجہ مکھ کی آرسی میں ہے نور خدا عیاں
ظاہر ہیں تجہ بہار میں اسباب عیش کے
تجہ مکھ کا نور جب سون تماشا کیا ولی

تجہ دیکھنے کون جگ میں ہوا ہے عبور صبح
دیکھا ہی تجکوں جب ستی ای رشک نور صبح
روشن ہی تجہ جمال ستی کوہ طور صبح
ہے جلوہ گر تجی ستی دار السرور صبح
کرڈالگا ہی تب سون جگت بیں مرور صبح

جب سوں ہوا ترا یہ قد دلربا بلند
مت پست فطرتان سون مل ای سرو نازنین
تجہ ابرواں کون دیکھکے کینا ہی اے صنم
تیری ہواں میں نازکوں رتبا ہے اسقدر
میں عاشقاں کی فوج کا سردار ہوں ولی

سنتا ہوں ہر طرف سوں صدای بلا بلند
تجہ قد کا تا نو جگ میں ہی نام خدا بلند
تجہ حق منین ہلال نے دست دعا بلند
کشتی میں جوں ہے مرتبۂ ناخدا بلند
مجہ آہ کا ہوا ہی علم تا سما بلند

ہوا ہی گرم توں جب آفتاب کے مانند / کیا ہے ہوش نے پرواز آب کے مانند
نکر سوال مرے درد کی حکایت کا / کہ مجھ زباں پہ ہے حاضر جواب کے مانند
نگاہ گرم سیں اُس شعلہ قد نے مجلس میں / کیا برشتہ ولی کوں کباب کے مانند

اب جدائی نکر خدا سوں ڈر / بیوفائی نکر خدا سوں ڈر
راست کیشوں سوں ای کماں ابرو / کج ادائی نہ کر خدا سوں ڈر
مت تغافل کو راہ دے ای شوخ / جگ ہنسائی نکر خدا سوں ڈر
خون عاشق سوں بی اجازت ناز / کف حنائی نکر خدا سوں ڈر
اے ستمگر غضب سوں رنگ تو لی / کہربائی نکر خدا سوں ڈر
بیوفائی نکر خدا سوں ڈر / جگ ہنسائی نکر خدا سوں ڈر
ہے جدائی میں زندگی مشکل / آ جدائی نکر خدا سوں ڈر
آرسی دیکھکر نہ ہو مغرور / خودنمائی نکر خدا سوں ڈر
اُس سوں جو آشنای درد نہیں / آشنائی نکر خدا سوں ڈر
اے ولی غیر آستانۂ یار / جبہہ سائی نکر خدا سوں ڈر

چمن میں جب چلے اس حسن عالمتاب سوں اُٹھکر / کرے تعظیم خوشبو ہر گل سیراب سوں اُٹھکر
تری باتوں کی نرمی کی اگر شہرت ہو عالم میں / وہیں آوی قدمبوسی کو مخمل خواب سوں اُٹھکر
تری ابرو کی پہونچے گر خبر مسجد میں زاہد کون / تماشا دیکھنے آوی ترا محراب سیں اُٹھکر

جو آیا مست ساقی جام لیکر / گیا یکبارگی آرام لیکر
سجانوں خط ترا کس بنخطا پر / چلا ہے آج فوج شام لیکر
تری ساقی گری کوں لالۂ باغ / کھڑا ہے منتظر ہو جام لیکر
میں اسکوں بو تگیں کرتا ہوں سجدہ / جو کوئی آتا ہے تیرا نام لیکر
ولی تیری لباں سوں اے نمک طبع / چلا ہے لذت دشنام لیکر

گر چمن میں چلے وہ رشک بہار / گل کریں نقد آب و رنگ نثار
بلبلاں ہر طرف سوں اُٹھ دوڑیں / دیکھنے کوں اُسے ہزار ہزار

جن نے دیکھا ہے اُس پری رو کوں — صورت ہوش سوں ہوا بیزار
تجھ درس کے خیال میں دائم — مثل نیساں ہے چشم گوہربار
یاد تجھ خط سبز کی الشوخ — زخم دل پر ہے مرہم زنگار
بسکہ پایا ہے تجھ جفا سوں شکست — خانۂ دل ہوا ہے آئینہ زار
اے ولی اُس سے حرف ہوش نہ پوچھ — جو ہوا مست جلوۂ دیدار

عشق کے ہاتھ سوں ہوے درویش — جگ میں کیا بادشاہ کیا درویش
جیو مرا ہو رہا ہے زیر و زبر — جب سوں تیرا فراق آیا پیش
جسکوں قربت ہے عشق سوں تیرے — اُسکے نزدیک کب عزیز ہوں خویش
اے ولی اُسکا زہر کیوں اُترے — جن نے کھایا ہے عاشقی کا نیش

کہوں کس سی عزیزاں حال کی دردی نشان دل — نہیں اک گوش محرم تا سنے آہ و فغان دل
غبار خاطر غمناک سوں مجھ پر ہوا ظاہر — کہ غیر از درد دوجا نہیں ہی بار کاروان دل
بیان سینہ چاکاں اے ولی کیوں کس سکے ہر اک — کہ بوئے گل سوں نازکتر ہی آہنگ زبان دل

آتا ہی جب چمن میں تو زرین کلاہ سوں — اُٹھتی ہی فوج حسن تیری جلوہ گاہ سوں
بزم ادا و ناز کوں وہ شوخ نازنین — خوشبو کیا ہے عنبر موج نگاہ سوں
بیجا نہیں ہے رخ پہ مرے رنگ اضطراب — باندھا ہوں دل کو آہوے وحشت پناہ سوں
پروانہ وار عشق میں تیرے جو سر دیا — اُسکا کفن ہے رشتۂ شمع نگاہ سوں
حاجت نہیں چراغ کی مجھ گھر میں اے ولی — روشن ہی بزم عیش مری شمع آہ سوں

تجھ مکھ کی جھلک دیکھ گئی جوت چندر سوں — تجھ مکھ پہ عرق دیکھ گئی آب گہر سوں
ہر چند کہ وحشت ہی تجھ انکھیاں سیتی ظاہر — صد شکر کہ تجھ داغ کوں الفت ہی جگر سوں
اشرف کا یہ مصراع ولی اپنی ہی دلچسپ — الفت ہے دل و جانکو میرے سیم بگر سوں

باطن کی گر مدد ہو اُسے یار کر رکھوں — اپنے سخن کا اسکوں خریدار کر رکھوں
اُسکی ادا و ناز کی خوبی کا کر بیان — ہر خوبرو کوں صورت دیوار کر رکھوں
لائق ہے گروہ شوخ کے اپنے فخر میں — آوے اگر پری تو پرستار کر رکھوں

برجا ہے گر کہے کہ چمن میں نگاہ کر
نرگس کوں اپنی چشم کا بیمار کر رکھوں

تسبیح تیری زلف کوں کہتی ہے اے صنم
یک تار دے کہ رشتۂ زنار کر رکھوں

تیرے خیال آنے کی پاؤں اگر خبر
سینے کوں داغ عشق سوں گلزار کر رکھوں

ایسے نصیب میرے کہاں ہیں ولی کہ آج
اُس گلبدن کو اپنے گلے ہار کر رکھوں

تصویر تری جا نہ مصفا پہ لکھا ہوں
یہ نقش پری پردۂ مینا پہ لکھا ہوں

فرہاد لکھا صورت معشوق تحریر
میں صورت دلبر دل شیدا پہ لکھا ہوں

اے مردمک چشم تجہ انکھیاں کی یہ لالی
نرگس کے قلم سوں گل لالا پہ لکھا ہوں

تجہ نرگس مخمور کی کیفیت مستی
اکثر خط ساغر ستی صہبا پہ لکھا ہوں

اُسکے دہن تنگ کی تعریف کا نکتہ
صنعت سوں ولی دیدۂ عنقا پہ لکھا ہوں

خوبی اعجاز حسن یار اگر انشا کروں
بی تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں

جون نسیم اب تک سحر و حی مجھے حاصل نہیں
کِسطرح اُس غنچۂ بند قبا کوں وا کروں

کیا کہوں تجہ قد کی خوبی سرو عریانکے حضور
خود بخود رسوا ہے اسکو پھر کے کیا رسوا کروں

سرکروں جب وصف تیری جامۂ گلرنگ کے
جامۂ زیبان کو برنگ صورت دیبا کروں

رات کوں آؤں اگر تیری گلی کوں اے حبیب
زیور لب ذکر سبحان الذی اسرا کروں

آرزو دلمیں یہی ہے وقت مرنے کی ولی
سرو قد کوں دیکھ سیر عالم بالا کروں

دل ہوا ہے میرا خراب سخن
دیکھکر حسن بیحجاب سخن

راہ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے باب سخن

جلوہ پیرا ہو شاہد معنی
جب زباں سوں اُٹھے نقاب سخن

ہے تری بات اے نزاکت فہم
لوح دیباچۂ کتاب سخن

لفظ رنگین ہے مطلع رنگیں
نور معنے ہے آفتاب سخن

شعر فہموں کی دیکھکر گرمی
دل ہوا ہے میرا کباب سخن

عرفی و انوری و خاقانی
مجکوں دیتے ہیں سب حساب سخن

اے ولی دردسر کبھو نہ رہے
جب ملے صندل و گلاب سخن

سحر پرداز ہیں پیا کے نین　　ہوش دشمن ہیں خوش ادا کے نین
اے دل اُنکے اگے سنبھل کر جا　　تیغ برکف ہیں میرزا کے نین
دل ہوا مجنوں آج بیگانہ　　دیکھ اُس رمز آشنا کے نین
نرگستان کوں دیکھنے مت جا　　دیکھ اُس نرگسیں قبا کے نین
وہ ہے گلزار آبرو کا گل　　حق نے جسکوں دئے حیا کے نین
اے ولی کس اَگے کروں فریاد　　ظلم کرتے ہیں بیوفا کے نین

سیہ روئی نہ لیجا حشر میں دنیا ی فانی سوں　　سیہ نامی کوں دہوا ی بیجرا اُنجنو اشکی پانی سوں
شب غم روز عشرت سوں بدل ہووا اگر دیکھے　　میری جانب وہ مہر ذرہ پرور مہربانی سوں
ابس کے سر یہ مارا کوہکن نے تیشۂ غیرت　　ہوا جب خسرو عالم ولی شیریں زبانی سوں

صدق ہی آب رنگِ گلشنِ دین　　پاکبازی ہی شمع راہِ یقین
قد سوں تیری عیاں ہی ایجا ناں　　صورت ناز و معنی تمکین
لکھدیا ہوں یاد کرکے تجھے　　چشم میری ہے دامن گلچین
زلف تیری ہی اے وفا دشمن　　دشمنِ دین و دشمن آئین
اے ولی تب نہاں ہو لیل فراق　　جب عیاں ہو وو آفتاب جبیں

گریۂ عشاق سوں خنداں ہی باغ بزم حسن　　مغز پروانہ سوں روشن ہی چراغ بزم حسن
عاشقاں اس آتشیں رخسار کے ہیں چیراو پر　　پیچ و تاب زلف ہے دودِ چراغ بزم حسن
حسن کی مجلس کوں جب روشن کیا وہ شمع رو　　خوبرویاں سب ہوی جوں لالہ داغ بزم حسن
آتش غیرت سوں گل پانی ہوا ہی مغز شمع　　وہ صنم جب سوں ہوا عالی دماغ بزم حسن
صرف کرتا ہی ولی عالم منیں نقاش صنع　　عیش کی تصویر میں رنگِ فراغ بزم حسن

ہوا ہی جب سوں ترا تِل سوار آتش حسن　　سپند وار ہے دلِ بیقرار آتش حسن
ہنوز حسن کی گرمی بجا ہے اے گلرو　　خط سیاہ ہی تیرا حصارِ آتش حسن
یہ خط کو دود نما دیکھکر ہوا معلوم　　کہ گرم پھر کے ہوا روزگارِ آتش حسن
وہ شمع بزم ادا بر میں کر لباس زری　　ہی آفتاب تن شعلہ زار آتش حسن

ہے بسکہ آب و رنگ حیا کھیم دامن میں — آتا نہیں کسی کے خیال و قیاس میں
بیراگیوں کے پنتھ میں آگروہ مہ جبیں — بیراگ کون اُٹھا کے چڑھا یا اکاس میں
ہے اسکے مکھ سوں جلوہ نما موج آب و تاب — موتی کے مثل گرچہ ہے سادے لباس میں
لگتا ہے اُس گروہ میں وہ سرو نازنین — گویا گل گلاب کا جلوہ ہے گھاس میں
اُسکی بھنواں کو بوجھ کے شمشیر آبدار — اہل ہوس کی عقل ہے دائم ہراس میں
آوی فلک سوں زہرہ اُتر گروہ مہ جبیں — یک تان گاوے رامکلی یا بھباس میں
جاتا ہوں باغ یاد میں اُس چشم کے ولی — شاید کہ بوی اُسکی ہو نرگس کی گھاس میں

یکبار میری بات اگر گوش کرے توں — ملنے کوں رقیباں کی فراموش کری توں
ہے بسکہ ترے نین میں کیفیت مستی — یک دید میں کونین کو بیہوش کری توں
ای سرو گل اندام آپس نقش قدم سوں — برجا ہے اگر صحن کو گلپوش کری توں
غیرت سوں کری چاک گریبان دل پرخون — گر گل کی حمائل کوں ہم آغوش کری توں
ای جان ولی وعدہ دیدار سوں اپنے — ڈرتا ہوں مبادا کہ فراموش کری توں

ای دل سدا اُس شمع پر پروانہ ہو پروانہ ہو — اُس نو بہار حسن پر دیوانہ ہو دیوانہ ہو
اے یار تجھ منظور ہے گر آشنائی عشق کی — ہر آشنائے عقل سوں بیگانہ ہو بیگانہ ہو
میری طرف ساغر بکف آیا ہے وہ مست حیا — ای دل تکلف برطرف مستانہ ہو مستانہ ہو
جاری رکھیگا کب تلک رسم جفا و جور کوں — ای جانمن ہر دل منے جانانہ ہو جانانہ ہو
مجکوں خمار درد سوں پیدا ہوا ہے دردسر — ای گردش چشم پری پیمانہ ہو پیمانہ ہو
اسوقت چیتم کی نگہ کرتی ہے مشق دلبری — یہ آں غفلت کی نہیں فرزانہ ہو فرزانہ ہو
میرے سخن کوں مہر سوں سنتا ہے وہ رنگین ادا — اے سرگذشت حال دل افسانہ ہو افسانہ ہو
عالم میں تجکوں ای ولی ہے فکر جمعیت اگر — ہر دم خیال یار سوں ہمخانہ ہو ہمخانہ ہو

صحبت غیر میں جایا نہ کرو — اپنے عاشق کوں رلایا نہ کرو
حق پرستی کا اگر دعوا ہے — بے گنا ہوں کو ستایا نہ کرو
دلکو ہوتی ہے سجن بیتابی — زلف کوں ہاتھ لگایا نہ کرو

رسالہ صبح بہار

حجم	کامل ۱۰۰ صفحے اور حسب ضرورت ۱۲۸ صفحوں تک ضخامت ہوا کریگی
عکسی تصاویر	ہر پرچہ میں کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ ۴ تک
اغراض	(۱) صحیح و فصیح اردو زبان کو ملک میں رواج دینا اور ہندو مسلمانوں کی متفقہ کوشش سے اردو کو ملکی اور سرمایہ دار زبان بنانے پر مائل کرانا اور غیر زبانوں کے تراجم سے اسکے لٹریچر کو وسیع اور با وقعت بنانا (۲) مستورات میں تعلیم پھیلانا اور انکے خیالات کو صبح بہار کے ذریعے سے ملک میں پہونچانا اور ان کی دماغی محنت کا للہ معاوضہ دیکر ان کی عزت افزائی کرکے دوسری بی بیوں کو تحریص و تشویق دلانا ۔
مضمون نگار	ہندوستان کے معروف و مشہور انشا پرداز خاص طور سے فرمائشی مضامین لکھنے کے لیے انہیں معاوضہ بھی نقد دیا جائیگا اور اسکے علاوہ سال میں کئی طرح کے انعام بھی تقسیم ہوتے ہیں
قیمت سالانہ	دو روپیہ چھ آنہ مع محصول ڈاک (پیشگی)
مقام اشاعت	دفتر صبح بہار منڈی محلہ میسور ریاست (جنوبی ہند)

مخصوص نمبر اگرچہ یہ رسالہ تین سال سے نکلتا ہے لیکن اسکی حیثیت اور حجم بالکل معمولی تھا ۔ اب چند مہینوں سے اسکی ہیئت و مقاصد میں غیر معمولی انقلاب ہوا ہے ، چنانچہ مارچ کے انعامی نمبر کے لیے ہندوستان کے مستورات پردازوں اور مشہور مضمون نگاروں سے فرمائشی مضامین لکھوائے گئے ہیں ۔ اگر کوئی صاحب اس مخصوص نمبر میں مضامین لکھنا چاہیں تو ۵ مارچ تک بھیج سکتے ہیں ۔ مضمون نگاروں کو کئی انعام (نقد) دیے جائینگے خواتین بھی اس مخصوص نمبر میں مضامین بھیجکر ان انعاموں سے بہرہ اندوز ہوسکتی ہیں بلکہ ہمارے اور ملک کے بہت بڑے شکریے کی مستحق ہونگی ۔

خریداروں کے ساتھ رعایت جو صاحب مارچ سنہ ۱۹۱۰ء سے رسالے کی خریداری شروع کریں انہیں یہ نمبر مفت دیا جائیگا اور ان اصحاب کو جو صرف یہی ایک نمبر لینا چاہیں ۸ آنہ کو ملسکیگا

محمد علی آزاد ایڈیٹر مالک رسالہ صبح بہار ، منڈی محلہ میسور ریاست (جنوبی ہند)

سروانند کلپ

ہر خاص و عام کو واضح ہو کہ آب و ہوا کھانے و پینے و خراب صحت سے منی بگڑ کر پتلی ہوجاتی ہے اور سولہ برس کی عمر سے پہلی جب کے کچی منی نکل جانے سے جریان فیصدی پچانوے آدمیوں کو ہوجاتا ہی وہ ہم کا راجہ پیشاب میں بے معلوم ہوئے ملا ہوا ہر وقت نکلتا رہتا ہے جیسے پھوٹے گھڑے میں سے پانی آہستہ آہستہ نکلتا رہتا ہی جوانی میں بوڑھاپے کے مانند ہوجاتا ہے اُن آدمیوں کے لیئے جڑی بوٹیوں سے بنی ہوئی سروانند کلپ امرت کے مانند نفع پہونچاتی ہے اور استعمال کرنے سے خراب منی کو مثل چاندی کے صاف کر کے سفید بلور کی طرح چکنا اور گاڑھا اور لسدار اور بلا بدبو کے کردیتی ہے اسوقت جریان کو آرام کر کے گوشت پوست کو بڑھاتی ہے اور دل و دماغ کو طاقت پہونچاتی ہے۔ ایسے نفع کو دیکھکر بہت سے نیک آدمیوں کے کہنے سے بغرض رفاہ عام یہ دوا تیار کی گئی ہے۔

بوقت صبح اُٹھکر ایک مٹی کے برتن میں پیشاب کھدیجئے بعد چار گھنٹے کے اُس کو دہوپ میں رکھکر دیکھیئے تو اُس پیشاب میں دُھنی ہوئی روئی کے مانند گدلا پن دکھائی دیگا اس دوا کو منگا کر پندرہ دن کے استعمال کرنے سے پیشاب میں منی کا آنا ضروری ہی بند ہوجاویگا بعد پندرہ یوم کے اُسیطرح پر پیشاب کو دیکھیئے گدلا پن جاتا رہیگا۔ اور مثل پانی کے صاف دکھلائی دیگا اُسوقت آپ لوگوں کو یقین ہوجاویگا۔ پرچہ استعمال چھپا ہوا ہمراہ دوا رہتا ہے۔ تین خوراک عہ محصول ڈاک ۳؍

المشتہر

بابا کمل سمرن وِدیا بھوشن راج وید چینتہ

بازار بارہ دواری شہر متھرا

سروانگ سُندر رسائن

پچاس برس سال کی مجرب دوا اس پر یقین لائیے کبھی خطرہ نہ ہوگا

جسم میں خون ہی زندگی کا باعث ہے خون ہی سے جسم بڑھتا ہے اس لئے خون کو ہمیشہ صاف رکھنا چاہئے کیونکہ جسم میں خون ہی سے زندگی ہے وہ خون غلبہ صفرا سے نیلا پیلا اور کالا ہو جانے سے پکے ہوئے آم کی طرح خوشبو دینے لگتا ہے وہ خون گاڑھا پتلا جلدی نکلنے والا ہوتا ہے ایسے خون کو کوئی چیونٹی نہیں کھاتی ایسے خراب خون کو صاف کرنے کے لئے سروانگ سندر رسائن روئے زمین پر ایک ہی دوا ہے اسکے استعمال سے خون بیر بہوٹی یا سرخ گھونگچی کی طرح سرخ ہو کر آتشک سوزاک فالج۔ گنٹھیہ۔ نس۔ بواسیر بھگندر گنٹھ مالا، جزام۔ بد۔ داد۔ خارش۔ ضعف۔ ناسور اور زخم سرخ چکترا۔ ہتیلی کا کالا دھبہ۔ پلیگ کی گانٹھ۔ ورم۔ دمہ، مرگی جریان وغیرہ کو فائدہ پہونچاتی ہے۔ دست صاف ہوتا ہے اور بھوک بڑھتی ہے اور خون طاقت دمنی کو بڑھاتی ہے اور بڑھاپے میں جوانوں کی طرح طاقت ہوجاتی ہے، مذکورہ بالا امراض کو بہت جلد شفا بخشتی ہے بہت سے لوگوں کو صحت یاب ہوتے دیکھکر ہمنے اس دوا کو رفاہ عام کے غرض سے تیار کر کے بقیمت دینے کا ارادہ کیا ہے۔

جن اصحاب کو مذکورہ بالا امراض میں سے کوئی مرض ہو وہ اس دوا کو ضرور منگا کر استعمال کریں اگر ہماری دوا جیسا کہ اوپر ذکر ہے فائدہ نہ پہونچاوے تو مصفیٰ لکھنے پر ہم قیمت واپس کردینگے پرچہ استعمال ہمراہ دوا رہتا ہے

قیمت ۲۰ خوراک ۔ محصول ڈاک
عہ ۴ر
عہ ۴ر

المشتہر

بابا کمل سرن وِدیا بھوشن راج وید

بازار چتہ بارہ دواری شہر متھرا

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں اور میڈیکل کالج کے پروفیسروں اور نامور ڈاکٹروں اور والیان ریاست اور ولایت کے یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ کے اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ جملہ امراض کے لیے اکسیر ہے ضعف بصارت و تاریکی چشم دھندلا جالا، پردال، پھولا، سبل، سرخی، ابتدائی موتیا بند، ناخنہ، پانی جانا، سوزش وغیرہ چند روز کے استعمال سے بینائی بڑھ جاتی ہے اور عینک کی حاجت نہیں رہتی بچوں سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لیے کافی ہے مبلغ دو روپیہ۔ ممیرہ کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم کا فی تولہ تین روپیہ ہے۔ خالص ممیرہ فی ماشہ بیس روپیہ مصری سرمہ فی تولہ چار آنہ محصولڈاک ذمہ خریدار۔ المشتہر

پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اِن سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے

(۱) مینے ممیرہ کے سرمہ کو جو کہ سردار میا سنگھ صاحب نے خود بنایا ہے آپ خود اور بہت سے مریضوں پر استعمال کرکے دیکھا ہے اور میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ یہ نادر ممیرہ کا سرمہ نہایت ہی مفید اور آنکھوں کی بیماریوں کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے مینے اپنے تجربہ میں آجتک کوئی سرمہ اس سے زیادہ فائدہ بخش نہیں دیکھا۔ آنکھوں کی ذراسی بھی کسی قسم کی شکایت ہو تو میں زور سے اسکے استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہوں کہ ہر طرح پر مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوگا پانی آنا دھند خارش سرخی کے واسطے انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوگا اور سچ یہ ہے آپنے اسقدر سستے داموں میں یہ سرمہ ایجاد کرکے ملک اور قوم پر بڑا احسان کیا ہے اسکا شکریہ الفاظ میں ہونا محال ہے ضرور ہے کہ ملک کے تمام لوگ آپکے سرمہ سے فیضیاب ہوں اور فائدہ اٹھائیں اور ہر طرح کی بیماریوں سے نجات حاصل کریں۔

کاتب

پنڈت گنگا رام صاحب بہادر ڈاکٹر حضور نواب صاحب بہادر بہاولپور

اُردوی معلّیٰ علیگڑھ سلسلہ جدیدازاکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

اڈیٹر فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے مقاصد ضروری (منجملہ دیگر مقاصد) لٹریچر و پالٹکس قیمت سالانہ مع محصول ڈاک صرف عہ

نوٹ۔ اُردوی معلّیٰ کے ساتھ بطور ضمیمہ ہرماہ اساتذۂ قدیم و جدید کے دواوین میں سے ایک کا انتخاب شائع ہوتا ہے۔ رسالے کی قیمت مع دواوین عہ رسالانہ مع محصول ہے۔

دیوان غالب۔ طبع ثانی مع شرح دیوان از حسرت مجلد.. عہ دیوان مصحفی ۸ر دیوان شیفتہ ۸ر دیوان حسرت ۴ر دیوان میر سوز ۳ر۔ دیوان قائم ۴ر رپورٹ اُردو بمبئی کانگریس ۸ر رپورٹ بنارس کانگریس کا نیشنل کانگریس از ملا عبدالقیوم مرحوم ۴ر رپورٹ کلکتہ کانگریس ۴ر اُردوی معلّیٰ جلد پنجم قسم اول از جولائی تا دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء (عہ) اُردوی معلّیٰ جلد ششم قسم دوم از جنوری تا جون سنہ ۱۹۰۶ء (عہ)

اُردوی معلّیٰ جلد ہفتم قسم دوم از جولائی تا دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء (عہ)

" " جلد ہشتم و نہم قسم سوم از جنوری تا دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء (عہ)

انوار العیون ملفوظات مخدوم احمد عبدالحق ردولوی۔ .. ۸ر

محبان وطن از سردار اجیت سنگھ ۴ر رسالہ جواہر مسود ... ۲ر

اُردوی معلّیٰ جلد دہم قسم سوم از جنوری تا اپریل سنہ ۱۹۰۸ء یعنی مقدمہ قائم ہونے تک ۔ ۵ر

کاغذ سفید مجلد	انتخاب اُردوی معلّیٰ	قیمت صرف عہ علاوہ محصول

یعنی رسالہ اُردوی معلّیٰ علیگڑھ کے جولائی سنہ ۳ سے اپریل سنہ ۸ تک کے بہترین مضامین نثر و نظم کا منتخب جس کی نسبت دعوے کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا دلچسپ مجموعہ کسی دوسری جگہ نہیں ملسکتا

حصہ اول۔ ادبی مشتمل بر تذکرہ شعرا تقطیع ۱۸×۲۲/۸

" دوم انتخاب بیاض خاری اُردو کے بہترین اشعار

" سوم سیاسی مع مضمون مولوی برکت اللہ۔

" چہارم مشتمل بر مضامین متفرق و تنقید۔

" پنجم۔ نظم اُردو زبان کی بہترین غزلوں کا مجموعہ

المشتہر۔ منیجر اُردوی معلّیٰ علیگڑھ

فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی (دوا سازاں ڈیٹرائٹ ملک امریکہ) کی مشہور عالم

ادویہ اسٹرنس کارڈیل آف کاڈلورائل ایکسٹریکٹ

مچھلی کے تیل کا نہایت نفیس ... فولاد - پاکیزہ بلا بو اور بلا مالش مرکب کھانسی اور کمزوری کا بہترین علاج - عہ ... عہ

اسٹرنس ہیڈیک کیور

ہر قسم کے درد کے واسطے بلا ضرر زود اثر اور یقینی فائدہ رساں دوا - نقلی مت خریدو - صرف اسٹرنس کی اصلی ہے - ۱۲ قرص ۴ ار

اسٹرنس میٹھیلائنس

کیسی ہی مثانہ کی بیماری یا سوزاک ہو اس کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے ۴۰ گولیوں کی شیشی - قیمت عہ

اسٹرنس کولا

مقوی دماغ و اعصاب دافع سستی و کاہلی و تکان - صرف تازہ اور بغیر خشک کی ہوئی گرمی سے تیار کیا جاتا ہے - خوشبودار خوشگوار ۵۰ خوراک (سے)

اسٹرنس زائمول ٹوتھ پوڈر

اگر دانت اچھی حالت میں نہ ہوں تو لطف غذا نہیں اور اگر غذا ہضم نہ ہوئی تو لطف زندگی مفقود اس سفوف سے دانت مضبوط اور سفید سانس ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے مسوڑے مضبوط اور خوشرنگ ہیں اور تمام منہ میں ایک نہایت فرحت انگیز خوشبو استعمال کے بعد باقی رہتی ہے - قیمت ۱۲ ار

رسالہ رفیق صحت الطبائع جس میں ان اور دیگر ادویہ تیار کردہ کارخانہ فریڈریک اسٹرنس اینڈ کمپنی ڈیٹرائٹ ملک امریکہ کے شرح حالات ہیں اسٹرنس ایڈورٹائیزنگ ڈپو کشمیری دروازہ دہلی سے مفت اور بلا محصول طلب کرو -

ہر شہر کے تمام انگریزی اشیا کے دوکاندار فروخت کرتے ہیں

حسرت موہانی نے اپنے اردوئے معلیٰ پریس علی گڑھ میں چھاپا اور شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۱

اردوئے معلّٰی

علی گڑھ

نمبر ۲ | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۰ء | جلد ۱۱

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی۔ بی اے

فہرست مضامین

اردو پریس واقع علی گڑھ میں چھپا

قیمت رسالہ سالانہ مع محصول ڈاک
بلا ضمیمہ صرف ؏
مع ضمیمہ - عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذوق دہلوی

(از ۱۲۰۴ھ تا ۱۲۷۱ھ)

نام وخاندان شیخ محمد ابراہیم نام ذوق تخلص خلف شیخ محمد رمضان ۱۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے والد انکے ایک غریب سپاہی تھے اور دلی میں کابلی دروازے پاس رہتے تھے نواب لطف علیخاں نے انہیں معتبر اور بالیاقت شخص سمجھکر اپنی حرم سرا کے کاروبار سپرد کر رکھے تھے۔

خاص حالات اور طبعی عادات ۱؎ شیخ مرحوم قد وقامت میں متوسط اندام تھے رنگ سانولا چیچک کے داغ بہت تھے۔ کہتے تھے کہ نو دفعہ چیچک نکلی تھی۔ مگر رنگت اور وہ داغ کچھ ایسے موزوں واقع ہوئے تھے کہ چمکتے تھے اور بھلے معلوم ہوتے تھے آنکھیں روشن اور نگاہیں تیز تھیں چہرے کا نقشہ کھڑا کھڑا تھا اور بدن میں پھرتی پائی جاتی تھی بہت جلد چلتے تھے۔ اکثر سفید کپڑے پہنتے تھے۔ آواز بلند اور خوش آیندہ جب مشاعرے میں پڑھتے تو محفل گونج اٹھتی تھی۔"

قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ عالم شیر خواری تک کے بعض واقعات انکو یاد تھے خوف خدا کی یہ کیفیت تھی کہ عمر بھر اپنے ہاتھ سے جانور ذبح نہیں کیا یہاں تک کہ ایک موقع پر سانپ کے مارنے سے بھی احتراز کیا۔

وسعت نظر اور طبیعت کی ہمہ گیری کا یہ رنگ تھا کہ "۲؎ تاریخ کا ذکر آئے تو وہ ایک صاحب نظر مورخ تھے تفسیر کا ذکر آئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا تفسیر کبیر دیکھکر اٹھے ہیں خصوصاً تصوف میں ایک عالم خاص تھا ... چند روز موسیقی کا بھی شوق رہا۔ نجوم و رمل میں بھی دستگاہ پیدا کی۔ طب کو بھی چند روز کیا اُس میں خون ناحق نظر آنے لگے۔ آخر جو طبیعت خدا نے دی تھی وہی جوئی قسمت کا سامان بنی۔"

۱؎ آب حیات آزاد ۲؎ آبحیات آزاد

[۵۱] آن کی طبیعت کو خدا تعالیٰ نے شعر سے ایسی مناسبت دی تھی کہ رات دن اسکے سوا کچھ خیال نہ تھا اور اسمیں خوش تھے ایک تنگ و تاریک مکان تھا جسکی انگنائی اسقدر تھی کہ ایک چھوٹی سی چارپائی ایک طرف بچھتی تھی۔ دو طرف اتنا رستہ رہتا تھا کہ ایک آدمی چل سکے حقہ منہ سے لگا رہتا تھا۔ کھری چارپائی پر بیٹھے رہتے۔ لکھے جاتے تھے یا کتاب دیکھتے جاتے تھے۔ گرمی جاڑا برسات تینوں موسموں کی بہاریں وہیں بیٹھے گذر جاتی تھیں۔ انہیں کچھ خبر نہ ہوتی تھی کوئی میلہ کوئی عید اور کوئی موسم بلکہ دنیا کی شادی و غم سے انہیں سروکار نہ تھا۔ جہاں اول روز بیٹھے وہیں بیٹھے اور جبھی اٹھے کہ دنیا سے اٹھے۔"

ابتدائی مشق حافظ غلام رسول شوق ایک شخص بادشاہی حافظ انکے والد کے ہمسایہ رہتے تھے۔ محلے کے اکثر لڑکوں کی طرح ان کے والد نے انہیں بھی وہیں بٹھا دیا شعر و شاعری کی انکی ابتدا اسی مکتب سے ہوئی "اسی عالم میں کچھ کچھ کہتے رہتے اور حافظ جی سے اصلاح لیتے رہے

شاہ نصیر کی شاگردی اسی محلے میں نواب سید رضی خاں کے بھانجے میر کاظم حسین نام ایک انکے ہم سبق تھے۔ وہ بھی ابتدا میں حافظ غلام رسول ہی سے اصلاح لیتے تھے لیکن بعد میں شاہ نصیر کے شاگرد ہو گئے۔ انہیں دیکھکر شیخ مرحوم کو بھی شوق پیدا ہوا اور شاہ نصیر کی شاگردی اختیار کی۔ کچھ دنوں سلسلۂ اصلاح جاری رہا۔ لیکن شیخ کی روزافزوں مشاقی زیادہ عرصے تک شاہ صاحب کی شاگردی و تقلید کی پابند نہ رہ سکی۔ استاد سے بگاڑ شروع ہوا اور یہاں تک بڑھا کہ مشاعروں میں رو در رو معرکے ہوئے۔ آب حیات آزاد میں یہ دلچسپ واقعات بہ تفصیل درج ہیں۔

ذوق کے شاگرد بہادر شاہ ظفر اپنے زمانۂ ولیعہدی میں شاہ نصیر سے اصلاح لیتے تھے لیکن جب شاہ نصیر دکن چلے گئے تو میر کاظم حسین بیقرار، کہ ولیعہد موصوف کے ملازم خاص تھے ان کی غزل بنانے لگے۔ ظفر[۵۲] شعر کے عاشق شیدا تھے۔ اسلئے دربار شاہی میں جو جو کہنہ مشق شاعر تھے مثلاً حکیم ثناءاللہ خاں فراق۔ عبدالرحمن خاں احسان۔ برہان الدین خان زار۔ حکیم قدرت اللہ خاں قاسم۔ میاں شکیبا شاگرد میر تقی میر۔ میر قمرالدین منت اور انکے صاحبزادے میر نظام الدین ممنون وغیرہ سب شاعر وہیں آکر جمع ہوتے تھے۔ شیخ مرحوم

[۵۱] آب حیات آزاد
[۵۲] آبحیات آزاد

کو خیال ہوا کہ اس جلسے میں طبع آزمائی ہوا کرے تو قوت فکر کو خوب بلند پروازی ہو۔۔۔۔ چنانچہ میر کاظم حسین کی وساطت سے یہ قلعے میں پہونچے اور اکثر دربار ولیعہدی میں جانے لگے۔ انہیں دنوں میں جان الفنسٹن صاحب شکارپور سندھ وغیرہ سرحدات سے لیکر کابل تک عہدنامے کرنے چلے انہیں ایک میر منشی کی ضرورت ہوئی ... چنانچہ میر کاظم حسین شفقہ سفارش حاصل کرکے خدمت مذکور پر چلے گئے اور انکے بعد درستی کلام ولیعہد کی عزت شیخ مرحوم کو حاصل ہوئی۔ ذوق کے کمال شاعری کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوگا کہ ظفر کے علاوہ نواب الٰہی بخش خاں معروف کے سے کہنہ مشق اور دیرینہ سال شاعر نے بھی اُن سے اصلاح لی اور پھر اس زمانے میں کہ انکی عمر ۷۴ سال سے متجاوز تھی۔ انکے متعلق "شیخ مرحوم کہا کرتے تھے کہ اگرچہ بڑی بڑی کاوشیں اُٹھانی پڑیں مگر ان کی غزل بنانے میں ہم آپ بن گئے" ظفر و معروف نے ذوق سے اصلاح بیشک لی لیکن انداز گفتار ان دونوں کا قدیم رنگ سے علیحدہ ہونا ہی سبب ہے کہ ہمارے نزدیک انہیں اپنے پہلے استاد شاہ نصیر کا شاگرد قرار دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اب داغ و آزاد۔ دارا و مذاق۔ انور و ظہیر[1] ہیں صرف ظہیر حیدرآباد دکن میں موجود ہیں۔

تصانیف افسوس کہ ہنگامۂ ۱۸۵۷ء کے دوران میں شیخ مرحوم کی مثنوی نامۂ جانسوز بہت سی غزلیں اور قصیدے غرضکہ سب کچھ برباد ہوگیا ورنہ موجودہ دیوان مختصر کے بجائے ایک قابل دید ضخیم مجموعہ کلام ذوق کا مرتب ہوتا۔ مولوی محمد حسین صاحب تذکرہ آبحیات نے اردو زبان پر جو احسان کیئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انکی بدولت دیوان ذوق کا ایک ایسا نسخہ مرتب ہوگیا جو اگرچہ مکمل نہیں ہے لیکن بازاری نسخوں سے پھر بھی اسمیں بہت سی غزلیں زیادہ ہیں۔

ذوق کی شاعری

کلام کی پختگی۔ زبان کی صحت۔ اور محاورے کی صفائی میں ذوق کا کلام دہلی کے تمام معاصرین سے بدرجہا فائق ہے۔ حضرت ناسخ صاحب تذکرہ سخن شعرا تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ "راقم الحروف

[1] افسوس کہ ماہ گذشتہ میں رہروانِ انشا پردازی کا یہ مسلم الثبوت امام دنیا سے گذر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

کے زعم میں ریختہ گویوں میں اس قدرت کا شاعر پیدا نہیں ہوا" اور مترجم تذکرہ ڈی تاسی کا قول ہے کہ "یہ شاعر فی زمانہ بڑے رتبے کا جلیل الشان شاعر ہے اسکو شہنشاہ شعرا میں تو بجا ہے۔ کیونکہ وہ اسی رتبے کا ہے شعر کہنا کیا وہ خود شعر ہے"

بہر حال لکھنؤ میں ناسخ کو جو مرتبہ حاصل تھا دہلی میں اسکے مالک استاذ ذوق تھے۔ اگرچہ متقدمین اساتذہ دہلی کے مانند ذوق کا کلام سراسر درد و تاثیر نہیں ہے لیکن قادر الکلامی اور مشاقی کے زور سے انہوں نے بیرنگی میں بھی وہ رنگ پیدا کر دکھایا ہے کہ انکے اکثر اشعار قبول عام کی سند پاکر آج تک خواص و عوام کی زبانوں پر جاری اور دلوں میں جاگزیں ہیں مثلاً

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا / جو آپ ہی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا
تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے / الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا
ہنسی نے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا / کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا
گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نکرنے سے / اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا
دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بدبیں میں / فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

وہ کون ہے جو مجھپہ تأسف نہیں کرتا / پر میرا جگر دیکھ کہ میں اف نہیں کرتا
کچھ اور گماں گذرے نہ دلمیں تری کافر / یا واسطے میں سو بار جو یوسف نہیں کرتا
اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر / آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

مذکور تری بزم میں کسکا نہیں آتا / پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا
ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہادیں / شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا
قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ / سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ہاں قاتل دم ناوک فگنی خوب نہیں / ابھی جیانی دری تیر روشنے جبنی خوب نہیں
خوبیاں یوں تو ہیں اس عالم تصویر میں سب / اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہیں
یہ نہیں شیشۂ مے ہے کسی میخوار کا دل / محتسب دیکھ نکر دلشکنی خوب نہیں

میں کاٹ دوں پہاڑ کو پتھر کو توڑ دوں / پر کیونکہ غیرت بت کافر کو توڑ دوں (۱)
ساقی لڑائیوں سے تری چاہتا ہے جی / باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دوں

حسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا — کشتی خدا پہ چھوڑ کے لنگر کو توڑ دوں
نازک کلامیاں مری توڑیں عدو کا دل — میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں
پھر اس مژہ کو یاد کرے دل تو ذوق — نشتر چبھو کے میں سر نشتر کو توڑ دوں

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی — رکھیگی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مہر — آنکھ اپنی ہو لفافہ خط پر لگی ہوئی
اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منہ لگا — چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

رکاوٹ خوب نہیں طبع کی روانی میں — کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں
رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو — تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو
بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو — زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو
کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا — کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اُردو زباں کے پسندیدہ محاوروں کا اپنے کلام میں عموماً اور مطلعہائے غزل میں خصوصاً بغایت صفائی و بے تکلفی صرف کرنا بھی ذوق کی شاعری کا خاص اور امتیازی وصف ہے

کہے ہے خنجر قاتل سے یہ لہو میرا — کمی جو مجھ سے کرے تو پیئے لہو میرا
مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھی ہے تو آن کے پاس — بدگماں وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس
لیتے ہی دل جو عاشق جانسوز کا چلے — تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
گل اُس نگہ کے زخم رسیدوں میں ملگیا — یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں ملگیا
ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا — خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیاد کا
ہم تسا عدوا اپنا کسیکو نہیں پاتے — تم پالتے ہو پہلو تو چھری کو نہیں پاتے
غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے — ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے
الفت کا مزا جب کوئی مر جائے تو جانے — یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

کلام ذوق کی نسبت بحیثیت مجموعی ہم یہ رائے ظاہر کر چکے ہیں کہ وہ کسر اسر درد نہیں ہے لیکن اس رائے کو انکے تمام اشعار سے متعلق نہ سمجھنا چاہیئے جہاں انکی اکثر غزلیں سوز و گداز سے خالی ہیں وہیں چند ایسی بھی ہیں جنکا صاحب رنگ ذوق تاثیر ہونا ارباب نظر کے

نزدیک مسلم ہے مثلاً

آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا	ہے حسرت پابوس نکل جائے تو اچھا
لکھیے اسے خط میں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا	پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اٹھ نہیں سکتا
موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو	غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو
گر پڑے ہے آگ میں پروانہ سا گرم ضعیف	آدمی سے کیا ہو لیکن محبت ہو تو ہو
اب زباں پر بھی نہیں آتا کبھی الفت کا نام	اگلے مکتوبوں میں کچھ رسم کتابت ہو تو ہو
آج اک پگڑی ہولی تھی میکدے میں رہن ذ	ذوق وہ تبری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو
کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے	ان کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے
کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا	دل بیمار ہے دو ہی ہیں عیادت والے
ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق	اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے
کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجراں چھوڑ کر	چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑ کر
مرنے جو موت سے عاشق بیاں کبھو کرتے	مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے	مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے

استواری کلام و لطف زبان کے صفات ناظرین کو انکی شاعری کے مخصوص عیب یعنی لفظی تعقید کی جانب زیادہ متوجہ نہیں ہونے دیتے ورنہ بعض موقعوں پر تو یہ نقص انکے اشعار میں اس حد تک موجود ہوتا ہے کہ طبع سلیم اسے کسیطرح قبول نہیں کر سکتی مثلاً

ہفتاد و دو طریق حسد کے عدو ہیں	اپنا ہی یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں
وہ مست ہوں کہ رکھتے قدح کش تمنا	بنیاد میکدہ مری خشت لحد سے ہیں
چشم ثمر ہے سرو سے انکو جو بیوقوف	رکھتے امید دوستی اس سرو قد سے ہیں
جیتے ہیں یاں مرے سے روش نشہ شراب	ہو جاتے سبزہ ہیں جو پڑے جا بجا حسد سے ہیں
نالہ تو اپنے بیان درد جدائی کرتا	کام قاصد کا ہے یہ نیر ہوائی کرتا

قصیدے کے بادشاہ تھے چنانچہ اکبر ثانی کے دربار سے خاقانی ہند کا خطاب انہیں اسی لیاقت کی بدولت حاصل ہوا تھا حق یہ ہے کہ انکے ہمعصروں میں سے کسی استاد نے عالم

سے کہ وہ دہلوی ہو یا لکھنوی ان سے بہتر قصیدہ نہیں لکھا۔

اب آخر میں ہم انکی چند منتخب غزلوں کو نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ ان غزلوں میں زبان و بیان کی تمام خوبیاں بدرجہ کمال موجود ہیں۔

ہنگامہ گرم ہستیٔ ناپائدار کا — چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا
ہو جیگا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر — مکتوب شوق اڑ کے تری بیقرار کا
اُس روئے تابناک پہ ہر قطرۂ عرق — گویا کہ اک ستارہ ہے صبح بہار کا

جو ہے ستم و کینہ و بیداد غضب ہے — سر تا بقدم وہ ستم ایجاد غضب ہے
نازِ آفت و چشم ستم ایجاد غضب ہے — شاگرد بھی ہے تہر جو اُستاد غضب ہے
توڑا اگر شاخ کو کز تنے ثمر کی — دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے
اللہ کرے خیر مرے شیشۂ دل کی — پھر آج وہ مست مے بیداد غضب ہے
یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانہ رنگین — اے ذوق مگر ہستی بنیاد غضب ہے

خوب روکا شکایتوں سے مجھے — تو نے مارا عنایتوں سے مجھے
واجب القتل اُس نے ٹھہرایا — آیتوں سے روایتوں سے مجھے
یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھے — خط وہ کن کن کنایتوں سے مجھے
کر نہ گریے میں تو کمی لے چشم — شوق کم ہے کفایتوں سے مجھے
لیگئی عشق کی ہدایت ذوق — اُس سرے سب نہایتوں سے مجھے

مشاہدات زندان ع۲

حوالات میں داخل ہونے پر تو گرفتاران زندان کو سب سے زیادہ افسوسناک نظارہ حوالاتیوں کی حالت زار کا نظر آتا ہے کہ ادنیٰ ملازمان جیل ناجائز حصول زر کی غرض سے اُن کی تذلیل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ بہت سے لوگ انہیں ناکردہ گنا ہ پولیس کا شکار اور پہلے ہی سے مظلوم ہوتے ہیں اُنکے ساتھ سنگدلی کا یہ قابل نفرین برتاو دیکھکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ قواعد جیل کی رو سے حوالاتیوں سے کچھ کام نہیں لیا جا سکتا لیکن علی گڑھ جیل میں تو ہمنے جب دیکھا کسیکو گھاس چھیلتے کسیکو جھاڑو دیتے یا کچھ نہیں تو پانی ہی بھرتے پایا کیونکہ ان خدمات

سے انکار کا نتیجہ زدوکوب کی ذلت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگوں پر بلا ثبوت کافی محض اسلئے مقدمات قائم ہوتے ہیں کہ انہیں سزا بھی ہو گی تو کم از کم حوالات میں رہکر ان کی آبرو تو خاک میں مل جائیگی۔

ایسے لوگوں کے مقدمات کو اہل پولیس ملتوی کراتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ حوالات کی زندگی سے تنگ آجاتے اور بےقصور ہونے پر بھی ایک طرح سے کافی سزا برداشت کر چکتے ہیں۔ ہمسے ایک نوجوان حوالاتی نے بقسم بیان کیا کہ پولیس نے مجھے ازراہ عداوت ڈیڑھ مہینے سے حوالات میں بند کرا رکھا ہے اور دوران مقدمہ میں علانیہ مجھے سنا سنا کر کہا کرتے ہیں کہ بچا اب چھوٹ بھی جاؤگے تو کیا تمسے سزا سے زیادہ تو ہمنے حوالات میں تکلیف پہنچا دی۔ یکساں طور پر مبتلائے مصیبت ہونے کی وجہ سے تمام حوالاتیوں میں باہم ایک قسم کی ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ انمیں سے اکثر ایک دوسرے سے اپنی داستانِ الم بیان کرکے طالب ہمدردی و تسکین ہوتے ہیں۔ راقم حروف کا زمانہ حوالات اسی قسم کے افسانوں کی سماعت میں صرف ہوا

اس بات کو جیلخانے کے خصوصیات میں سے سمجھنا چاہیے کہ وہاں معاملات کی اصلیت قیدیوں یا حوالاتیوں سے پوشیدہ نہیں رہسکتی اور مقدمات کے تقریباً کل واقعات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جیل میں داخل ہونے یا قید ہو جانیکے بعد پھر کوئی مجرم اپنے دردناک دوسرے قیدیوں یا حوالاتیوں سے چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھتا ہمنے عادی مجرموں کے سوا باقی اور سب قیدیوں کو عموماً سچ ہی بیان کرتے پایا۔ اب اگر ان لوگوں کے بیان صحیح ہیں اور بظاہر انکے درست نہ ہونیکا کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا تو ہم کہہ سکتے ہیں اہل پولیس کی رشوت ستانی و جبر نیز بعض بااختیار لوگوں کی بے انصافی اور ناخدا ترسی اس حد کو پہونچ چکی ہے کہ اگر لوگوں کو اسکی اصلی کیفیت معلوم ہو تو انکی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ ہم ان تمام واقعات کی صحت کو باضابطہ طور پر ثابت نہیں کرسکتے ورنہ انکے اظہار سے باز نہ رہتے۔

ان تمام واقعات کو سُن سُن کر راقم حروف کو اپنی گرفتاری میں بھی مصلحت ایزدی کا ایک عجیب و غریب کرشمہ نظر آتا تھا کہ اسی کی بدولت اہل پولیس و بعض حکام کو انکی اصلی رنگ و روپ میں دیکھنے اور انکی تمام پوشیدہ کارروائیوں کو معلوم کرنیکا موقع حاصل ہوا۔

انتخاب بیاض جناب چودھری محمد علی خاں صاحب انصاری تعلقدار ردولی

حافظ: کتبت قصۂ شوقی و مدمعی باکی — بیا کہ بے تو بجاں آمدم زغمناکی

ہوش لکھنوی: نہ دل میں بدی ہو نہ کینہ نہ بیر — یہ گھر صاف ہو ہو کی دکھلائے سیر

مرزا لکھنوی: نہ پوچھ نامہ اعمال کی دل آویزی — تمام عمر کا قصہ لکھا ہوا پایا

نظیر اکبر آبادی

تھی چاہ نظر بھر دیکھنے کی جس جاگہ پر مُٹ بیٹھ ہوئی — ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

ہے نہاں لطف و کرم چین جبیں کے تہ میں (انشا) ہاں چھپی صاف ہے ایک اُن کی نہیں کی تہ میں

آج عاشق کو ترے قبر میں کہتے ہیں لوگ — دفن ایک زلزلہ ہوتا ہے زمین کی تہ میں

شمع و گل پروانہ و بلبل ہمہ جمعند (حافظ) اے دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن

اگر در دہد یک صلائے کرم (سعدی) عزازیل گوید نصیبے برم

انتخاب بیاض جناب تفضل حسین صاحب فطرت متوطن کلکتہ

شیخ علی حزیں

حزیں ز خانہ بدوشانِ این گلستانم — ہمیشہ مشتِ پرِ خویش آشیانِ منست

میرزا بیدل

گو ہر دو جہاں تشنۂ دیدار تو میرد — اے جانِ تغافل شکن شانِ تغافل

ابو طالب کلیم

شکرِ چشم تو کند محتسب شہر کہ او — ہر کجا میکدہ ہست خراب افتاد است

نظیری نیشاپوری

ہوش سیرِ چمن کن کہ شاہداں مستند — قرابہ بر سرِ ابر بہار بشکستند

زیب النساء مخفی

نہال سرکش و گل بیوفا و لالہ دو رنگ — دریں چمن بچہ امید آشیاں بندم

میر تقی

گل شرم سے بہ جائیگا گلشن میں ہو کر آب سا — برقعے سے گر نکلا کہیں چہرہ ترا مہتاب سا

دیوان تعشق مرحوم

میرے عزیز دوست نے مشاعرۂ عالم ارواح میں حضرت تعشق مرحوم کی نسبت اسطرح اظہار رائے فرمایا ہو کہ "یہی وہ شاعر ہے جسکو ہم تمام خوش گویان اہل دہلی کے مقابل میں تن تنہا پیش کرتے ہیں۔"

مجی حسرت موہانی بی۔اے نے اپنے رسالہ اردوی معلی ماہ دسمبر ۱۹۰۹ء میں دیوان تعشق پر ریویو کیا ہی۔ اور حضرت عزیز کی رائے مذکور کی نسبت اس طرح ارقام فرمایا ہے کہ "حضرت عزیز کی یہ رائے مبالغے سے خالی نہیں ہی تاہم اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ سید صاحب تعشق کے منتخب اشعار اپنی سادگی اور صفائی کے خصوصیات میں عدیم المثال اور خوبی زبان، جوہر فصاحت اور سہل ممتنع کا بہترین نمونہ ہیں۔" اسکے بعد نمونے میں چند عمدہ غزلوں کا انتخاب درج رسالہ کیا ہی۔

جو مراتب اس مضمون میں مجھے عرض کرتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اول تو اردو کی شاعری کو اسوقت تک فارسی عربی نظم کے مقابل میں ادنیٰ رتبہ بھی نہیں حاصل ہوا ہی۔

(۲) جناب حسرت نے جو الفاظ تعشق مرحوم کی نسبت ادا فرمائے ہیں وہ اگرچہ حضرت عزیز کی مبالغہ آمیز تحریر کے مقابل میں بہت ہلکے ہیں مگر پھر بھی جناب حسرت چونکہ انگریزی زبان کے مستعد جوہر شناس ہیں وہ بخوبی دیکھ سکتے تھے کہ ملٹن نے اپنی مشہور نظم پیراڈائز لاسٹ میں جو تصویر جنت، دوزخ، شیطان اعظم، اُسکے ارباب سلطنت اور سپاہ افواج کی الفاظ موزوں میں کھینچی ہے اُسمیں صرف تولید روح کی کمی رہ گئی ہی جسکی طاقت ملٹن کو نہتی۔

دوسری انگریزی علمی نظم پوپ کی ہی اُسکا "ایسے آن مین" فلسفہ کا دریا ہی اُردو بیچاری کیسے پیش کر سکتی ہے۔

پھر حضرت حسرت کے قلم سے ایسے الفاظ کسی اردو شاعر اور خصوصاً تعشق مرحوم کی نسبت نکلنا اُن کی صریح ہمدردی لکھنؤ اور محض چشم پوشی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہی۔ ورنہ مبدء فیاض نے اُنکو ذوق سلیم اور طبع معنی سنج عطا کی ہے جس کا اقتضا تھا کہ تعشق مرحوم کے کلام کی تنقید نہایت آزادی سے کیجاتی اور نمونے میں اُنکا وہ کلام بھی دیا جاتا کہ جسمیں کوئی لطافت اور خوبی نہیں ہے۔

(۳) میر سا شاعر تو اُردو زبان نے ابتک پیدا ہی نہیں کیا اُسکا منتخب کلام تاثیر اور سوز و گداز کا آتشکدہ ہی اور زبان کی لطافت سلسبیل اور کوثر ہے۔

مرزا غالب کے وہ اشعار ریختہ جن میں بیدلیت کی الجھنیں ہیں اُنکے سوا جو اُنکے اچھے شعر ہیں وہ لاجواب ہیں اسلئے کہ فارسی ترکیب کو جس خوبصورتی سے وہ باندھ جاتے ہیں دوسرے کو دشوار ہے۔ خیالات کی بلندی، زبان کی صفائی بھی اُنکا حصہ ہی۔

تعشق مرحوم کا دیوان جو شائع ہوا ہی وہ صرف ۴۰ صفحے کی ایک بیاض اشعار ہی۔ اگر یہ کہا جائے کہ کلام بہت تھا تو اسکا بار ثبوت قائل صاحب پر ہی کہ وہ ثابت کریں کتنی غزلیں تھیں کتنے قصائد تھے غرضکہ کل تعداد صحیح اشعار کی کیا تھی اور یہ بھی ثبوت دیں کہ وہ مجموعہ کب اور کیونکر ضائع ہوا۔

اس زمانے کے شاعر غزل گو جنکی شیرینی کلام سے کام ہند ہمیشہ گوارا رہے گا حضرت داغ مرحوم ہیں اگر اُنکے دواوین سے عمدہ انتخاب کیا جائے تو کوئی شک نہیں کہ وہ دیوان تعشق سے آٹھ گنا ہوگا جسکے آگے دیوان سید صاحب کو کوئی مرتبہ نہوگا۔

(۴) اب ہم حضرت حسرت نے جو انتخاب اشعار تعشق مرحوم کا اپنے رسالہ اُردوی معلی میں شائع کیا ہی اُس کی حالت کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ محض حسرت نے بہترین اشعار انتخاب کئے ہیں۔ کل دیوان کی یہ حالت نہیں ہی ۴۰ صفحے کی بیاض اور صرف چند منتخب شعر اور اہل لکھنؤ کے یہ دعوے کہ ایک موزوں طبع کو آسمان ہنر پر چڑھا دیا۔ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تعشق مرحوم کی شاعری مرثیوں نے ختم کر دی۔ غزل کے لیے باقی کچھ نچھوڑا۔ اسی طرح میر انیس مرحوم کی بھی چند غزلیں مشہور ہیں۔ اس لحاظ سی تعشق مرحوم کو زمرہ شعرائے غزل گو میں

جگہ نہیں ملنی چاہیئے ۵

مضطر بنائیں گے اور خنجر بنائیں گے ۔ اس زمین میں صرف مقطع قابل داد ہی۔

سزاوار ہیں ہتی اور گنہگار ہیں ہتی۔ اس زمین میں کوئی شعر صاحب تاثیر نہیں

خو تیری، بو تیری۔ دوسرا شعر قافیۂ آرزو، حسرت اور جدت دونوں کو جمع کردیا ہے۔

قیامت کیجئے وحشت کیجئے ۔سوائے مطلع و قافیۂ حسرت باقی شعر صاف اور فی الجملہ

چاشنی درد سے بھی محروم نہیں ہیں۔

رخسار چلے آتے ہیں، یار چلے آتے ہیں ۔ اس زمین میں کوئی شعر دل نشین نہیں کوئی دوست

اور سمئے ، دوست ۔اس زمین میں مطلع قافیۂ گیسو اور مقطع کی ہم داد دیتے ہیں۔

بس یہی کائنات سید صاحب کی سمجھئے

نقد السید المذنب ثاقب (مدیر قند پارسی) دہلوی ثم اکبرآبادی نزیل علی گڑھ۔

سنیاس اور پالٹیکس

حضرت خواجہ حسن نظامی نے سرگروہ احرار بابو آربندو گھوش سے بمقام کلکتہ اپنی ملاقات کا مختصر حال جنوری سنہ ۱۹۱۰ع کے نظام المشائخ میں زیر عنوان "خونی درویش" شائع کیا ہے۔ آپ کی تمام تحریر کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ درویشوں، صوفیوں یا سنیاسیوں کو سیاسی امور سے مطلق تعلق نہ رکھنا چاہیئے ۔ اب اگر سیاسی امور سے بقول خواجہ صاحب "فقیری لباس کی آڑ میں حصول مملکت کے منصوبے پورے کرنا ۔بم اندازی اور پستول بازی کے کرشمے دکھانا" مراد ہو تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ درویشوں یا سنیاسیوں کو اس قسم کی ریاکاری سے کوسوں دور رہنا چاہیئے لیکن اس عذر بے محل کو پیش کرکے اہل تصوف کو اعلائے کلمۃ الحق سے' بربنائے خوف بدنامی و سختگیری حکومت، احتناب [illegible] دینا ہم کو خواجہ صاحب کی شان تصوف سے بالکل بعید معلوم ہوتا ہے ۔ ہم کو اس امر سے بحث نہیں کہ آربندو بابو درحقیقت سنیاسی ہوگئے ہیں یا نہیں لیکن انکے میلان فقر کی نسبت خواجہ صاحب کا اس بنا پر شک کرنا "کہ آربندو کا لباس درویشی

نہیں ہے نہ انکے گرد وپیش کوئی اس لباس کا نظر آیا" مناسب نہتا کیونکہ سنیاس کا تعلق دل سے ہی نہ ظاہری لباس سے آربندو بابو نے بہت خوب فرمایا" کہ میں باعتبار ظاہر سنیاسی نہیں ہوں۔ مگر میرا دل سنیاس کو پسند کرتا ہی اور وہ سنیاسی ہو چکا ہی"۔

خلوص آربندو بابو کے تمام کارناموں کا حقیقی جوہر ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں ملک کی بہتری کے لیئے کرتے ہیں یا کم ازکم اس بات کا انکے دلمیں یقین کامل ہوتا ہے۔ بس ایسی حالت میں انہیں "مصلحتی درویشوں کے سرگروہ" کا خطاب دینا یقیناً انصاف کا خون کرنا ہی۔ سنیاسیوں کو پالٹیکس سے محترز رہنے کی جو وجہ خواجہ صاحب نے ایجاد کی ہی وہ بھی عجیب غریب ہی آپ فرماتے ہیں کہ "اس سے درویشی لباس سلطنت کی نگاہ میں مشتبہ ہوتا جاتا ہے اور بیچارے غیر پولیٹکل درویش خواہ مخواہ پولیس کے شک کا شکار رہتے ہیں"۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر درویش کو پالٹیکس میں دخل دینا چاہیئے۔ ہمارا تو صرف یہ دعویٰ ہی کہ جو درویش صفت بزرگ طلب حریت و اظہار امر حق کو ایک مقدس فرض سمجھکر سیاسی امور میں بخلوص تمام حصہ لینے کو تصوف کا منافی نہیں سمجھتے انہیں نشانۂ ملامت بنانیکا کسی کو کوئی حق نہیں حاصل ہے۔ اگر وہ لوگ ادائے فرض میں بدنامی کا اندیشہ یا سختی حکومت کا خوف نہیں رکھتے تو ہمارے نزدیک اُن کی یہ بیباک و آزاد روش تحسین و آفرین کی مستحق اور تقلید کی سزاوار ہی اور کم از کم موردِ ملامت تو کسی صورت میں ٹھہر ہی نہیں سکتی۔ کس لئے کہ بیخوفی کا خاصان خدا اور اولیا اللہ کے صفات مخصوص میں سے ایک ممتاز صفت ہونا مذہب اسلام کے نزدیک مسلم ہی۔ خواجہ صاحب قران پاک کی یہ تعلیم ملاحظہ فرمائیں۔

"الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون"

تنقید کتب ورسائل

(۱) صلائے عام دہلی

خانبہادر میر ناصر علی صاحب دہلوی مدیر صلائے عام اُردو زبان کے مشہور انشا پرداز ہیں

تقطیع کلاں حجم ۸۰ صفحوں سے ۱۰۰ صفحوں تک لکھائی چھپائی کاغذ بغایت پسندیدہ۔ قیمت سالانہ مع محصول ۳ شائقین اُردو لٹریچر کے دلدادہ اس رسالہ کو ضرور خریدیں۔

خصوصاً خیالی مضامین میں آپ کی نازک خیالی سحر طرازی کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ آپکی نثر اکثر موقعوں پر نظم سے زیادہ دلپسند ہوتی ہے اور کہنے والا کہہ سکتا ہی کہ آپ نثر میں شاعری کرتے ہیں نثر کے مقابلے میں نظم کا حصہ البتہ صلائے عام میں کم ہوتا ہے لیکن جو کچھ ہوتا ہے وہ اچھا ہوتا ہے جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کا پرچہ ۰۰ صفحوں کا نکلا ہے اسمیں مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی اور جناب علی حیدر صاحب طباطبائی لکھنوی کی غزلیں بہت خوب ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فکر جدید جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

میں نے مانا آپ سے تلوار اٹھی خنجر اٹھا
ہاتھ مجھ سے نیمجاں پر آپ کا کیونکر اٹھا

خفتگان خاک کا وہ پردہ منظر اٹھا
آپ کیا اٹھے کہ اک ہنگامہ محشر اٹھا

وہ دل بیخود خدا بخشے مجھے یاد آگیا
جب کوئی انگڑائیاں لیتا ہوا سو کر اٹھا

گھٹ گئی ہے کس لیے گرمی مزاج حسن کی
کون دنیا سے یہ ٹھنڈی سانس اک بھر کر اٹھا

میرے اس کہنے پہ قاتل کو ہنسی آ ہی گئی
شکر ہی اسکا بڑی بات آپ سے خنجر اٹھا

شرم شرما ئے بیوفا کوئی نہیں پرسان حال
دیکھ لے اٹھکر جنازہ کو مرے کیونکر اٹھا

ایسی بیماری نہ دے اللہ دشمن کو عزیز
جو کوئی اٹھا مری بالیں سے وہ رو کر اٹھا

از افکار تازہ جناب علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی

رنگ خون اشک میں گہرا نظر آتا ہے مجھے
آج دامن پہ کلیجا نظر آتا ہے مجھے

آج وہ اوڑھ کے نکلے ہیں دوپٹہ آبی
آسماں رنگ بدلتا نظر آتا ہے مجھے

سن نہ لے وہ نفس بازپسیں کی آواز
جان دینے میں بھی کھٹکا نظر آتا ہے مجھے

چشم و مژگاں کا تصور ہوا سامان جنوں
ان جھروکوں سے تو صحرا نظر آتا ہی مجھے

کچھ عجب حال ہی دیکھی جو ہے اسکی تصویر
نہ اندھیرا نہ اجالا نظر آتا ہے مجھے

دسمبر سنہ ۹ء کی پرچے میں حضرت مضطر الی یہ غزل بھی داد طلب ہی۔

اعتبار الملک خان بہادر حضرت مضطر جج و مجسٹریٹ

اٹھنے سے ہوئی ہی نہ اٹھانے سے ہوئی ہی
محشر میں قیامت ترے آنے سے ہوئی ہے

اُس بُت سے کیا ذکر عدو بزم عدو میں — کیا بات ٹھکانے کی ٹھکانے سے ہوئی ہے

کچھ اور ہی درکار ہے اس جور کے بدلے — وہ رسم نہ بر تو جو زمانے سے ہوئی ہے

وہ حُسن کسیکو نہ سنائے تو غضب ہو — جس حُسن کی تعریف سنانے سے ہوئی ہے

اے شمع محبت تری دنیا میں شکایت — جلنے سے نہیں بلکہ جلانے سے ہوئی ہے

خط پڑھتے ہی مارا ہے قاصد کو اُنہوں نے — یوں موت لکھی تھی جو بہانے سے ہوئی ہے

مضطر کی یہ حالت کہ لبوں پر ہے دم اُسکا — ظالم دمِ آخر ترے جانے سے ہوئی ہے

حصہ اول فیوضاتؒ

یعنی مکتوبات مولانا مولوی محمد یعقوب علیہ الرحمتہ سابق مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند چشتی صابری مرتبہ حکیم امیر احمد صاحب عشرتی نانوتوی برادرزادہ حضرت موصوف جن میں کلمات نصیحت اعمال نادر الوجود و نسخہ جات مجرب گوناگون تحقیق مسائل شرعیہ و تعبیرہائے خواب وغیرہ مندرج ہیں حضرت مولانا کے شاگرد و مرید اچھے اچھے مشاہیر بلاد ہندوستان کابل و بخارا وغیرہ میں موجود ہیں۔ مثلاً مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب انصاری۔ مولوی منفعت علی صاحب دیوبندی مولوی محمد مراد صاحب مظفر نگری و مولوی محمد احسن صاحب امروہی وغیرہم " آپ نے باطنی علم کی تحصیل حضرت قبلہ عالم حاجی امداد اللہ صاحبؒ تھانوی مہاجر مکی سے فرمائی تھی " یہ مکتوبات وہ ہیں جو آپ نے سنہ ۱۲۸۳ھ سے سنہ ۱۳۰۱ھ تک اپنے مرید خاص جناب قاضی محمد قاسم صاحب متوطن نیانگر ضلع اجمیر کے نام تحریر فرمائے تھے۔

مکتوب سوم میں عشق مجازی کی نسبت ضمناً آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عاشق ہو اور گناہ سے بچے یعنی عفت اور پاکیزگی اختیار کرے اور اپنا حال چھپاوے اگر مر جاویگا تو شہید ہوگا اور فرق تعلق کا جو پوچھا ہے یہ بات ایک مثال سے سمجھ میں آسکتی

٥ا حجم تقریباً ۴ جز و تقطیع ۲۰×۲۶/۸ مطبوعہ احمدی پریس علی گڑھ ۶ر علاوہ محصول ڈاک ہیں حکیم امیر احمد صاحب پٹھانوں کا محلہ علی گڑھ سے ملسکتی ہے۔

ہے مثلاً ایک شخص ہو کہ بیماری صفرا کے سبب اُس کا ذائقہ تلخ ہو رہا ہے تو اب وہ ہر میٹھی کو تلخ سمجھتا ہے اب اگر فرض کرو کہ کوئی ایسا ہی اصل پیدائش سے ہو تو ظاہر ہے کہ وہ کبھی لذت شیرینی سے آگاہ نہیں ہو سکتا - اور جو کوئی صحیح و سالم ہوگا اور فرض کرو کہ قند سیاہ کھا کر لذت اُٹھاتا ہے تو بیشک اگر وہ قند مکرر کھاویگا - تو نہایت لذت پاویگا -

بالجملہ طلب جمال اور تعلق طبیعت کا اسطور پر کہ مغلوب کی ایک کیفیت ہو جائے یہ علامت اس بات کی ہے کہ یہ شخص مزاج صحیح و سالم رکھتا ہے اور جمال اصلی کا اگر اسکو ادراک ہو اور آنکھ قلب کی کھلے اور حسن غیبی اُسکے سامنے جلوہ گر ہوا تو ہزار جان سے عاشق زار ہو جاوے گا اور اُس کیفیت میں سرشار خمار تا آخر دم بلکہ ابدالآباد تک رہیگا اس لیئے مبارک باد ہر عاشق کو اُسکا عشق اگرچہ ایک پتھر کا ہی ہو اور یہ مطلب ہے اِس قول مشہور کا کہ عشق مجازی نردبان حقیقی ہے - اور ایک یہ بھی بات ہے کہ آدمی کو تعلق اغیار حجاب جمال حقیقی ہو رہا ہے اور جب عشق آیا اور سب تعلقات کو قطع کر دیا تو اب یہ ایک تعلق بہت جلد سہل دور ہو سکتا ہے - اسواسطے کہ ہر جمال پر تو اُس نور حقیقی کا ہے -

(۲) تحفۂ خیر معروف بہ نجات سالک[۵]

یعنی منشی سالک رام صاحب سپروائزر قانونگو تحصیل محمد آباد ضلع غازیپور شاگرد حضرت شمشاد لکھنوی کی نعتیہ غزلوں کا مجموعہ - شاعری ان غزلوں کی غیر معمولی نہیں ہے لیکن اس لحاظ سے ضرور قابل دید ہے کہ ایک غیر مذہب شخص نے بکمال خلوص پیغمبر عرب کی شان میں اس انداز سے خامہ فرسائی کی ہے کہ بغیر بتائے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ سالک کسی مسلمان کا تخلص ہے یا ہندو کا ملاحظہ ہو -

ہوا ہے جب سے سودا اک گل باغ رسالت کا	نگاہوں میں کھٹکتا ہے ہماری خار حسرت کا
خدا سے ہم سیہ کاروں کی بخشائش کو محشر میں	تمہارا جلوہ یکتا ہوا مشتاق کثرت کا
الٰہی کیوں رسول اللہ کے کوچے میں جاتا ہوں	مرے سر میں اگر سودا نہیں گلگشت جنت کا
سناؤنگا اگر اشعار نعت پاک سالک	صلا دینگے رسول اللہ مجکو اس عبادت کا

تقطیع ۲۰×۲۶/۸ حجم ۳۶ صفحے لکھائی چھپائی کاغذ قابل تعریف ۲ ر میں مولف سے ملسکتا ہے -

غزلیات حسرت موہانی نوشتۂ زندان فرنگ

بقیہ ردیف "ر"

اب تو اُٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بارِ انتظار
کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تارِ انتظار

اُنکی اُلفت کا یقیں ہو اُنکے آنیکی امید
ہوں یہ دونوں صورتیں تب ہے بہارِ انتظار

عمر کیجیے صرفِ یادِ گیسو و رخسارِ یار
یوں بسر لیجائیے لیل و نہارِ انتظار

ہے سکونِ یاس میں اب رنگِ حیرت کی نمود
ہوگئی بیتابیٔ غم بھی نثارِ انتظار

جان و دل کا حال کیا کہئے فراقِ یار میں
جان مجروحِ الم ہے دل فگارِ انتظار

کیا ہوئیں آسانیاں وہ روزگارِ وصل کی
اب تو ہم ہیں اور رنجِ بیشمارِ انتظار

میری آہیں نارسا میری دعائیں ناقبول
یا الٰہی کیا کروں میں شرمسارِ انتظار

صبر کی طاقت نہیں باقی دلِ مایوس میں
دیکھئے کیونکر بسر ہو روزگارِ انتظار

راہ تیری اسقدر دیکھی کہ اے غفلت شعار
میری آنکھیں بن گئیں سرمایہ دارِ انتظار

اُنکے خط کی آرزو ہے اُنکی آمد کا خیال
کسقدر پھیلا ہوا ہے کاروبارِ انتظار

ہے دلِ مسرورِ حسرت اک طرب زارِ امید
پھونک ڈالے گر نہ اس گلشن کو نارِ انتظار

ردیف "ز" (صرف مطلع یاد رہا باقی غزل ضائع ہوگئی)

چلتا ہے روزِ دورِ مئے ارغواں ہنوز
جاری ہے فیضِ محفلِ پیرِ مغاں ہنوز

ردیف "س"

ہے غضب ہنگامۂ فصلِ بہار ابکی برس
دل پہ کاہیکو رہیگا اختیار ابکی برس

ہے جنونِ شوق ابھی سے بیقرار ابکی برس
کیا غضب ڈھائیگا طوفانِ بہار ابکی برس

کامیابی ہوگی آکر جلد پابوسِ امید
کھینچ ڈالیں اور رنجِ انتظار ابکی برس

حادثے سنہ آٹھ میں گذرے بتاب دیکھئے
کیا دکھائے گردشِ لیل و نہار ابکی برس

فرقتِ ساقی میں ہم حسرت کشانِ بادہ نے
ملکے رویا خوب ابرِ نو بہار ابکی برس

مدتیں ترکِ محبت کو ہوئیں پیارے عجب
یادِ یار آتی ہے کیوں بے اختیار ابکی برس

جوشِ گل کی ہیں یہی کیفیتیں تو کیا عجب — اشکِ بلبل ہی قفس ہو لالہ زار ابکی برس
حسرتِ شوریدہ سر ہے پائمالِ اشتیاق — اس طرف بھی کر گذر اے شہسوار ابکی برس

ردیف "ش"

پیمانِ وفا نگر فراموش — اے حسرتِ بیقرار خاموش
دیوانۂ حسنِ پاکدامان — ہے پردۂ دل میں عشق روپوش
اس عشوۂ نازنین کے جلوے — ہیں دشمنِ عقلِ مصلحت کوش
پوشیدہ سکونِ یاس میں بھی — اک محشرِ اضطرابِ خاموش
آزاد ہیں قید میں بھی حسرت — ہم دلشدگانِ خود فراموش

سب ہیں تری انجمن میں بیہوش — نظارۂ حسن کا کسے ہوش
بیہوش کیا ہے سب کو تو نے — اب جسکو خدا ہی ہوش دے ہوش
ہو جاؤ نثارِ حیرتِ عشق — اے دانش و اے قرار و اے ہوش
تم آئے کہ ختم ہو گئے ہم — باقی تھی مگر اسی لئے ہوش
ہم عرصۂ حشر میں بھی حسرت — پہچان گئے انہیں زہے ہوش

ردیف "ص" (صرف دو شعر یاد رہے باقی غزل ضائع ہو گئی)

یورپ میں جیسے پھیل گئی ہے وبائے حرص — چلنے لگی نہ سارے جہاں میں ہوائے حرص
ہے چین و کوریا کے مٹانے پہ مستعد — جاپان بھی ہوا ہے مگر آشنائے حرص

ردیف "ض" (دو غزلیں تھیں دونوں ضائع ہو گئیں صرف مطلعے یاد ہیں)

جانِ وفا شعار کو شکوۂ غم سے کیا غرض — عذرِ جفا سے کام کیا عرضِ کرم سے کیا غرض
سرخوشیہائے شرابِ شکوہ سے کیا غرض — مستِ الفت ہیں ہمیں اس آرزو سے کیا غرض

ردیف "ط"

دل ہے غرقِ شادمانی جان سیرابِ نشاط — وصل کی شب ہے بہم ہیں جملہ اسبابِ نشاط
ہے جہانِ آرزو میں آج گویا روزِ عید — چل رہی ہے محفلِ دل میں مئے نابِ نشاط
مرتبے وقتِ طرب ہیں آرزو کے سرور — بخت نے کھولا ہے روئے شوق پر بابِ نشاط

ہیں فراہم اہل ذوق آمادہ ہی بزم طرب
اہتمام نغمہ سنجی میں ہیں ارباب نشاط

ہو گئی جوش تمنا سے مبدل بیخودی
ساز حیرت پر لگی جسوقت مضراب نشاط

کامیاب عیش بجد ہی دل عشرت نصیب
آرزو کے سر سے گذرا جائے ہی آب نشاط

ہی غرض ہر سمت اک ہنگامہ شادی بپا
کچھ نہیں چلتی ملا مستگر کی درباب نشاط

ہو گئے ہیں وصل کی شب جائے تمکین و ادب
مشتمل بیباکی و شوخی پہ آداب نشاط

چل سکیگا اب نہ قابو دلپہ رعب حسن کا
یار مجبور حیا ہے میں ہوں بیتاب نشاط

ساز و سامان خرد سرمایہ ہوش و حواس
آج لیجائے بہا کر سبکو سیلاب نشاط

رشک سے بیتاب ہے نیرنگی دور فلک
ہوشیار اے بیخبر۔ ای غافل خواب نشاط

ہی اسکا نام حرمان اتم اے وصل یار
خاطر محروم حسرت کو نہیں تاب نشاط

غزل جناب شیخ بشیر حسن صاحب بشیر سکرٹری مشاعرہ حضوری ریاست مالیر کوٹلہ

پھر وہی میں ہوں۔ وہی سر دل سودا ہی وہی
پھر وہی جوش جنون شورش سودا ہے وہی

پھر نظر میں ہی وہی روشنی جلوہ طور
پھر مرے دل میں خیال رخ زیبا ہے وہی

لن ترانی کے مزے یاد ہیں لیکن پھر بھی
حسرت دید وہی شوق تماشا ہے وہی

بندہ عشق جو ہیں زندہ جاوید ہیں وہ
عشق مجنون کے سبب شہرت لیلی ہے وہی

تیرہ روزی کے تصدق شب غم کے صدقے
میں سیہ بخت ہوں میرے لیئے زیبا ہے وہی

لاکھ روکا اسے اس بزم کے شرکت سے مگر
دل ناکام تمنا کا تقاضا ہے وہی

پرتو حسن ترا جلوہ فگن ہے ہر سو
جانتا ہوں کہ جو کعبہ ہے کلیسا ہے وہی

مٹ گئے ہم تو رہ مہر و وفا میں لیکن
خاکساروں سے نہیں رنجش بیجا ہی وہی

دلکو راحت نہ ملی عمر بھر اک آن بشیر
خار حسرت ہی وہی داغ تمنا ہی وہی

غزل حضرت ضامن کنتوری

یوں لیکے جو پھرتی ہی یہ گھر گھر خبر اسکی
ہمراز ہوئی کب سے نسیم سحر اسکی

الزام مری برہمی دل کا ہے تجھپر
برہم ہوئی اے باد صبا زلف اگر اسکی

بیتابی فرقت کا تقاضا ہی کہ مرجاؤں
ہی میری قضا تابع فرمان مگر اسکی

بیتاب دل اک سمت سے مضطر جگر اک سمت
کب تک میں جھیلوں ادہر اسکی اُدہر اسکی

فرزانگی عشق ہے دیوانگی شوق
ہم آپ سے کھو گئے پا کر خبر اُسکی

دشمن ہو کہ تم دوست ہیں دونوں سے مرکیاں
بدنام ہوں کہکر ادہر اسکی اُدہر اُسکی

غزل جناب ضمیر الدین احمد صاحب عرش شاگرد حضرت تسلیم از گیا

ضعف سے حال یہ ہے عشق میں بیماروں کا
ہے بہار انکے لئے سایہ بھی دیواروں کا

موج دریائے محبت ہوئی زنجیر گراں
پار بیڑا نہوا تیرے گرفتاروں کا

کبھی صحرا میں نظر آئے کبھی جنگل میں
کیا پتا پوچھتے ہو تم وطن آواروں کا

پاؤں پھیلائے ہوئے سوتے ہیں جو اہل عدم
لطف ہے گوشۂ تربت میں بھی گہواروں کا

ہے خط سبز سے رخسار فروزاں کا یہ حسن
سبز ہونا نظر آیا مجھے انگاروں کا

عرش - وہ اشرف و افسر و تسنیم آج کہاں
مرثیہ خواں ہوں میں تسلیم کے غمخواروں کا

غزل جناب محمد نعیم صاحب کوثر موہانی

کوچہ گرد شب کوئی دیوانہ ہے
یا کہ زلف عنبریں میں شانہ ہے

ہیں شب یلدا میں انجم جلوہ گر
یا پُرافشاں گیسوئے جانانہ ہے

ایکدم میں ہے فنا سامان عیش
رقص بسمل گردش پیمانہ ہے

بلبل بیتاب اُس گل کا ہوں میں
جسکی شمع طور بھی پروانہ ہے

جسکو (کوثر) کہتے ہیں سب خاص و عام
اک پری کے حسن کا دیوانہ ہے

غزل مولوی محمد احسن اللہ خاں ثاقب مدیر قند پارسی

شوق پنہاں کے ستم سے اے بیوفا کس سے کہوں
کیوں سنے یہ داستاں کوئی میں کیا کس سے کہوں

اے نگار روئے منور رشک صد صبح چمن
تو نہ جب میری سنے، پھر میں بھلا کس سے کہوں

میری جاں افشانیوں کی قدر کیوں کوئی کرے
دلکی ان بیتابیوں کو اے خدا، کس سے کہوں

یا سمیع المستغیثین، یا انیس العاشقین
حسن تجھسے عشق تجھسے، پھر میں کیا کس سے کہوں

وہ نہیں سنتا اگر ثاقب، تو پھر تو ہی بتا
سرگزشت ہجر و جور ناروا کس سے کہوں

نگہ تلخ سوں اپنے ظالم — زہر کا جام پلایا نہ کرو
ہمکو برداشت نہیں غصے کی — غیر کوں درس دکھایا نہ کرو
پاکبازاں میں ہے مشہور ولی — اس سوں چہرے کوں چھپایا نہ کرو

دیکھ دستار بسنتی ساقی سرشار کی — کھل گئی ہیں آج انکھیاں نرگس بیمار کی
بات کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ہے غریب — بھول جاتا ہے وہ سب کچھ دیکھ صورت یار کی
اے ولی اُس بیوفا کی مہربانی پر نہ بھول — دلکا دشمن ہے مگر کرتا ہے باتیں پیار کی

اُس [illegible] نقش ادا کوں ہمارا سلام ہے — اُس یار بیوفا کوں ہمارا سلام ہے
لے [illegible] سلام ہمارا حجاب سوں — اُس صاحب حیا کوں ہمارا سلام ہے
اُس باج دل میں میرے نہیں اور مدعا — اُس دل کے مدعا کوں ہمارا سلام ہے
ناز و ادا سوں دل کوں مرے مبتلا کیا — اُس نازنین پیا کوں ہمارا سلام ہے
آرام جان و دل ہے ولی جسکا دیکھنا — اُس جان دلربا کوں ہمارا سلام ہے

اگر گلشن طرف وہ نوخط رنگین ادا نکلے — گل ریحان سوں رنگ و بو شتابی پیشوا نکلے
کھلے ہر غنچۂ دل جوں گل شاداب شادی سوں — اگر ٹک گھر سوں باہر وہ بہار دلکشا نکلے
نثار اُسکے قدم اوپر کروں انجھواں کے گوہر سب — اگر کرنے کو دلجوئی وہ سرو خوش ادا نکلے
بجز درس کی ہرگز نہ کیجو اے پری پیکر — ولی تیری گلی میں جبکہ مانند گدا نکلے

ہوا حیرت میں دل اُس حسن عالمگیر کے دیکھے — مصور دنگ ہے جس جلوۂ تصویر کے دیکھے
ہوا ہوں محو یوں اُس زلف خم در خم کے دیکھے سوں — کہ جوں ہوتی ہے طالب کی حقیقت پیر کے دیکھے
کھلا یوں دل مرا تیری نگاہ تیز کی خاطر — کمان آغوش جوں کر کھولتی ہے تیر کے دیکھے
ترے مکھڑے کے صفحے پر خط لکھا قدرت کی کاتب نے — تعجب میں ہیں سب خطاط اُس تحریر کے دیکھے
ولی کے دلکوں یوں ہوتی ہے راحت تجھ گلی بھیتر — کہ جوں ہوتی ہے خاطر منشرح کشمیر کے دیکھے

جس وقت تبسم میں وہ رنگین دہن آوے — گلزار میں غنچے کے دہن پر سخن آوے
تا حشر اٹھے بوئے گلاب اُسکے عرق سوں — جس پر منیں یکبار وہ گل پیرہن آوے
ہرگز سخن سخت کوں لاوے نہ زبان پر — جس ذہن میں یکبار وہ نازک بدن آوے

بر جا ہے اگر جگ میں ولی پھر کے دوجی بار
رکھ شوق مرے شعر کا شوق حسن آوے

سرود عیش گاویں ہم اگر وہ عشوہ ساز آوے
بجاویں طبل شادی کا اگر وہ دلنواز آوے

خمار ہجر نے جس کے دیا ہے درد سر مجکو
رکھوں نشہ نمن انکھیاں اگر وہ مست ناز آوے

جنون عشق میں مجکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کو وہ زلف دراز آوے

ولی اس گوہر کان حیا کی کیا کہوں خوبی
مرے گھر اس طرح آتا ہے جوں سینے میں راز آوے

کیوں نہ آوے نشۂ غم سوں دماغ عاشقی
بادۂ حیرت سوں ہے لبریز ایاغ عاشقی

اشک خون آلودہ ہے سامان طغرای نیاز
مہر فرمان وفاداری ہے داغ عاشقی

آب سوں صیقل کے ہرگز کام نہیں عشاق کو
گریۂ حیرت سوں ہے سرسبز باغ عاشقی

گر طلب ہے تجکوں راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں روشن کر چراغ عاشقی

مدعا باغ میں ہرگز بجا لے اے ولی
گر نہ دیوے نالۂ بلبل سراغ عاشقی

مکتب میں جس کے ہاتھ ادا کی کتاب ہے
خوبی میں آج ہم سبق آفتاب ہے

ظاہر ہوا ہے مجھ پہ ترے ناز سوں صنم
رنگیں بہار حسن بہار عتاب ہے

تیرے نین کے عصر میں بے وقر ہی شراب
میخانہ تجھ نگاہ سوں دائم خراب ہے

دیوان میں ازل کی طلب سوں عشق و حسن
تب سوں نیاز و ناز میں باہم حساب ہے

پوشیدہ حال عشق رہے کیونکر اے ولی
غماز تار زلف خم پیچ و تاب ہے

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

کیونکہ حاصل ہو مجکو جمعیت
زلف تیری قرار کھوتی ہے

سلے ولی آب اسکی حیرت کی
میرے دل کا غبار کھوتی ہے

ہمکو شفیع محشر وہ دین پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے

اسباب فخر رکھنا درکار نہیں ہمن کو
دشمن کے مارنے کوں اک تیر آہ بس ہے

تجھ عشق کے جلے کو کیا کام چاندنی سوں
تجھ حسن کا تماشا اے رشک ماہ بس ہے

بجا ہے بادشاہی ہر خوبرو کوں دنیا
خوبی کے تخت اوپر اک بادشاہ بس ہے

غم نیں اگر رقیباں سائے ہیں جیوں ولی پر
اے دوست تجھ کرم کی مجکوں پناہ بس ہے

فقط

۶۸۹

منتخب دیوان

فراسو

پیتا ہی کیا ہی مجھکو اے یار مسکرانا | ٹک واسطے خدا کے یکبار مسکرانا

گر جاوے گی سبھوں کی نظروں سے اسکے آگے | اے برق دیکھیو مت زنہار مسکرانا

غنچوں کو اے ستمگر تیری دہن کے آگے | ہنسنا تو یکطرف ہے دشوار مسکرانا

شاعر ہے پوچ گوے اپنی یہ آپ قائل | یارو نہ اسکی سنکر اشعار مسکرانا

ہمارا یار ہمسے جب تلک باہم نہووے گا | جو دل میں درد ہی ہرگز دوا سے کم نہووےگا

ہاتھوں نے نہ اک تار گریبان میں چھوڑا | پاؤں نے نہ اک خار بیابان میں چھوڑا

کبھی رہتا نہیں بن چاک ہمارا سینا | ناصحا زخم کو سینے کے دھلا را سینا

دم خفا مجھسے ہوا اور میں خفا دم سے ہوا | رفتہ رفتہ یہ مرا حال تری غم سے ہوا

سر بدن سے ہو جدا اور ہاتھ شانے سے جدا | پر نہ سر اپنا میرا ہو تیرے آستانے سے جدا

کیا بہانے تھی تجھے اے چشم آنسو بزم میں | ہوگیا وہ یار مجھسے اس بہانے سے جدا

پھر دل آوارہ اپنا اے فراسو گم ہوا | مرغ وحشی جیسے ہووے آشیانے سے جدا

مجھکو کہتے ہیں بڑا ڈھب ہے تجھے یاری کا | سوچنا طور ذرا آپ کی عیاری کا

ہیں داغ و آبلے سے یوں دلمیں جام و مینا | جیسے دہرے ہوں ساقی محفل میں جام و مینا

گلشن میں دیکھ بلبل کیا عکس سرو و گل سے | ہی نہر کے کنارے ساحل میں جام و مینا

بیعت کروں نہ کیونکر پیر مغاں کی زاہد | ہی دستگیر مستاں مشکل میں جام و مینا

پر خون یہ چشم و دل ہیں اپنی ہمیں غنیمت | گو اب نہو ہماری محفل میں جام و مینا

گردون کے اب فراسو سنگ ستم سے لاکھوں | ٹکڑے ہو ملگئے ہیں یاں گل میں جام و مینا

دیکھا ہے جب سے پیرہن اس نوبہار کا | دامن نہیں ہے ہات میں صبر و قرار کا

عشق مجھکو اب تو اس حالت پہ پہونچانے لگا / دیکھکر ہر کوئی اشک آنکھوں میں بھر لانے لگا
آئے ہو دامن کشاں شاید چمن میں پھر بہار / ہاتھ پھولوں کا بھی کچھ اب جیب تک جانے لگا
حال اس نوبت کو پہونچایا مرا اس عشق نے / دیکھکر ہر کوئی اشک آنکھوں میں بھر لانے لگا
ہو گئی شاید فرآسو کچھ زمانے کی ہوا / یاں سے خط جانے لگا اور واں سے پھر آنے لگا

جو آپ کی دوری میں دل پہ مرے غم گذرا / فرہاد پہ کم گذرا مجنوں پہ بھی کم گذرا
تھا رات فرآسو کا مہماں وہ شیریں لب / کیا کہیے مزا اس سے جو کچھ کہ بہم گذرا

ردیف ب

مت میری لاش کو چمن یاسمیں میں داب / ای رشک گل تو اپنی گلی کی زمیں میں داب
ابرو کماں کے تیر ستم میں لئے سیکڑوں / رکھے ہیں تو دہ دل اندوہگیں میں داب
دلو فرآسو کہول کے دل نرم یار پر / تا چند غمکو رکھو گے جانِ حزیں میں داب

ردیف ت

وصل ہی اسکی دوائی سو دوائی ہی سخت / جی نہ چھوڑیگا مرا درد جدائی ہے سخت

ردیف ث

ہے دست جنون تیرا گریبان ہی میراث / اے خار بیابان ترا دامان ہے میراث
جو درد و الم کی جگر چاک ہے جاگیر / تو سوزش غم کی دل بریان ہے میراث
دیکھا نہ کبھو دلکو فرآسو ترے خنداں / اسکی مگر اب زلف پریشان ہی میراث

ردیف ج

ہمکو کبھو تو بھلا نامہ و پیغام نہ بھیج / دن کو ہی یا رات کو صبح کو یا شام نہ بھیج
نہ تخت روم کی خواہش نہ ملک شام لیتے ہیں / تمہارے نام کو ہم صبح سے تا شام لیتے ہیں

ردیف ح

گاتے ہیں قول معرفت مرغ چمن علی الصباح / ملتے ہیں آکے وجد میں سرو سمن علی الصباح
بند قبا نہ پھول کے شرم سے کھولی باغ میں / دیکھے صبا کھلا اگر ترا بدن علی الصباح
ہوئے فرآسو عقل و ہوش محو ہوئی بیک نگاہ / آج سنے جو رشک مہ تیرا سخن علی الصباح

ردیف خ

واں ہے تمہاری بزم میں مے سرخ جام سرخ
یاں ہیں سرشک خون سے آنکھیں مدام سرخ

ردیف "د"

رکھا اسکے تصور میں سدا دیدۂ تر بند
لازم ہے کہ کاشانۂ خلوت کا ہو در بند

ردیف "ر"

میں تو بیٹھا تھا عرض اس سے کنارا کھینچکر
لوگ آخر لے گئے مجھکو دوبارا کھینچکر

روٹھکر پھاڑو گریبان تم ہمارا کھینچکر
ہم منا لینگے تمہیں دامن تمہارا کھینچکر

اپنی تو بخت سکندر پر فراسو مت اکڑ
دیکھ ذلت مرگ آخر کو دارا کھینچکر

بلبلیں بولیں ہیں ہر دم نالۂ جانکاہ کر
گوش گل کیوں کر دیا تو نے مری اللہ کر

ہو کیوں نہ مہر و مہ کا دماغ آسمان پر
دنرات جبہ سا ہی تری آستان پر

قامت ہی مثل سرو دہن غنچہ رخ چمن
کیا ہی بہار حسن ہی اس نوجوان پر

قدرت نہیں جو آؤں تمہارے پلنگ پر
جب تک نہ تم بلاؤ کہ آرے پلنگ پر

سب کے لیئے بچھائے ہیں پھولونکی سیج روز
وہ گل کبھی نہ آیا ہمارے پلنگ پر

مہتابی پر محل کے شب ماہتاب میں (اق)
تم میرے ساتھ سوئے جو پیارے پلنگ پر

حیرت رہی نہ دیدۂ مہتاب کو فقط
تکتے رہے تمام ستارے پلنگ پر

پڑتی نہیں ہی کل کسی کروٹ ذرا مجھے
پھرتا ہوں لوٹتا ہوا سارے پلنگ پر

منصف ہو تم ہی جس سے جدا تمسا ماہ ہو
وہ کالی رات کیونکر گذارے پلنگ پر

فرقت میں شب فراسو صنم گلعذار کے
لگتے ہیں ہمکو پھول شرارے پلنگ پر

اے دل مضطر تو زیر خاک نالونکو نہ چھیڑ
چین لے اب تو عدم کے سونیوالوں کو نہ چھیڑ

کیوں وبال جان کیا چاہیے ناصح زندگی
تیرہ بخت اس زلف کے آشفتہ حالوں کو نہ چھیڑ

اے فراسو سن بقول شخص کیا ہی فائدہ
دم میں خوش دم میں خفا ہو جانیوالوں کو نہ چھیڑ

ردیف س

بیٹھے ہیں غیر یوں مرے دلبر کے آس پاس
ہو خار جیسے روش سے گل تر کے آس پاس

اے مردمان یہ دیکھو کہ یہو بونکے سیج ہے — لخت جگر نہیں مرے بستر کے آس پاس

ہنوا چھا یہ کبھو سینۂ افگار قفس — پر طوطی ہنو گرم ہم زنگار قفس

ردیف ش

مرے ہے سوز و گداز سے دل گہی تاب گہی پاش — کہ جیسے رہتی ہے شمع محفل گہی تاب گہی پاش

لب پہ تمہارے صبح سے نام نسیم ہی چہ خوش — سمجھے یہ ہم کہ آپکا تکیہ کلام ہی چہ خوش

لیتے سلام بہی نہیں میرا کبھی غرور سے — آپ کے اس غرور کو میرا سلام ہی چہ خوش

خوب غزل ہی گرم سی شعر ہیں پُر شرر سبھی — بارے فرا سو تیرا بہی کیا ہی کلام ہی چہ خوش

ردیف ص

کیسے ٹکڑے یہ ترے مہر کا قربان عارض — کہ یہ تہتارے سے چمکے ہے دو خندان عارض

ردیف غین

در پہ بیٹھا ہوں نہیں ہے آہ و زاری سے فراغ — منہ دکھا جا کرے ایکدم شرمساری سے فراغ

دل فرا سو جب سے اسکی چشم میگوں پر ہی عشق — مست رہتا ہوں میں کرکے ہوشیاری سے فراغ

ردیف ف

میری تربت پر بشر ملیکہ ہوں سنجرف کے حروف — قتل کے ماجرے کے دیکھیو لکھے حرف بحرف

حرف تسکین بہی کہیں اسمیں لکھا ہووےگا — پڑھو اس خط کو فرا سو تو ہر الطاف کے حرف

ردیف ق

کلی نہ دل سے تہ خاک الفت معشوق — برنگ خار ہوں بجان بدولت معشوق

ردیف ک

یوں ہے عشق لالہ رو سے میری پیراہن پہ آگ — موسم گل جس طرح ہو کاکی ہو گلشن میں آگ

آہ سوزاں کا میرے ہرگز اثر ہوتا نہیں — کیوں ای بیدرد اس ترے دل پر فن میں آگ

طاس کا سنجاف ہی یا آہ سوزاں سے مری — ای فرا سو یہ لگی دلدار کی دامن میں آگ

قاصدہ یہ کہیو اس بت مغرور سے الگ — کب تلک رہوگے عاشق مہجور سے الگ

ردیف ل

آج کسنے ہے پیاسا غزل بر سر گل
کہ پڑے جھومتے ہیں مستی سے گل بر سر گل

کب تری مانگ میں موتی کی لڑی ہے ظالم
بوندیں شبنم کی لگا آئیں ہیں ڈھل بر سر گل

گوش نازک ہی نہایت ہی نہال گل کا
دیکھ بلبل مگر اس رنگ تو غل بر سر گل

شعاع حسن سے اگر ہو لالہ کا داغ روشن مرادھا
تو کیوں نہ جوش ہو کر بھی چراغ روشن مرادھا

ردیف م

آ پڑا جب سے ہمیں شوخ دلآرام سے کام
صبر سے کام نہ کچھ ہمکو نہ آرام سے کام

یار سے دور ہو گئے ہیں ہم
سخت رنجور ہو گئے ہیں ہم

راہبت کوچے میں یار کے سو بار
تا بمقدور ہو گئے ہیں ہم

جلتے دل کی فراسو کرکے سیر
موسیٰ طور ہو گئے ہیں ہم

ردیف ن

اب کی جو ملے مجھسے تو یار ہی اور میں ہوں
اس وعدہ خلافی کی تکرار ہی اور میں ہوں

وہ دل مرا مانگے تب وصل کا طالب ہوں
انکار ہی اور وہ ہی اقرار ہے اور میں ہوں

وہ دن گئے جب تیرا دیدار تھا اور میں تھا
اب روبرو آنکھوں کے دیوار ہی اور میں ہوں

وہ یونہیں تو گداؤں پر اشفاق نہیں کرتا
ایکدن شہ خوباں کا دربار ہی اور میں ہوں

دل غارت ایمان کو دی بیٹھا فراسو میں
بت خانہ کو اب در پر زنار ہی اور میں ہوں

جنکے لئے ہیں سہی سیکڑوں سوائیاں
ہائے وہ پریاں ہیں اب سخت ہی ہرجائیاں

آپکا شکوہ نہیں اسمیں ذرا مہربان
اپنی کئی کی یہ سب ہمنے سزا پائیاں

خوب نہیں اسقدر حسن پہ کرنا غرور
لے لیکے انگڑائیاں دیکھو ہو پرچھائیاں

تم جو فراسو سے یوں رہتی ہو نا خوش سدا
کسنے یہ باتیں تمہیں سچ کہو سکھلائیاں

تمہارے وصل میں باقی ہیں یہ عتاب کے دن
دکھائے حق نہ کسی ہجر میں عذاب کے دن

پھرے ہی دشت میں جوں گردباد اب تم بن
گذرتے یوں ہیں دل خانماں خراب کے دن

کہوں میں لگ تڑپنے کی کیا حقیقت آہ
خدا کسیکو دکھائے نہ اضطراب کے دن

پڑے ہیں کاٹنے پیری میں اب عذاب کے دن
وہ نوجوانی کہاں اور کہاں شباب کے دن

فراسو آئی دو بالا نظر جب جہکا — وہ ماہ نما بھی بیٹھے جو بستا کے دن

مرتے ہیں ہوس میں تم الفت کے یعنی ہیں — غم تمکو نہیں کچھ بھی غفلت کے یہ معنی ہیں

جب سے تمہیں دیکھا ہے آئینہ نمط تمنے — جھپکیں نہ کبھی پلکیں حیرت کے یہ معنی ہیں

دل چیز ہے کیا پیارے واللہ جو تم مانگو — ہم جی بھی ابھی دیویں ہمت کے یہ معنی ہیں

کل پیر تو نہیں دیکھوں دیکھے تری صورت — اس عالم صورت میں صورت کے یہ معنی ہیں

ساتھ اپنے سدا لشکر ہے گریہ و نالے کا — شوکت اسے کہتے ہیں حشمت کے یہ معنی ہیں

ہم خاک ہوئے تو بھی در سے نہ ہٹے تیرے — الفت اسے کہتے ہیں چاہت کے یہ معنی ہیں

دل بند فراسو ہے اس شوخ کی کاکل میں — جی چاہ ذقن میں ہے چاہت کے یہ معنی ہیں

حال سے میرے کوئی تجھکو خبر کرتا نہیں — یاں فقط نالا ہے سو وہ بھی اثر کرتا نہیں

کیوں نہ دل میرا کرے اب اضطراب آغوش میں — ایک شب بیٹھا نہ وہ خانہ خراب آغوش میں

ردیف "و"

میں تو پڑا ہوں در پر انکے انکو کچھ نہ بادو — بھوکا نہ اس ناز کا میں بھی گالیاں مجھکو کھانے دو

کل ہم انہیں دکھا تو الٹ کر نقاب کو — تا بھول جاؤں دل سے میں رنج و عذاب کو

آباد ایک روز نہ دیکھا کبھو اُسے — کیا لیکے میں کروں دل خانہ خراب کو

سب ہے تجھے معلوم ظالم اسکو ہی چاہت ہماری ہو — لگے تیرا کہیں اور تجھکو بیقراری ہو

ردیف "ہ"

یوں ہم آغوش ہوں پری کے ساتھ — جسطرح جسم ہووے جی کے ساتھ

ردیف ی

آئے ہوس میں وصل کی دشنام لیجیے — کیا یاد ہم کرینگے کہ انعام لیجیے

آہ و فغاں و گریہ و سوز و تپاک و درد — کیا ہم بھی ساتھ اپنے سرانجام لیجیے

تمام شد دیوان فراسو صاحب فرنگی

سید فضل الحسن حسرت موہانی نے اپنے اردوے معلیٰ پریس علی گڑھ میں چھاپا اور شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ا ۲۵۱

اُردوئے معلّٰی

علی گڑھ

نمبر ۳ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء | جلد ۱۱

مرتبہ سید فضل الحسن حسرؔت موہانی بی اے

فہرست مضامین

اردو پریس واقع علی گڑھ میں چھپا

قیمت رسالہ سالانہ { بلا ضمیمہ صرف عہ
مع محصول ڈاک { مع ضمیمہ عا

رائیڈل صاحب کی بنائی ہوئی نہایت مجربات ادویہ

مرگال

انتہائی درجے تک کے فساد خون و آتشک کے مریضوں کے لیئے اکسیر مصدقہ ڈاکٹران معالجات امراض اسفال ۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی قیمت دو روپے (عہ)

گونوسان

مشہور تکلیف وہ جان گداز مرض سوزاک کا حکمی علاج۔ مشہور اور خاص معالج ڈاکٹران کا مصدقہ ۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپے (عہ)

بورنیوال

طاقتور بنانے اور درد اعصاب دور کرنے کی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کے واسطے نہایت مفید ہی کم ہمتی بدخوابی ضعف دل و دماغ کو نافع ۲۴ گولیوں کی قیمت عہ

یوہمبین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لیئے قطعی اور بلاضرر علاج مصدقہ محققان امراض کو کبھی خطا نہیں کرتی ۱۲ اقراص کی قیمت ایک روپیہ چھ آنہ

مندرجۂ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام آب آتش حال میں چھپا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہی اسے برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو بلا محصول ڈاک ارسال کیا جاویگا اور متذکرہ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو اگر وقت ہو تو برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو۔

بسم اللہ

مذاق بدایونی

(از سنہ ۱۲۳۵ھ تا سنہ ۱۳۱۲ھ)

نام وخاندان | حضرت مولانا سید شاہ محمد دلدار علی مذاق خلف حضرت حافظ شیخ نثار علی شرفائے بدایوں سے تھے نسب آبائی آپ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہی۔ سنہ ۱۲۳۵ھ میں بمقام بدایوں پیدا ہوے چنانچہ "معرفت کردگار" آپ کی تاریخ ولادت ہی۔

سلسلۂ شاعری | اول اٹھارہ برس کی عمر میں آپ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ خواجہ حیدر علی آتش وشیخ امام بخش ناسخ کے جلسوں میں شریک ہوئے اور عیار تخلص رکھا تھوڑے روز قیام فرماکے بدایوں واپس آئے پھر دہلی تشریف لے گئے اور علوم عربی وفارسی میں کامل تحصیل فرمائی۔ حضرت خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فی البدیہہ یہ قطعہ عرض کیا ؎

کیا کروں عرض اشتیاق اپنا | شعر کہنا غرض تھا شاق اپنا
ذوق تھا یہ ترے تلمذ کا | کہ تخلص کیا مذاق اپنا

حضرت خاقانی ہند مرحوم یہ قطعہ سنکر کمال مسرور ہوئے اور داخل تلامذہ کیا بعض تذکرہ نویسوں نے غلطی سے آپ کو شاگرد نوا لکھا ہی۔ بایام قیام دہلی آپ کا کچھ حال ایک اخبار موسوم بہ دہلی اُردو اخبار مطبوعہ ۵ اکتوبر سنہ ۱۸۴۲ء میں چھپا ہی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

نقل عبارت اُردو اخبار | اندنوں ایک شاعر ساذ ہمارے ایک دوست شفیق کے بیان وارد ہوے ہمسے بھی اُن کی ملاقات ہوئی نہایت طباع و ذہین ہیں فن

ماخوذ از تذکرہ شمیم سخن مولفہ جناب مولوی عبدالحی صاحب بدایونی صفحہ شاگرد رشید حضرت مذاق

شعر میں دستگاہ لائق رکھتے ہیں ناسخ و آتش وغیرہما اکثر شعرائے لکھنؤ کو دیکھا
اور سنا اس شہر کے شعرا کی ملاقات کا بہت اشتیاق تھا خود بھی شعر خوب
کہتے ہیں اور زبان بہت فصیح جیسے کہ چاہیئے طرز میر و مرزا وورد نہایت مرغوب
ہے لیکن ابھی تک نسبت تلمذ کسی سے نہیں تھے خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق
کے رنگ ڈھنگ کی طبیعت اس شخص کو مبدء فیاض نے عطا کی ہے شعرائے
حال میں طرز وروش شیخ ممدوح کی نہایت مرغوب ہے اس شہر میں آکر نسبت
تلمذ شیخ موصوف سے حاصل کی بہت محظوظ ہوئے ابتدا میں تخلص کچھ اور رہتا
جو ہمکو یاد نہیں لیکن جب سے ارادہ اور شوق تلمذ ذوق کا ہوا تب سے تخلص فراق
کیا اکثر اشعار جو سنے گئے تو واضح ہوا کہ طبیعت اس شخص کی نہایت مناسب فن
شعر کی ہی نام انکا مولوی دلدار علی صاحب اور وطن شہر بدایوں ہے جو کہ
مولد حضرت سلطان جی صاحب قدس سرہ کا ہے۔ حقیقت میں وہاں کی خاک
آدم خیز ہے اور اکثر اہل دل وہاں کے سنے گئے ہیں حال حسب نسب معلوم
ہوا تو خانوادہ عالی سے ہیں قرابت قریبہ ظہور اللہ خاں نوا سے رکھتے ہیں
جو شاعر نامی ہم عصر مرزا علیہ الرحمۃ کے صاحب دیوان ہندی و فارسی تھے
اور مولوی سید عبد العلی صاحب نقوی قبائے کے نواسے ہیں جو بڑے جلیل القدر
صاحب نسبت تھے ایسے مردم بے طمع چشم فلک نے کم دیکھے ہونگے روپیہ
و جواہر ٹھینکری و کنکر اس شخص کے نزدیک یکساں ہیں مرد صاحب درد و اہل
دل معلوم ہوتے ہیں دو خمسے انکے جو شہیدی کی غزلوں پر ہیں مہتمم صاحب اخبار
مظہر الحق نے لے لئے اور چھاپے ہیں وہ دونوں بہت پرتاثیر اور مقبول ہیں لیکن
بہت افسوس ہے کہ وہ اس ہفتہ میں تشریف لے گئے ہیں تین چار مرتبہ ہمسے
ان سے ملاقات ہوئی بعض اشعار حسب فرمائش حضار عین جلسہ احباب میں کہے اور
سنائے غرض اتنا تیز طبع صاحب ذہن سلیم کم دیکھنے میں آیا ہے

مرتبہ شاعری | عبارت مندرجہ بالا کے دیکھنے سے ناظرین دریافت کرسکتے ہیں

لہ مولانائے مرحوم کے زمانہ شاعری کی ابتدا ہی میں خصوصاً اسوقت کہ دہلی مجمع اہل کمال تھی، آپ کی نسبت دہلی والوں کے کیا خیالات تھے۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب اپنے خط مورخہ ۳ اکتوبر ۱۸۵۲ء موسومہ مفتی سید احمد خاں میں مولانا کی نسبت تحریر فرماتے ہیں

"مشفقی مولوی دلدار علی صاحب کہ بدانست بندہ در معنی آفرینی با سلطان الشعرا شیخ محمد ابراہیم ذوق برابر و بہ اعتقاد خویش شاگرد آں دیرینہ سخنور اند آخرنہ ہمدم وہم نشین آں والا گہر اند چرا باایشاں در سخن مشورت نزدد"

شکل و شباہت
اخلاق و عادات | قد میانہ رنگ سرخ و سفید نہایت نورانی سر بزرگ پیشانی نہایت فراخ لب باریک و سرخ آواز خوش گفتار شیریں رفتار معتدل حلیم سلیم خلیق بدرجہ کمال ہمت و مروت بیحد معاملات میں بالکل صدق و پیروی سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملحوظ عجز و انکسار بالطبع مروج کسی سے انتقام کسی سے نہ لیتے غیبت نہ کرتے نہ سنتے اعتراض کسی پر نہ فرماتے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے اور جملہ طرز معاشرت و تدبیر منزل و حقوق بیگانہ و یگانہ میں طریق مسنون بہت مد نظر تھا اظہار و نمائش سے کوسوں دور رہتے خدمت متعلقین و خلائق بہت پسند تھی ولائے اہلبیت رسول اللہ صلعم شعار رہتے ۔ اتباع شریعت کو معیار طریقت فرماتے وحدۃ الوجود علانیہ ارشاد کرتے عذر بیت پذیرا کرتے علوم ظاہری میں بھی دستگاہ کامل رکھتے"

سلسلۂ تصوف | آپ نے اپنا سلسلہ ارادت قادریہ حضرت سید تاشاہ فضل غوث علیہ الرحمۃ سے اور سلسلۂ ارادت چشتیہ نظامیہ حضرت شاہ عبدالرحیم شاہ علیہ الرحمۃ سے جاری فرمایا آپ کو ایک نسبت خاص حضور غوث الثقلین قطب دارین سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اور حضور خواجہ غریب نواز ہندالولی سید شیخ

لہ ماخوذ از رسالہ خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام مرتبہ جناب مولوی عبدالحی صاحب آگرونی وکیل چندوسی

معین الدین چشتی سنجری اجمیری قدس سرہ سے تھی اور یہ دونوں نسبتیں آپ پر غالب تھیں شاہ جی نصیر الدین صاحب سے سلسلہ اولیسیہ حضرت سید حسن رسولنما رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت پائی تھی اور حضرت شاہ سید عبدالرزاق بانسوی علیہ الرحمۃ کی کلاہ مبارک وسند اجازت اپنے نانا مولوی سید عبدالعلی علیہ الرحمۃ قادری رزاقی سے ملی تھی ؎

خاتمہ "جب تک آپ دہلی میں فروکش رہے حکیم مومن خاں مومن مرزا اسداللہ خاں غالب اور دیگر شعرائے نامی کے جلسوں میں شامل رہتے تھے۔ یہاں انکے اعزا واقربا کو بوجہ عدم دریافت حال کمال تشویش تھی جب معلوم ہوا تو باصرار تمام دہلی سے بلایا" اسوقت سے آخر وقت تک آپ بدایوں میں جلوہ افروز اور ہدایت خلق میں مصروف رہے آخر کار ۱۳۱۲ھ میں بعمر ۷۶ سال وفات پائی مزار اقدس بدایوں میں متصل آبادی شہر بجانب شمال برلب سڑک واقع ہے عرس ہر سال تین روز دہم ویازدہم ودوازدہم ربیع الثانی کو ہوتا ہے۔

مذاق کی شاعری

اپنے ایک گرامی نامے میں مولوی عبدالحی صاحب بدایونی صفا تخلص تحریر فرماتے ہیں کہ "مولانا صاحب نے اپنا تمام کلام عاشقانہ خدا جانے کس سبب سے ضائع کر دیا۔ ایک روز تمام مسودات غزلیات وغیرہ لیجا کر دریائے سوت کے نذر کر دئے اب جو کچھ کلام طبع ہوا ہے وہ بعض لوگوں کے پاس سے تلاش کر کے جمع کیا گیا ہے" یہی وجہ ہے کہ موجودہ دیوان میں عاشقانہ غزلوں کی تعداد سو سوا سو سے زیادہ نہیں ہے باقی ۲۰۰ صفحوں کے قریب حمد ونعت ومنقبت وغیرہ کے قصیدوں قطعوں مخمسوں مسدسوں اور مثنویوں سے پُر ہیں یہ حصہ دیوان مولانا کے مذاق تصوف سے ضرور خبر دیتا ہے لیکن شاعری کے اعتبار سے کسی خاص ستائش کا مستحق نہیں بلکہ بعض موقعوں پر تو اسقدر معمولی ہے کہ اسکی بنا پر مولانا کی نسبت مرزا غالب کی رائے کو

ہم مبالغے سے خالی نہیں قرار دے سکتے۔ لیکن مذہبی نظموں میں شاعرانہ کمال کی تلاش سے درگذرا اور ان پر سخت تنقید سے قطع نظر نکرنا ہمارے نزدیک ایک حد تک انصاف کے خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت مذاق کے پایہ شاعری کی دریافت کے لئے بھی ہمیں زیادہ تر انکے عاشقانہ ہی کلام کی جانب رجوع لازم ہے ملاحظہ ہو۔

زباں پہ آہ رہی لب سے لب کبھو نہ ملا
تری طلب تو ملی کیا ہوا جو تو نہ ملا

بدل کے روپ ملا وضع عامیانہ میں
لباس خاص پہنکر وہ خوبرو نہ ملا

وہ آرزو سے ملا جب کچھ آرزو نہ رہی
نہ جب تلک گئی ملنے کی آرزو نہ ملا

پیالہ روبرو آئے تو اشک خون نہ بہا
شراب ناب میں اے چشم تر لہو نہ ملا

سنائے ساقی دوران کو نالہ مذاق
سپہر خاک میں مستونکی ہاے ہو نہ ملا

کھڑکی سے اس صنم کا جو مکھڑا نظر پڑا
طاق حرم سے جلوہ خدا کا نظر پڑا

سات آسمان کی سیر ہے پردہ نہیں آج کرکے
آنکھیں کھلیں تو طرفہ تماشا نظر پڑا

میں مست ہوں مذاق مے انتظار سے
ساقی نہ مے نہ جام نہ مینا نظر پڑا

کوئی رہبر نہ ترے منزل در کا نکلا
خضر بھی نابلد اس راہ گذر کا نکلا

ہائے سودائے رخ و زلف کی آوارگیاں
گھر یہ میں شام کو جاتا ہوں سحر کا نکلا

جسکو ہم جانتے تھے جوہر جان و دل میں مذاق
وہ تو ٹکڑا کسی پیکان نظر کا نکلا

پڑا ہوں زیر قدم خاک رہگذر بنکر
جھکا ہو نہیں ہمہ تن اس گلی میں سر بنکر

نکلگیا مری آنکھوں سے مثل خواب و خیال
گذر گیا دل روشن سے وہ نظر بنکر

کتاب و خط ہی کے دھوکے میں بگئے اغیار
وہ یار آپ ہی آیا پیام بر بنکر

کسیکی تیغ نگہ نے مٹا دیئے دھبے
ہمارے داغ جگر کٹ گئے سپر بنکر

مذاق ساقی کوثر مجھے سنبھال لیگے
نشے میں بگڑی طبیعت مری اگر بنکر

آنکھوں میں جو آئیں دل دلگیر سے آنسو
پی جاؤں چرا کر کسی تدبیر سے آنسو

جسطرح کہ مینہ برسے ہے تاثیر ہوا سے
برسے ہیں مری آہ کی تاثیر سے آنسو

کچھ خیر مذاق اب نظر آتی نہیں دل کی
آتا ہے مری آنکھوں میں تاخیر سے آنسو

ہر دل میں مدعا کے عوض جان نکالیے | جی کھوئیے یہ جی کا نہ ارمان نکالیے
اس دل میں ایسے تیر ہیں کتنے ہی بے نشان | آپ اپنا دیکھ بھال کے پیکان نکالیے
ہے جی میں کھینچئے آہ کے شعلوں پہ تخت دل | پریوں کو سر پہ تخت سلیمان نکالیے

کلی گلنار کی یا آگ کا اک لال لوکا ہے | لباس سرخ سے وہ رشک گل شعلہ بھبوکا ہے
نشے میں بیخودی کی کرتا ہے باتیں خدائی کی | مذاق مست کو کچھ ہوش ہے کا ہے نہ توکا ہے

روتے ہیں پر نہیں معلوم سبب رونے کا | پڑ گیا دل کو مزا ہائے غضب رونے کا

ان غزلوں میں مضامین کی متانت انتخاب الفاظ کی خوبی اور کلام کی پختگی پر پختہ شاعر کی کہنہ مشقی کا ثبوت ہے اور ارباب محبت کے لیے سرور کا سرمایہ تصوف کا رنگ ان تمام خوبیوں پر مستزاد ہے اور اسی کو مذاق کی شاعری کا وصف امتیازی سمجھنا چاہیئے۔ مذہبی نظموں کی کمزوری کا ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ لیکن زور کلام کی بدولت کہیں کہیں ان میں بھی ایسا رنگ پیدا ہو گیا ہے کہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ دیکھیے۔

ہر رنگ میں ہے وہ چمن آرائے مدینہ | ہر گل میں ہے بوئے گل زیبائے مدینہ
پردوں میں حیا کے اسے خالق نے چھپایا | کس طرح نہ عشاق سے شرمائے مدینہ
ہر دیدہ میں وہ نور سواد مدنی ہے | ہر دل میں نمایاں ہے سویدائے مدینہ
ہم خاک نشینوں کی وہ شب ہے شب معراج | جس رات میں ہم دیکھ لیں بیدائے مدینہ
سب اہل جنوں خاک میں اس دشت کی مل جائیں | مل جائے جو دیوانوں کو صحرائے مدینہ
یاں حسن کی شہرت ہے تو واں عشق کا چرچا | تم ہند میں مشہور ہیں رسوائے مدینہ
یاد اپنی غلامی میں کبھی لیجیے صاحب | کیا بھول گئے بندہ کو مولائے مدینہ
ہیں تازہ مضامین مذاق اپنی غزل میں | بہتر ہیں سبھی یوں تو غزلہائے مدینہ

مشاہدات زندان (۳)

تقریباً چالیس روز کی کشمکش اور بیکار طوالت کے بعد آخر کار مقدمہ کا وہی فیصلہ ہوا جو اس قسم کے مقدمات میں ہمیشہ ہوا کرتا ہے یعنی ۴ر اگست ۱۹۰۸ء سے قید سخت کا آغاز اس طور پر ہوا کہ کچہری سے جیل واپس پہونچتے ہی ایک لنگوٹ جانگیا اور ایک کرتا ٹوپی پہننے

کے لیئے، ایک ٹکڑا ٹاٹ اور ایک کمبل بچھانے اوڑھنے کے واسطے اور ایک قدح آہنی بڑا ایک چھوٹا و دیگر جملہ ضروریات کو رفع کرنے کی غرض سے مرحمت ہوا۔

ان چند چیزوں کے سوا قیدیوں کو اور کوئی شے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی ابتدا میں سامان بود و باند کی اس تقلیل سے کسیقدر تکلیف ضرور محسوس ہوئی لیکن بہت جلد طبیعت نے انہیں کے استعمال پر قانع ہو کر ایک عجیب و غریب سبق حاصل کیا کہ اگر انسان ہوا و ہوس کو ترک کر دے تو زندگی کی ضرورتیں اسقدر کم ہیں اور وہ بھی اتنی آسانی کے ساتھ فراہم ہو سکتی ہیں کہ بظاہر انکے لیئے انسان کو جبر و ستم یا مکر و فریب کے وسائل اختیار کرنے اور بعض اوقات اغیار کی بندگی و غلامی تک کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ایک حیرت انگیز معاملہ نظر آتا ہے۔ زندانی معاشرت کی یہ فقیرانہ شان ہر طرح سے راقم حروف کو مناسب حال تھی البتہ ابتدا میں بحالت نیم برہنگی فریضہ نماز کے ادا کرنے میں تکلف ہوتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اپنی مجبوری اور بے بسی کے احساس نے اسکا بھی خوگر بنا دیا جیل کی سخت ترین مشقت چکی ہے سے پہلے ہی روز سابقہ پڑا اور راقم نے بمصداق "ہر بلا کز آسماں آید بگرد آید" اس جبری خدمت کو بشرو چشم قبول کیا۔

عام طور پر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ مشقت چند روزہ ثابت ہوگی اور کسی سنٹرل جیل میں تبدیل ہو جانے پر کوئی لکھنے پڑھنے کا کام ملجائیگا۔ چنانچہ جب ۱۳ اگست کو دفعتاً تبادلہ آباد کی خبر معلوم ہوئی تو لوگونکے اس گمان کو اس بنا پر اور بھی تقویت حاصل ہوئی کہ اس جیل میں گورنمنٹ برانچ پریس اور جیل پریس کی موجودگی سے عام طور پر یہی نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ تعلیم یافتہ قیدیونکا وہاں بھیجا جانا اسی غرض سے ہوتا ہے کہ ان سے لکھنے ہی پڑھنے کی کوئی خدمت لیجائیگی لیکن راقم کو اہل فرنگ کی شرافت اور عالی حوصلگی سے کسی رعایت کی امید نہتی چنانچہ بعد میں ثابت ہوا کہ میرا خیال بالکل صحیح تھا اور الہ آباد جیل میں صرف یہی نہیں ہوا کہ بجائے کار تحریر راقم کو چکی ہی کی خدمت سپرد ہوئی بلکہ قید کی تقریباً ساری مدت روزانہ ایک من آٹا پیسنے سے سروکار رہا حالانکہ عام قیدیوں سے بھی عموماً چکی ایک یا دو ماہ سے زیادہ نہیں پسوائی جاتی۔

انتخاب بیاض حسرت موہانی

محتشم کاشی

خنک آں نسیم بشارتے کہ ز غائب نظری رسد | پس از انتظاری و مدتے خبرز بیخبرے رسد

ممنون سونی پتی

کس قدر شرحِ گرانباری غم لکھی تھی | کہ مرے نامے نے بازوئے کبوتر توڑے

شہیدی

بیمار محبت کو اب اللہ شفا دے | سنتے ہیں کہ ہاتھ اس سے مسیحا نے اٹھایا

میر تقی میر

کیا میں بھی پریشانیِ خاطر سے قریں تھا | آنکھیں تو کہیں تھیں دلِ غمدیدہ کہیں تھا
اب کوفت سی ہجراں کے جہاں تن پہ رکھا ہاتھ | جو درد و الم تھا سو کہے تو کہ یہیں تھا

قبول لکھنوی شاگرد ناسخ

رحم قاتل سے اسیر درد و غم یونہیں رہے | قید غم سے چھٹ گئے اغیار ہم یونہیں رہے

شاپور طہرانی

نمیگویم کہ از زندان ہجر آزاد کن ما را | اگر جائے گرفتارے بہ بینی یاد کن ما را
درگوشۂ تو فکر دل ناشاد نکردم | خود رفتنم و اورا ز غم آزاد نکردم

میرزا شرف قزوینی

غم نیست گر بخنجر کیں میکشد مرا | بہر رقیب میکشد این میکشد مرا
آمد بہ پرسشِ من و دردم فزود و رفت | صبرے کہ من نداشتم آنہم ربود و رفت
آخر شرف براہِ سگانِ تو جان سپرد | رسم وفا بمردم عالم نمود و رفت
اے ہمنشیں رقیبِ من زار بودہ | من غافل و تو نیز گرفتار بودہ

محتشم کاشی

روئے ناشستہ چو ماہش نگرید | چشم بیمار سیاہش نگرید
عذرخواہی کندم بعد از قتل | عذر بدتر ز گناہش نگرید

سوامی شوانند

سلطنت کے مقدمات اور تعلیم یافتہ اخبار نویسوں کے مبتلائے مصیبت ہونیکے واقعات گزشتہ دو سال کے عرصے میں اسقدر کثرت سے پیش آئے کہ لوگوں نے بالعموم انکی جانب زیادہ توجہ کرنا ہی ترک کر دیا۔ حب وطن کے جرم میں سزا یاب کتنے ہی نوجوان آج فرنگی قید خانوں میں اس تکلیف اور کس مپرسی کی حالت میں اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں کہ انکے چند اعزا و اقربا کے سوا اور کسی شخص کو کبھی انکی یاد تک نہ آتی ہوگی۔ جسطرح موت کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مرنیوالے کی یاد دلوں سے فراموش ہو جاتی ہے اسی طرح سے ان گرفتاران بلا کو بھی لوگوں نے گویا مردہ سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض مردان خدا اس درجے کے لوگ ہیں کہ صفات انسانی ان کی ذات پاک کے ساتھ نسبت رکھنے پر یقیناً فخر کرتے ہونگے۔ وطن پرستی، حریت پسندی، آزاد خیالی، بلند حوصلگی، بے تعصبی، خلوص اور خدا آگاہی ان جملہ صفات کا مجموعہ اگر کسی ایک شخص کی ذات میں یقینی طور پر باسانی ملسکتا ہے تو وہ سوامی شوانند کی ذات ہے جنکی نسبت قید ہونیکے بجائے یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ وہ آجکل بنارس سنٹرل جیل میں معتکف ہیں۔

راقم حروف کو قید فرنگ کے اضطراری طور پر جتنے ظاہری اور باطنی یا روحانی فوائد حاصل ہوئے انمیں سوامی جی سے حصول ملاقات کی عزت بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے حق یہ ہے کہ ایسے برگزیدہ لوگوں سے ربط و ارتباط محبت و اتحاد پیدا کرنے کے عوض ایک سال کیا سالہا سال کی قید بھی کوئی چیز نہیں۔

کیونکہ تکلیف قید تو عارضی ہوتی ہے اور زمانہ قید کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے لیکن خاصان خدا کی صحبت و معیت سے روح کو جو لازوال صفائی اور بلندی حاصل ہو جاتی ہے اسکا اثر تمام عمر تو یقیناً باقی رہتا ہے اور کیا عجب کہ مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔

سوامی جی ماہ دسمبر سنہ ء میں بمقام امراؤتی قانون سڈیشن کا شکار ہوئے تھے اور

صرف ایک قومی نظموں کی اشاعت کے جرم میں سات سال عبور دریائے شور کی سزا لیکر [illegible] سے ناگپور [illegible] پور میں کچھ روز رہنے کے بعد الہ آباد سنٹرل جیل میں تبدیل ہو کر اسی شب کو پہونچے جب کہ میں بھی علی گڑھ سے الہ آباد پہونچا جیل میں نئے آنیوالے قیدیوں کا جو معائنہ ہوا کرتا ہے چنانچہ اسی تقریب سے پہلے ہی دن ہم دونوں کو یکجائی کا موقع حاصل ہوا اور تنہائی و بیکسی کی [illegible] فلوطی و یکجہتی کا ایک [illegible] اور [illegible] سے جو [illegible] دنیا میں [illegible] [illegible]

[illegible] سزا جاسکا تمام اور مشقت میں جو بڑے بڑے [illegible] کی زیادتی کے باعث آنیوالوں کا [illegible] [illegible] ہم [illegible] پرانی تکلیف کے [illegible] ایک عذر بننے کی [illegible] اگر [illegible] دس بارہ دن کے بعد تو [illegible] نہ پردہ مقام ہے جس کی سزا [illegible] لوگ وہاں جانے [illegible] ہم قیدیوں کی طرح بڑے بڑے ڈاکوؤں اور [illegible] قیدیوں سے اخلاق و عادات ذلیل نہیں ہیں اور جو شخص ان [illegible] زیادہ تنگ ہے [illegible] مسٹر تلک [illegible] اور ایک حصے سے ترک دنیا کر کے [illegible] زیادتی سزا کو [illegible] غالباً آپ کے سناس کو [illegible] سوامی [illegible] لیکن ان کو یہ معلوم ہوا کہ راقم کو بھی مسٹر تلک [illegible] حاصل ہے تو انہوں نے [illegible] اصول [illegible] خیالات و رواج کو [illegible] درہ ست کی ایک ایسی مثال [illegible] تعلیم [illegible] وطن پرست [illegible]

جب تک ہم دونوں ساتھ رہے ہمارا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا بھی یکجا رہا یا تلک کا باوجود اختلاف مذہب ہمارے اس قلبی اتحاد کو دیکھکر لوگ حیرت کرتے تھے سوامی جی اپنی مادری زبان مرہٹی کے علاوہ انگریزی ہندی اور سنسکرت میں بھی معقول استعداد رکھتے ہیں اور فن موسیقی میں تو انہیں کمال کہنا بیجا نہ ہوگا۔ شعر و شاعری سے انکے ذہن و دماغ کو طبعی مناسبت تھی چنانچہ جس نظم پر انہیں سزا ہوئی وہ بھی خود انہیں کی تصنیف سے تھی مسٹر تلک کی شان میں انہوں نے مرہٹی اور ہندی کی بہت سی چیزیں کہی ہیں۔ کبھی کبھی وہ اپنے درد انگیز لہجے میں ان اشعار کو سناتے تھے تو تمام سننے والوں کی آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں۔ اب بھی جب اس عہد دلفریب کی یاد آتی ہے تو بے اختیار دل سے آہ نکل جاتی ہے۔ حسرت ؎

عہد یک عمر فراغت سے بھی بہتر گذرا ۔۔۔ وہ جو اک لحظہ تری یاد میں ہم پر گذرا

بابو اربندو گھوش نے جیل سے نکلکر سری کرشن مہاراج کے درشن کا جو حال ظاہر کیا ہے اُسے بعض کور باطن محض ایک ذہنی افسانہ قرار دیتے ہیں لیکن ہمکو اُن کے بیان کی صحت میں مطلق شبہ نہیں ہے اسلئے کہ ہمنے بذات خود اس عجیب و غریب تجربہ کیا ہے جو سری کرشن کا نام آتے ہی فوری طور پر سوامی جی کے قلب پر اور بطور عکس تمام حاضرین کے دل پر یقیناً طاری ہو جاتا تھا

اس سرچشمۂ محبت کی شان میں سوامی جی کی نغمہ سنجی کا پر لطف اثر ابھی تک راقم کے دلمیں موجود ہے اور غالباً مدت العمر موجود رہیگا ؎

سانورو ہنواری ۔۔۔ موکو آسا تہاری

رات کو سونے سے قبل ہم دونوں مسٹر تلک کے ساتھ اپنی اپنی آرزومندیوں کی کیفیت اور اپنی اپنی پولٹیکل زندگی کے دیگر حالات بیان کرکے اکثر دلمیں سوچا کرتے تھے کہ اگر ہمارے قید کا زمانہ اسی صورت سے برابر بسر ہو تو ایسی گرفتاری ہزار آزادیوں سے بہتر ہے لیکن افسوس کہ وہ صحبت بہت جلد برہم ہو گئی [illegible] اسطرح سے علیحدہ علیحدہ [illegible]

تقریروں کے ذریعے سے سلسلہ سلام و پیام الفت جاری رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز معلوم ہوا کہ دفعتاً سوامی جی الہ آباد سے بنارس بھیجدیے گئے۔ بنارس میں بھی سوامی جی کا وہی رنگ اور وہی حال ہے۔ چنانچہ ماہ گذشتہ میں بتقاضائے محبت جب راقم ان سے ملنے کے لئے بنارس گیا تو انہیں بدستور راضی برضائے الٰہی بادہ محبت و وطن پرستی سے سرشار پایا۔

تنقید کتب و رسائل

گلگشت عیش[1]

شیخ [illegible] علی مرحوم [illegible] اچھے صاحب عیش لکھنوی نے زمانہ شاہی میں عیش باغ [illegible] کی کیفیت [illegible] مرزا رجب علی بیگ [illegible] مغفور صاحب فسانہ عجائب کے رنگ میں [illegible] لکھی تھی جسے اب [illegible] جناب مولانا مولوی شیخ فدا حسین صاحب پروفیسر دینیات مدرسۃ العلوم علی گڑھ نے مطبع احمدی میں دوبارا چھپوا کر [illegible] شائع کیا [illegible] اچھے صاحب مرحوم لکھنؤ [illegible] آمد کے مستند اساتذہ [illegible] جاتے تھے [illegible] دیوان عیش کا انتخاب بھی وقت پر شائع ہوا۔ [illegible] طرح قدیم رنگ کی نثر نگاری میں [illegible] مرحوم کو کمال حاصل تھا جس کا [illegible] نمونہ کتاب زیر نظر میں موجود ہے [illegible] عجب [illegible] دکھایا گیا ہے [illegible] خریداروں کا [illegible] ایک [illegible] تماشا کو دیکھا تھا۔ قیمت چکانے میں ذرا دیر ہوئی [illegible] ایک روپیہ کو [illegible] جب [illegible] نوجوانوں کا یہ حال ہو [illegible] سن و سال ہو تو بجا ہے [illegible] کے حق بجانب ہے بلکہ بہت مشہور ہے اگر وہ کسی چیز کی [illegible] تو اُن کا کیا قصور ہے سارا انہیں کی عقل کا فتور ہے بہت سے عمر [illegible] اسی نوے برس کا [illegible]

[1] حجم ۴۰ صفحے قیمت [illegible] مطبع [illegible] علیگڑھ اردوئے معلی [illegible] میں مل سکتی ہے

مرشیکے دن بدن میں رعشہ کوزہ پشت پھونکے پڑے ہیں انگلیاں پکڑے میلے کی سیر کرتے پھرتے ہیں لڑکوں کی ٹھوکروں کے ساتھ آپ بھی گرتے ہیں اگر کسی نوجوان دل لگی باز نے اعتراض کیا کہ جناب بایں سن و سال و ریش سفید میلے ٹھیلے میں جانا آپ کی وضع کے خلاف ہے گوشۂ عزلت میں بیٹھکر اللہ اللہ کیجئے لڑکوں کو کسی اتا ماما چھوچھو لو دیجے تو فوراً تیوری بدلکر اتنا کہتے ہی جامہ سے باہر ہوگئے بگڑ کر جواب دیا کہ قبلہ حاجات اگر آدمی کو نوکر رکھنے کی طاقت ہو تو کیا کرے لڑکوں کو کیونکر بہلائے۔ اگر آپ سیر و تماشا نہ کھلا اور قطع نظر اسکے آپکے دماغ میں خلل ہے بندہ درگاہ کا اس شعر پر عمل ہے

پیری میں کروں سیر جوانی تو بجا ہے　　دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشا گذری کا

دل در خم زلف دلبرانست ہنوز　　افسانۂ عشق درمیانست ہنوز

دنیا میں سب طرح کے لوگ ہیں کوئی محکوم نفس امارہ ہے کوئی مطیع اوامر خدائے یگانہ خالق ماہ و ستارہ ہے العادة کالطبیعة الثانیہ مشہور ہے۔ ہر فرد بشر اپنی خلقت سے مجبور ہے ایک طرف امرائے عالی تبار کوئی پیدل کوئی سوار آگے آگے آب ہیلوں میں نقیب جان نثار پیچھے پیچھے خدمتگار خراماں خراماں سیر کا مزا لیتے لطف اٹھاتے تھے گرد و پیش ملنے والے کچھ فقیر ہمزاد کی صورت ساتھ ساتھ چلے جاتے تھے۔ ایک طرف شہر کے مہاجن مالدار لباس زرتار پہنے مکھیاں اڑاتے چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ ایک جانب بنئے بقال دھم دھوسڑ موٹے تازے گھی کے کپے ریل کے انجن حضرت گنج کی سڑک کے بیلن لڑھکتے پڑھکتے چلے جاتے تھے مردمان بازاری رذیل دست جولاہے کنجڑے قصائیوں کی وہ کثرت کہ اگر تھالی پھینکو تو سر ہی سر جاتی نظر آئے ایسے ہجوم اور جھگڑے بھی دیکھنے میں آئے جا بجا اہل حرفہ پیشہ ور دوکانیں لگائے نظر آئے کہیں حلال پوری کہیں سیو گھوسے گوجے بھنے چنے لونگ چڑے سیلیاں دہی بڑے سنگھاڑے کہیں کھیلکوڑ پھلیل پونڈے کی گنڈیریاں کہیں رنگتے کوے تاڑنگیاں کہیں ہنڈولے گڑے۔ کچھ جوان کچھ لڑکے جھولتے نظر پڑے کہیں لڑکی کہیں تٹ کہیں ریچھ اور بندر والوں کے تماشے کہیں ہر قسم کے عمدہ عمدہ کھلونے

رکھے کہیں نان بائی پلاؤ زردہ قورمہ باقرخانی نہایت نرم لاثانی کمال با آب و تاب بےنظیر و لاجواب خستہ خوش رنگ شیرمال رشک تحفہ مرجان غیرت دست حنائی معشوقان گرم مزاج ماہ جمال سجے نظر آتے کہیں سیخ اور راہی لوتے کے شامی کباب باآب و تاب پسند خاطر احباب ایسے چٹ پٹے کہ آنکھ ناک سے پانی بہے اگر زیادہ کھانے کی نوبت آئے کبابوں کے بدلے کلیجہ بھن جائے حلوائیوں کی دوکانوں پر ہر قسم کی عمدہ عمدہ نفیس لذیذ رنگ برنگ کی مٹھائی پیڑا برفی چاندی کے ورق جمے لڈو موتی چور ریوڑی کھجلا اندرسا گلاب جامن جلیبی امرتی بالوشاہی جسکا ماہ سے تا ماہی نظیر دشوار ہو شفاف تھالوں میں قرینے سے چنی چنائی موجود پائی کہیں کسی دوکان پر جہان بھر کی نعمت نظر آتی کہیں برف والے بالائی شربت کی قفلیاں مٹکیوں میں رکھے آواز لگا رہے تھے بالائی کی برف ہے لینے والو کھالو دو پیسے کا صرف ہے کہیں فیوتی بھائیوں کے جلسے جھمکٹے دبلے پتلے مہنے جوگی لاغری سے ڈیڑہ سے نیچے سینے پچوتا بچھائے بیٹھے خوبصورت رنگ برنگ چینی کی پیالیوں میں خون کبوتر افیون گھلنی کا نٹوں میں تلتی دمبدم چٹکی چلتی سماور کی شیریں چار بنتی دودھ بالائی چینی عمدہ عمدہ توے کے حقے بھر چلموں پر چینہ رکھے خوشبو دار تماکو دم کھائی ہوئی تیار بیٹھے پی رہے تھے افیون لیلی وش کی وصل کی امید پر مجنون وار ہی بیٹھے تھے قصے کہانیاں دنیا بھر کی غپ شپ اڑاتے تھے امیر حمزہ کی داستان عجب لطف سے سناتے تھے۔"

غنچۂ نوبہار[۵۱]

یعنی مجموعہ رباعیات ردیف وار جناب مولوی سید مرتضی صاحب شفق عماد پوری جنکی نسبت جلیل جانشین امیر مینائی مرحوم کا قول ہے کہ "ہر رباعی تازگی میں فرد ہے"۔ بطور نمونہ چند منتخب رباعیاں درج رسالہ کیجاتی ہیں۔

۵۱ حجم ... صفحے نقطع ... مجموعہ ... غالباً ... مصنف شفق عماد پوری ... طبع کیا ... ہے

آنکھوں میں جوش اشکباری کب تک آئے نہ قرار آئے گا شفق	فریاد و فغاں و آہ و زاری کب تک بیچین رکھیگی بیقراری کب تک
دیتے ہیں دل کا آسرا ہی تو ہی [illegible] نا وکے [illegible]	ہر درد و الم کا آشنا ہی تو ہے بندوں کا خدا ہی ناخدا ہی تو ہے
کس طرح وہ عذر [illegible] ہی [illegible] [illegible] میں مظلوم شفق	کس طرح وہ سب کی ادر خو ہی [illegible] بندوں کی جب التجا خدا ہی [illegible]
کھوئے ہوئے [illegible] صبر کرتے ہی بنی اس شک مسیح کی جدائی میں شفق	آخر ہمیں جان سے گزرتے ہی بنی جینے ہی بنی ہمیں نہ مرتے ہی بنی

اخلاق محمدی

(مؤلفہ جناب مولوی سید احمد صاحب فاضل متوسل مدرسۃ العلوم ساکن محلہ سیلگنج علی گڑھ)

اس کتاب میں اسلامی اخلاق طرز معاشرت علم المجالس وغیرہ کے متعلق وہ آیتیں اور روایتیں جمع کی گئی ہیں جو متفق علیہ ہیں اور جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قرن اول کے مسلمان (جنہوں نے قلیل عرصہ میں ایک ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا تھا جو تاریخ عالم میں بےنظیر ہی) کیا اوصاف رکھتے تھے ایک دوسرے سے کس طرح ملتے اور آپس میں کس طرح معاشرت کرتے تھے۔ یہ کتاب حقیقت میں اسلامی ایتھکس کا پورا نمونہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (میں اسلیے آیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی پوری تکمیل کردوں) کی پوری تصدیق کرتی ہی۔ اگر مسلمان ان اوصاف کو پھر حاصل کر لیں تو وہ دنیا کی مہذب ترین اقوام میں داخل ہو سکتے ہیں۔

ایک کالم میں اصلی آیتیں اور احادیث ہیں دوسرے میں سلیس اردو ترجمہ اور توضیح کی غرض سے کہیں کہیں نوٹ بھی اضافہ کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب اسلامی اخلاق کا آئینہ ہی اس سے اسلام کی اخلاقی قوت کا جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہی اور پھیلتی جاتی ہی پورا اندازہ ہو سکتا ہی اور مذہب اسلام کی سچائی ذہن نشین ہو جاتی ہی تعلیم یافتہ

[illegible] ایسے معلومات کو [illegible] جو [illegible] ہر مسلمان کے لیے اسکا دیکھنا اور پاس رکھنا ضروری [illegible] دستیاب ہے۔ قیمت فی جلد [illegible] یعنی [illegible] ہونا چاہیے۔

[illegible]

قیمت [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] مضمون [illegible]

[illegible] میں [illegible] الدین آزاد دہلوی نے ایسی دلفریب زبان میں لکھے ہیں [illegible] کرنے کے برابر ہے [illegible] مدیر رسالہ [illegible] خواجہ حسن نظامی [illegible] اور انکے اوصاف کا تعارف کرانا اسی طرح دشوار ہے جس طرح [illegible] واقعہ [illegible] آزاد مسلمانوں کے اس دور آخر میں [illegible] وقت [illegible] کی قدر دانی [illegible] باقی ہوتیں [illegible] لیونکہ انکے [illegible] حلقہ [illegible] عربی فارسی اردو تینوں زبانوں [illegible] کے سامنے کی تقریر [illegible] دل آویز اور جادو [illegible] جلسوں میں لوگوں انکی تحریر [illegible] اپنی خواہش پر [illegible]

[illegible] آزاد کی نسبت حضرت ثاقب [illegible] حضرت خواجہ صاحب بھی بڑی [illegible] قول [illegible]

[illegible]

رسالہ ادیب الہ آباد با تصویر [illegible] قیمت سالانہ [illegible] شروع [illegible] مشہور [illegible] صاحب [illegible] سابق اڈیٹر رسالہ [illegible] الہ آباد [illegible] ادیب نام [illegible] رسالہ نکالنا شروع کیا [illegible] رسالہ [illegible] مضامین کی [illegible] چھپائی کی [illegible]

[illegible] رسالوں میں شمار کیے جانے کا ہر طرح سے مستحق [illegible] اس رسالہ کی [illegible] سے خواستگار ہیں۔

غزلیات حسرت موہانی نوشتۂ زندان فرنگ

ردیف "ظ"

کچھ ہمکو عجب گریۂ مستی میں ملاحظ — ایسا تو کسی شے میں نہوگا بخدا حظ
کیا آئے اگر آئے بھی دم بھر کیلئے تم — اس سے تو بڑھا درد جگر اور کیا حظ
مرغوب دل و جان تمنا ہی نکیوں ہو — رکھتا ہی غم شوق ترا حد سے سوا حظ
پوچھے کوئی رندان سیہ مست کے جی سے — کیا کچھ نہ انہیں خدمت ساقی میں ملا حظ
اچھا ہی اگر فصل گل آئی نہ جہاں میں — کیا اس سے مگر پائینگے ہم سیر پا حظ
تم مشق جفا چھوڑ دو گر ہو تمہیں معلوم — رکھتی ہی جو پابندی آئین وفا حظ
ہی پاس ادب رسم قدیم شعرا کا — حسرت نہیں اس قسم کی اشعار میں کیا حظ

ردیف "ع"

الوداع اے ماہ رمضان الوداع — الوداع اے مونس جاں الوداع
تجھسے روشن تھا سواد ملک جاں — اے چراغ نور ایماں الوداع
اے زمان رحمت حق الفراق — اے محب اہل عصیاں الوداع
اے نشان شان صبر و فقر و عشق — شاہد عشاق حیراں الوداع
لذت افطار واے لطف سحر — تم میں تھا عیش فراواں الوداع
عین راحت تجھسے تھی تکلیف قید — اے انیس اہل زنداں الوداع
قدر جانی کچھ نہ تیری اے عزیز — تجھسے حسرت ہی پشیماں الوداع

ردیف "غ"

دل تھا رنج ہجر یار کا داغ — کیا ہوا آہ وہ زمان فراغ
گر نہ ہم غمزدوں پہ جور اتنا — گل نہو جائے عاشقی کا چراغ
چھیڑ ناحق نہ اے نسیم بہار — سیر گل کا یہاں کسے ہی دماغ
ہی وہ اک لالہ زار ناکامی — دل نے کھائے ہیں بسکہ داغ پہ داغ
ہمنے ڈھونڈھا بہت مگر حسرت — نہ ملا دل میں خرمی کا سراغ

ردیف "ف"

وہ شوخ عجب کیا ہے مجھ سے جو نہیں واقف
گناہوں سے ہٹتا ہے کوئی بھی کسی واقف

ہم عشق کے بندوں کو اسلام سے کیا مطلب
اس بات سے خود ہوگا وہ دشمن دیں واقف

تقریب محبت کی کیا خوب وہ تھی ساعت
جس وقت ہوا مجھ سے وہ ماہ جبیں واقف

ناکامی پیہم کا رہتا ہے کرم ہم پر
ہم درد کے خوگر ہیں راحت سے نہیں واقف

بیکار ہے ملے دولت حسرت کو نہ دے اللہ
ہے تیرے بکھیڑوں سے وہ خاک نشیں واقف

ردیف "ق"

مجھ سے ہے حسن و جمال دو جہاں کی رونق
ای تری یاد مرے خانۂ جاں کی رونق

یاد میں اُس گل رعنا کے جو نکلے آنسو
بن گئے دیدۂ خونابہ فشاں کی رونق

جا گزیں مجھ میں ہوئی تیری محبت دل میں
بڑھ گئی اور بھی اس جنس گراں کی رونق

مقدم یار کی آنکھوں میں بسی ہے جو بہار
قابل دید ہے چشم نگراں کی رونق

ہر طرف رندی و مستی کا نمودار ہے رنگ
ہے خرابی سے خراباتِ مغاں کی رونق

کیا نہیں شوق شہادت کو یہ کافی اعزاز
کہ مرا سر ہے ترے نوکِ سناں کی رونق

تیرے حسن نظر افروز کی جلوے سے اے شوخ
ہو گئی ہیں نگہ دیدہ وراں کی رونق

شعر سے تیرے ہوئی مصحفی و میر کے بعد
تازہ حسرت اثر حسن بیاں کی رونق

غزل حضرت شاہ عبدالعلیم آسی سکندرپوری مدظلہ عطیہ سید شاہد علی سبزواری منیجر

سر کٹانے کے لیے دل وہیں بیتاب ہوا
کشش ابروئے خنجر جو سیہ تاب ہوا

خاکساری سببِ آبروئے سالک ہے
جو ملا خاک میں آنسو درِ نایاب ہوا

ظرف اگر پائے تو نفرت سے کبھی سیر نہ ہو
پیر نہ دریا سے کبھی کاسۂ گرداب ہوا

جب سے دیکھا ہے تجھے کیا خاک لگے آنکھ اسکی
دیدۂ رخنۂ دیوار بھی بیخواب ہوا

خوب یکرنگی الفت کے تماشے دیکھے
روز سیہ وار بلبل شب سرخاب ہوا

قابل سجدہ ہوا جھک کے ملا جو کوئی
قدِ خم گشتہ میں پیدا خم محراب ہوا

شعر وہ نور سے لبریز پڑھے آسی نے
حلقۂ اہل سخن ہالۂ مہتاب ہوا

غزل مولانا عرش گیاوی تلمیذ حضرت تسلیم لکھنوی

صبحِ پیری خاک میں سوزِ نہاں پیدا کروں
شمعِ کشتہ ہوں کہاں سے گرمیاں پیدا کروں

تھے سُبک رو چل بسے اس باغ سے نکہت کی طرح
میں کہاں سے نقشِ پائے کارواں پیدا کروں

صرفِ ہستی کر رہا ہوں وصل کی اُمید پر
بے نشاں ہو لوں تو میں نام و نشاں پیدا کروں

بے در و دیوار ہو بے مونس و غمخوار ہو
جی میں آتا ہے کہ اک ایسا مکاں پیدا کروں

گردشِ قسمت سے ہوں اک حلقۂ گرداب سا
جس جگہ جا ہوں میں وہ آسماں پیدا کروں

ہو اگر اُس نوجواں کی چند دن صحبت نصیب
جوشش کچھ پیدا کروں کچھ گرمیاں پیدا کروں

کاہ ہوں میں لاغری سے اور دشمن ہے ہوا
اپنے رہنے کی جگہ یارب کہاں پیدا کروں

ہوں وہ گویا شکوۂ قاتل اگر منظور ہو
میں دہانِ زخم میں بھی اک زباں پیدا کروں

یادگارِ مومنِ مرحوم ہوں اے عرش میں
کیوں نہ وہ رنگِ سخن حسنِ بیاں پیدا کروں

غزل جناب مولوی محمد یونس صاحب ہیندا مے

کردہ بیخود عالمے را غمزۂ مستانہ است
رستخیزی کردہ برپا عشوۂ جانانہ است

جلوہ گاہ طالبان مستی عشقت ایں
روز افزوں باد ساقی رونق میخانہ است

آنکہ بیروں آمد از خود پے تو آں ملت بتو
آشنای بحرِ عرفاں چوں شد بیگانہ است

لے چراغ حسن باقی شد نصیب ما فنا
زندہ کے ماند ز سوز عشق تو پروانہ است

بار یابی کے نصیب نارسیدہ کاراں شود
رہ نمی یابند ہم پاکان بہ خلوتخانہ است

می نمائی جلوہ و پوشیدہ مانی از نظر
بس جنوں خیز است لیلا انداز معشوقانہ است

از کلام تو دگر شد عالی محفل ای جلیل
مست میا زد ترنم مثنی مستانہ است

غزل جناب شفق عمادپوری تلمیذ امیر مینائی مرحوم

مدتوں پر ہوا میرا دلِ ویراں آباد
شکر ہے آپ سے ہے خانۂ احساں آباد

تیرے دیوانوں سے ہی خانۂ زنداں آباد
قیس و فرہاد کریں کوہ و بیاباں آباد

صبحدم ہو گئی سُنسان سرا ہستی
رات بھر کے لئے کیا کیا تھے مہماں آباد

کیا اسیرانِ قفس کی ہوئی پوری میعاد
آج پھر دیکھتے ہیں صحنِ گلستاں آباد

ہم ہیں مہمان اجل سوئے عدم جاتے ہیں
اور گھر جاکے کرے اب شب ہجراں آباد

اے اجل سیکڑوں گھر تو نے کئے جب برباد
تب ہوا جاکے کہیں گور غریباں آباد

چل بسے اور جو مرغان خوش الحاں اے غنچہ
تیرے نغموں سے ہے اب صحن گلستاں آباد

غزل جناب منشی منگل سین صاحب بیدل جھنجانوی

میری آنکھوں میں ہے عکس رخ زیبا انکا
میری نظروں سے ٹپکتا ہے تماشا اُن کا

دل آزار طلب کو ہو نوید درماں
بنگیا راحت جاں درد تمنا اُن کا

کاش ملجائیں وہ عالم سے مجھے آنکھیں بنکر
دیکھ لوں ایک نظر میں کبھی تماشا اُن کا

مفت بربادی ناموس وفا ہوتی ہے
یا مرا ہوکے رہے یا دل شیدا اُن کا

شمع و پروانہ کہو یا گل و بلبل سمجھو
نام روشن ہے زمانے میں ہمارا اُن کا

اسطرف پاس وفا اور اُنہیں پاس عدا
ہوگیا رنج اسی بات پہ میرا اُن کا

مجھکو بیدل ابھی مرجانے کی فرصت کب تھی
دیکھتا تھا اسی پہلو سے کلیجا اُن کا

غزل جناب مولوی سید امین الحسن صاحب بسمل موہانی

یہ آمد آمد گل یہ بہار کی امید
جنوں ہے ضبط کی خواہش قرار کی امید

لکھا نے لاؤں میں کس خوش نصیب سے مانگوں
وہ بیخودی وہ شب انتظار کی امید

ہجوم زخموں کا وہ اور نشاط کا یہ کچھہ
ابھر رہی ہے دل داغدار کی امید

نہو جو گرمیٔ الفت تو آرزو کیا ہو
تمہاری سرو نگہہ پر نثار کی امید

ہیں عندلیب کی محرومیاں سبق آموز
گلوں سے جسکو نہیں ایک خار کی امید

وہ آرزو ہی نہیں جسمیں تم شریک نہو
جو خود بخود ہو وہ کس اعتبار کی امید

نہوگی انکے تغافل سے دستگیری ترک
غلط ہے بسمل بے اختیار کی امید

۴۸۶

دیوان واجد علیشاہ اختر
مرحوم بادشاہ اودھ

آہی عشق ترا میرے دلسے دور نہوگا
گنہگار ہوں پر اب کبھی قصور نہوگا

شراب ساقی کوثر بھری ہے جسمیں لبالب
ہزار شیشۂ دل توڑیں چور چور نہوگا

کہ تشنے لاکھ بدل کر دکھائی وہ رخ رنگین
ترے نظارے کی قابل جمال حور نہوگا

غرور ہے تجھے زیبا کہ تو ہی مالک عالم
کلام بےادبانہ ترے حضور نہوگا

لوای حمد کا سایہ جو چاہتا ہی تو اختر
تو سر پہ سایۂ بال ہما ضرور نہوگا

ابرو کا کوئی مجھ پر اب وار نہ ٹھہریگا
وہ ترک بھی عاری ہے زنہار نہ ٹھہریگا

بدہی یہ دل مجنوں گیسو سا پریشان ہے
تاروں میں جو الجھیگا زنہار نہ ٹھہریگا

مجھکو بھی دکھا دینا آج اپنا رخ رنگیں
فردائے قیامت پر دیدار نہ ٹھہریگا

آنکھوں میں دم اٹکا ہے اکدم میں رواں ہوگا
اس نرگس شہلا کا بیمار نہ ٹھہریگا

ہٹ پوچھو نکا اختر میخانہ میں دو رائے
دکان اٹھا ڈالو بازار نہ ٹھہریگا

کیا عشق بجنس آئے خریدار تمہارا
دکا نہیں سماتا نہیں بازار تمہارا

بلبل کی رہائی سے ہوا طائر دل صید
تڑپا قفس تن میں گرفتار تمہارا

ہیں موج می نابسی شیشے تہ و بالا
کمظرف ہے اس دور میں سرشار تمہارا

اس چشم کو دیدار اگر مد نظر ہو
سوئے نہ کبھی دیدۂ بیدار تمہارا

میں طائر دل آج اڑا دوں گا ہوا پر
شہباز نظر ہو رہی طیار تمہارا

کچھ حسن بھی بڑھتے ہو اگر عشق فزوں ہو
موجود ہی اختر سا خریدار تمہارا

ہر باد نکرا سکو ذرا ہاتھ پہ دھر لا
لے باد صبا خاک در یار اٹھا لا

لیجا دل بیتاب نشانی مری قاصد
سیمابی ہے مرتبۂ عشق خبر لا

میخانے میں روتا ہی مرا شیشۂ دل بھی
نالوں سے اسے خشک کروں دیدۂ تر لا

منقار سے توڑا کرے یہ آتش گل کو
امید دل بلبل نالاں کہیں بر لا

حسرت ہی کہیں حسرت دل اسکی نکالے
اس اختر غمگیں کے لیے دیدۂ تر لا

میں خار خار ہوں میری بہار لیتا جا
چمن کے برگ میں اے گلعذار لیتا جا

ہوا کیطرح دکھاتا ہی سحر مٹی پر
یہ چار نقش بھی اے شہسوار لیتا جا

گلابی تجھ پہ گلا کاٹے ایسا رند ہے تو
مجھے بھی مستی سے اے بادہ خوار لیتا جا

دلا شراب کے وہ نشہ سے ہیں مست بہت
کھلیں ہیں نرگسی آنکھیں خمار لیتا جا

شروع ابر ہے ساقی بنا ہمیں لیطے
ہمارا دوش صبا پر شکار لیتا جا

یہ نذر ہی گل داغ جنوں کی ای اختر
چمن میں آیا تو کچھ گلعذار لیتا جا

زلف کی یاد سے مضمون رسا کھل جاتا
فکر رخسار سے مشتاق لقا کھل جاتا

بستگی ہوتی جو قبضہ میں تیرے ای قاتل
خنجر تار سے خون شہدا کھل جاتا

نام تیرا جو نگین پر ترے کندہ ہوتا
میرے ہر داغ پہ یہ نقش وفا کھل جاتا

ناتواں ایسا ہوا سنگدلا الفت میں
کہربا سے یہ غم ہوش ربا کھل جاتا

تاب نظارہ جمال رخ روشن کی کہاں
چشم پوشی سے اگر روے خدا کھل جاتا

حسن اختر سے جدا ئی عشق کبھی تو لڑتا
بحر و تیرا وہیں ذہن ودکا کھل جاتا

پریاں تو اڑ گئیں دل دیوانہ رہ گیا
شعلہ پتنگ ہوگیا پروانہ رہ گیا

عشق خدا پرست سے بتخانہ رہ گیا
عشق زلال نوش سے پیمانہ رہ گیا

پھر کے نرگس میگوں کا مست سے
ساغر کا دور ہوگیا مستانہ رہ گیا

پامال ہم ہوئے تھے جو گلشن میں اسکے ساتھ
اپنا سمجھ کے سبزہ بیگانہ رہ گیا

چھلکا دل دور میں کسی رند مست سے
لبریز اشک چشم کا پیمانہ رہ گیا

تصویر یار دل میں ہے گو منھ یہ وہ نہیں
اختر خدا کا شکر صنم خانہ رہ گیا

دشوار ہوا ہے اب تو جینا یارب
کیا سہل ہے موت کا قسمنا یارب

پھر مصحف رخ دکھائی مجھکو وہ ماہ	آتا ہے رجب کا پھر مہینا یارب
دیوان رہے میرا تا قیامت باقی	سوئے پہ کیا ہے مینی مینا یارب
ساقی کی جدائی کیوں نہ بھکائے مجھے	توڑوں کیونکر نہ جام و مینا یارب
احمد کا ہو دھیان دل میں اختر ہر دم	سینہ کیونکر نہو مدینہ یارب
دل خونبار نے اشکو نہیں کھایا خوناب	عوض تار نظر آنکھ میں پایا خوناب
جب سنا وصف لب لعل صنم کا پینے	پیشوائی کو وہیں آنکھ میں آیا خوناب
ہاتھ تو ٹوٹ چکے آنکھ بھی پھوٹیگی ضرور	الفت یار میں اختر نے بہایا خوناب
وہ وطن یاد ہے غربت میں وہ ساری احباب	ہائے کب تجھسے ملیں گی مرے پیارے احباب
جو تیغ سے ہیں گل زخمہائے تن شاداب	کمال اس گل تر سے ہوا چمن شاداب
کھنچے تار نظر سے بڑھی مسلمانی	ہوا نہ رشتۂ زنار برہمن شاداب
سمجھ تو آتش گل کا کھلا ہے راز نہاں	کہ شمع بزم سے ہے سارے انجمن شاداب
گلوں کا نشو و نما ہی مجھی سے اے بلبل	سحاب اشک سے کیونکر نہو چمن شاداب
مسی سے اسکو نہ سوسن نمط سیاہ کرو	کبھی تو پان کی سرخی سے ہو دہن شاداب
گلو کہیں خط ریحان بھی صاف کرواؤ	صلاح اختر رنگین سی ہو چمن شاداب
شمع عریاں کی طرح دل نہ جلاؤ صاحب	اپنے جامے سے نہ باہر ہوئے جاؤ صاحب
حلقۂ چشم کو پابوسی کی حسرت ہے بہت	آنکھ میں بھی معہ پاپوش سماؤ صاحب
کہیں تار نظر بدنہ نزاکت پہ پڑے	بال کی اوٹ میں جاتے ہو تو جاؤ صاحب
چشم پوشی نکرو باغ میں ہوش نظر	آنکھ نرگس کی ہے جانا ہو تو جاؤ صاحب
ماہ رو میرے چہرہ پایا نکرو اختر کو	آسماں برسے زمیں پر تو بلا و جفا
گلشن بہار پر ہے بنا ہے قلم گلاب	توڑیں زمین شعر سے کیونکر نہ ہم گلاب
گلشن میں روح طائر رنگ پریدہ ہوں	سمجھا ہے خوب اپنا وجود و عدم گلاب
آب دو آتشیں سے گرانی ہے خود مجھے	بہر مریض عشق تو ہوتا ہے سم گلاب
مینوش ہو نمیں شیشۂ دل میرا بھر گیا	ساقی کے ہاتھ بھی ہیں سحاب کرم گلاب

اختر جما ہے تختے پہ جسطرح سے قلم	پھولی زمین شعر میں اسطرح کم گلاب
منگواؤں سینہ سی ساقی کو آج بوی کباب	شراب خانہ میں لازم ہی جستجوے کباب
جلے ہوؤں کو جلا کر سیاہ کرتے ہو	نگاہ پھیرے کیوں دیکھتے ہو سوئے کباب
شکار اب بطمی کا ضرور ہو ساقی	شراب پیتے ہیں رندو نکو آرزوی کباب
جو نکلے دور میں سیخ کباب لازم ہے	خدا جلائے اُسکو جو ہو عدوی کباب
گلوں سے بلبل شیدا کا دل جلاتا	چمن میں آئی ہے اختر کو آج بوی کباب
چمن سے پھینکدے یا میرا آشیاں کیا خوب	نہال مجکو کیا آکے باغباں کیا خوب
خبر ہے اپنے ہی رخسار زرد کی اُسکو	یہ ہمسے ہنستی ہی کھل کھل کے زعفراں کیا خوب
بڑا ہی پھیر ہے محبت نہ درمیاں لاؤ	کمر کو یوں چھپنے ہو ہمسے اے میاں کیا خوب
لکھوٹا مسی پہ اُسنے غضب جمایا ہے	اٹھا ہی آتش بیدا دسے دھواں کیا خوب
تری غزل پہ ہلالی نثار ہی اختر	اگر پڑھے تو کہی سُنکے شعر خواں کیا خوب
پسند آگیا اُس بادہ خوار کا اسلوب	وہ اُسکی نشہ کی آنکھیں خمار کا اسلوب
ہمیں تو آنکھ لڑانے سے شرم ہی اے برق	دکھا سحاب دلِ اشکبار کا اسلوب
شرارتیں نکرو ای بتو خدا سے ڈرو	دکھایا سنگ میں تینے شرار کا اسلوب
ہزار نرگس شہلا بہی زرد ہوتی ہے	چمن میں پاتی ہے کب چشم یار کا اسلوب
کیا ہی اختر بیدل پر کو مہ نکرسی قید	کہیں بہی ہوتا ہی ایسا شکار کا اسلوب
تیرہ بخت کیا پائیں تیرا ردی عالمتاب	تکمہ سے خط عارض میں اپنا موی عالمتاب
شعر میری کب چمکے مثل حضرت آتش	کب چکور نے پائی مہ سے خوی عالمتاب
فکر سے مرا ہر شعر موتیوں کا مالا ہے	کیا عروس مضمون ہی کیا گلوی عالمتاب
تاثیر گر نہ دے بلبل کو خار الفت	ہے حسن گلرخاں تک ساری بہار الفت
کس کس کے در پہ رکھتے پھرتے ہیں اپنا سر ہم	خانہ خراب تیرا اے روزگار الفت
اُس مہروش کو دلمیں اپنے اگر جگہ دوں	گھر ہو میرا سینہ روشن ہو غار الفت
اسکا گلے لپٹنا تربت میں یاد آیا	دینے لگی زمیں بھی مجکو فشار الفت

آختر یہ میری ہمدم میں غمگسار اُسکا
الفت نثار مجھ پر اور میں نثار الفت

غنچہ ساں ہم بند ہیں اُس گل کی تقریرونکے بیچ
مطلب دل اب بیان کرتے ہیں تحریرونکے بیچ

سب مجھے آزاد اُسکے دام گیسو سے ہوئی
ایک ہم باقی رہی ہیں سلسلے زنجیرونکے بیچ

ابرونسے قتل کرتا ہی تو کافر قتل کر
اک مسلمان گھر گیا ہی دُہری شمشیرونکے بیچ

کر سکوں میں کیا ترے روئے کتابی کی صفت
شرح ہی اس مصحف ناطق کی تفسیرونکے بیچ

چشم وحدت بیں سے جب دیکھا مرقع دہر کا
اک اُسیکی شکل ہی ان ساری تصویرونکے بیچ

چپکے چپکے سہتے ہیں ستم ہم اُف بھی کر سکتے نہیں
آہ کی طاقت کہاں ہی ہم سے دلگیرونکے بیچ

خواب دیکھے ہیں تری زلف رسا کے بار ہا
کیوں دل اختر نہ اُلجھے اُسکی تعبیرونکے بیچ

آنکھوں سے گرا شیشۂ بلور سے گلے پر
میں ساغر دل کیوں نہ کروں چور سے گلے پر

کافر یہ گلا کاٹتا ہے اپنا مسلماں
ہے نور خدا اے بت پر نور سے گلے پر

بوسہ ترا آنکھوں سے قمر لے تو بجا ہی
اختر کی لبونکا نہیں مقدور سے گلے پر

بتونکی ذات سے کیا کیا شرارتیں پائیں
جو پانی پانی یہ سنگین عمارتیں پائیں

ہمارے سینہ کی درگاہ پر چڑہی گل داغ
بتوں نے روضۂ دل کی زیارتیں پائیں

خیال یار میسر ہوا تصور میں
شروع خواب میں دلنے بشارتیں پائیں

جمال یار کو سارا بدن ترستا ہے
ہر ایک داغ نے تن پر بصارتیں پائیں

ترے نصیب کی گردش حقیر کرتی ہے
جو مہ کے ہاتھ سے اختر حقارتیں پائیں

ہم نماز و نہیں جو بیباک کھڑے رہتے ہیں
سامنے یہ بت سفاک کھڑے رہتے ہیں

بیقراری کو مری دیکھ کے اے شاہسوار
با ادب توسن چالاک کھڑے رہتے ہیں

صبح محشر سے کہاں کم ہے شب ہجر صنم
ہم گریبان جو کئے چاک کھڑے رہتے ہیں

نخچیر دکون ہی اس صید گہ الفت میں
ہما گئیں کیا لائق فتراک کھڑے رہتے ہیں

یار گیسو کے ہوس ہمکو انہیں خواہش مے
ہم پیے فتنۂ تریاک کھڑے رہتے ہیں

شمع مہتاب بھی عریانی بھی ہی عین بنا
پہنے وہ نور کی پوشاک کھڑے رہتے ہیں

اختر اغیار سے کرتے ہیں جو وہ عشق غلط
ہم چھپائے نگہ پاک کھڑے رہتے ہیں

باغ عالم میں گل مضمون کا ہی جوش اندنوں
سر جھکائے بلبلیں بیٹھی ہیں خاموش اندنوں

داغ سودا کچکلا ہو نکا نمونہ ہو گیا
آبلونکی پاؤں میں پہنی ہی پاپوش اندنوں

سر مرا خالی کیا اے بلبلو چہکار کے
ہمسر باد بہاری ہی میرا دوش اندنوں

صورت معشوق حقیقی کا چمن مشتاق ہی
ہر گلستاں نے پہلائے پھول کی گوش اندنوں

پھر گلستاں بہی مقابل روی گلرو سی ہوا
صورت بلبل پہر اڑاتی ہی مری ہوش اندنوں

تیری موہای سیہ سے طاق ابرو کہل گئے
فرق کیا سمجھیں ہوا کعبہ سیہ پوش اندنوں

چھوڑدیگا کوچہ جاناں کا یہ اختر بہی ضرور
یاد کیا مجکو کرے وہ خود فراموش اندنوں

ایجوانواب ضعیفی ہی ہماری اندنوں
پہنک دیتی ہی ہمیں باد بہاری اندنوں

طائر مضموں کو وحشت پر لگاتی ہے وہیں
خط کو لے اڑتی ہی میری بیقراری اندنوں

زخم کھتاؤ سے کب بہتی ہی ہمدم جوئی خون
موج تیغ یار کا چشمہ ہی جاری اندنوں

حسرتیں مقتول کیں سینہ میں ہمنے بیشتر
ہر ہوس پہرتی ہی کیسی ماری ماری اندنوں

وہ تو ایک ماہ سریع السیر پر ہے مبتلا
کون اختر کی کرے اب غمگساری اندنوں

وہ جشن جو مشہور ہی اخباروں میں
میں بہی بدکار نہیں نام ہے ہر کاروں میں

گل کا عاشق ہوں کبوتر نکرے مجہسے غرور
بلبلیں لائینگی نامہ مرا منقاروں میں

وہ تو مہ پارہ ہی زہرہ سی ہی مدعا طلب
اختر زار کہڑا ہو نہ گنہگاروں میں

بلبل کی جو جی میں میرا جی ہو
پھر گل سے وصال بہی ابھی ہو

اتری نہیں یار کی سلامی
وردی کہیں شام کی ابھی ہو

غنچوں سے نہ کج کلاہ اینٹھیں
تن پر جو قبائے گل سجے ہو

ناسخ کی غزل سجی ہے اختر
یہ اور ردیف ہے ابھی ہو

جگر عاشق دل سوز جلاتے نہ چلو
شمع کو محفل عشرت میں رلاتے نہ چلو

سم رہوار سی مردیکو جلاتے نہ چلو
سوتے فتنہ کو تم اے یار جگاتے نہ چلو

قفس تن میں مرا طائر دل پہڑکے گا
چٹکیوں میں گل و بلبل کو اڑاتے نہ چلو

موج گل سے یہ ملا لا ہی نسیم سحری
قد و بالا سر تو یوں خاک اڑاتے نہ چلو

باغمیں آئے ہو گر تو ذرا بلبل کو
غزل اختر خوش لہجہ سنانے نہ چلو

نکالوں کس طرح دل سے تری مژگاں کے تیروں کو
مٹا سکتا نہیں انسان ہاتھوں کی لکیروں کو
یہ حق حق بوریائے فقر پر کیا نقش دکھلائے
مری آہیں بہت برباد کردینگی فقیروں کو
نہ جاؤ ناصحو اس سر دھری پر نہ سمجھاؤ
شرارے آگ کے ہیں بت نہ بھڑکاؤ شریروں کو
شگفتہ ہوگیا ہر گل تری رنگین ادائی سے
دئے ہیں لٹ پٹی دستار نے کیا داغ جیروں کو
بڑا چاہیے اپنے شاہ کا کیونکر سفیدی ہو
سیاہی کا لگیگا داغ اختر ان وزیروں کو

ڈھپ نہیں سکتا بدن آرزو
تنگ ہوا پیرہن آرزو
خون شہیداں کی دکھاؤ بہار
سرخ رہے یہ چمن آرزو
نازکا انداز وہاں اور یہاں
قطع ہوا پیرہن آرزو
تیری تصور سے ہوں خلوت نشیں
خالی ہی پیرا انجمن آرزو
کیوں نہ یہ صیاد سے اختر لڑا
صید ہی ناوک فگن آرزو

کانوں کو پھر خوش آتی ہی صوت ہزار کچھ
آتی چلی ہی گلشن دل میں بہار کچھ
مطرب کی صوت سے دل ناساز ہی فگار
باقی ہیں پر گلے میں گریباں کے تار کچھ
پھر آمد بہار میں کٹتے ہیں پھر مرے
بیرنگ ہوگیا چمن روزگار کچھ
ساقی نے اپنے دور میں محروم جور کھا
روشن ہی انکے نور سے اب دل میں نار کچھ
دار و مدار دار فنا میں خدا پہ ہے
اختر بتو نکا عشق نہیں پائدار کچھ

دار فانی میں عشق حق باقی
انکے ناموں کا ہے سبق باقی
یاں کمر کر جھکائی ہے مستی
سر شب ہی مگر شفق باقی
خوب چھپاڑی زمین شعر و غزل
آسمان کے ہیں اب طبق یہ باقی
کھینچ لیتا ہوں اک نقطہ رہ میں
کسی گل میں نہیں عرق باقی
تیری غزلیں فنا ہیں ای اختر
ہاں اگر ہے تو نام حق باقی

سوز دل جب گداز کرتا ہے
برق کو بیقرار کرتا ہے
چشم بینا ہوا ہے ہر اک داغ
ہمہ تن انتظار کرتا ہے

اپنی آنکھوں میں رکھ مجھے صیاد کیوں شکار آشکار کرتا ہی
باغ پر کیوں نہ بلبلیں پھولیں داغ کو لالہ زار کرتا ہے
ذرۂ خاک سے بھی کمتر ہوں کون اختر شمار کرتا ہے

میرا صحرائے جنوں اسدرجہ دردآمیز ہے جو بگولا خاک کا اُٹھتا ہی شور انگیز ہی
تیر مژگاں کا گذر ہوگا نہ اے ناوک فگن رونگٹا ہر ایک میری تن پہ تیغ تیز ہی
گیسوی شبگوں میں اک دل مہر لٹکا یا نکر ہی رقیب روسیہ یا مرغ شب آویز ہی

عارضی رنگین نہیں اس دور میں ہی میکشو کاسۂ چینی شراب سرخ سے لبریز ہے
جو تخم بوؤ سے کر دانہ اُگی دہقانیو یہ زمین صاف اس اختر کی آفت خیز ہی

خونکا تمہیں جوش ہی آہ کا بھی خروش ہے دل مرا سرخ پوش ہی اور وداع ہوش ہے
داغ جو میری لے سکی ہار دئیں تیری گوندھ کے پھول سمجھ کر بیچ لے اسکو جو گل فروش ہے
اے میری چشم عمل کی تل آنسو ونسی ذرا تو مل سد سکندری ہی دل سینہ میں ایسا جوش ہے
سرو چمن ہی مثل دار کسکی ہی قد کا انتظار باغ میں گل کلیں ہزار تیرا دہن خموش ہے
مصرع تر یہ درد کا اختر زار ہی بجا حسن بلائی چشم ہی نغمہ بلائی گوش ہی

رخ روشن جو دیکھا صبحگا ہی دل خورشید میں آئی سیا ہی
بنی سد سکندر موج گیسو سفینہ پر مری آئی تبا ہی
پڑہی تحریر خط عارض یار لکھوں خواہی نخواہی عذر خواہی
بدل جائے شریعت قاضیو نکی زبانیں کاٹتے ہیں بے گوا ہی
بتونکا عشق چھوڑو آئی پیری کرو اختر بس اب یاد آلہی

اے کعبۂ دل تیرے سینہ میں خرابی ہے معشوق جو رہتا ہی اسمیں وہ شرابی ہے
قمری کی خرابی ہی ہر سرو شرابی ہے ہر غنچۂ دلبستہ بلبل کی گلابی ہے
تھا قیس کبھی ماتم سے لیلی کا سیہ خیمہ گردون کی مرے غمسے پوشاک بھی آبی ہے
نو روز کی رنگینی بلبل کو اُڑائے گی پھر پھولوں کا گلشن میں جامہ جو گلابی ہے
دیکھا نہیں بلبل نے اختر کا جو میخانا قطعہ جو شعر ہی دیوان میں گویا وہ گلابی ہی

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامنر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب معزز انگریزوں اور میڈیکل کالج کے پروفیسروں اور مشہور ڈاکٹروں اور والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کی سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ کے اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ جملہ امراض کے لیے اکسیر ہے ضعف بصارت و تاریکی چشم دھند، جالا، پڑوال۔ پھولا سبل، سرخی، ابتدائی موتیابند ناخنہ پانی جانا سوزش وغیرہ چند روز کے استعمال سے بینائی بڑھجاتی ہے اور عینک کی حاجت نہیں رہتی بچوں سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ دو روپیہ ممیرہ کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم کافی تولہ تین روپیہ ہے مطلق ممیرہ فی ماشہ تین روپیہ معری سرمہ فی تولہ چار آنہ محصول ڈاک ذمہ خریدار المشتہر۔

پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اسسے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے

(۱) میں نے ممیرہ کے سرمہ کو جو کہ سردار میا سنگھ صاحب نے خود بنایا ہے آپ خود اور بہت مریضوں پر استعمال کر کے دیکھا ہے اور میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ نادر ممیرہ کا سرمہ نہایت ہی مفید اور آنکھوں کی بیماریوں کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے میں نے اپنے تجربہ میں آجتک کوئی سرمہ اس زیادہ فائدہ بخش نہیں دیکھا

(۲) آپکو آنکھوں کی ذراسی بھی کسی قسم کی شکایت ہو تو میں زور سے اسکے استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہوں کہ ہر طرح سے مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوگا پانی جانا خارش سرخی کے واسطے انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ہوگا اور سچ یہ ہے کہ آپ نے اسقدر واموں میں یہ سرمہ ایجاد کر کے ملک اور قوم پر بڑا احسان کیا ہے اسکا شکریہ الفاظ میں ہونا محال ہے ضرور ہے کہ ملک کے تمام لوگ آپکے سرمہ سے فیضیاب ہوں اور فائدہ اٹھاکر ہر طرح کی بیماری سے نجات حاصل کریں۔

سندات لفٹننٹ کرنل صاحب بہادر ڈاکٹر حضور نواب صاحب بہاولپور

اُردوی معلی علیگڑھ سلسلہ جدید از اکتوبر ۱۹۰۹ء

اڈیٹر فضل الحسن حسرت موہانی بی اے مقاصد ضروری (منجملہ دیگر مقاصد) لٹریچر و پالٹکس قیمت سالانہ عہ مع محصول ڈاک

نوٹ۔ مجلہ اُردوئے معلیٰ کے ساتھ بطور ضمیمہ ہر ماہ اساتذہ قدیم و جدید کے دواوین میں سے ایک کا انتخاب شائع ہوتا ہے سلسلے کی قیمت مع دواوین عہ سالانہ مع محصول ہے۔

دیوان غالب طبع ثانی مع شرح دیوان از حسرت مجلد عہ ر دیوان مصحفی ۸ ر دیوان شیفتہ ۸ ر دیوان حسرت ۴ ر دیوان میر سوز ۳ ر دیوان قائم ۴ ر رپورٹ اردو بمبئی کانگرس ۸ ر رپورٹ بنارس کانگریس ۵ نیشنل کانگریس از ملا عبد القیوم مرحوم ۴ ر رپورٹ کلکتہ کانگریس ۴ ر اُردوی معلی جلد پنجم قسم اول از جولائی تا دسمبر ۱۹۰۵ء (عہ) اُردوی معلی جلد ششم قسم دوم از جنوری تا جون ۱۹۰۶ء (عہ) اردوی معلی جلد ہفتم قسم دوم از جولائی تا دسمبر ۱۹۰۸ء (عہ) اردوی معلی جلد ہشتم و نہم از جنوری تا دسمبر قسم سوم (عہ) انوار العیون ملفوظات مخدوم احمد عبد الحق ردولوی ۰۰ ۸ ر محبان وطن از سردار اجیت سنگھ ۴ ر رسالہ جوار سود ۳ ر اُردوی معلی جلد سوم قسم سوم از جنوری تا اپریل ۱۹۰۹ء یعنی مقدمہ قائم ہونے تک۔ ۷ ر

انتخاب اردوی معلی

سفید کاغذ مجلد — قیمت عہ

یعنی رسالہ اردوی معلی علی گڑھ کے جولائی ۱۹۰۳ء سے اپریل ۱۹۰۸ء تک کے بہترین مضامین نثر و نظم کا انتخاب جن کی نسبت دعوی کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا دلچسپ مجموعہ کسی دوسری جگہ نہیں ملسکتا۔

حصہ اول۔ ادبی مشتمل بر تذکرہ شعرا تقطیع $\frac{22 \times 18}{8}$

〃 دوم۔ انتخاب بیاض فارسی اُردو کی بہترین اشعار

〃 سوم۔ سیاسی مع مضمون مولوی برکت اللہ

〃 چہارم مشتمل بر مضامین متفرق و تنقید

〃 پنجم۔ نظم اُردو زبان کی بہترین غزلوں کا مجموعہ

المشتہر۔ منیجر اُردوی معلی علی گڑھ

باہتمام فضل الحسن حسرت موہانی ایڈیٹر اردوئے معلی علیگڑھ میں چھپا اور دفتر اردوئے معلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۱

اردوئے معلّیٰ

نمبر ۴ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء | جلد ۱۱

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی - بی اے

فہرست مضامین

ضمیمہ اردوئے معلی انتخاب دیوان مرزا قادربخش مرحوم صابر دہلوی

اردو پریس واقع علی گڑھ میں چھپا

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک { بلا ضمیمہ صرف ۱۲ / مع ضمیمہ ۴ / ۱

رائیڈل صاحب کی بنائی ہوئی نہایت مجرب ادویہ

مرگال

انتہائی درجے تک کے فساد خون و آتشک کے مریضوں کے لیئے اکسیر مصدقہ ڈاکٹران معالجات امراض اسفال ۴۰ گولیوں کی شیشی قیمت دو روپے (عہ)

گونوسان

مشہور تکلیف دہ جان گداز مرض سوزاک کا حکمی علاج۔ مشہور اور خاص معالج ڈاکٹران کا مصدقہ ۴۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپے عہ

بورنیوال

طاقتور بنانے اور درد اعصاب دور کرنے کی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کے واسطے نہایت مفید ہی۔ کم ہمتی بدخوابی ضعف دل و دماغ کو نافع ۴۲ گولیونکی قیمت عہ

یوہمبین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لیے قطعی اور بلا ضرر علاج مصدقہ محققان امراض کو کبھی خطا نہیں کرتی ۱۲ قرص کی قیمت ایک روپیہ چھ (ع۶ر)

مندرجہ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام آب و آتش حال میں چھپا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہی اسے برکت اینڈ کمپنی دھلی سے طلب کرو۔ بلا محصول ڈاک ارسال کیا جاویگا اور مندکرہ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو اگر وقت ہو تو برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو۔

بسم اللہ

نوائے بدایونی

(از ۱۲۰۰ھ غالباً تا ۱۲۴۲ھ)

نام و تخلص ظہور اللہ خاں نام نواؔ تخلص خلف مولوی دلیل اللہ بدایونی ممتاز بہ خطاب نواب اکابر بدایوں سے تھے سلسلۂ شاعری انکا ایک واسطے سے یعنی بذریعہ بقاء اللہ خاں بقاؔ شاہ حاتم تک پہونچتا ہے کسی تذکرے سے انکے سنہ ولادت کا پتہ نہیں لگتا۔ صرف مصحفی کے تذکرۂ شعراء سے ضمناً اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اختتام تذکرۂ مذکور کے وقت ۱۲۰۹ھ میں انکی شاعری اور شباب کا ابتدائی دور تھا۔ مصحفی لکھتے ہیں کہ "نواؔ ساکن بداؤں جوانِ خوش فکر و سنجیدہ وضع شاگرد میاں بقاؔ ... بہ سبب نسبت میاں بقاء اللہ کہ در پایۂ برادری ست بلکہ افزوں تر فقیر را عمو گوید"

واقعات زندگی مدت تک ایران میں رہکر فارسی زبان میں کمال پیدا کیا اور مرزا ذکی ایرانی کے مشاعروں میں اپنی فارسی شاعری کے خوب خوب جوہر دکھائے حتیٰ کہ نخعد سے سند خطاب پایا۔ ایران سے واپس آکر لکھنؤ پہونچے اور وہاں بھی باعزاز تمام رہے۔ غازی الدین حیدر کے دربار سے تعلق تھا چنانچہ انکی مدح میں انکے چند فارسی قصیدے فارسی دیوان میں موجود ہیں۔ بقول مصحفی "از حضور جہاندار شاہ مرزا جہان بخت مرحوم مغفور بخطاب خوش فکر خانی عز امتیاز یافتہ"

تصانیف صاحب تذکرۂ بزم سخن لکھتے ہیں کہ "بیشتر پارسی گفتار است تلف گشتہ" لیکن اس تلف ہونے کی حالت میں بھی انکا ایک مختصر دیوان فارسی اسوقت تک موجود ہے دیوان اردو البتہ کمیاب بلکہ نایاب ہے۔

جرأت و نواؔ کا جھگڑا جرأت و نواؔ کا جھگڑا مشہور ہے چنانچہ صاحب تذکرۂ آب حیات جرأت کے حال میں لکھتے ہیں کہ "ظہور اللہ خاں نواؔ سے کسی معاملے بگاڑ ہو گیا تھا۔ انہوں نے

انکی ہجو میں ایک ترجیع بند کہا اور حقیقت میں خوب کہا جسکا شعر ترجیع یہ ہی ۔

ظہور حشر نہ کیونکر ہو جو کھچڑی گنجی — حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی

خان موصوف نے بھی بہت کچھ کہا مگر اُسے شہرت نہیں پائی چنانچہ انکی ترجیع بند کا فی الحال یہی ایک شعر یاد ہی۔

رات کو کہنے لگا جورو کے منھ پر ہاتھ پھیر — قدرت حق سے لگی ہے ہاتھ اندھے کے بٹیر

حضرت غفور بلگرامی نے اپنے تذکرہ جلوہ خضر میں اس ہجو بازی کی نسبت ایک حکایت لکھی ہے کہ "ظہور اللہ خاں نوا جب حج سے پھرے رستے میں بدوؤں نے لوٹ لیا تھا خدا خدا کرکے جہاز سے بمبئی میں اُترے حیدرآباد کا قصد کیا کہ کچھ ساز و برگ درست کرکے وطن کو جائینگے۔ وہاں جو پہونچے ایک امیر کی شان میں قصیدہ کہا اور کسیکی معرفت حاضر خدمت ہوئے۔ امیر نے نام پوچھا کہا ظہور اللہ خاں نوا تخلص اُس امیر نے بے اختیار کہا۔ وہی نوا جسکی شان میں یہ مصرع ہی کہ "حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی" نوا کہتے ہیں کہ مجھپر اس ہجو کا اثر کبھی ایسا نہوا تھا جیسا اسدن ہوا۔ شرم سے عرق عرق ہوگیا اور بے قصیدہ پڑہے وہاں سے پھرا۔ امیر نے ہر چند عذر کیا اور معافی چاہی مگر میں نہ ٹھہرا اور توکل بخدا چل کھڑا ہوا اور اپنے وطن بداؤں پہونچ گیا۔"

انکی شاعری انکی بھی شاعری اگرچہ ہندی رنگ کی آمیزش سے پاک نہیں ہی تاہم بحیثیت مجموعی دیگر معمولی فارسی گو شعرائے ہند کے کلام سے بہتر نہیں تو برابر ضرور ہے اور قصیدہ گوئی میں نوا انکے کمال کے مصحفی بھی قائل تھے اپنے تذکرہ شعرا میں لکھتے ہیں کہ قصیدہ در لباس بلاغت دلچسپ سرانجام میرساند ... الحق کہ درین کار رہ گرفتہ با او درافتادہ شکست خاطر خورد" [illegible]ھ تک انکے اُردو کلام نے کچھ زیادہ شہرت نہیں پائی تھی یہی وجہ ہی کہ اس باب میں مصحفی کا قول ہی کہ اگرچہ در ریختہ خوش فکرش نیست اما فقیر ازیں مقدمہ کما ینبغی آگہی ندارد، لیکن بعد میں ریختے کے بھی مسلم الثبوت استاد قرار پائے۔ اُردو کلام میں بھی وہی اساتذہ متقدمین صنعت ایہام و رعایات لفظی سے زیادہ کام لیتے ہی

تصور میں تری آنکھوں کے ہم بلوا ہے کھیلے — خیال چشم میگوں میں شراب و جام سی کھیلے

ادہر زلف بن بکھرے ہیں کاکل ادہر روئے روشن پر
یہ کالی صبح تک اللہ اکبر شام سے کھیلے

ہوس پائے حنائی پر رکھتا ہوں میں سر کو
کس ناز سے وہ ہنسکر کہتا ہی کہ بس سر کو

سنبھالے گو نہ میرے پھر کسی نے آستین پکڑی
برنگ نقش پا اُس در کی جب میں نے زمین پکڑی

لہی ناگ گیسو گور میں اُس چہرہ بالن کی
کہ جب سینے پہ بے تکلف اسکی زلف عنبریں پکڑی

ہوا کیا درد سر اس شک سے مجھ نا شکیبا کو
لگانے کو جو صندل غیر نے اسکی جبیں پکڑی

رہی ہر رات تھوڑی دل ہی مضطر کی تسکین کو
ادہر اندیشہ دشمن ادہر اس نے نہیں پکڑی

انہیں کیا لطف مستی ہو جنہوں نے مہ جبینوں کی
نہ چشم عشوہ زا دیکھی نہ ساق نازنیں پکڑی

غبار ناقۂ لیلی جو ہیں سوئے چمن گذرا
صبا نے بڑھکے اسکے نذر بوئے یاسمیں پکڑی

نسیم حلقۂ جعد معنبر کسکی جا پہونچی
لو ادشت ختن مشک نے جو راہ چین پکڑی

یہ غزل انکی بہت مشہور ہوئی اور متعدد شاعروں نے اسپر مصرعے لگا کر اظہار پسندیدگی کیا جنمیں سے مذاق بدایونی کا مخمس سب سے بہتر ہی۔

مندرجۂ بالا اشعار کو تو اُنکے عام طرز سخن کا نمونہ سمجھنا چاہیے جسمیں درد و تاثیر کا مناسب حصہ نہیں پایا جاتا۔ لیکن ہماری یہ رائے انکے کل کلام سے متعلق نہیں ہو سکتی کیونکہ جابجا انکی غزلوں میں سوز و گداز کی چاشنی بھی موجود ہے جسکی بنا پر انکے بعض مطلعے اور متفرق اشعار اسوقت تک زبان زد خاص و عام ہیں ملاحظہ ہو۔

کس وعدہ پہ کی ہوئی انسے تھی یار کے
کیا کیا لگے تھے ہمیں صبر و قرار کے

نکلتے ہی منزلوں کا یا پیام یار لاتا ہے
الٰہی خیر کیجو نامہ بر کیوں سست آتا ہے

اب اشک لوں کہاں ہی جو چاہوں ٹپک پڑے
آنکھوں سے وقت گریہ مگر خوں ٹپک پڑے

کیجو نہ اے رقیب تو اسکی مصاحبت پہ ناز
کچھ دنوں ہم بھی یار میں ہمکو بھی اعتقاد تھا

آخر میں انکے فارسی کلام کا بھی نمونہ نذر ناظرین ہے۔

فائدہ پند و بند نیست اہل خرد کنوں مرا
نکہت زلف یار شد رہبر رہ جنوں مرا

آبحیات وصل شد روزی تیرہ روز را
جانب مرگ میکشد ہجر تو رہنموں مرا

جوشش عرق بر رخت ہمسر بادہ گشت شد
شبنم این برگ گل سیل بنائے گرد شد

حسرت تماشای یار مانده گره در دلم　　ناخن ابروی او عقده‌گشائی که نشد
شمع شبستان من انجمن افروز کیست　　روی شناس هدف تیر دعائی که نشد
گشت مکدر نوا خاطر رنگ حنا　　رنجه نمی‌گسترم شب کف پائی که نشد

نگر چشمه گشتنم را شده گرم چشم مستش　　همه قصه کرد کوته مژهٔ دراز دستش

بزم گرا بر فروخت شمع شبستان من　　آب حیات که شد شعله زن جان من

یکره گذر بمرقد بیمار خویش کن　　اعجاز عیسوی مجمل از کار خویش کن
شایستهٔ جناب تو ربط رقیب نیست　　کاری که میکنی تو بسزاوار خویش کن
کوتاب تا بوصل زنم فال مدعا　　لیکن تو خود مناسب اقرار خویش کن
آتش بجان من زن و دود از دلم برآر　　آنگاه سیر گرمی بازار خویش کن
اینجا عزیز نیست متاع وفا نوا　　جائی دگر تلاش خریدار خویش کن

جلوهٔ حسن را نمایان کن　　رخنه در دین پارسایان کن
ای شهنشاه تختگاه جمال　　نظر لطف بر گدایان کن
بهر بیگانه یک تبسم را　　نمک زخم آشنایان کن
قدری افزا ز چهره برافروز　　داغ در جان دلربایان کن

نشتر برگ جان زد چیدن تر گلی　　خضر ره فردوس شد جوهر بیکلی
از بهر خراش تو جانست بزخم دل　　جوینده الماس مشتاق نمکدانی
درکف غزلی رنگین افتاده سر راهی　　بوده ست نوا نامی در کوچه تو بیجانی

بی تو ز جان رفتنی دور از وطن دارم　　چو عندلیب قفس حسرت چمن دارم
بیاد بزم نشینان بزم دلسوزی　　جگر گداخته چون شمع انجمن دارم
در آن چمن که بهار از رنگ دلربائی بخش است　　هوای دیدن آن سرو و گل و سمن دارم

فراق جامهٔ صبرم چو پاره کرد نوا
ز رشتهٔ رگ جان میل بوختن دارم

مشاہدات زندان

روانگی الہ آباد کے لیئے علی گڑہ جیل سے اسٹیشن تک دو پولیسمینوں کے ہمراہ پابجولاں بھیجنے کی تجویز ہوئی۔ روانگی ٹرین کا وقت قریب تہا لیکن سلاخدار بیڑیوں کی سختی مانع رفتار تہی علاوہ بریں آسمان کو ہجوم ابر نے عنبرین اور زمین کو خفیف ترشح نے نم کر دیا تہا کچہہ بمشکل پاپیادہ چلنے کے بعد ہمراہی ملازمان پولیس نے حسب معمول از روئے قانون بیگار ایک اکا گرفتار کیا اور ہم سب اسپر سوار ہوکر اسٹیشن پہونچے۔ واضح ہو کہ گورنمنٹ نے ہمارے اخراجات سفر کے لیئے کرایۂ ریل کے سوا ایک پیسہ زائد نہیں دیا تہا۔ یہانتک کہ راستے میں قیدیوں کی خوراک کے لیئے ار فی کس فی روز کے حساب سے جو رقم ملتی ہے وہ بہی نہیں دی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن صبح تک تہوڑے سے بہنے چنوں کے سوا اور کچہہ کہانے کو نہ ملا۔

اور کسیکو تو راقم حروف کی روانگی علی گڑہ سے اطلاع نہتی البتہ ریلوے اسٹیشن کے ملازموں میں سے جو چند لوگ واقف حال تہے وہ گرد جمع ہوگئے اور اظہار افسوس کرتے رہے تین بجے سہ پہر کو ٹرین علی گڑہ سے روانہ ہو کر قریب شام ٹونڈلے پہنچی جہاں اتفاق سے انڈین ڈیلی ٹیلیگراف کا ایک پرچہ دستیاب ہوگیا دس بارہ روز سے چونکہ کوئی اخبار دیکہنے کو نہ ملا تہا اسلیئے اسکا ایک ایک حرف بڑے شوق اور اضطراب کے ساتہ پڑہا۔ ٹرکی میں دستوری حکومت کے قایم ہونیکا حال معلوم کر کے مسرت بے انداز حاصل ہوئی اس روز کے بعد سے پہر آخر مدت قید تک اور کسی اخبار کی صورت تک نظر نہ آئی اور حق یہ ہے جیل میں یہی ایک تکلیف ایسی تہی جسے راقم نے سب سے زیادہ محسوس کیا۔

زمانۂ حوالات کے آئے ہوئے اخباروں، کتابوں اور کپڑوں کی ایک گٹھری بہی ہمراہ تہی اثنائے راہ میں آخری بار دیوان حافظ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حافظ کی غزلیں اہل ذوق و محبت کے لیئے ہر حالت میں سرمایۂ سوز و سرور ثابت ہوتی ہیں چنانچہ اس فقیر کے قلب مضطر نے بہی باوجود بے اطمینانی اُن سے بہت کچہہ تسکین حاصل کی۔ ایک

غزل نے خصوصیت کے ساتھ ؛ پُراثر کیا۔ اسقدر کہ راقم حروف نے اُسے زبانی یاد کرلیا اور دوران قید میں بحالت تنہائی بارہا اُسے دُہرایا اور ہر بار نیا لُطف پایا ہو وہ غزل یہ ہے

خیز تا از در میخانہ کشادے طلبیم — بر درِ دوست نشینیم و مرادے طلبیم
لذتِ داغ غمت بر دلِ ما باد حرام — اگر از جورِ غم عشق تو دادے طلبیم
زاد راہِ حرم دوست نداریم مگر — بگدائی ز درِ میکدہ زادے طلبیم
چوں غمت را نتواں یافت مگر در دلِ شاد — ما بامید غمت خاطرِ شادے طلبیم
بر درِ مدرسہ تا چند نشینی حافظ — خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم

ٹونڈلے میں چند نوجوان لوگوں کو شاید راقم کا حال معلوم ہو گیا تھا کیونکہ جب ٹرین وہاں سے چلی تو انہوں نے پلیٹ فارم کے آخری حصے کی قریب جمع ہو کر بڑے خلوص کے ساتھ باچشم پُرنم سلام کیا۔

کانپور میں ایک صاحب نے آکر دریافت کیا کہ غالباً آپ اُردوے معلی کے اڈیٹر حسرت موہانی ہیں اور جواب اثبات میں پاکر کچھ دیر ہمدردانہ باتیں کرتے رہے اُنہیں بھی الہ آباد جانا تھا اسلئے راستے میں انسے کئی بار ملنا ہوا۔ والد مرحوم کی نسبت مجکو معلوم تھا کہ وہ اپیل کی غرض سے الہ آباد ہی میں ہونگے اسلئے میں نے انہیں صاحب کے ذریعہ سے اپنے تبادلہ الہ آباد کی اطلاع اور سنٹرل جیل میں ملجانے کی درخواست کردی تھی والد مرحوم کے جائے قیام سے مجکو آگاہی نہ تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ صاحب موصوف نے اُنہیں بکوشش تلاش کرکے میرا پیام اسی روز پہونچا دیا کیونکہ دو ہی چار روز کے بعد معلوم ہوا کہ والد مرحوم نے مجھسے ملنے کی درخواست پیش کی ہی لیکن شہر کے سپرنٹنڈنٹ جیل نے انکی درخواست کو کسی مصلحت سے منظور نہیں کیا اور وہ ناکام واپس آئے۔ مجکو اس واقعہ کا کسقدر افسوس ہوا خصوصاً اسلئے کہ اپیل کے متعلق جو کچھ کارروائی ہو رہی تھی اس کا کچھ بھی حال معلوم نہ ہوسکا۔

والد مرحوم کو میرے اسطرح گرفتار مصیبت ہونے کا بے انتہا قلق تھا چنانچہ جیل سے واپس آنے پر اکثر اعزا کی زبانی معلوم ہوا کہ اس واقعے کے بعد انکی صحت کبھی صحیح

نہیں رہی اور آخر کار بیمری عدم موجودگی ہی میں انہوں نے انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جیل میں مجھکو اس واقعہ کی خبر تک نہیں ہوئی۔ الہ آباد کا سنٹرل جیل نینی میں ہے جہاں جانیکے لیے الہ آباد سے آگے نینی جنکشن پر اترنا ہوتا ہے ہم لوگ صبح کو وہاں پہونچکر آٹھ بجے کے قریب سنٹرل جیل میں داخل ہوئے۔ علی گڑھ جیل کے کپڑے اتار لیے گئے اور کہا گیا کہ یہاں کے کپڑے کچھ دیر میں ملینگے اسوقت تک کالے کپڑے پہنو جنکی کیفیت یہ تھی کہ اُن سے زیادہ کثیف غلیظ اور بدبودار کپڑوں کا تصور انسان کی ذہن میں نہیں آسکتا۔ لیکن پھر درویش بجان درویش وہی کپڑے پہننا پڑے راقم حروف کی نگاہ دور بین نہیں ہے اسلیے پڑھنے لکھنے کے اوقات کو چھوڑ کر باقی ہر وقت عینک کی ضرورت رہتی ہے۔ چنانچہ علی گڑھ جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے بعد معائنہ عینک لگائے رہنے کی اجازت دیدی تھی لیکن الہ آباد والوں نے اسکو کسیطرح گوارا نکیا اور عینک کو داخل دفتر کرکے راقم کی بے دست و پائی کو ایک درجہ اور بڑھا دیا۔ اینہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔

تھوڑی دیر کے بعد جیلر صاحب نازل ہوئے اور میرے ساتھ کے تمام اخباروں اور کاغذوں کو باستثنائے دیوان حافظ اپنے سامنے جلوا کر خاکستر کر دیا اور دفتر میں حاضر ہونیکا حکم صادر فرمایا۔

دفتر میں مجھکو غضب آلود اور قہر بار نگاہوں سے دیکھکر ارشاد ہوا کہ اگر یہاں ٹھیک طور سے نہ رہوگے تو بیمار بنا کر اسپتال بھیجے جاؤگے اور وہاں مار کر خاک کر دیے جاؤگے اس خطاب پر عتاب کا خاموشی کے سوا اور جواب ہی کیا ہو سکتا تھا۔ جیلر صاحب نے غالباً یہ تقریر محض دھمکانے کی نیت سے کی ہوگی کیونکہ بعد میں ان سے مجھکو کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ لیکن اسمیں کوئی شبہہ نہیں کہ قیدیوں کی نسبت جیل کی یہ مشہور مثل بالکل صحیح ہے کہ "مرجائیں تو کمبل اور نکل جائیں تو شیر" جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قیدی جیل میں مرجائے تو وہاں اس واقعہ کی اہمیت ایک کمبل کے مرجانے سے زیادہ نہ سمجھی جائے گی لیکن اگر کوئی قیدی وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوجائے تو یہ واقعہ اسقدر اہم شمار کیا جائیگا

جتنا ایک شیر کا کٹہرے سے نکل جانا۔

حاضری دفتر کی زحمت سے نجات حاصل ہونے پر سفری بیڑیاں کٹوانے اور وزن درج رجسٹر کرانے کی غرض سے روز گذشتہ سے اسوقت تک کے آئے ہوئے نئے قیدیوں کی قطار میں بیٹھنا پڑا۔ سوامی شوانند سے اول اول اسی مقام پر ملاقات ہوئی کیونکہ وہ بھی ایک جدید قیدی کی حیثیت سے کالے کپڑوں میں وہاں موجود تھے۔

مذکورہ بالاضروری کارروائیوں کے بعد ہم (یعنی راقم حروف و سوامی جی) حسب قاعدہ مقررہ تا معائینہ ثانی پرانی تکلیف بھیجدیئے گئے جہاں کے دس بارہ روز قیام کی کیفیت بضمن تذکرہ سوامی جی مجملاً درج اردوئے معلی ہو چکی ہے۔

واضح ہو کہ الہ آباد سنٹرل جیل کے چار خاص حصے ایکہی چار دیواری کے اندر لیکن علیحدہ علیحدہ بنے ہیں اول نئی تکلیف جسمیں زیادہ تر کمسن نوجوان یا وہ قیدی رکھے جاتے ہیں جو گورنمنٹ پرنٹنگ پریس میں کام کرتے ہیں۔ دوم پرانی تکلیف جسمیں عارضی طور پر نئے آئے ہوئے قیدی یا جنگجو و شورہ پشت لوگوں کے سوا کوٹھریوں میں قید تنہائی بسر کرنے کے لیئے تمام جیل سے ہر ہفتے کچھ قیدی آتے جاتے رہتے ہیں پرانی اور نئی تکلیف میں بارکوں کی وضع یہ ہے کہ ہر ایک بارک میں دو رویہ کوٹھریاں بنی ہیں اور درمیان میں تھوڑی جگہ سنٹر کے نام سے خالی ہے پھر ہر دو بارکوں کے درمیان ایک کھلا ہوا احاطہ ہے جسے جیل کی زبان میں ارگرا کہتے ہیں۔ یہاں قیدیوں کے نہانے دھونے پاخانے وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے۔

باقی رہے دو احاطے ایک نیا احاطہ جسمیں زیادہ تر دو تین یا زیادہ مرتبے کے سزا یافتہ قیدی رکھے جاتے ہیں دوسرا پرانا احاطہ اسمیں زیادہ تر یکبارہ قیدی رہتے ہیں ان دونوں احاطوں کی بارکوں میں کوٹھریاں نہیں ہیں بلکہ ہر بارک میں دو رویہ برابر ۴۰ یا ۵۰ مٹی کے اونچے قیدیوں کے لیٹنے کے واسطے بنا دیئے گئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ رات کو جو چالیس پچاس قیدی ایک بارک میں بند ہوتے ہیں وہ آپس میں فرصت کے وقت بات چیت بخوبی کر سکتے ہیں۔ (باقی آیندہ)

انتخاب بیاض حضرت ثاقب بیر قند پارسی

اُستاد میر

مرتے ہیں سب پہ میر نہ اس بیکسی کے ساتھ — ماتم میں تیرے کوئی نہ رویا پکار کر

خواجہ میر درد

ہرچند تجھے صبر نہیں درد ولیکن — اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو

جرأت

اپنے پہلو سے وہ جب اُٹھکے چلا اے جرأت — اُسکا منہ دیکھکے بس رہ گئے مجبور سے ہم

تسکین شاگرد مومن

سہل سمجھے ہوا اُسکا آجانا — تم نے تسکین دل کو کیا جانا

اسیر

آنکھ اُسکی پھرے مجھسے یہ باور نہیں آتا — کیا ضعف سے بیمار کو چکر نہیں آتا

منشی منیر

کب تیرے ہجر میں آرام سے دم لیتے ہیں — سانس لیتے ہیں تو دل تھام کے ہم لیتے ہیں

حسن دہلوی

باز آکہ آرزوئے تو بسیار شد مرا — دل در دو شمائل تو گرفتار شد مرا

جان دادن از فراق تو آسان بود ولیک — این زیستن بہجر تو دشوار شد مرا

بیا ساقی ہنوز آہستگی چیست — کہ انیک گل بخندید ابر بگریست

حکیم شفائی

بہر زمین کہ خرامی نیاز مے روید — کرشمے دمد از خاک ناز میروید

بلکے بے نوائی ہرچہ خواہی میتوان کردن — تکلف گر بر افتد بادشاہی میتوان کردن

حافظ

می خواہ گل افشان کن از دہر چہ میجوئی — این گفت سحر گہ گل بلبل تو چہ میگوئی

مسند بگلستان بر تا شاہد و ساقی را — لب گیری و رخ بوسی مے نوشی و گل بوئی

فرنگی جیلخانوں میں گورے اور کالے رنگ کی تمیز

دنیا کے معمولی کاروبار میں عموماً اور ریلوے سفر میں خصوصاً اہل ہند کو اکثر اس امر کا تلخ تجربہ ہوا ہوگا کہ صرف رنگ کے فرق نے انگلش اور یورپین یا یوریشین اصحاب کے درمیان ایک ایسا عجیب و غریب امتیاز قایم کر دیا ہے جسکی بنا تعصب یا غرور کے سوا اور کسی جذبے پر ہو ہی نہیں سکتی۔

افسوس ہے کہ رنگ کے اس بیجا امتیاز کا دائرہ اسقدر وسیع ہو گیا ہے کہ عدالت کے ایوان اور جیل کی کوٹھریاں بھی اسکے حدود کے اندر آ گئی ہیں۔ عدالتوں میں فرنگیوں کے ادعائے انصاف کے خلاف گوروں کے ساتھ جو جو رعایتیں محفوظ اور کالوں پر جو جو سختیاں جائز اور قانوناً جائز رکھی جاتی ہیں ان کی تفصیل ایک جداگانہ دفتر کی محتاج ہے اس موقع پر ہم انکے بیان سے قطع نظر کر کے صرف جیل کے حالات پر اسلئے اور بھی اکتفا کرتے ہیں کہ جیل کی کیفیت سے عام طور پر لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔

۱ - خوراک

کالوں کے لیے صبح کو آدھ پاؤ چنے بطور ناشتہ دیے جانے کا حکم ہے لیکن عموماً قیدیوں کو چھٹانک ڈیڑھ چھٹانک سے زیادہ نہیں ملتے۔ ناشتے کے بعد کام پر جانا ہوتا ہے جہاں ۱۱ بجے کھانا کھانے کے لیے کچھ دیر کی فرصت ملتی ہے۔ کھانے میں جوار۔ باجرہ۔ ماش اور گیہوں کے مخلوط آٹے کی کچی روٹیاں ملتی ہیں جس میں گیہوں کی مقدار سب سے کم مٹی یا چونا ملا ہوتا ہے۔ جیل کی سخت مشقت سے مٹی تو کیا ہے کنکر پتھر بھی ہضم ہو جائیں ورنہ کسی آزاد شخص کا معدہ اس روٹی کو قبول نہیں کر سکتا۔ ان روٹیوں کو کچی رکھنے کی مصلحت یہ ہے کہ اول تو پکانے کے لیے پتھر کے کوئلے اسقدر کم ملتے ہیں کہ نئے دفعیوں (قیدی باورچی) کو کچی روٹی پکانے پر مجبور ہونا پڑتا ہے دوسرے یہ کہ کچی روٹیوں کے بھاری ہونے کے سبب سے مقررہ وزن کی روٹیاں کم آٹے میں تیار ہو جاتی ہیں۔ بچا ہوا آٹا دوسرے لوگ

لیے کام آتا ہے۔ پکی ہوئی روٹی ۹ چھٹانک ملنے کا حکم ہے لیکن عموماً آٹھ چھٹانک بلکہ کبھی کبھی سات چھٹانک سے بھی کم ملتی ہے اور کسی کو چون چرا کی ہمت نہیں ہوتی راقم حروف نے ایک بار وارڈر وغیرہ ملازمان جیل کی خفگی سے بے پروا ہو کر بطور تجربہ روٹیاں تلوائیں تو وہ چھ چھٹانک سے کچھ ہی زیادہ نکلیں۔ معلوم نہیں آٹا جو اسطرح بچتا ہے وہ کہاں جاتا ہے اور کس کے صرف میں آتا ہے کیونکہ کاغذ میں روزانہ مقررہ وزن کے آٹے کا خرچ دکھلایا جاتا ہے۔ روٹی کے ساتھ کھانے کے لئے دوپہر کو ابلی ہوئی بے دلی ارہر عموماً بے روغن و مرچ ملتی ہے اور شام کو چولائی کا ساگ جسکی ادنیٰ صفت یہ ہے کہ پھینکے جانے پر کتے بھی اُسے نہیں سونگھتے ترکاری جو قسم قسم کی جیل میں بوئی جاتی ہے یا کبھی کبھی کچھ ملتی بھی ہے تو وہ پکانیوالوں کے صرف میں آتی ہے عام قیدیوں کو کبھی اسکی صورت بھی نہیں دیکھنے کو ملتی۔ برخلاف اسکے
گوروں کو ناشتے کے لیئے ڈبل روٹی چاء شکر اور کھانے کے لیئے گھی کا گوشت ترکاری چاول دودھ غرضکہ سب کچھ ملتا ہے اور کافی مقدار میں ملتا ہے۔

پوشاک

کالے قیدیوں کو ایک لنگوٹ ایک جانگیا۔ ایک کرتا ایک ٹاٹ ایک کمل ایک ٹوپی کے سوا اور کچھ نہیں ملتا جنمیں سے ٹاٹ کمل سالہا سال کے لیے اور جانگیا کرتا قاعدے کے رو سے چھ مہینے کے لیے لیکن از روئے عمل سال بھر بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ دنوں کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔

اگر اس درمیان میں یہ چیزیں پھٹ جائیں یا خراب ہو جائیں تو اسکا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ قیدی بغرض احتیاط صرف صبح و شام کو انہیں استعمال کرتے ہیں باقی سارا دن کام صرف لنگوٹ باندھکر کیا کرتے ہیں۔ اگر کسیکے پاس ان کپڑوں سے زیادہ کوئی چیز پائی جائے تو اُسے سخت سزا دیجاتی ہے۔ برخلاف اسکے **گوروں** کو بوٹ کے کئی جوڑے مع موزوں کے ملتے ہیں۔ پہننے کے لئے متعدد سوٹ جنکے دھونے کے لئے عموماً ہندوستانی قیدی دھوبی کا کام کرتے ہیں۔ لیٹنے کے لیئے مسہری اسپرنگ گدا اور چادر

غرضکہ آرام کی تمام چیزیں مہیا کی جاتی ہیں۔

جائے قیام و دیگر ضروریات

کالوں کے رہنے کے لئے بارکیں ہیں جنہیں برابر برابر مٹی کے ڈہولے یا اوٹے (چبوترے) بنے ہوتے ہیں جاڑا۔ گرمی۔ برسات غرضکہ ہر موسم میں انہیں پر سونا چاہیئے۔ سخت گرمی کے دنوں میں کاغذ وغیرہ کا مصنوعی پنکھا رکھنا بھی ممنوع ہے۔ رات کو پاخانے کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہوتا جس سے بعض اوقات سخت تکلیف ہوتی ہے۔ صبح کو جب بارک کا دروازہ کھلتا ہے تو سب قیدی ایک ساتھ پاخانے جاتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب سے پیچھے قیدیوں کو آخر تک منتظر رہنا پڑتا ہے اور کبھی کبھی جب گھنٹی سے کام لیا جاتا ہے تو اور بھی زیادہ دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ کیونکہ گھنٹی دو یا تین منٹ سے زیادہ پاخانے میں رہنے کی اجازت نہیں دیتی جسکے بعد بلا توقف باہر نکل آنا چاہیے عام اس سے کہ کل قیدی فارغ ہوئے ہوں یا نہوں۔ پاخانے کے بعد ہاتھ منھ دہونے کا کوئی وقت نہیں ملتا بلکہ اکثر وہاں سے سیدھے کام پر بھاگنا پڑتا ہے۔ برخلاف اسکے **گوروں** کے لیئے فی کس ایک کمرہ علٰحدہ ملتا ہے جسمیں ایک آہنی پلنگ گدے دار ایک میز ایک اسٹول ایک لیمپ اور ہر کمرے کے ساتھ ایک غسل خانہ اور ایک پاخانہ موجود ہوتا ہے غسل خانے میں تولیا۔ صابن ہر تسے موجود رہتی ہے۔ رات کو لیمپ کی روشنی میں اور دن کو فرصت کے اوقات میں گورے قیدی کتابیں اور کبھی کبھی اخبار بلا تکلف دیکھتے ہیں انکے لکھنے کو دوات قلم ہر وقت موجود رہتا ہے حالانکہ کالوں کے لیے کتاب دیکھنا تو درکنار اگر انکے پاس کاغذ کے ایک پرزے کا بھی شبہ ہو تو قیامت آجائے چنانچہ خود راقم حروف کی ایک بار اسی شبہ میں یورپین وارڈر کے حکم سے جامہ تلاشی لی گئی اگرچہ کچھ برآمد نہیں ہوا۔

سب سے بڑا تماشا یہ ہے کہ ہر یوروپین قیدی کے کمرے پر دو ہندوستانی قیدی رات بھر پنکھا قلی کا کام دیتے ہیں بارہ بجے تک ایک اور پھر صبح تک دوسرا قیدی پنکھا کھینچا کرتا ہے۔

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

فرائض مذہبی اور عام برتاؤ

گوروں کے لئے ہر ہفتے میں ایک یا دو بار پادری صاحب آکے وعظ فرماتے ہیں اور ایک جگہ نماز پڑہی جاتی ہے۔ لیکن کالوں کے مذہبی ضروریات کی جانب کبھی ہو کر بہی توجہ نہیں کیجاتی۔ عام قیدیوں کی پوشاک میں جانگیا کی لمبائی اسقدر کم ہوتی ہے کہ جسم اسفل ران تک بالکل کھلا رہتا ہے اور اسطرح پر نماز کے لیئے کافی ستر پوشی نہیں ہوسکتی۔ یہ کمی ایسی ہی کہ صرف دو بالشت کپڑا زیادہ استعمال کرنے سے رفع ہوسکتی ہے لیکن کوئی اسکی جانب توجہ نہیں کرتا۔ راقم حروف مجبوراً اسی حالت نیم برہنگی میں نماز پڑہا کرتا تہا۔ کالوں کے لیئے مذہبی وعظ و تلقین کا انتظام تو درکنار اخلاقی جرموں کے ارتکاب پر سزا کی عوض انہیں اُلٹا انعام ملتا ہے۔ اور بعض حالتوں میں تو حکام جیل ایکطرح پر انہیں ایک دوسرے کی غیبت، جاسوسی، سب و شتم، مار دہاڑ اور ظلم و سختی کی ترغیب دیتے ہیں کیونکہ غیبت یا جاسوسی کرنے والے قیدی ہر طرح کی رعایت کے مستحق قرار دیے جاتے ہیں اور قیدی نمبرداروں میں تو خاصکر ایسے ہی لوگ انکے منظور نظر ہوتے ہیں جو اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ چالاک، پاجی، ظالم اور بدزبان مشہور ہوں مسلمانوں کے تہوار عید بقرعید شبرات۔ محرم میں شاذونادر ہی کسی تہوار پر تعطیل ہوتی ہی حالانکہ گوروں کے لیئے بڑے دن کے ایام میں جیلر وغیرہ کی طرف سے دعوت کا سامان کیا جاتا ہی اور انکو ہر قسم کے میوے اور کہانے دیئے جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ عام برتاؤ میں گوروں کو کالوں پر ہر طرح سے فوقیت حاصل ہوتی ہی۔ کام انہیں ہلکا ملتا ہی، اپنے عزیزوں یا دوستوں سے ملنے اور خط و کتابت کرنے میں انہیں زیادہ آسانی ہوتی ہی ہر سال ہی پر سپرنٹنڈنٹ جیل کار گذار قیدیوں کو رہائی کے چودن اپنی طرف سے دیتا ہی اُس رعایت سے یہی سب سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔ ملازمان جیل انہیں کسیطرح دق نہیں کرسکتے بلکہ اکثر موقعوں پر دیدہ و دانستہ انکی بےضابطگیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں غرضکہ ہر صورت سے انکی قید کا زمانہ اسطرح سے گذرتا ہی کہ بعض آوارہ مزاج گرانیوں کو تو ہمنے یہ کہتے سُنا کہ ہمکو گہر سے زیادہ تو جیل ہی میں آرام ہے۔

تنقید کتب و رسائل

دیوان وحشت ؎

مولوی رضا علی صاحب وحشت متوطن کلکتہ زمانۂ موجودہ کے ان چند برگزیدہ شعرا میں ہیں جنکے حسن کلام پر اردو شاعری کو فخر کرنا چاہیے۔ [illegible] اپنے کلام کے [illegible] کا ایک مجموعہ دیوان وحشت کے نام سے [illegible] صفحوں پر [illegible] کی غزلیں اور نظمیں بھی درج کر دی ہیں۔ حضرت وحشت کی شاعری پر مفصل تنقید کے لیے ایک علیحدہ مضمون درکار ہے جو انشاء اللہ [illegible] وقت پر اردوی معلیٰ میں بضمن تذکرہ شعرا شایع ہوگا۔ اس موقع پر ہم دیوان زیر نظر سے بطور نمونہ چند اشعار درج رسالہ کر کے ارباب نظر سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ دیوان وحشت کے مطالعے سے محروم نہ رہیں۔

پایہ بہت کیا بلند اُسنے حریم ناز کا	تا نہ پہونچے کے غبار رہگزر نیاز کا
نوائے بلبلاں ہے یا ہوئی ہے لالہ کا آتش	گل آتش غنچہ آتش گلستاں آتش بہار آتش
دیر تک شور تبسم نمک افشاں نرہا	زخم کو دل سے ندامت ہے کہ پنہاں نرہا
کون جانے کہ یہ کافر نظری کس کی ہے	خبر اتنی ہے کہ ثابت مرا ایماں نرہا
مل گئی وحشت دیوانہ کو تھوڑی سی زمین	اب وہ ہنگامۂ سر کوچۂ جاناں نرہا
شوق بہار میں کوئی دیکھے ہوائے شوق	دیوانہ ہوں چمن کا ہے کاروبار شوق
مانا کہ جام وصل ہے لبریز صد نشاط	رکتا ہے کوئی گریۂ بے اختیار شوق
بیتابیاں بگاڑ نہ دیں میرے کام کو	رعب جمال کا شکوہ ہو پردہ دار شوق
کیا جانے کہاں سے دل مضطر میں لگی آگ	کس گھر سے اٹھی آگ کہ اس گھر میں لگی آگ
کہیے اسے ساقی کی تجلی کا کرشمہ	گر آتش تر سے خم و ساغر میں لگی آگ

؎ تقطیع ۲۰×۲۶ حجم تقریباً ۱۰ جزو لکھائی چھپائی کاغذ پسندیدہ قیمت عہ مصنف سے ۲ کرایہ روڈ کلکتہ کے پتہ [illegible]

رخسار ہے شعلہ تو دھواں ہی وہ خط سبز
کس تو گل خنداں نے کیا خون وفا کا

آئینے سے آئینے کے جوہر میں لگی آگ
کس سوختہ ساماں کے مقدر میں لگی آگ

قسمت میں بنا امید ہی حسرت ہی کیا کروں
اسکو خبر نہیں ہے کہ دنیا ہی وہ فریب
میں بیمروت اسکو کہونگا نہ زینہار
بگڑے جو اپنی بات تو قسمت سے کیا ہے

اس بیوفا سے مجھکو محبت ہے کیا کروں
یاں تو فریب کھانیکی عادت ہی کیا کروں
یہ اقتضائے رسم مروت ہے کیا کروں
آئے کسی پہ دل تو طبیعت ہی کیا کروں

بنایا کسکی چشم سرمگیں کا رازداں مجھکو
اسیری ہے نصیبوں میں اسی دن سے میں سمجھا تہا
گلستان کر دیا ہے دامن دلکو تصور نے
بہت سی ٹھوکریں کھائی ہیں جب پیدا ہوا عشق

کہ خود دینے لگی تعلیم خاموشی زباں مجھکو
کہ محو بیخودی کرنے لگا ذوق فغاں مجھکو
ہوائے شوق میں حاصل ہے عیش جاوداں مجھکو
کہاں پہونچائیگا کیوں خدمت پیر مغاں مجھکو

مجھپر ہے وہی لطف جو اوروں پہ رہا ہی
کیوں مجھکو خود رفتہ کئے دیتی ہی یارب
اتنا ہی نہیں یاد کہ کسکو ہے مجھے یاد
ہاں ذوق ستم مژدہ کہ وہ بے سبب ناراض
محفل میں ہے بے لطف نوا سنجی بلبل

ناقدر شناسی نہیں صاحب تو یہ کیا ہے
وہ بوئے دلآویز کہ ہمدوش صبا ہے
اے بیخودی شوق یہ کیا رنگ ترا ہے
سرگرم دل آزاری ارباب وفا ہے
یاں نغمہ سرا وحشت آشفتہ نوا ہے

زبان جسکا سفیر قلم ہے اور دوسرا ہاتھ جو تلوار سے کام لیا کرتا ہے۔"

"جب لوگ اپنے بخارات کو نہ زبان سے نکال سکیں گے اور نہ ہاتھ سے تو پھر اُن بخارات کے دل میں محتبس ہونے اور سینے میں دبے پڑے رہنے سے جن خرابیوں فسادوں اور فتنوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے وہ معمولی نہیں تصور کئے جاسکتے۔"

اخبار نیر اعظم مراد آباد۔ ہمارے صوبے کا ایک پرانا اور وقیع اخبار ہے اسکے حوصلہ مند اڈیٹر ایس ابن علی صاحب نے ترقی اردو کے لیے ایک "انعامی مقابلہ پیش کیا ہے" جسکی نسبت آپ فرماتے ہیں کہ "ہمیشہ جاری رہیگا اور علم دوست حضرات کے انعامی فنڈ سے مضمون نگاروں کو نقد انعام پیش ہوتے رہینگے" انعامی فنڈ کی مدد جناب مولوی عزیز مرزا صاحب، حاجی موسیٰ خانصاحب نیز بعض معزز حضرات نے کی ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی "ملک کے عام محبان وطن علم دوست روسا اور والیان ریاست" اس فنڈ کی امداد کرتے رہینگے۔ اسکیم اور اسکے قواعد حسب ذیل ہیں۔

مقاصد (۱) ملک میں معقول مضمون نگاری کی اسپرٹ پیدا ہو (۲) عام خیالات میں عمدہ مضامین سے دلچسپی ظاہر کرنیکا مادہ پیدا ہو (۳) اہل قلم حضرات کو توسیع معلومات حاصل کرنیکا شوق ہو۔ اس مرتبہ ہم ذیل کے مضامین چاہتے ہیں (۱) سوشلزم یا تمدن اسکی غایت اور اسکے نتائج (۲) اسلام اور اصول تمدن (۳) تعلیم نسواں کا تعلق تمدنی ترقی سے (۴) اصول تمدن اور سائنس (۵) مذہب اور سائنس۔ (۶) ہندوستانی انارکزم کے دفعیہ کے ذرائع اور سلطنت برطانیہ کے مستقل قیام کے وسیلے۔

قواعد (۱) یکم جولائی سنہ ۱۲ء تک مندرجہ بالا مضامین دفتر نیر اعظم میں پہونچ جائیں (۲) خوشخط لکھی ہوں اور فلسکیپ کے ۸ صفحہ سے زائد کوئی نہو (۳) صاحب مضمون کا مفصل پتہ اور نام درج ہو (۴) لفافہ پر انعامی مقابلہ جلی حروف میں لکھا ہونا چاہیے۔ **تفصیل انعامات**۔ ایک اول انعام ؎ ایک دوم انعام ؎ ایک سوم انعام ؎ رہیں چہارم انعام ایک سال کے لیے اخبار نیر اعظم مفت (۲) انعامی مضامین نیر اعظم میں درج ہونگے (۳) باقی مضامین بشرط گنجائش درج ہونگے (۴) تمامی مضامین کتابی صورت میں طبع کردیے جائینگے۔

غزلیات حسرت موہانی نوشتہ زندانِ فرنگ

بقیہ ردیف "ق"

وصل کی شب رواں ہے سوئے فراق / آچلی لو ہوا میں بوئے فراق
اشک بھر لائے وہ بھی وقتِ سحر / جب چلی آہ گفتگوئے فراق
خود ہیں وہ جانِ آرزوئے وصال / یاد ہے اُن کی آبروئے فراق
خرمیہائے وصلِ یار کے بعد / اب دکھائے خدا نہ روئے فراق
بہر افزائشِ سرورِ وصال / شوق کو پھر ہے جستجوئے فراق
کون اُن کی فراموشی سے کرے / عرضِ احوال موبموئے فراق
غلغلِ عہدِ عیش سے حسرت / بڑھ گئے ہے شور ہائے و ہوئے فراق

ردیف "ک"

محروم طرب ہے دلِ دلگیر ابھی تک / باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک
وصل اُس بتِ بدخو کا میسر نہیں ہوتا / وابستۂ تقدیر ہے تدبیر ابھی تک
اکبار سُنی تھی سو مری دلمیں ہے موجود / اے جانِ تمنا تری تقریر ابھی تک
سیکھی تھی جو آغازِ محبت میں قلم نے / باقی ہے وہ رنگینیٔ تحریر ابھی تک
اس درجہ نہ بیتاب ہوا شوقِ شہادت / ہے میان میں اس شوخ کی شمشیر ابھی تک
کہنے کو تو میں بھول گیا ہوں مگر اے یار / ہے خانۂ دل میں تری تصویر ابھی تک
بھولی نہیں دلکو تری دزدیدہ نگاہی / پہلو میں ہے کچھ کچھ خلشِ تیر ابھی تک
تھے حق پہ وہ بیشک کہ نہ ہوتی تو نہ ہوتا / دنیا میں بپا ماتمِ شبیر ابھی تک
گذرے بہت اُستاد مگر رنگِ اثر میں / بے مثل ہے حسرت سخنِ میر ابھی تک

ردیف "گ"

بکھرے رخِ روشن پہ جو ہیں گیسوئے شبرنگ / نکلا ہے ترے حسنِ دل آرا کا غضب رنگ
کیا پیچ ہے کیا ہے اُس تنِ نازک کی حقیقت / خوشبو میں ہے گل تو لطافت میں حریر سنگ

سیکھ لیا غیر سے افسونِ شرارت
باقی وہ کہاں سادگیٔ یار کا اب رنگ

اک چشمۂ حسرت ہی کہ آنکھوں سے ہی جاری
عشاق کا ہی صدمۂ ہجراں سی عجب رنگ

پوچھو نہ شبِ وصل کی لذت کہ ابھی تک
بدلا ہے رخِ شوق کا از روئے طرب رنگ

دل خون ہوئے جاتے ہیں اربابِ نظر کے
رکھتی ہی قیامت کا تری سرخیٔ لب رنگ

حسرت تری اس پختہ کلامی کی ہی کیا بات
پایا ہی کسی اور سخنور نے یہ کب رنگ

عہدِ مستی کے اب کہاں وہ رنگ
ساغرِ بادہ ہی نہ کاسۂ بنگ

ایسی پھر شب نصیب ہو کہ نہو
ساقیٔ ماہوش کرے نہ درنگ

ق

خوب تھا وہ زمانِ رسوائی
خوب تر تھی وہ عقل و عشق کی جنگ

آہ وہ شہرِ کانپور کی شام
وہ لبِ نہر وہ کنارۂ گنگ

ہیں طلبگارِ شوقِ گوناگوں
حسن کے جلوہائے رنگارنگ

بڑھ چلا جوشِ آرزو حسرت
ختم ہونیکو آئی قیدِ فرنگ

ردیف دل " (صرف پانچ شعر یاد رہے باقی غزل ضائع ہوگئی)

ازبسکہ حسنِ یار سے خوبی سی جانِ دل
لائے کہاں سے روز کوئی ارمغانِ دل

راہِ وفا میں قہر ہوئی ظلمتِ فراق
محرومیوں نے لوٹ لیا کاروانِ دل

بلقطرہ خون بھی سینۂ عشاق میں نہیں
اس شوخ کو مگر ہی ابھی تک گمانِ دل

ٹھہرا ہی اک نگاہِ کرم پر معاملہ
اے لطفِ یار مفت ہی جنسِ گرانِ دل

ہیں خون آرزو سے جو سیراب داغِ یاس
ہمرنگ نوبہار ہی حسرت خزانِ دل

غزل جناب تفضل حسین صاحب نزہت کلکتہ

وہ اپنے کو کیا جانے کیا جانتا ہے
اگر ہر بات کو اک ادا جانتا ہے

الٰہی جفا اُس کی تکلیف کیسی
ابھی وہ جفا کو وفا جانتا ہے

بہت مبتلائے ستم ہوں مگر مجھکو
وہ نا آشنا آشنا جانتا ہے

تو گرمِ نمائش میں محوِ تماشا
اسی میں مزہ سب خدا جانتا ہے

مرقع ہوں نازک خیالی کا نزہت
میں کیا ہوں وہ نازک ادا جانتا ہے

غزل حضرت محشر لکھنوی

دیر تک اُٹھ نہ سکا وانسے وہ دیوانۂ دوست
چھڑ گیا جبکہ کہیں بیٹھ کے افسانۂ دوست

آج اُٹھے جاتے ہیں دریا کی جفا سے لیکن
زندگی بھر کہیں چھٹتا ہی در خانۂ دوست

بیخودِ عشق کو فرقت میں یہ مجبوری تھی
دشمن جانسے کہا بیٹھ کے افسانۂ دوست

ہجر میں حالت دل کی ہیں وہ آنکھیں نگراں
دیکھی تھی جنسے کبھی رونق کاشانۂ دوست

راہبر شوق دلی سرچہ اجل دل بیتاب
بےخبریوں میں چلا ہوں میں طرف خانۂ دوست

بیٹر میدانِ قیامت کی چھٹی جاتی ہے
سُن لیا سب نے کہ آنیکو ہے دیوانۂ دوست

آج کیوں حد سے سوا دلکو خوشی ہے محشر
کیا بلا سے ہوئی جاتی ہو سوئے خانۂ دوست

غزل جناب حکیم سید محمد صاحب شاد مرحوم غازیپوری

بلبل کو پھر چمن میں لگا لائی بوئے گل
ای کاش ہوتی گلبدنوں میں بھی خوئے گل

دل داغ داغ اسمیں خیال خرام ناز
جسطرح اُڑتی پھرتی ہو گلشن میں بوئے گل

عاشق ہی جب نہیں تو خزاں ہے بہار حسن
بلبل کے ساتھ گئی آبروئے گل

راز محبت اور دل غنچہ تا بکے
نکلیگی بو کے پردہ میں ہر آرزوئے گل

بلبل کے ساز عشق سے ہے دلکو اضطراب
آئینہ جمال نہ اونکا ہو روئے گل

تیرا ہی جلوہ ہے کہ نہیں تاب دم زدن
نالاں ہے عندلیب ہاں روبروئے گل

ہر فصل و ہر بہار میں داغ جنوں بہاں
بے فصل و بے بہار دہاں جستجوئے گل

لو شاد سیر گل سے ہی نفرت ہوئی نہیں
سمجھے مگر کہ بوئے محبت ہی بوئے گل

غزل جناب ذاکر حسین صاحب انجم غازیپوری

عاشق سے ملاقات بنانے سے ہوئی ہے
کیا کیا نہ خوشی موت سے آنے سے تری ہوئی

آنے سے ترے اُٹھے ہیں سو طرح کے فتنے
کیا کیا نہ قیامت ترے جانے سے ہوئی ہے

دنیا سے نرالے ہیں محبت کے قرینے
آنے سے ہوئی ہے نہ تو جانے سے ہوئی ہے

ایسی تو نہ تھی یار ترے حسن کی محفل
روشن یہ مرے دل کے جلانے سے ہوئی ہے

فرماتے ہیں شکوہ نہ کریں آپ جفا کا
یہ رسم بُرائی ہے زمانے سے ہوئی ہے

بگڑے ہوئے آئے تھے گھر ہمنے منایا
یہ صلح تو یاروں کے لڑانے سے ہوئی ہے

واعظ کے لیے بر سرِ منبر ہی گلگوں
جو بات ہوئی ہے وہ بہکانے سے ہوئی ہے

سنتے ہیں کئی روز سے سوئی نہیں آنکھ
یہ بات کہیں آنکھ لڑانے سے ہوئی ہے

غزل جناب شفق عمادپوری تلمیذ امیر مینائی

کہتے ہیں بید رد بھی سنکر بیانِ اہلِ درد
چٹکیاں لیتی ہے دلمیں داستانِ اہلِ درد

دل تڑپ جائے نکیوں سنکر فغانِ اہلِ درد
ان سے پوچھو جو سمجھتے ہیں زبانِ اہلِ درد

جسکو کہتے ہیں مرض وہ ہے دوائے دردِ دل
نام ہے تکلیف کا آرام جانِ اہلِ درد

ایک سے اک بڑھکے ہے دلچسپ دلکش دلستاں
حالِ دل افسانۂ غم داستانِ اہلِ درد

یہ تو کہئے منہ سے اک اُف تک کسی نے کی کبھی
لے چکے ہیں آپ اکثر امتحانِ اہلِ درد

ہاتھ دہوئے جان سے کوئی تو جی بھر کر سنے
داستانِ اہلِ دل ہے داستانِ اہلِ درد

نقدِ دل دیکر خوشی سے مول لے آزارِ عشق
جسکو بننا ہو خریدارِ دکانِ اہلِ درد

دل دُکھا بیٹھے ہو تو دردآشنا ہو تم نہیں
دل دُکھے ایسوں کا کیا سنکر فغانِ اہلِ درد

کسکے آگے دردِ دل اپنا کہو گے تم شفق
کوئی دنیا میں نہیں اب قدردانِ اہلِ درد

غزل مولانا عرش گیاوی شاگرد حضرت تسلیم یادگار مومن وسیم

جان چھوٹے الجھنوں سے اپنی یہ قسمت نہیں
موت بھی آئے تو مرنے کی ابھی فرصت نہیں

ساکنِ بتخانہ بھی ہیں واردِ کعبہ بھی ہیں
تیرے مستوں کو کسیکے ہاتھ پر بیعت نہیں

ہم عدو سے پوچھ لینگے بزم میں آیا ہے کیوں
آپ سے جھگڑا نہیں ہے آپ سے حجت نہیں

اُسنے لکھا خط میں یہ شکوہ نہ کر ناجور کا
میں نے لکھ بھیجا ہے اُسکو اپنی یہ عادت نہیں

بیکسوں کی کون سنتا ہے کہانی بعدِ مرگ
کس گھڑی نالاں زبانِ سبزۂ تربت نہیں

پختہ وضعوں کی ہمیشہ ہوتی ہے یکساں بسر
خانۂ کنج لحد منت کشِ زینت نہیں

اہلِ قیامت ہے بلائے شامِ تنہائی مجھے
ہے کہاں اے موت تجکو آج بھی فرصت نہیں

کب ہوا حسنِ حقیقی کو بناوٹ کا خیال
جامۂ ہستی کو سوزن کی کوئی حاجت نہیں

... ہے وہی بندش استاد گو کرتا ہے عرش
پھر بھی معنی میں ہیں بلندی الفاظ میں شوکت نہیں

انتخاب دیوان

مرزا قادر بخش صابر دہلوی

مسیحائی کرے کیونکر نہ انداز رقم میرا
کہ معجز آفریں ہے خامۂ مریم شکم میرا

بڑھا شرم گنہ سے اسقدر گردن کا خم میرا
کہ مثل حلقۂ پرکار ہے سر پر قدم میرا

گناہِ عشق کی رنگت نے دلکو اور رونق دی
سیہ پوشی سے کعبہ بنگیا بیت الصنم میرا

وہ میکش ہوں بجز انگور کچھ پیدا نہو زاہد
جو تیری کشت پر برسے سحاب چشم نم میرا

مشرف ہو گئیں تشریفِ حیاتِ جاودانی سے
وجودِ ظاہری کرتا ہے اثباتِ عدم میرا

بنا ہے کیا انہیں حرفوں سے مثل کلکِ ابجد وہ
لبِ حاسد کو صابر کھولتا ہے حرف ذم میرا

انداز ہے کچھ ایسا رفتارِ نازنیں کا
لب پہ صدای پا کے ہے جوش آفریں کا

ہر شے ہے اُسکے تن میں تعریف سے مرکب
ابرو بھی نون گویا ہے لفظِ آفریں کا

ہے سُست اعتقادی اتنی گراں جتونکی
اپنے سے ہے اُٹھانا مشکل ہمیں یقیں کا

گستاخیوں نے میری اچھی مصوری کی
نقشہ نیا بنایا اُس چشم شرمگیں کا

محجوری ہے شہادت اثبات راستی کا
کھدتا ہے حرف اُلٹا ہر مہر کے نگیں کا

اُس گلبدن کے رخ سے وابستگی ہے سبکو
ہر قطرۂ عرق ہے غنچہ دلِ حزیں کا

نقش قدم بنایا اُفتادگی نے مجھکو
میں زندگی میں صابر پیوند ہوں زمیں کا

شعلۂ حسن اُنکا بڑھ بڑھ کر نہاں ہو جائیگا
سبزۂ خط جلکے چہرے پر دُھواں ہو جائیگا

گر غبارِ دل بلند ای جانِ جاں ہو جائیگا
آپ تو اپنی نگاہوں سے نہاں ہو جائیگا

نقل کرتا ہے ہماری شعلۂ وحشت رات دن
دیکھنا اک دن ہمارا ہمزباں ہو جائیگا

روز بڑھتا ہے عدو سے بے حجابی کا خیال
وہی پردہ اُنکے میرے درمیاں ہو جائیگا

گرچہ یہ نالونکا زور اور یہ زمی تن کا ہجوم
میکشوں سے اسقدر سختی نکر ای محتسب
دم بدم ہوتی ہی ای صابر نظر اپنی بلند
آپسا رکھتا کمال ہی روی پُرنور آفتاب
جائے بیزاری ہی دنیا اسلیئے رکھتا ہی پشت
کچھ نظر آتا نہیں مجکو فراق یار میں
جمع کرسامانِ غفلت تا میسر ہو فروغ
کسقدر شام و شبِ فرقت میں لگجاتی ہی چیپ
شب کا وعدہ بھی تمہارا مکر سی خالی نہیں
تفتہ جانونکو ہمیشہ تفتہ جانونکا ہی پاس ق
مشک بھرتا ہی اگر اسمیں سوادِ شامِ ہجر
صابر ارباب کرم کو ہی برابر قرب و بعد
جا ہی نگاہ بیک کے اشکونمیں سوے دوست
نا طاقتی سے جان نہ تن سے نکل سکی
بل آگیا مزاج میں اک ہمرِ سہل پر
دشمن سی دل نے راہ نکالی ہے آج کل
دونی ہوئی ہی مجھکو کدورت رقیب سے
کہتا ہی کچھ بکے نکلتا ہی منہ سے کچھ
خارِ دل رقیب کی اتنی ہیں کثرتیں
غصہ سا غصہ آتا ہی صابر جناب کو
ہم ظاہر ہی مگر ظلم کو پنہاں رکھکر
چلے دیران کو وہیں چھوڑ دیا وحشت میں
آن بیٹھے یہ وہ خود پہلوے صابر میں آج

پنبہ منقوش اک اک استخواں ہو جائیگا
دل ترا سنگِ درِ پیر مغاں ہو جائیگا
شیشہ عینک زجاجِ آسماں ہو جائیگا
اپنے نزدیک آپکو کھینچا کرے دُور آفتاب
مُنھ نہ پھیریگا ادھر گو تا بمقدور آفتاب
میری آنکھوں کی سیاہی میں ہی مستور آفتاب
می کے بننے سے ہوا مشہور انگور آفتاب
کیا کھلاتا ہی شفق کا مجھکو سینہ دور آفتاب
جانتے ہو ہی ہمارا روے پرنور آفتاب
ق چارہ میری زخم کا رکھتا ہی منظور آفتاب
صبح کا آکر لگا دیتا ہے کا فور آفتاب
ماہ کو دیتا ہی لئے فرق پرتو آفتاب
پژمردہ تا نہ ہو گلِ روی نکوے دوست
مجکو ہوئی حیات ابد آرزوے دوست
ہوئے میان دوست سے نازک ہی خود دوست
شاید گئی ہی راہ ہی سوے کوی دوست
جسدن سی دلمیں خاک ہوئی آرزوی دوست
ہی بیقرار میرے بطرح گفتگوی دوست
مسدود ہو گئی ہی رہِ جستجوے دوست
مجے کبھی بقیہ آب وضوی دوست
آئے مقتل میں پہ آنکھوں پہ وہ دامان رکھکر
ہم بیابان کو چلے گھر میں بیابان رکھکر
دیکھ پچتائیگا حسرت دلِ نادان رکھکر

یاروں کے ہوں سراغ سے دور اور شکستہ پر
ہوں بلبلان باغ سے دور اور شکستہ پر

ہوں مرغ نیم ذبح تری صید گاہ میں
مضطر ہوں کوہ و باغ سے دور اور شکستہ پر

قامت تمہارا الفرقہ انداز ہے غضب
قمری ہے سرو باغ سے دور اور شکستہ پر

اے گل ترے فراق میں یہ عندلیب دل
ہے گلشن فراغ سے دور اور شکستہ پر

صابر یہ مجھسے ضد ہے کہ مرغ شمیم گل
ہے اسطرح دماغ سے دور اور شکستہ پر

تو نہ جا انجمن وصل سے ترساں ہوکر
راہ پاؤں سے لپٹ جائیگی داماں ہوکر

گر یہی کثرت اعدا ہے تو گھبرا کے کبھی
اپنے در پر تمہیں بیٹھے گی نگہباں ہوکر

آپ جاتے ہیں تو قسمت کی سیاہی مری
پھیل جاتی ہے سواد شب ہجراں ہوکر

میرے انداز محبت کے وہ دیوانے ہیں
انپہ جاتی ہیں نگاہیں مری بریاں ہوکر

ہوگئی رخ کی چمک پردہ چشم اغیار
صبر پڑتا ہے مرا آپکا احسان ہوکر

اسقدر خوش ہوئے اس کوچہ میں صابر جاکر
جیسے آباد ہوا ہو کوئی ویراں ہوکر

کچھ اضطراب دل سے بنے اپنی جان پر
پر حرف آرزو نہیں آتا زباں پر

ہم ناتواں چڑھ نہ سکے اسکے دھیان پر
تہمت فرامشی کی ہے اس بدگمان پر

ایما یہ ہے کہ سر نہ اٹھائے دیار سے
رکھتے ہوا اسلئے نظر اس ناتوان پر

اللہ ری ضد کہ بیٹھے جو ہم اسکے در کے پاس
الٹا چڑھا مکان کا سایہ مکان پر

صابر ہماری زیست ہے تصویر تو کی
مرتے ہیں روز ایک ایک نوجوان پر

یوں ضعف میں نکلی تری رنجور کی آواز
اڑتی سی کوئی جیسے سنے دور کی آواز

غش ہوگئیں اپنی حضرت موسیٰ اسے سنکر
ہے شعلہ طور اس بت مغرور کی آواز

کیا منہ ہے جو غصے میں کوئی مار سکے دم
ہوجاتی ہے قفل دہن اس حور کی آواز

یوں نشہ الفت میں ہوں خاموش کہ گویا
ہوجائے گرہ حلق میں مخمور کی آواز

شب کو ان وہ نالاں تھا ترے در کہ اسے
ملتی تھی بہت صابر مغفور کی آواز

رخ کی تابش سے ہے زلفوں کی شکن میں آتش
تمنے اعجاز سے باندھی ہے رسن میں آتش

ذات میں ہی ہے حسینوں کو خدا نے زینت
پہنے پیراہن گل رنگ ہے تن نازک

زیر لب برق تبسم ہے تیرے خوف ہے یہ
بات کرتے ہو عجب ڈھب سے کہ جی جلتا ہے
اپنی آتش قدمی کا یہ اثر ہے صابر

کب چھپا سکتا ہے نور رخ زیبا برقع
غنچہ و گل سے مشابہ ہوئے خوشبوں حباب
رخ پر اُسکے کوئی برقع ہے نہ چادر نہ نقاب
چشم حق بیں سے جو عالم یہ نظر کی ہمنے
وصف کس پردہ نشیں کا یہ لکھا صابر

یہ نہ سمجھو تم کہ صابر ہم ہیں ناکام قلق
سیکڑوں طائر پھنسے اور ہو گئے لاکھوں ہی
گنبد گردوں کی ہر گردش میں ہے رنگت نئی
کبتلک اے چرخ یہ روباہ بازی کب تلک
تو بُرا ہی کہہ یہ کچھ منھ سے کہے جا واعظا

کر نہ پھر جائے کہیں جاہ ذقن میں آتش
کسطرح سمتے نہیں لپٹے سخن میں آتش
کہ جہاں چاہیے ہمراہ ہے نہیں آتش

پردہ دیدہ بینا ہے تمہارا برقع
دھونے دریا پہ جو آیا ترا میلا برقع
ہے فقط یار کی غفلت سے کتنا یا برقع
ایک عارض پہ نظر آتا ہے صد ہا برقع
کہ معانی نے بھی الفاظ کا اوڑھا برقع

صبر تم سمجھے ہو جسکو وہ ہے انجام قلق
ہم تڑپتے رہیں گے یوں ہی تہ دام قلق
کیوں بسر ہوتے نہیں یہ اپنے ایام قلق
صبح عشرت غیر دیکھیں اور ہم شام قلق
اس سے کچھ تسکین ہے مجھے ہوتی ہے ہنگام قلق

ذکر خط نے حسن بڑھایا وصال میں
سب کی نظر ہے سرو قد خوش جمال پر
کیونکر نہ رد میں یاد کمر میں مدام ہم
وہ ہی کہیں نہ دل ہو کہ پہلو میں شکل غم
آشفتہ زلف و چشم مریض و تن نحیف
ہر شکل سایہ یار و نیہ اُس سرو کے
یوسف کہا انہیں تو کہا وجہ شبہ کیا
پائیں گر تیرے مرقع کے کچھ اوراق آنکھیں
کتنی عارت گر ہی دل یہ ہیں مشتاق آنکھیں
ہم نہ کہتے تھے کہ آنکھیں نہ چھپاؤ ہر دم

مہتاب انکے منھ پہ چھپی انفعال میں
آنکھیں لگیں ثمر کی جگہ اس نہال میں
اک بال پڑ گیا ہے یہ چشم خیال میں
ذرا کچھ چمکتا ہے گرد ملال میں
ہم اور تم شریک ہوئے ایک حال میں
کیا میں بھی مستعد ہوں نماز زوال میں
صابر یہ آپ نے غلطی کی مثال میں
سات پردوں میں رکھیں اتنی ہیں مشتاق آنکھیں
دیتی ہیں اللہ نے ظالم تجھے قزاق آنکھیں
جنس مسروقہ ہوئیں شہرۂ آفاق آنکھیں

نہ نکلتے شررِ اشک نہ لڑتی جو نظر
ٹھوکریں طالبِ دیدار کو کھلواتی ہیں
تمنے آواز سُنائی نہ دکھائی صورت
خواب میں آئے جو وہ مایۂ راحت صابر
نہیں کرتی رفاقت یہ بھی مجھسے کنجِ حرمانمیں
نہیں قسمت میں جو شاید وہی دو حرف وہ لکھکر
کبھی گریاں ہوں فرقت میں کبھی آوارہ غربت میں
مے دیدار بزمِ وصل میں کیونکر پلاؤ گے
یہ جبیں ہی کہ صابر اپنا زورِ طبع دکھینگے
تری جلوے کی بڑھتی ہی لطافت چشمِ گریا میں
ہوا دھوکا جو دیکھی سبز قندیل اُنکے ایوانمیں
چھپا رکھینگے داغِ سینہ کو ہم وصلِ جانانمیں
کبھی تارِ نفس کٹتا نہیں شبہائی ہجرانمیں
پڑھو صابر کوئی ایسی غزل بزمِ سخندانمیں
الکدرہی رہی لکنو ہمارے دستِ مژگانمیں
کیا تھا آتشِ فرقت کو پنہاں غم وہ آفت ہے
مُدام افسردہ خاطر زندگی سے سیر رہتے ہیں
ہنود اکثر نہانے ہر سحر جاتے ہیں دریا پر
سنایا مطلعِ تازہ یہ کہکر میں نے احباب کو
ہمیشہ فکر ہی اسکو مری بندش کی سامانمیں
غضب کرتا ہی پرتوِ حُسن کا اِن سبزہ رنگوں کی
میرا نہی اس اسیری کی تلافی سہل کر لونگا
ہوا یکبار بہ خاطر ضعف سے دستِ جنوں ہمکو

ہوگئیں سنگِ دلِ غیر کو چقماق آنکھیں
شنگبی ہیں نئی ترکیب کی رزاق آنکھیں
کان کا کام بن آیا رہیں مشتاق آنکھیں
کھولتی صور کی آواز سے ہو مشتاق آنکھیں
کوئی دشمن ہی جلائے روح شاید جسم بیجانمیں
رکھوں لوحِ جبیں اُس رشکِ لیلیٰ کی دبستانمیں
کبھی الیاس دریا میں خضر ہوں کہ بیابانمیں
رکھا ہی آپ نے مینائی پیمان طاقِ نسیان میں
پڑھیں اک مطلع نکلی بھی غزل بزمِ سخندانمیں
کہ کھلک اشک میں چھپتا ہی وہ داماں مژگانمیں
کہ سبزی ہلکی ہلکی ہی ضیائی ماہِ تاباں میں
کہ مثلِ صبح اک خورشید رکھتے ہیں گریبانمیں
نئے جوہر ہلا ہی قاتل مری تیغ گریباں میں
کہ ایسا کوئی گلدستہ ہو گلزارِ رضوانمیں
کوئی آبِ گہر کو جان کیا سکتا ہی دامانمیں
کہ لایا موکشاں دودِ جگر کو چشمِ گریانمیں
سوا ہوتی ہی سردی صبح کو فصلِ زمستانمیں
پھری کیونکر وہ کافر ہماری چشمِ گریانمیں
تفحص تھا مری احوال کا کل بزمِ یارانمیں
مثالِ معنیٔ بے لفظ ہوں میں ذہنِ جانانمیں
کہ ہر ہر گام پر گرتی ہی برقِ سبز میدانمیں
لگا دونگا تری تصویر کو دیوارِ زندانمیں
کہ ایک تار اور گویا بڑھ گیا اپنے گریبانمیں

مجھے صابر بنایا کیوں بنا دیتا خالق
اگر اپنے وقت پر آتا تمہاری چشم [illegible]

ہم عجب زیست کیا کرتے ہیں
روز آوارہ پھرا کرتے ہیں

یا تو دیکھا ہے کہ اکثر اشخاص
بیٹھکر یادِ خدا کرتے ہیں

یا جوانی کا مزا لوٹتے ہیں
خوش حسینوں میں رہا کرتے ہیں

یا کہ خمخانۂ ہستی سے مدام
بادۂ عیش پیا کرتے ہیں

ایک ہم ہیں کہ ادھر ہیں نہ اُدھر
تلف اوقات کیا کرتے ہیں

چلے یہ سوچکے گھر سے باہر
کہ بڑی ہم یہ خطا کرتے ہیں

یعنی واں چلئے کہ جس جائے گزر
شعرا و فصحا کرتے ہیں

ہمنے دیکھا ہے کہ ان ن وہاں
آدمی جا کے بنا کرتے ہیں

قاعدہ ہی شرفا زادی سب
اچھے لوگوں سے ملا کرتے ہیں

خدمتِ حضرتِ صابر میں گیا
کہ وہ نزدیک رہا کرتے ہیں

اکتسابِ ہنر و علم و کمال
اُنسے اکثر طلب کرتے ہیں

خلق کے آداب بجا یا مینے
خورد جس طرح کیا کرتے ہیں

کھلے طرفین میں ابواب کلام
جیسے آپس میں ہوا کرتے ہیں

دیکھا جب خوب کہ لطف و اشفاق
وہ مرے ساتھ ادا کرتے ہیں

عرض کی مینے کہ قبلہ اب ہی
آپ اشعار کہا کرتے ہیں

مستفید اُنسے ہوں حضرت تم بھی
وصف اکثر سے سنا کرتے ہیں

سُن کے فرمایا کہ اب شعر کہا
خونِ دل اپنا پیا کرتے ہیں

شعر کہنا تو رہا دھیان میں
اب تو دن رات بکا کرتے ہیں

قتل کنبہ ہوا سارا [illegible]
رات دن غم سے جلا کرتے ہیں

سبھی سامانِ امارت بگڑے
فکرِ روزی میں پھرا کرتے ہیں

مشکئ طبع کی گرمی ساری
نفسِ سرد بھرا کرتے ہیں

بہا لی ہم سے کبھی پریشاں خاطر
کہیں اشعار کہا کرتے ہیں

مرزا پور میں آئے جب سے — روز دہشت میں رہا کرتے ہیں
شعر خوانی کا نہ چرچا ہی یہاں — نہ یہ خواہش شعرا کرتے ہیں
شاعر اچھے ہیں یہاں بھی دو چار — پر وہ بے لطف جیا کرتے ہیں
نہ کہیں ہوتی ہے بزمِ انشاد — نہ لبِ نطق کو وا کرتے ہیں
نہ سہی بزم پہ مردِ قابل — جمع اک جا تو ہوا کرتے ہیں
یہاں تو وہ بھی نہیں اے بندہ نواز — روز بیکار رہا کرتے ہیں
کس کے آگے کوئی اشعار پڑھے — کس سے یہ شعر سنا کرتے ہیں
ہاں مگر سامنے ہم آتو رہے — سب کیلیے اشعار پڑھا کرتے ہیں
وہ سخن سنج ہیں ایسے اس جا — نکتہ رس جیسے ہوا کرتے ہیں
سن کے البتہ وہ ہر تیسرے شعر — داد کچھ ہمکو دیا کرتے ہیں
سن کے میں نے کہا اے قبلۂ من — آپ ارشاد بجا کرتے ہیں
پر کہیں آپ سے استاد جہاں — کبھی بے شغل رہا کرتے ہیں
سن کے فرمایا کہ اچھا سُنیے — ہم جو بیہودہ بکا کرتے ہیں
اللہ اللہ زباں سے اُن کی — کچھ عجب پھول جھڑا کرتے ہیں
شعر پڑھتے نہیں اپنے گویا — درِ فردوس کو وا کرتے ہیں
آپ ہم اُن کو خفا کرتے ہیں — اور خفا ہوں تو گلا کرتے ہیں
ہم وہ بلبل ہیں کہ مثلِ نکہت — بے پر و بال اُڑا کرتے ہیں
کوسوں ہو جاتی ہے غائب تاثیر — ہم اگر قصد دعا کرتے ہیں
جان دیں اُن کو جتا کر کیوں ہم — آپ وہ جان لیا کرتے ہیں
اک یہی مونسِ تنہائی ہے — مغرورے دل سے ہوا کرتے ہیں
جو نئے گل پہ بہار آتی ہے — پہلے ہم جان فدا کرتے ہیں

جو دلکو محبت کے مزے آئے ہوئے ہیں — وہ اپنی طبیعت پہ ابھی چھائے ہوئے ہیں
ہر بات پہ اظہارِ نزاکت ہے حیا سے — ثابت ہے کہ تکلیف بھی کچھ پائے ہوئے ہیں

کچھ تمنے ہمیں دل میں سمجھ رکھا ہی سمجھو
کچھ ہم بھی تمہیں ذہن میں ٹھہرائے ہوئے ہیں

پھر ملنے کو جی چاہتا ہے یار کا ہم سے
ناچار ہیں غصہ میں قسم کھائے ہوئے ہیں

اللہ ری ضد کوٹھے کے چڑھنے کو کیا ترک
جس روز سے ہم یار کے ہمسائے ہوئے ہیں

اب دل کو لگاتے ہیں ذرا سوچ سمجھکر
دو چار جگہ پہلے جو زک پائے ہوئے ہیں

کچھ در پہ جھکائے ہوئے سر بیٹھے ہیں صابر
اُس بزم سے شاید کہ نکلوائے ہوئے ہیں

پہلے نہ اُڑایا کسی بیکس کے جگر کو
پر ہمنے لگائے ہیں ترے تیر نظر کو

ہی تیر نگہ بزم عدو میں مری جانب
غصے میں چھپایا ہی محبت کی نظر کو

کچھ بال سفید اُنکے جوانی میں نہیں ہیں
چھڑکا شب دیجور پہ ہے نور سحر کو

یوں آتش گل باغ میں ہی تیز کہ تم آپ
اُٹھ جائیں گے اے شبنم شاداب سحر کو

دن رات کا فرق اُن کی محبت میں ہے اتنا
وعدہ تو کیا شام کا اور آئے سحر کو

دل چیز ہی کیا جان بھی دوں عشق کو صابر
میں نفع سمجھتا ہوں مدام ایسے ضرر کو

دال جاتے ہیں آداب سے ہم اور زیادہ
تعظیم کو اُٹھتے ہیں قدم اور زیادہ

برتا ہے اک تیر نظر کا ترے ظالم
کچھ دور نہیں ملک عدم اور زیادہ

چلنا تری شمشیر کو برش کا سبب ہے
رفتار میں چڑھ جاتا ہے دم اور زیادہ

اک چھیڑ چلی جائے محبت ہو کہ رنجش
کچھ اس سے نہیں چاہتے ہم اور زیادہ

کھل جائیگا غنچہ دل اوگار کا صابر
چھیلے گا اگر ناخن غم اور زیادہ

کہتے ہیں تجھسے یہ آداب کا دستور ہے
چار انگل مرے چہرے سے نظر دور رہے

یہ آئینہ پہ نظر لے پری لقا ٹھہری
کہ خود پسند و خود آرا و خود نما ٹھہری

یہ کوٹ کوٹ کے شوخی بھری ہی ظالم
کہ ایک دم نہ تری آنکھ میں حیا ٹھہری

دکھائی آنکھ تو محفل میں ہم نہ بول سکے
دہن کا قفل تری چشم سرمہ سا ٹھہری

شب سیاہ میں کیا سہل اس نے ڈھونڈا یو تجھے
ضیائے عارض روشن جو رہنما ٹھہری

بہانہ جوئے اہل جفا ہے لے صابر
چھپایا اُسنے جو خجلت سے منہ حیا ٹھہری

نہ تجھ سے بات کچھ اے مطلب آشنا ٹھہری
بتاؤں کیا کہ ہر اک پوچھتا ہے کیا ٹھہری

سید فضل الحسن حسرت موہانی نے اپنے اردو پریس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر اردوئے معلٰی سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ا ۲۵

اُردوئے معلّٰی

علی گڈھ

جلد ۱	بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء	نمبر ۵

مرتبہ سید فضل الحسن بی ۔ اے حسرت موہانی

فہرست مضامین

اُردو پریس علی گڑھ میں چھپا

قیمت رسالہ سالانہ
مع محصول ڈاک
بلا ضمیمہ صرف عہ
مع ضمیمہ عـہ

رائنڈل جب صاحب کی بنائی ہوئی نہایت مجرب ادویہ

مرگال

انتہائی درجے تک کے فساد خون و آتشک کے مریضوں کے لیئے اکسیر مصدقہ ڈاکٹران معالجات امراض اشغال ۴۰ گولیوں کی شیشی قیمت دو روپے (عہ)

گونوسان

مشہور مہلک و جان گداز مرض سوزاک کا حکمی علاج مشہور اور خاص مدیج ڈاکٹران کا مصدقہ ۴۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپے (عہ)

یوریٹوال

طاقتور بنانے اور درد اعصاب دور کرنے کی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کیواسطے نہایت مفید ہے۔ کم ہمتی بے خوابی ضعف دل و دماغ کو نافع ۴۲ گولیوں کی قیمت ؏

یوہمبین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لیئے قطعی اور بلا ضرر علاج مصدقہ محققان۔ اماعت کو کبھی خطا نہیں کرتی ۲۰ قرص کی قیمت ایک روپیہ (پیہ ؏)

مندرجہ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام **آب و آتش** حال میں چھپا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسے **برکت اینڈ کمپنی دہلی** سے طلب کرو بلا محصول ڈاک ارسال کیا جاوے گا اور متذکرہ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو اگر وقت ہو تو برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انور دہلوی

(سنہ ۱۲۶۴ھ تا سنہ ۱۳۳۱ھ)

نام وخاندان | سید شجاع الدین عرف امراؤ میرزا تخلص انور خلف سید جلال الدین حیدر رضوی الملقب بہ صلاح الدولہ مرصع رقم خان استاد بہادر شاہ مرحوم ظفر بادشاہ دہلوی، حضرت ظہیر دہلوی کے چھوٹے بھائی تھے۔

اخلاق وعادات | حضرت برتر غازیپوری شاگرد حضرت ظہیر فرماتے ہیں کہ "خداوند جل و علی حضرت انور مرحوم را از سن طفولیت جوہر قابل عطا فرمودہ بود دگمانے کہ نزد الناس پیدا بود خلقی و فطرتی بود عہد خردسالی کہ طفلاں را مخصوص برائے لہو و لعب است حضرت مغفور مطلقاً بجانب ایں فعل لاحاصل توجہ نہ نمودہ زہد و ورع و ریا و اتقا کہ جوہر قابل انسانی ست در ذات خویش مجتمع نمودہ بہ علوم دین و دنیوی حصول صوری و معنوی مائل ومصروف" بقول حضرت ظہیر:-

"محامد اخلاق و محاسن خصائل پر غور کیجئے تو درویش فرشتہ سیرت وصاحبدل صاحب نسبت کہنا روا ہے عمر بہ جادہ تسلیم و رضا سے قدم باہر نہ رکھا ہر رنج ومصیبت میں شکر گذار و قانع رہے اور حدیث شریف الفقر فخری پر عمل کیا ہمیشہ فقر وفاقہ زحمت حوادث معیش و آرام عسرت وعشرت میں ایک وضع اور ایک طریقہ پر گذران کی۔ خوشی کو خوشی رنج کو رنج نہ گردانا اپنی قوت بازو سے اکل حلال پیدا کرکے قوت اہل وعیال کی۔ نماز روزہ وغیرہ وظائف کسی حال میں قضا نہیں ہوئے۔ بہت تھوڑے بہت فقروفاقہ کا کبھی شکوہ زبان پر نہیں آیا جو اللہ نے دیا صبر و شکر کرکے کھا لیا۔ معیشت قلیل پر قناعت کی۔ حرص دنیا کو کبھی پاس نہ آنے دیا۔ نفوس قدسیہ کے خواص اس ن

ذات ستودہ صفات میں پائے جاتے تھے۔ عالم باعمل سالک کامل عارف باخدا درویش خوش اوقات دنیا دار تارک الدنیا اسی سے مراد ہے۔ غرضیکہ بجمیع محامد و اوصاف متحلی و مجلی تھا۔

اکتساب علوم و فنون | حضرت ظہیر لکھتے ہیں کہ "فن خوشنویسی والد ماجد سے تکمیل کو پہونچایا تھا گیارہ برس کے سن میں تمام خوشنویسان سوز نگار پر سبقت لیگیا۔ اس عمر میں کتب درسیہ فارسی کو طے کرکے استعداد عربی میں قریب تکمیل کے سرمایہ بہم پہونچایا فن سخن کا اکتساب شیخ محمد ابراہیم ذوق و مرزا اسد اللہ خان غالب سے کیا مگر شاید کوئی ایک ایک دو دو غزل دکھلانے کا اتفاق ہوا ہو۔ کمال سب صیانت ذہن و حسن طبیعت اپنی فکر سے حاصل کیا تھا۔ جمیع اصناف سخن پر قادر و ماہر تھا۔ غزل قصیدہ رباعی مثنوی ترجیع بند مسدس مخمس جملہ اقسام سخن کو قالب جدت میں وہ فروغ دیا کہ شعرائے ماضی و حال پر سبقت حاصل کی"

شاگرد و معاصرین | ذوق و غالب مومن شیفتہ سالک وحشت حالی و مجروح۔ داغ و ظہیر جیسے مشہور اساتذہ دہلی کی ہمعصری و ہمنشینی حضرت انور کے کمال سخن کا بہترین ثبوت ہے۔ انکی ذات کو دہلی میں اردو شاعری کے اس آخری دور کی رونق افزائی سے بہت کچھ تعلق تھا چنانچہ جن لوگوں کی آنکھیں اس عہد دلفریب کے نظاروں سے آشنا ہیں انکے دل اب تک انور مرحوم کو یاد کرکے جذبات حسرت و افسوس سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ خواجہ حالی فرماتے ہیں ؎

غالب ہے نہ شیفتہ نہ نیر باقی | سالک ہے نہ وحشت ہے نہ انور باقی
حالی اب اسی کو بزم یاراں سمجھو | یاروں کے جو کچھ داغ ہیں دل پر باقی

انور مرحوم سے طالب علم کم باقی لیکن اسیر ہیں۔ اس وقت تک انکے کئی شاگرد موجود ہیں جنمیں سے مرزا محمد تقی بیگ صاحب مائل دہلوی متوسل ریاست جیپور اس وقت بجا طور پر استاد کامل اور ردو عروض کے ملک ہیں۔

سلسلہ تلمذ ... کا تذکرہ علیحدہ لکھا جا سکتا ہے مگر تقریباً تمام آپکے شاگرد حضرت مضطر راحمد صاحب

<u>انور کا دیوان</u> مطبوعہ دیوان انور وہ ہے جسے لالہ سری رام صاحب ایم اے مولف تذکرۂ خمخانۂ جاوید نے بڑی محنت اور مشقت سے متفرق اور پریشان مسودوں سے مرتب کر کے چھپوایا ہے مگر بقول لالہ صاحب موصوف یہ انکے کلام کا آٹھواں حصہ بھی نہیں ہے اور اسمیں بیشتر ایسا کلام ہے جو نظر ثانی سے محروم رہا۔" حضرت کوثر کی تحریر کے مطابق استاذی مدظلہ (یعنی جناب مائل دہلوی) کے پاس انور کا بہت سا منتخب کلام موجود ہے جو اس چھپے ہوئے دیوان سے بہت زیادہ ہے افسوس حضرت انور نے عمر کم پائی ورنہ جسطرح حضرت ظہیر اور داغ مرحوم کے دیوان انکی زندگی ہی میں چھپ گئے اگر انکا کلام بھی انکے سامنے ہی چھپ جاتا تو قابل دید ہوتا۔" صاحب خمخانۂ جاوید لکھتے ہیں کہ" انکے دو مکمل دیوان تلف ہو گئے جنمیں سے ایک تو خاص حمد و نعت اور تصوف کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا" جناب ظہیر بیادی کلام انور کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے اوراق دیوان اپنی حین حیات میں ایک دن بحالت جذب چاک کر کے پھینکدئے تھے اتفاق سے میں اسوقت موجود نہ تھا ورنہ اس جواہر گراں بہا کو ہرگز ضائع ہونے دیتا...... خیر جسقدر ممکن ہوا ان لعل پاروں کو مثل سیپارۂ دل فراہم کر کے جو کچھ بڑھا گیا لکھا۔ باقی سب سرمایہ معرض تلف میں آکر برباد گیا" انور مرحوم کو مکروہات زمانہ نے ہمیشہ پریشان رکھا۔ اور ہنگامہ ۵۷ء نے تو اسقدر تنگی

کوثر کے بھیجے ہوئے چند منتخب اشعار کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

مفتیِ میکدہ فرماتے ہیں مائل مجھکو — یاد ہیں بادہ کشی کے وہ مسائل مجھکو
جو فتنے بک گئے ترے قامت کے ہاتھ پر — بیعت کئے ہوئے تھے قیامت کے ہاتھ پر
تاثیر میری آہ سے کہتی ہے بار بار — دل کا معاملہ ہے نہ پڑ درمیان میں تو
بوئے خلوص آتی ہے تیرے کلام سے — مائل رہا ہے خدمت پیر مغاں میں تو
مائل کوئی گناہ نہ رہجائے دیکھنا — کام آپڑا ہے رحمت پروردگار سے
نہیں ہوتی تو دعا میں نہیں ہوتی تاثیر — اور جو ہوتا ہے تو با تو نہیں اثر ہوتا ہے
پردہ ہے اسلئے وہ پریرو کہیں ہو — بیشمار ہوں خیال کو کیونکر کرے

[illegible] ترک وطن کرکے جبلپور چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ آخر عمر میں شورش دماغ حد اعتدال سے بڑھ گئی تھی چنانچہ جذب [illegible] عالم [illegible] حالت جذب کا اشارہ اسی شورش کیطرف ہے۔

انور کی شاعری

حضرت انور کو تلمذ خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق سے تھا لیکن درحقیقت انکے کلام کا رنگ مومن کے انداز سخن سے بہت کچھ ملتا ہے ترکیب کی خوبی مضمون کی نزاکت اور طرز بیان کی جدت نے کلام مومن کی طرح ان کی شاعری کو بھی نیرنگی و امتیاز کے اُس درجہ پر پہونچا دیا ہے جہاں تک انکے دیگر معاصرین میں سے غالباً کسی کی بھی رسائی [illegible] ان سب خوبیوں پر طرہ یہ ہے کہ باوجود نوعمری مضبوطی مشق کا یہ رنگ نظر آتا ہے کہ مشکل سے مشکل زمینوں میں بہت [illegible] جاتے ہیں جو انکا قوت ایجاد کا ایک دلی [illegible] معلوم [illegible] ملاحظہ ہو۔

تری صورت جو دیکھا اور آنکھیں [illegible] میں [illegible]		نظر آیا جہاں سے حسن آفریں کیا کیا
[illegible]	٢	[illegible] جاتی ہیں [illegible] چشم [illegible] کیا کیا
پریشان اسکی قد [illegible] نگاہی [illegible]	٣	[illegible] خود بینی یہ ہوتا ہے یقین کیا کیا
[illegible] ہے موقوف اسکی [illegible] پریشانی	٤	[illegible] شورشیں اٹھ اٹھ کر دلمیں [illegible] کیا کیا
[illegible] ہی وہ [illegible] جو کچھ کہ ہونا تھا	٥	پشیماں ہو رہا ہے دیدہ انجام بیں کیا کیا
[illegible] غم [illegible] ہاتھ سے [illegible]	٦	[illegible] دیتا ہے جواب آستیں کیا کیا
جسے وہ محفل میں [illegible] جاتا ہے محشر [illegible]	٧	[illegible] آنکھ [illegible] انور حزیں کیا کیا
[illegible] سے [illegible] اور [illegible]	٨	[illegible] صورت اندوہگیں کیا کیا
وہ آشوب تجلی جلوہ [illegible] نمائش	٩	[illegible] پانوں تلے کی نکلی جاتی ہے زمیں کیا کیا
مقابل اپنے جلوے کے نظر آتا نہیں کچھ بھی	١٠	ہماری حسرتیں اسکی نظر میں جاگزیں کیا کیا
مجھے اسکی نگاہ مصلحت اندیش نے مارا	١١	[illegible] عدو سے مجھے [illegible] گمیں کیا کیا
یہ کافر ماجرائی طاعت اصنام میں انور	١٢	ہوئے تھے حق سے [illegible] پیمان متیں کیا کیا

۱۳ یہ حسن اور اس سے پیدا غمزۂ سحر آفریں کیا کیا ۔ شکستہ ہو گیا پیمانِ اربابِ یقیں کیا کیا
۱۴ دو چار اس چشم سے ہوتے ہی اک چت لگ گئی گویا ۔ خدا جانے نگاہیں چپکے چپکے کہہ گئیں کیا کیا
۱۵ ادھر شوخی اٹھاتی ہے ادھر تمکین بٹھاتی ہے ۔ کشاکش میں ہے اپنے ہاتھ سے وہ نازنیں کیا کیا
۱۶ مجالِ دم زدن ہے وقت ناوک خوردنی مشکل ۔ ہوئی ہے دلبرا پینے خونِ صد آفریں کیا کیا
۱۷ مذاقِ مدعی ہے تلخ و کامِ دوست شیریں سے ۔ سخن میں بھر دیا انور نے زہر و انگبیں کیا کیا

اس غزل میں معنی حسن آفریں - رنگ ادا - قدر کم نگاہی - نمود حشر - دیدۂ انجام بیں - صورت اندوہگیں - آشوب تجلی - جلوہ آرائے نمائش - نگاہ مصلحت اندیش - کا فرماجرائی - غمزۂ سحر آفریں - کی رنگینی و تازگی ترکیب، تیسرے، پانچویں، چھٹے، دسویں اور سولھویں شعر میں مضمون کی نزاکت نیز نویں اور پندرھویں شعر میں طرز بیان کی جدت انداز مومن کے ساتھ مخصوص ہے جس میں انور کی مشاقی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔

مومن خاں کی مشہور غزل (دل بستگی سی ہے کسی زلفِ دوتا کے ساتھ) پر جو غزل انہوں نے لکھا ہے اسکی منتخب اشعار سے بھی ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے ؎

کرتے ہیں زندگی شبِ غم میں قضا کے ساتھ ۔ یاں ہیں رضائے یار ہے حکمِ خدا کے ساتھ
گویا کہ سب غلط ہیں مری بدگمانیاں ۔ دیکھے تو کوئی شکل تمہاری حیا کے ساتھ
دل کا عجیب حال ہے امیدِ وصل تب ۔ اک دلکشا خوشی ہے غمِ جانگزا کے ساتھ
کم التفاتیوں کا سبب کچھ نہیں مگر ۔ بڑھتے ہیں انکے ناز مری التجا کے ساتھ
ترکِ حجاب کرتے ہیں کیا کیا خوشی خوشی ۔ منصب جو غیر کا ہے مرے مدعا کے ساتھ
شرمانے اور عدو کے نہ پہلو سے اٹھ سکے ۔ تمکین سے لے اور حشر اٹھا یا حیا کے ساتھ
ترے ستم سے مجھکو ملا منصب کلیم ۔ اک وجہ گفتگو نکل آئی خدا کے ساتھ
یارب غلط ہو فہمِ کج اندیش کا گمان ۔ کچھ کہہ رہا ہے انسے عدو التجا کے ساتھ
آتا ہے بوئے دوست میں کافر لپا ہوا ۔ نقد ہی اک رقیب ہے اپنا صبا کے ساتھ
انور وہ قتل کرتے ہیں دیتا ہوں جی ۔ اک ربط ہی ہے اپنی وفا کو جفا کے ساتھ

حضرت ظہیر ہی آپکی نسبت لکھتے ہیں کہ انہیں مومن خاں کی [illegible] ملکہ خاں صاحب

مرحوم مغفور سے زیادہ تر خیال کو وسیع و باریک کیا تھا۔ ترکیبیں جداگانہ طبع سے اختراع کی تھیں۔ نکات شاعری کے علاوہ اور جو لفظ ثقیل و کریہ غیر فصیح دیکھا اُسے دور کرکے آئینہ زبان اردو کو زنگ کراہت و سقاہت سے بالکل پاک و مجلی کردیا۔ بائے مختفہ کا بمقابل قافیہ الف کے لانا بالکل متروک کردیا مثلاً پروانہ و کاشانہ اور آنا جانا وغیرہ وغیرہ کا استعمال اردوں تک سے ترک کرادیا اور اشباہ ہا بھی ناجائز کردیا مثلاً پردہ نشین و پردہ نشین نفس علی ہذا ہسے ایسے الفاظ جن تشبیہ مثال وغیرہ کو ترک کرکے اس کی عوض استعارہ و ایہام کو قائم کیا"

لیکن مومن کی طرح نور بھی کہیں کہیں خیال آفرینی کے زور میں اتنی دور نکل جاتے ہیں کہ ذوق سلیم کو نئی یہ غیر معمولی بلند پروازی ناگوار گذرنے لگتی ہے مثلاً ؎

تو اور سینہ اپنا ہی جادو آزما بیٹھا	کہ میرے ہوش بگڑ اڑ گئے ہیں ہمتیں کیا کیا
بیٹھو نہ آکے بزم میں بے شرم دیکھ کر	مجھکو تھا دو پردہ شرم و حیا کے ساتھ
سو وقت تم کھنچے نہیں جان ناز کی	جب دست ظلم تمسے اٹھایا نجائیگا

مشاقی اور پرگوئی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دیوان انور میں گرم اشعار کے ساتھ نرم اشعار بھی بکثرت موجود ہیں جن میں سے بعض بعض تو اسقدر معمولی ہوتے ہیں جن کو انور کے نام کے ساتھ منسوب کرنے میں بھی تکلف ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی ان کی ہر غزل میں طبع رواں کا زور ذہن کی حدت اور گفتار کی شوخی و بیقراری دلپذیری کی ہی نرالی شان میں جلوہ آرا نظر آتی ہے۔ مثلاً۔

دونوں عالم سے جدا کار محمدؐ دیکھا	فکر کو قاصر کردار محمدؐ دیکھا
طور پر عرش پہ دیدار محمدؐ دیکھا	جا بجا جلوۂ انوار محمدؐ دیکھا
یہ وہی نور ہے موسیٰ پہ رہا جو مستور	اے تماشائی دیدار محمدؐ دیکھا
جو دقیقہ کہ کسی پر نہ کھلیگا نہ کھلا	آشنائے لب اظہار محمدؐ دیکھا
دوست کا بار شفاعت بھی اٹھاتے ہی بنی	حق کو دلدادۂ تکرار محمدؐ دیکھا
آپ جو کرتے ہیں اللہ وہی کرتا ہے	عقل کو حیرتی کار محمدؐ دیکھا

دل سینے میں ہے معرکہ آرائے قیامت ۔ آئینہ ہے ہنگامۂ منھ آئے قیامت
کس ڈھب سے چلے آتے ہیں وہ ہائے قیامت ۔ کہدو کسی گوشے میں سرک جائے قیامت
آئے بھی تو ہمراہِ عدو۔ ہائے قیامت ۔ اک اور بھی ساتھ اپنے لگا لائے قیامت

اُن سے ہم لو لگائے بیٹھے ہیں ۔ آگ دل میں دبائے بیٹھے ہیں
وہ جو گردن جھکائے بیٹھے ہیں ۔ حشر کیا کیا اُٹھائے بیٹھے ہیں
ہم نہیں آپ میں خوشی سے کہ وہ ۔ گھر میں مہماں آئے بیٹھے ہیں
شرم بھی اک طرح کی چوری ہے ۔ وہ بدن کو چرائے بیٹھے ہیں
ہے یہ روشن کہ ہے حجاب میں چاند ۔ آپ کیا منھ چھپائے بیٹھے ہیں
کیا سکھائیگا اُن کو طرز فلک ۔ خود وہ سیکھے سکھائے بیٹھے ہیں

نہ میں سمجھا نہ آپ آئے کہیں سے ۔ پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے
چلی آتی ہے ہونٹوں پر شکایت ۔ ندامت ٹپکی پڑتی ہے جبیں سے
ادھر لاؤ ذرا دستِ حنائی ۔ پکڑ دیں چور دل کا ہم یہیں سے
برنگِ بو نکلتی ہیں کرشمے ۔ تمہاری نرگسِ سحر آفریں سے
وہاں عاشق کشی ہے عینِ ایماں ۔ اُنہیں کیا بحث الوزِ کفر و دیں سے

ہندوستان کے پولیٹکل قیدی

انگریزی جیلخانوں میں گورے اور کالے رنگ کی تمیز کے متعلق جو مضمون ماہ گذشتہ کے اردوئے معلی میں درج کیا گیا تھا اسکی نسبت شاید بعض لوگ یہ عذر پیش کریں کہ یورپین اور یوریشین لوگوں کا طرز معاشرت عوام اہل ہند سے بہت کچھ مختلف اور بلند ہوتا ہے اسلیے جیلخانوں میں بھی انکے ضروریات زندگی کا عوام کے ضروریات سے بالاتر ہونا ایک حد تک جائز ہے۔ ہمکو بھی اس عذر کے صحیح تسلیم کرنے میں مطلق تامل نہوتا اگر اس اصول کی پابندی ہر حال اور ہر صورت لازمی سمجھی جاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ معزز ترین اور قابل ترین ہندوستانیوں کے ساتھ عوام کے مقابل میں ذرہ برابر بھی رعایت نہیں کیجاتی بلکہ بعض حالتوں میں تو انہیں عوام سے بھی زیادہ ذلیل کرکے انگریزی انصاف کے اس اصول پر ناز کیا جاتا ہے کہ اسکی نظر میں ادنیٰ و اعلیٰ عالم و جاہل سب یکساں ہیں چنانچہ جو معزز ہندوستانی

[illegible] تک [illegible] بیچے [illegible] انکو [illegible] اور تعلیم [illegible]
[illegible] نسبت [illegible] انگریزوں کا [illegible]
[illegible] اور علوم [illegible] اپنا [illegible] فرق کیا ہی جاتا
[illegible] مثلاً بعض کو [illegible]
[illegible] عام قیدیوں کو
[illegible] محروم رکھے جاتے ہیں
[illegible] یا قریب نصف
[illegible] کرنا پڑتا ہے
[illegible] پوشاک بہتر
[illegible] اور [illegible]
[illegible] جانے کے جاتے ہیں
[illegible] میں چاولوں اور ترکاری
[illegible] سے بہت پہلے
[illegible] جیلوں میں تو انیس
[illegible] پولیٹیکل قیدی بھیجے گئے
[illegible] جیل [illegible] کے سوا
[illegible] ان کے ہاتھو
[illegible] سپرنٹنڈنٹ آرنلڈ [illegible]
[illegible] عمل پر لگا دئے
[illegible] تقریباً [illegible] بالکل [illegible]
[illegible] فرمان کے ذریعے سے تمام
[illegible] قیدیوں کو [illegible]
[illegible] پولیٹیکل قیدیوں [illegible] بادشاہ [illegible] مستفیض

انتخاب بیاض حضرت ثاقب مدیر قند پارسی

بحر لکھنوی

آنکھیں نہ جینے دینگی تری بیوفا مجھے ۔۔۔ ان کھڑکیوں سے جھانک رہی ہے قضا مجھے

بیتاب شاگرد مومن

بیتاب یہ کیا قہر ہے او جان کے دشمن ۔۔۔ ہر بات پہ یوں پھوٹ کے رویا نہیں کرتے

بیمار شاگرد مصحفی

کون پرسان ہے حال بسمل کا ۔۔۔ خلق منہ دیکھتی ہے قاتل کا
سانس آہستہ لیجیو بیمار ۔۔۔ ٹوٹ جائے نہ آبلا دل کا

جلال لکھنوی

ہم تھوڑے سے بھی جرم پہ شرمائے ہیں کیا کیا ۔۔۔ اک جبۂ عمرے پہ بھی عرق آئے ہیں کیا کیا

ذکی مراد آبادی

ہوے ساقی سے خجل واہ ری کم ظرفی دل ۔۔۔ بوسۂ لب کی طلب پہلے ہی پیمانے پر

محسن دہلوی

ساقی شب من خب دراز ست ۔۔۔ گردہ کہ در امید باز ست
از ناز مسکنی بہن روسے ۔۔۔ روئے کہ ترا است جائے ناز ست
اے قاصد از کجائی از ہر کجا کہ آئی ۔۔۔ بنشیں کہ در تو بینم سیمائے آشنائی

ملک قمی

گلہ ہے کہ عشوہ بجر آزار بودہ است ۔۔۔ صبر از کرشمۂ تو بزنہار بودہ است
انکو نیافت لذت وصلت چہ آگہ است ۔۔۔ کاندوہ دوری تو چہ دشوار بودہ است
گل در ہلاک بلبل و غافل کہ عشق او ۔۔۔ پیرایہ بند چہرۂ گلزار بودہ است

علی نقی کرہ

در عشق تو میسوزد پیرہو کی تو میبالد ۔۔۔ پروانہ بجلتا بلبل بکستا تھا
کردہ بودم بد مستوجب حرماں بودم ۔۔۔ اینقدر بود کہ از کردہ پشیماں بودم

مشاہدات زندان ۵

نئی تکلیف جیل کے تحت میں رہتی ہیں پرانے اور نئے احاطوں کے لیے علیحدہ علیحدہ [illegible] صاحب جیلر اور [illegible] اور پرانی تکلیف کے واسطے عموماً ایک ہندوستانی [illegible] مقرر ہوتے ہیں [illegible] ان مختلف حصوں کی اچھائی برائی کا اندازہ وہاں کے حکام کی اچھائی برائی سے لیا جاتا ہے مثلاً ہمارے زمانے میں جیلر نمبر ایک ہی اور ہندوستانی [illegible] نہایت شریف آدمی تھے جسکی وجہ سے نئی اور پرانی تکلیف کو قیدی غنیمت شمار کرتے تھے [illegible] صاحب بہادر کی سختی کا ہر شخص شاکی تھا چنانچہ اسی باعث سے پرانے احاطے [illegible] نامی قیدی خون تھوکتے تھے [illegible] ان سختیوں کے قصے روز قیدیوں کی زبان پر سنے میں آتے تھے [illegible] یہ عام تمنا کہ چند ہی دنوں میں ہمکو اسی احاطے میں جانا ہو [illegible] قیدیوں نے [illegible]۔

[illegible] بارک کا انتظام [illegible] دن میں چالیس قیدیوں میں سے جو ایک بارک میں بند کئے جاتے ہیں کم از کم تین برقندار قیدی نمبردار یا نگران کا اور کم از کم چند پہرے والے اور باقی معمولی قیدی ہوتے ہیں ہر پہرے والے اوقات کو درست گنتے رہتا ہے جسکا طریق یہ ہے کہ ایک [illegible] تمام قیدیوں کو شمار کر لینے کے بعد شمار کنندہ آخر میں خود کو بھی شمار کرکے بارک کے قفل دروازے کے قریب آکر باآواز بلند رپورٹ دیتا ہے۔ مثلاً ۲۰ قیدی بارک میں بند ہوں تو پہرے والا یوں کہیگا: ایک دو تین چار [illegible] سترہ اٹھارہ انیس [illegible] بیس [illegible] قیدی ٹھیک ہیں صاحب تالا جنگلہ سب ٹھیک ہے۔ بلحاظ نمبر ۴ رات کو چار یا پانچ بار [illegible] جیل کو [illegible] آتا ہے اسوقت پہرے دار کی جگہ برقندار رپورٹ دیتا ہے کیونکہ رات [illegible] بارک کے اندر ہر قسم کی جوابدہی برقنداروں ہی کے ذمے ہوتی ہے اس [illegible] کے عوض میں [illegible] بہت کچھ حاصل ہوتا ہے چنانچہ جس [illegible] احاطوں کی اچھائی یا برائی کا دارومدار وہاں کے حاکموں کی نیکی یا بدی پر ہوتا ہے اسی طرح ہر احاطے کے اندر بارکوں کا پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونا برقنداروں کی نیکی یا بدی پر منحصر ہوا کرتا ہے۔

پُرانی تکلیف میں ہماری اور سوامی جی کی بارک کے سب برقندار نیک پڑھے لکھے اور
ہم لوگوں پر خاص کر مہربان تھے ضلع فرخ آباد کے منشی جھمن لال قیدیوں کے کپڑوں اور
ظروف کا ذیں تختیوں پر نمبر ڈالنے کی خدمت پر متعین تھے۔ ضلع فیض آباد کے منشی نول
بہاری لال غلہ گودام میں منشی تھے۔ اور ضلع بریلی کے داروغہ نراین داس پُرانی تکلیف
کے محرر تھے۔ برقندازوں کو پوشاک عام قیدیوں سے بہتر ملتی ہے۔ خوراک میں قاعدے
کی روسے تو کچھ فرق ہوتا نہیں لیکن نسبتاً صاحب اختیار ہونے کے سبب سے وہ لوگ بطور
خود بہتر خوراک کا انتظام کر سکتے ہیں۔ انہیں کا غذ پنسل رکھنے کی بھی اجازت ہے اور
وہ بضرورت احاطہ جیل کے اندر جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ سوامی جی کو داروغہ صاحب
روز صبح کو گیہوں کا دلیا منگا دیتے تھے اور شام کو ہم دونوں کے لیے صاف روٹیاں اور
ترکاری بہم پہونچا لیتے تھے بلکہ سوامی جی اور داروغہ صاحب کی خاطر سے دوسری بارکوں
کے برقنداز بھی جب کبھی خفیہ طور پر کوئی غیر معمولی چیز پکوا لیتے تھے تو ہم لوگوں کا بھی حصہ
لگایا جاتا تھا۔ سوامی جی کے ذمے بان بٹنے کا کام تھا اسلیئے انہیں کہیں جانا نہ پڑتا تھا
لیکن راقم حروف کو چکی پیسنے کی غرض سے پرانے یا نئے احاطے میں جانا ضروری تھا
نئے احاطے میں بدو بارا قیدی چکی پیستے ہیں اسلیئے وہاں عموماً آٹا موٹا پیسا جاتا ہے اور
اوران سے کوئی تعرض بھی نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگ بیباک اور مار دھاڑ سے بالکل بےخوف
ہوتے ہیں۔ اسکے برخلاف پرانے احاطے میں یکبارہ قیدی معاملات جیل سے نا واقف
اور ملازموں کی زدوکوب دشنام سے ہر وقت خائف رہتے ہیں اسلیئے اُن سے آٹا
بہت باریک پسوایا جاتا ہے۔

داروغہ صاحب نے پہلے روز راقم کو نئے ہی احاطے کو بھجوایا۔ نئے احاطے کا وارڈر نیک
تھا اسلیئے چکی خانے کے برقنداز دفعدار نے راقم پر کوئی خاص سختی نہ کی بلکہ داروغہ کی خاطر
سے رعایت ہی کا مستحق سمجھا۔ لیکن دوسرے ہی روز نائب جیلر کا حکم آگیا کہ علی گڑھ والے
قیدی کو پرانے احاطے بھیجدو اور وہ چکی پیسنے نئے احاطے میں نہ جانے پائے۔ قریب
شام جب ہم سب نئے احاطے سے کام کرکے پُرانی تکلیف حسب معمول اپنی بارک میں

بند ہونے کے لیے آئے تو داروغہ صاحب نے سوامی جی کو خاموش اور رنجیدہ پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اسی وقت مجھکو پرانے احاطے میں جانا اور سوامی جی سے جدا ہونا ہوگا داروغہ صاحب نے سوامی جی کی فرمائش سے راقم حروف کی آخری دعوت کے لیے کچھ پوریاں اور کچھ حلوا تیار کر رکھا تھا۔ سوامی جی نے مجھے علیحدہ لیجا کر خود کھلایا کھانے کے بعد ہم دونوں بغلگیر ہوئے بغیر ایک لفظ منہ سے نکالے ہوئے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اپنی مقدمہ اور دوسری مصیبت اسوقت تک بہت سے افسوسناک مناظر پیش نظر ہوئے تھے لیکن مجھکو خوب یاد ہے کہ کسی موقع پر میرے آنسو نہیں نکلے۔ لیکن اسوقت سوامی جی کو مضطر اور آبدیدہ دیکھکر بہت ہی ضبط ہوسکا اور دیر تک باوجود ضبط آنکھیں پرنم رہیں۔ پرانی تکلیف سے رخصت ہوکر پرانے احاطے میں اسوقت پہونچا ہوا کہ بارکیں بند ہورہی تھیں نائب جیلر خلیل کے تحت میں وہ احاطہ تھا۔ اسوقت پانچ نمبر کو بند کرا رہے تھے۔ دفعدار نے مجھکو بیرک میں پیش کیا لیکن کچھ مشورہ کرنے کے بعد یہ حکم ہوا کہ اسکو پانچ نمبر میں نہیں بلکہ سات نمبر کے پچھلے حصے میں بند کرو۔ پانچ نمبر کے برقنداز ضلع مظفرپور کے ایک تعلیم یافتہ مسلمان تھے ان سے بعد میں اس صورت کی حقیقت دریافت ہوئی کہ سات نمبر کا برقنداز چونکہ تمام احاطے میں بدزبان اور سختگیر مشہور تھا اسلئے میرا اسی نمبر میں رکھا جانا مناسب سمجھا گیا۔ سات نمبر کے قیدیوں کو پہلے ہی سے یہ حکم سنادیا گیا تھا کہ نئے آئے ہوئے قیدی سے نہ کوئی ملے نہ بات کرے اور برقنداز کو یہ ہدایت کردی گئی تھی کہ اس شخص کے دماغ کی کی گرمی نکالدو۔

پرانا احاطہ تمام جیل میں تشدد اور سختی کے لیے بدنام تھا۔ پھر اس احاطے میں سات نمبر کے برقنداز کی سختی و بدزبانی بھی مشہور عام تھی۔ ان سب پر طرہ مزید سختی اور نگرانی کے خفیہ احکام تھے جنکو سن سن کر میرے لیے لوگ بہت متفکر تھے۔ لیکن مصداق "دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است" جن لوگوں سے بدی کی توقع تھی انہیں نے راقم حروف کے ساتھ نیکی اور مروت کا برتاؤ کیا جسکا ذکر آگے آئیگا۔

(باقی آئندہ)

تنقید کتب و رسائل

(۱) سوانح عمری حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام[۱]

شری دیو پرکاش دیوجی صاحب واعظ برہمو دہرم نے اس کتاب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی بہ کمال تحقیق و بے تعصبی بہت صاف اور دلچسپ پیرائے میں لکھے ہیں کہ اسے پڑھکر کوئی شخص روشن خیال مولف کی وسعت خیال و صداقت پسندی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آبزرور علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ۔ تہذیب نسواں وغیرہ مشہور اسلامی اخباروں کے علاوہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی۔ مرزا غلام احمد مرحوم قادیانی اور خواجہ الطاف حسین صاحب حالی نے بھی اس کتاب کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔ برامہو دہرم کا یہ ایک نہایت پسندیدہ اصول ہے کہ وہ ہر مذہب کے پیشواؤں کی تعظیم کرتا ہے چنانچہ برہمو سماجی عقیدہ رکھنے والے لوگوں میں سے اسلام پر مسٹر بپن چندر پال کے مدراس لکچر جسکا ترجمہ جنوری ۱۹۰۸ء کے اردوی معلی میں شایع ہوچکا ہے نیز کتاب زیر نظر سے اس بات کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے کہ حقیقت میں یہ لوگ مذکورۂ بالا اصول کے حقیقی مفہوم میں پابند ہیں امید ہے کہ ناظرین اردوی معلی اس کتاب کے مطالعے سے ضرور مستفید ہونگے۔ کیونکہ اردو زبان میں اس مضمون کی اس سے بہتر کوئی کتاب اسوقت تک شاید کسی مسلمان نے بھی نہیں لکھی ہے۔

رسالہ استبصار رائے بریلی

حجم ۴ جزو تقطیع $\frac{۲۲×۱۸}{۸}$ | قیمت سالانہ مع محصول ؏

فروری ۱۹۰۸ء سے سید محمد ضامن صاحب ضامن کنتوری نے رائے بریلی سے استبصار نامی ایک ماہوار رسالہ نکالنا شروع کیا ہے جسکے اسوقت تک دو پرچے ہماری نظر سے گذرے ہیں حضرت ضامن اردو زبان کے مشہور شاعر اور انشا پرداز ہیں جنکے کلام کا نمونہ اردوی معلی

---

[۱] طبع ثالث (۳۰۰۰ جلد) تقطیع $\frac{۳۰×۲۰}{۱۶}$ حجم ۱۴۰ صفحے فی جلد ۵ مجلد، منیجر برامہو دہرم پرچار آفس لاہور طلب کرو

میں اکثر نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔ استبصار کے ہر پرچے میں غیر مطبوعہ دیوان حبیب کا ایک صفحہ التزاماً درج کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک استبصار میں اگر اس ایک صفحے کے سوا اور کچھ نہ ہو تب بھی قدر دانان اردو کو تین روپے سالانہ میں اسکی خریداری بخوشی قبول کرنا لازم ہے کس لیے کہ حضرت حبیب کا بعض بعض شعر قدر و قیمت میں اکثر شاعروں کے پورے پورے دواوین سے زیادہ وقیع ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تمہارے جب ہوئی کہ نہ ہو تاب نظر — یہ وجہ ہی کہ نظر بن گئی حجاب نظر
یقین ہو گیا آنکھوں کے سامنے پردہ نہیں — حجاب حکمت خالق ہی ہر حجاب نظر
بسے نہ آنکھ میں جو شے وہ لیس ہے — سر ایک طرح مقدم ہی انتخاب نظر
عیاں ہی تیرے فراق بتوں میں مہر و قرار — یہ وہ نہیں شوق کا سودا ہی دل خراب نظر
نگاہ کیا ترے عاشق کی حور پر پڑتی — کیا ہے شحنۂ الفت نے سد باب نظر
رہی نہ چشم جہاں بین میں کیوں مرقع دہر — مژہ ہی رشتۂ شیرازہ کتاب نظر
زمانہ دیکھ کے جب آنکھ بند کی تو کہاں — خیال حسن تھا کچھ دلمیں وقت خواب نظر
پھر آئے آنکھوں میں آنسو دھواں اٹھا دل سے — خجل ہی برق بھی اللہ رے آب و تاب نظر
تمہارے دیکھنے والوں کی آنکھیں پڑتی ہیں — تڑپ رہے ہیں نگاہ ہونے کامیاب نظر
ہی محو صنعت صانع حبیب حسن پرست — ترے نصیب میں زاہد نہیں ثواب نظر

تجھے سخن کی اجازت حجاب دے کہ نہ دے — مرا سوال تو سن لے جواب دے کہ نہ دے
بشر ستا کے کسی کو عذاب سر پہ نہ لے — زمانہ فرصت کار ثواب دے کہ نہ دے
سیاہ کرتے ہیں موئے سپید وہ ہوس — مزہ شباب کا رنگ خضاب دے کہ نہ دے

صلائے عام دہلی

تقطیع کلاں حجم ... صفحوں سے ... تک | قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ...

ماہ اپریل سنہ ... کا رسالہ صلائے عام علاوہ سرورق سو صفحوں پر شائع ہوا ہے۔ حسب معمول تقریباً کل مضامین زبان کے لحاظ سے حد درجہ دلچسپ اور مفہوم کے اعتبار سے عجیب و غریب ہیں۔ خان بہادر میر ناصر علی صاحب کی سحر نگاری کا اس سے زیادہ کوئی ثبوت

کیا ہو گا کہ آپ کے قلم سے جو کچھ نکلتا ہے وہ مقبول اہل نظر ہوتا ہے اور لوگ اسکی تعریف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مضامین صلائے عام کا دیباچہ لکھنے کی روش بھی خان بہادر صاحب کا ایجاد خاص ہے۔ آپ لکھتے ہیں :۔

۱۔ اس پرچہ میں "حکایت خضر و اسکندر" (صفحہ ۹-۱۱) شاعرانہ طرز پر جوانی کی تعریف سمجھئے کہ اس عمر میں جو لکھنے والے کی ہے۔ ایسے مضمون "ذکر عیش نیم عیش" میں داخل ہیں ۵ ہمکو یوں عیش کرنے دے ای شیخ ؛ یا درقص و غنا حرام نہیں۔

۲۔ "ہم اور ہماری ہستی" (صفحہ ۱۵-۲۰) سے یہ غرض ہے کہ ہزار رنج و محن میں بھی زندگی عجیب نعمت ہے۔ ہمارے ملک کے بوڑھے اور جوان زندگی غنیمت جانیں

۳۔ "دہلی و پنجاب" (صفحہ ۲۱-۲۲) اور "عہد اسلام" (صفحہ ۲۳-۲۵) مورخانہ مضمون ہیں ؛

۴۔ فن اخبار نویسی (صفحہ ۲۶-۲۸) ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے صاحبان اخبار و رسالہ جات کی خاطر سے لکھا گیا کہ اس فن کے نشو و نمو میں کوشش کرنی چاہئے۔

۵۔ حسن زبان اردو (صفحہ ۲۹-۳۳) اپنی زبان کی خوبیوں میں ہے یوں تو صلائے عام کے اکثر مضامین میں زبان کا خیال رہتا ہے۔ لیکن ایک دو مضمون ہر پرچہ میں ایسے ہوتے ہیں جنسے یہ بات ثابت ہو کہ ہماری زبان میں کیسے کیسے انداز بیان ہیں۔

۶۔ "دنیا دار محن ہے یا مقام عیش" (صفحہ ۶۲-۶۶) فلسفیانہ مضمون ہے ؛ اس طرز کے مضمون صلائے عام پر ختم ہیں۔ میرے جاننے والے میری طرف سے اس بات کا حسن ظن رکھتے ہیں کہ ایسی باتوں کی تحقیق میں میں نے محنت کی ہے۔

۷۔ ایمان و عقائد کی مضبوطی میں جو مضمون لکھا گیا ہے اسکی سرخی ہے "سائنس ایمان کی چیز نہیں" (صفحہ ۶۷-۷۱) یہ اُن لوگوں کے جواب میں ہے جو مذہب کے اصول میں سائنس و تحقیق کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

۱۲۔ "زبان بے زبانی" منشی نیاز محمد خان صاحب نیاز فتحپوری کا مضمون ہے (صفحہ ۹۵ ... یہ لٹریری طرز ہے ؛

۱۴۔ "بقائے صحبت لیلیٰ فرقت لیلیٰ" (صفحہ ۹۳-۹۵) تمثیل کے طور پر شاعرانہ طرز کا مضمون ہے۔ اس میں نیا خیال سحر گسترانہ ادا کیا گیا ہے۔ ایسے نمونے اپنی زبان کی خوبیوں کے لیے بکار آمد ہیں۔

اس کے بعد کُفر کے فتوے والا مضمون (صفحہ ۹۶-۹۹) محض از روئے "تہذیب الاخلاق لکھا گیا" اور پیغام خاص ہے "صلائے عام کی طرف سے اطلاع ہے"۔ عبارت مرقومہ بالا کے چھوٹے چھوٹے فقرے لفظاً بے معنی بلکہ جا بجا بے ربط سے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کے دلوں پر یہ پرچہ صلائے عام کی انشا پردازی کا سکہ بیٹھا ہوا ہے انہیں ان فقروں میں بھی ناصری انداز بیان کی بے مثال خوبیاں جلوہ نما نظر آئینگی۔

اصل یہ ہے کہ اُردو زبان کی دنیائے ادب میں میر ناصر علی صاحب کا دم غنیمت ہے۔ آپ بقول حضرت ریاض "عجیب چیز ہیں"۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تا صد سال صحیح و سلامت اُردو انشا پردازی کی جانب دل رکھے کیونکہ آپکی نئی نرالی تحریریں ہر ماہ بذریعہ صلائے عام ارباب مذاق کے لئے دلچسپی و خوش طبعی کا ایسا سامان مہیا کر دیتی ہیں جسکی مثال کسی دوسری کتاب یا رسالے میں نہیں مل سکتی۔

اپریل کے پرچے میں نواب شمشیر بہادر صاحب افگر رئیس جگدیش پور کی مخمس غزل پر مصرعے لگائے ہیں اسکا ایک ایک شعر سوز و گداز کا دفتر اور لطف سخن کا قابل دید نمونہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مجھکو نہ چھیڑ اے ہوسِ خام آرزو	ہوں میں فریب خوردۂ ایام آرزو
مجھ مرغ ناتواں کو نہ صیاد کر اسیر	مر جاؤنگا تڑپ کے تہ دام آرزو
دل سا اور ہزار محنت اندوہ بیکسی	ہیں اور آہ! بار صد آلام آرزو
افسردگی وہ سے دل بجھ گیا میرا	میں وہ چراغ مردہ ہوں اے شام آرزو
پھٹ جائے بیکسی کا کلیجہ چارہ گر	مُنہ سے نکالنا نہ کہیں نام آرزو
عیش و طرب ہے نہ وہ دورہ طرب	وہ دور پھر رہا ہے نہ اگلا وہ روز و شب
صد ہزار جام کو لبریز	دنیا بھی کا مجھ نا کامیوں نے اب
	وہ دن گئے کہ دل تھا مرا رام آرزو

غزلیاتِ حسرت موہانی نوشتۂ زندانِ فرنگ

ردیف "م"

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام

حیرت غرورِ حسن سے شوخی سے اضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لیے ہیں چلن تمام

اللہ ری جسمِ یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

دل خون ہو چکا ہے جگر ہو چکا ہے خاک
باقی ہوں میں مجھے بھی کر اے تیغ زن تمام

دیکھو تو چشمِ یار کی جادو نگاہیاں
بیہوش اک نظر میں ہوئی انجمن تمام

ہے نازِ حسن سے جو فروزاں جبینِ یار
لبریز آبِ نور ہے چاہِ ذقن تمام

نشو و نما ہے سبزہ و گل کی بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ہے چمن تمام

اس نازنیں نے جب سے کیا ہے وہاں قیام
گلزار بن گئی ہے زمینِ دکن تمام

اچھا ہے اہلِ جور کیے جائیں سختیاں
پھیلے گی یوں ہی شورشِ حبِ وطن تمام

سمجھے ہیں اہلِ شرق کو شاید قریبِ مرگ
مغرب کے یوں ہیں جمع یہ زاغ و زغن تمام

شیرینیِ نسیم ہے سوز و گدازِ میر
حسرت ترے سخن پہ ہے لطفِ سخن تمام

ردیف "ن"

کام لوں ناکامیوں سے عشق کا کیا کروں[1]
ہو سکے واقف لطفِ غم سے تا دلِ شیدا کروں

بڑھ چلا ہے تا حد سے جورِ شیوۂ بیگانگی
ورنہ میں اور اس سراپا ناز کا شکوہ کروں

وصل کی شب بھی ہوئی جاتی ہے صرفِ اضطراب
اس ہجومِ آرزو کو یا الٰہی کیا کروں

جان کر مجھ پہ ستم ہی ہو تو ہے شکوہ بحق
لطفِ بے پروائی ہیں کیوں تقاضا برملا کروں

مجھ سے تم چھپنے لگے اچھا کیا یوں ہی سہی
اور جو میں بیتابِ دیدہ دل سے تمہیں پیدا کروں

[1] اس غزل کے چند شعر حد شدہ مدت سے چند روز قبل انتقالِ سوختہ میں کہے گئے تھے

اسکے لطفِ بندہ پرور کا ہوں اک ادنیٰ غلام
میری کیا طاقت کہ عشقِ یار کا دعویٰ کروں

ہے یہی شرطِ وفاداری کہ بے چون و چرا
وہ مجھے چاہے بنا ہے میں اُسے چاہا کروں

اے ستمگر مجھ سے تو ترکِ وفا ممکن نہیں
میں کروں لیکن کبھی ایسا تو کیا بیجا کروں

حسرت اس دیر آشنا کی آرزو آساں نہیں
دل میں پہلے ضبطِ غم کا حوصلا پیدا کروں

آوارۂ دشتِ جستجو ہیں
ہم خانہ بدوشِ آرزو ہیں

رندوں پہ یہ کیا ستم ہے ساقی
ساغر خالی ہیں پُر سبو ہیں

دشوار ہے اہتمامِ تمکیں
ہمیر کہ ہلاکِ گفتگو ہیں

اس درجہ غرور نا روا ہے
مانا کہ حضور خوبرو ہیں

نا واقفِ بے ثباتیٔ گل
بلبل ہیں کہ محوِ رنگ و بو ہیں

ہم زخمیٔ تیغِ عشق حسرت
بیگانۂ خواہشِ رفو ہیں

بے دل لذتِ آزار کہاں سے لاؤں
اب تجھے اے ستمِ یار کہاں سے لاؤں

پرسشِ حال پہ ہے خاطرِ جاناں مائل
جراتِ کوششِ اظہار کہاں سے لاؤں

ہو وہاں شانِ تغافل کو جفا سے بھی گریز
التفاتِ نگہِ یار کہاں سے لاؤں

نور عنقا ہے شبِ ہجر کی تاریکی میں
جلوۂ صبح کے آثار کہاں سے لاؤں

فرقتِ یار میں دل سرد ہے مایوسی کا
گرمیٔ آہِ شرربار کہاں سے لاؤں

صحبتِ اہلِ صفا خوب ہے مانا لیکن
رونقِ خانۂ خمار کہاں سے لاؤں

غزل از جناب مولوی محمد اسمعیل مدظلہ (سابق مدرس فارسی گورنمنٹ سنٹرل نارمل اسکول آگرہ)

(جناب مولانا کا اردو و فارسی کلیات زیر طبع ہے۔ ایڈیٹر)

بزمِ ایجاد میں بے پردہ کوئی ساز نہیں
ہے یہ تیری ہی صدا غیر کی آواز نہیں

کہہ سکے کون وہ کیا ہے مگر از روئے یقین
گل نہیں۔ شمع نہیں۔ سروِ سرافراز نہیں

دل ہوئے لوٹ تو کیا وجہِ تسلی ہو دروغ
طائرِ مردہ گر طعمۂ شہباز نہیں

بلبلوں کا تھا جہاں صحنِ چمن میں انبوہ
آج چڑیا بھی وہاں زمزمہ پرداز نہیں

رہبری جذبِ محبت کا کرشمہ ہے فقط
کچھ کرامت نہیں جادو نہیں اعجاز نہیں

غہ شعر میرے بھی ہیں پُر درد ولیکن حسرت ؎ میر کا شیوۂ گفتار کہاں سے لاؤں

دست قدرت نے مجھے آپ بنایا ہی تو پھر — کون سا کام ہے پھر اکہ خدا ساز نہیں

غزل حضرت شاہ عبد العلیم صاحب آسی سکندر پوری عطیہ جناب سید شاہد علی صاحب سبز پوش گورکھپوری

جان دو دل ہی ہمان ستاتے کیوں ہو — آپ روتے ہوئے آئے ہیں رُلاتے کیوں ہو
ہم ذرا تلوت عدو ہیں نہ رہ و رسم وفا — آپ اٹھ جائینگے تم ہمکو اٹھاتے کیوں ہو
دل بلا مجھکو ازل میں تو کسی نے نہ کہا — روگ ہے یہ اسے چھاتی سے لگاتے کیوں ہو
ہم سیہ بخت ہیں اُٹھینگے دھوئیں کی صورت — دیکھو پھر روؤگے محفل سے اٹھاتے کیوں ہو
تم پریزاد ہو وعدہ تو پریزاد نہیں — آپ اُڑتے ہو اُڑو بات اڑاتے کیوں ہو
خشک شے جھونکتے ہیں آگ میں دستور ہی یہ — لائے جو دامن تر اسکو جلاتے کیوں ہو
ہمنے مانا کہ وہ آنکھیں نہیں جادو آسی — رات بھر وصل میں پھر انکو جگاتے کیوں ہو

غزل حضرت ضامن کنتوری

اپنی فروتنی پہ مجھے آپ ناز ہے — اسکا نیاز مند ہوں جو بے نیاز ہی
کیا میرے دل کی قدر ہو ظاہر پرست کو — اس شیشے میں بھری ہوئی صہبائے راز ہی
اس صید گاہ میں نہیں آزادیوں کا لطف — دام ہوس بسا ط جہاں پہ دراز ہی
ہمت کلید ہے پئے قفل در مراد — دیکھو تو سعی کرکے خدا کارساز ہی
ایسا بڑا کہ سلسلۂ آرزوئے وصل — شبہائے ہجر سے بھی زیادہ دراز ہی
پوچھو نہ کچھ کشاکش امید و بیم سے — تار نفس میں دل گرہ نیم باز ہی
آیا اُسے بھی ہمنے تو اک بندہ پرس — ضامن کو سنتے تھے کہ بڑا پاکباز ہی

غزل جناب شیخ نجیب صاحب بشیر سکرٹری مشاعرہ حضوری ریاست مالیر کوٹلہ

قیامت شام غم زور کشا کشہائے حرماں تھا — گریباں سے مرا دست جنوں دست و گریباں تھا
پھرا ہوں بیخودِ عشق بتاں اے داد محشر — کہاں مجھ کو دماغ امتیاز کفر و ایماں تھا
سبب مجھے طرز جفا میں بھی امید جاں نوازی تھی — کہ میں لذت کش موج تبسمہائے پنہاں تھا
وصال خود بستی سے گذر جانے کو کہتے تھے — اسے دشوار سمجھے تھے مگر دیکھا تو آساں تھا

دل ناداں تجھے کس سے امید چارہ سازی تھی
مسیحا جسکو سمجھا تھا وہی غارتگر جاں تھا

غضب کے شوخیاں دیکھیں تلون کرشموں میں
مزاج یار میں بھی انقلاب چشم فتاں تھا

کلام یار میں تھی کس قیامت کی دلاویزی
تبسم خود نثار جنبش لبہائے خنداں تھا

امیدیں مٹتے ملتے مٹ گئیں سب حسرتیں آخر
جسے ہم درد سمجھے تھے وہی اس دل کا درماں تھا

کرم سے تشنۂ بیداد کی تسکیں کب ہوتی
لب زخم جگر خواہاں شور صد نمکداں تھا

نگاہ رکھتے نہ کیوں ناوک کو ہم اپنے کلیجے پر
مدار زندگی تھا جب تمہارا تیر دل میں پیکاں تھا

بشیر ناتواں دیکھا نگاہ یار کا جلوہ
کہاں ہے اب ترا وہ دل جو خودداری پہ نازاں تھا

غزل حضرت ثاقب بدایونی

ان کے آنے کا زمانہ آگیا
میرے جانے کا زمانہ آگیا

جسکو رکھا تھا قیامت کے لیے
اس فسانے کا زمانہ آگیا

حشر میں انکی صفائی کے لیے
اک زمانے کا زمانہ آگیا

غیر کی جھوٹی قسم کھا کر وہ
زہر کھانے کا زمانہ آگیا

لے اڑی خانہ بدوشی کی ہوا
جب ٹھکانے کا زمانہ آگیا

حشر میں وہ تھوڑی تھوڑی ہو چلے
کچھ بنانے کا زمانہ آگیا

رحم ملنے ... اہل نظر
وا نہ دانے کا زمانہ آگیا

صبح پیری کی چلی ٹھنڈی ہوا
نیند آنے کا زمانہ آگیا

ہو ادا غربت کر ثاقب بندگی
گھر کو جانے کا زمانہ آگیا

غزل جناب افضل حسین صاحب حضرت شوہن کلکتہ

چمن میں ابر ساقی ہے مے ہے پیالہ بر ہے
مبارک ہو یہ دن مجھکو کہ یہ سامان میسر ہے

مجھے ساقی کی بدمستی نے دی تعلیم گستاخی
خطا میری نہیں ہے گر دل ھر آپے سے باہر ہے

کسی گل پیرہن کی یاد یاں بدستی ہے
مرا سینہ ہے یا رب یا کوئی پھولوں کا بستر ہے

خدا جانے ستم ڈھائیگا کیا وہ زہرہ سیما اسکا
کہ ہر اک شام تنہائی حریف صبح محشر ہے

ہماری نا امیدی کو بندھا امید سبزی
تمنا بیکسی پر جب سے فیض دیدۂ تر ہے

شکست شیشۂ دل کا لگا رہتا ہے کیا حسرت
خدا کی دین ہے ہونی تھی دل روپا کوئی تیر ہے

انتخاب دیوان حضرت خواجہ
میر درد
علیہ الرحمۃ

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا

بستے ہیں ترے کوچے میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب کا
اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا

مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا
ہم سبھی مہماں تھے واں اور تو ہی صاحبخانہ تھا

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراج خزاں
آشنا اپنا بھی واں اک سبزہ بیگانہ تھا

ہوگیا مہمان سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا

کبھی خوش بھی کیا ہے دل کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

شرار و برق کی سی بھی نہیں یاں فرصت ہستی
فلک نے ہمکو سونپا کام جو کچھ تھا شتابی کا

میں اپنا درد دل چاہا کہوں جس پاس عالم میں
بیاں کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا

زمانے کی نہ دیکھی جرعہ ریزی درد کچھ تو نے
ملایا مثل مینا خاک میں خوں ہر شرابی کا

جان پہ کھیلا ہوں میں میرا جگر دیکھنا
جی نہ رہے یا رہے مجھکو ادھر دیکھنا

گرچہ وہ خورشید رو ہے مرے سامنے
تو بھی میسر نہیں بھر کے نظر دیکھنا

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے نگہ
ور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

ذکر وفا کیجئے اُس سے جو واقف نہ ہو
کہتے یہ کس سے ہو تم ٹک تو ادھر دیکھنا
نالۂ دل کا اثر دیکھ لیا درد بس
جی میں نہ رہجائے یہ آہ بھی کر دیکھنا

اے سپہر بوالہوس اتنا نہ ناز کرنا
بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا
اے آنسوؤ نہ آوے کچھ دل کی بات منہ پر
لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا
ہم جانتے نہیں ہیں اے درد کیا ہے کعبہ
جیدھر ملے وہ ابرو اودھر نماز کرنا

مثل نگین جو ہمسے ہوا کام رہگیا
ہم روسیاہ جلتے تھے ہے نام رہگیا
یارب یہ دل ہے یا کوئی مہمانسرائے ہے
غم رہ گیا کبھو کبھو آرام رہگیا
ہم کب کے چل بسے تھے پر اے ذوق مژدہ وصال
کچھ آج ہوتے ہوتے سرانجام رہگیا
مدت سے وہ تپاک تو موقوف ہو گئے
اب گاہ گاہ بوسہ پہ پیغام رہگیا
ازبسکہ ہمنے نام دوئی کا مٹا دیا
اے درد لکھنے وقت میں ایہام رہگیا

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
نظر آیا تو ہی جدھر دیکھا
جان سے ہو گئے بدن خالی
جسطرف تونے آنکھ بھر دیکھا
نالہ فریاد آہ اور زاری
آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
ان لبوں نے نکی مسیحائی
ہمنے سو سو طرح سے مر دیکھا
زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

ہمنے کس رات نالہ سر نکیا
پہ اسے آہ کچھ اثر نہ کیا
سب کے ہاں تم ہوئے کرم فرما
اسطرف کو کبھو گذر نہ کیا
کونسا دل ہے وہ کہ جسمیں آہ
خانہ آباد تونے گھر نہ کیا
تجھسے ظالم کے سامنے آیا
جان کا میں نے کچھ خطر نکیا
سب کے جوہر نظر میں آئے درد
بے ہنر تونے کچھ ہنر نکیا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا
رات مجلس میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
ذکر میرا تو وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
میں نے پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

باوجودیکہ پروبال نہ تھے آدم کے
وہاں پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

پرورش غم کی ترے یاں تئیں تو کی دیکھا
کوئی بھی داغ تھا سینے پہ کہ ناسور نہ تھا

محتسب آج تو میخانہ میں تیرے ہاتھوں
دل نہ تھا کوئی کہ شیشے کیطرح چور نہ تھا

درد کے ملنے سے اے یار برا کیوں مانا
اسکو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما ندیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا ندیکھا

مرا غنچۂ دل ہے وہ دل گرفتہ
کہ جسکو کسی نے کبھی وا ندیکھا

یگانہ ہے تو آہ بیگانگی میں
کوئی دوسرا اور ایسا ندیکھا

اذیت مصیبت ملامت بلائیں
ترے عشق میں ہمنے کیا کیا ندیکھا

کیا مجھکو داغوں نے سرو چراغاں
کبھو تو نے آکر تماشا ندیکھا

حجاب رخ یار تھے آپ ہی ہم
کھلی آنکھ جب کوئی پردا ندیکھا

شب و روز اے درد درپے ہوں اسکے
کسو نے جسے یاں نہ سمجھا ندیکھا

گل و گلزار خوش نہیں آتا
باغ بے یار خوش نہیں آتا

کیا جفا کے سوا تجھے کچھ اور
اے ستمگار خوش نہیں آتا

درد ہمکو یہ رات دن تیرا
نالۂ زار خوش نہیں آتا

جائیے کسواسطے اے درد میخانے کے بیچ
اور ہی لذت ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

سیر باغ و بوستاں تو ہی میسر ہر گھڑی
آپڑے گا ہے نقیر دنگی بھی ویرانے کے بیچ

جو مزے ہیں مرگ میں سو ہمسے پوچھا چاہیے
کوئی جانے آہ کیا لذت ہے مرجانے کے بیچ

اسقدر تھا یا کرم یا ظلم رانی اسقدر
مہربانی اسقدر نامہربانی اسقدر

جان کو آنے دے لب تک نزع میں کیتک رہوں
دشمنی مجھسے نکر اے ناتوانی اسقدر

کیا کہوں دلکا کسو سے قصۂ آوارگی
کوئی بھی بے ربط ہوتی ہی کہانی اسقدر

درد تو کرتا ہی معنی کی تئیں صورت پذیر
دسترس رکھتی ہیں کب بہزاد و مانی اسقدر

کرتا رہا میں دیدۂ گریاں کی احتیاط
پر ہو سکی نہ اشک کے طوفاں کی احتیاط

خار مژہ پڑے ہیں مری خاک میں ملے
اے دشت اپنے پیچھو داماں کی احتیاط

جوش جنوں کے ہاتھ سے فصل بہار میں
گل سے بھی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط

دستِ کلے تئیں گرہ سے کبھی کھولتی نہیں
ہے زلف کو بھی اپنی پریشانی کی احتیاط

داغوں کی اپنے کیوں نہ کرے درد پرورش
ہے باغباں کو یہ ہی گلستاں کی احتیاط

لایا تھا تو آج تلک ہاتھ سے تیغ
وابستہ ہے قتل سے تری آبروی تیغ

ہیں قتل اہل وفا جتنے ہیں سب
بارے کہیں ہٹا لے گا جستجوی تیغ

کوئی مدعا جدا نہ ہوا آج تک مر
ایک اس کی خو ہی تنہا ملتی ہے خوی تیغ

جانباز اور بھی ہیں پر آئے وہاں پہ در
میر لطف ہے نہ ہے کوئی روبروی تیغ

اے درد مثل زخم نہ تنگ ہاتھ سے
دیکھا نہ آنکھ کھول کے ہم غیر روی تیغ

پیغام پاس بھیج نہ مجھ بے قرار تک
ہوں نیم جان میں سو بھی ترے انتظار تک

صیاد اب رہائی سے کیا مجھ اسیر کو
ہے کس کو زندگی کی توقع بہار تک

راہ عدم میں درد میں اتنا ہوں بے نیاز
پہونچا صبا کا ہاتھ نہ میرے غبار تک

مژگانِ تر ہوں یا رگِ تاک بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ہوں پہ سایۂ قد کشیدہ ہوں

ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں

کرتی ہے بوے گل تو مرے ساتھ اختلاط
پر آہ میں تو موج نسیم وزیدہ ہوں

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غمزدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

ہم کس ہوس کی تجھ سے تاک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جا ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

سرتا قدم زباں ہیں جوں شمع گو کہ ہم
پر یہ کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

نے گل کو ہے ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار
کس بات پر چمن ہوس رنگ و بو کریں

ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدان شہر
اے درد آ کے بیعت دست سبو کریں

اسنے کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ہوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

پھرتی رہی تری تجھی ہی عالم میں جا بجا
دیکھا نہ میری آہ نے روئے اثر کہیں

مدت تلک جہان میں ہنستے پھرا کئے
جی میں ہی خوب وَے اب بیٹھا کہیں

یونہیں تو نظر پڑے ہیں تن افگار اور بھی
دل ریش کوئی آپ سا دکھاؤ پر کہیں

پھرتے ہو تم بنائے سج اپنی جو یہ ہر ایک
گیا ہے دیکھیو نہ کسیکی نظر کہیں

(ق)

پوچھا میں درد سے کہ بتا تو سہی مجھے
اے خانماں خراب ہی تیرا بھی گھر کہیں

کہنے لگا مکان مقرر فقیر کو
لازم ہی کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو پر کہیں

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرای اوست
تونے سنا نہیں ہی یہ مصرعہ مگر کہیں

مانع نہیں ہم وہ بت خود کام کہیں ہو
پر اس دل بیتاب کو آرام کہیں ہو

خورشید کے مانند پھروں کب تئیں یا رب
نت صبح کہیں ہووے مجھے شام کہیں ہو

میخانۂ عالم ہی وہ بزم ربط کہ جسمیں
ہووے جو صراحی کہیں تو جام کہیں ہو

دعوے تو کئے تونے مری ساتھ ہزاروں
پر ایک بھی اتنو نہیں سر انجام کہیں ہو

ہر چند تجھے صبر نہیں درد و لیکن
اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو

مست ہوں پیر مغاں کیا مجھکو فرماتا ہے تو
پا ئبوس خم کروں یا دست بوسی سبو

صبح اور خورشید کے مانند میری جیب کو
چاک کا موجب ہے تو ہی تو ہی سا ہے رفو

تیری خوں آشامیاں مشہور ہیں اے تیغ یار
ایک قطرہ چھوڑی تو سب کچھ بہا راہی لہو

اپنی بندے پہ جو کچھ چاہو سو بیداد کرو
یہ نہ آجائے کہیں جی میں کہ آزاد کرو

مت کہیں غیش تمہارا بھی منغص ہووے
دوستان درد کو مجلس میں نہ تم یاد کرو

ربط ہی نازبتا نکو تو مری جانکی ساتھ
جی ہی وابستہ مرا انکی ہر اک آنکی ساتھ

جو جفا جو ہیں انہیں سنگدلی لازم ہی
کام تلوار کو رہتا ہی سدا سانکے ساتھ

درد ہر چند میں ظاہر میں تو ہوں مور ضعیف
زور نسبت ہے مجھے مجھکو سلیماں کے ساتھ

یہ تحقیق ہی یا کہ افواہ ہے
کہ دل کے تئیں دل سے یاں راہ ہے

نہ یاں علم و دانش نہ فضل و ہنر
فقط ایک دل ہی کہ آگاہ ہے

گئے نالہ و آہ سب ہمنفس
دم سرد ہی اک ہوا خواہ ہے

یہ کیا درد تجھپر مصیبت پڑی
کہ دن رات نالہ ہی اور آہ ہے

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے
کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

شمع کے مانند ہم اس بزم میں
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے
مشکل ہے جی میں بیٹھے سو جی سے نکل سکے

تخریب ہے یہ اس پہ قدرت کہاں ورنہ کیا
ہر دست و پا صبا سے کوئی بات چل سکے

کرتے ہیں تدبیریں خلق کی نظروں سے دل کو ہم
کوئی اگر کسی کے بنائے سے سنبھل سکے

کہہ اور بھی غزل کوئی اس ردیف میں
اے درد قافیے کو اگر تو بدل سکے

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے
نقش قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے

غافل خدا کی یاد میں مت بھول زینہار
اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے

اطفائے نار عشق نہ ہو آب اشک سے
یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے

مست شراب عشق وہ بیخود ہے جس کو حشر
اے درد چاہے لائے بخود پر نہ لا سکے

دشوار ہو تو ظالم تجھکو بھی نیند آنی
لیکن سنی نہ تو نے تک بھی مری کہانی

محتاج ہم نہیں ہیں ناصح نصیحتوں کی
ساتھ اپنے سب وہ باتیں لیتی گئی جوانی

گرچہ بیزار تو ہے پر اسے کچھ پیار بھی ہے
ساتھ انکار کے پردے میں کچھ اقرار بھی ہے

نظر رحمت ادھر کو بھی گذر سمجھے گا
اسی امید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے

دل بھلا ایسے کو اے درد نہ دیجے کیونکر
ایک تو یار ہے اور تس پہ طرحدار بھی ہے

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے

زاہد گیا ہے رشتۂ تسبیح ہاتھ سے [illegible]
دل میں کسو کے آہ کوئی راہ کیا کرے

جس دل پہ ہو بہشت [illegible]
وہ کچھ گذر چکا ہو سو پھر چاہ کیا کرے

دل [illegible]
اب منہ [illegible] میں دیکھیے اللہ کیا کرے

پہرے جو ہم تو زمانے کو رزق پہونچا یا
بچے تہے کیا دل اعدا کے خار رستے میں
درِ قبول پہ تہا منتظر اثر لیکن
اسے ہے مدِ نظر کیا اجل کا استقبال
نہیں ہے سہل کچہ اس مضطرب کی نامہ بری
ملے ہیں ہم سے وہ اس شرط پر کہ پہر نہ ملیں

ہمارے بخت کی گردش بہی آسیا ٹہری
کہ جان راہِ فنا میں نہ ایک جا ٹہری
ہجوم سے نہ لبوں پر مری دعا ٹہری
لبوں پہ رہتی ہے کیوں جانِ مبتلا ٹہری
کہ ایک دم نہ جہاں میں کہیں صبا ٹہری
ہمارے صبر کی صابر یہی جزا ٹہری

چرخ نے ظلم سے توڑے ہیں مکانِ دہلی
جس طرف دیکہیے اللہ نظر آتا ہے
لوٹ سے اور بہی بازار ہوا گرم اُسکا
اُنکے اُٹہنے سے یہاں بیٹہنے کو جا نہ رہی
لوٹ سے حق نمک اس کا ہے سب ثابت
رشکِ گلزار ہی زخمہے تن اک عالم کا
اہل دہلی کی سیہ بختی کا غم ہے صابر

ہو رقم خطِ شکستہ سے بیانِ دہلی
پڑہ گئی اور بہی بربادی ہو شانِ دہلی
صاف ہے صورتِ آئینہ دکانِ دہلی
ہند میں ظلِ الٰہی سے تہے نگہبانِ دہلی
کس دہن میں نہ گئی نعمتِ خوانِ دہلی
بن گئی موسمِ گل فصلِ خزانِ دہلی
کہ سیہ پوش ہیں سب حرفِ بیانِ دہلی

جو کبہی اُسنے بگڑ کر وہ کہی سینے بہی
شام سے جاکے مریں واں کہ رکہیں وہ یہاں
میں جو اُکہڑا تو رقیبوں کو بہی جمنے ندیا
ربط اغیار کے چرچے کی قسم کیوں کہاؤں
بوسہ خالِ لبِ شیریں کا تمہارے پایا
کی بہت ردوبدل اُس نے جو صابر مجہ سے

آ بہی مجہپہ تو پہر لی نہ کئی میں نے بہی
آج سوچی ہے یہ ترکیب نئی میں نے بہی
ایک ایسی ہی وہاں جاکے جڑی میں نے بہی
آئی عالم کی زبان پر تو سُنی میں نے بہی
کہائی جی کہول کے یہ تل شکری میں نے بہی
بات مرضی کیموا فق نہ کہی میں نے

گاہے گاہے کی ملاقات ہے یہ بہی نہ سہی
منہ دکہلاتے ہو تم اک سال میں مثلِ مہِ عید
خط کا لکہنا بہی گرانی ہے تو وہ بہی نہ لکہو
نظرِ لطف کبہی حال پہ کرتے ہو مرے

اور کیا اسکے سوا بات ہے یہ بہی نہ سہی
یہ بہی گر ہا یج اوقات ہے یہ بہی نہ سہی
دور کی حرف وحکایات ہے یہ بہی نہ سہی
اس میں گر قصدِ مساوات ہے یہ بہی نہ سہی

اور کیا دیتے ہو دشنام سوا تم مجھکو
یہی تحفہ یہی سوغات ہے یہ بھی نہ سہی

آہ کرتا ہوں کبھی تنگ ستم سے ہوکر
گر جفا کی یہ مکافات ہے یہ بھی نہ سہی

چھوڑ دی آپنے جب بندہ نوازی صاحب
ایک ظاہر کی عنایات ہے یہ بھی نہ سہی

اور تو کیا ہے فقط ایک خوشی سے ملنا
یہی صابر کی کرامات ہے یہ بھی نہ سہی

ہزار دل کو نقاہت رہی دبا ست آئے
وہ اب بھی سر پہ ہیں سو آفتیں اٹھائے ہوئے

ہوا بلند پریشانیوں کا جب رتبہ
وہ جمع کرتے ہیں ٹکڑے مرے اڑائے ہوئے

کہیں نہ کیونکہ وہ ہر رنگ میں مجھے پورا
ہزار رنگ کی ہیں تہمتیں لگائے ہوئے

کریں گے سیر ہیں ملک بے مثال کی
قدم کو حد ترقی سے ہیں بڑھائے ہوئے

وہ منہ چھپا کے نہ بیٹھیں کہ نام اچھلے گا
کہاں تلک میں رہوں بات کو دبائے ہوئے

مزے اٹھاتے ہیں شکووں کی ہم تصور میں
وہ گویا سامنے بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

ہوا ہے صبر یہ صابر کو ناامیدی سے
کہ جیسے ہو کوئی اپنی مراد پائے ہوئے

ہجر میں چھوٹ گیا خون جگر کھانے سے
زندگی ہو گئی گویا مرے ہی مرجانے سے

رند وہ ہوں کہ مری خاک سے خم بنتے ہیں
پاؤں مر کر بھی نکلتا نہیں میخانے سے

سب کو تونے سے دیدار پلایا ساقی
ایک محروم ہیں جلتے ہیں میخانے سے

مجھسے دیوانیکو سمجھاتے ہو ناصح سمجھو
اسکو سمجھاؤ سمجھ جائے جو سمجھانے سے

فصل گل پھر نہیں آنے کی جنوں کی صابر
آپ کے دن تو چلے شہر میں پھر آنے سے

تیری طرز حیا وقت سخن کچھ اور کہتی ہے
مری گستاخی ہے بیان شکن کچھ اور کہتی ہے

یہ رنگت تھی لیلی کی یہ تم بھی آئینہ دیکھو
بکھر کر رخ پہ زلف پرشکن کچھ اور کہتی ہے

ڈرو اللہ سے دیکھو ستم اتنے نہیں لازم
تمہیں خلق اے بتان سیمتن کچھ اور کہتی ہے

بہار لالہ زار دشت غربت پہ ہوں کیا مائل
مگر یہ بوئے گل صبح وطن کچھ اور کہتی ہے

لگا دو آج تم اسپر سیاہی اپنی زلفوں کی
کہ میرے داغ سوزاں کی جلن کچھ اور کہتی ہے

چراغ صبح ہو ہے یار پر میری ہیں ابھی صابر
ہماری تابش داغ کہن کچھ اور کہتی ہے

خلاصہ ریویوز

خلاصہ یہ ایک نیا رسالہ علی گڈہ سے ماہ دسمبر سے جاری ہوا ہے پہلا نمبر ہمارے پاس بھی پہنچا ہے بحیثیت لکھائی چھپائی کاغذ بہترین، طرز وہی ہے جو مخزن کا ہے نظم اور نثر دونوں حصے ملک کے قابل اور مشہور لوگوں کے مفید مضامین اور مشہور رسالوں سے مرتب کیے گئے ہیں حقیقتاً ایسے رسالوں کی ہمارے ملک کو ضرورت ہے اور یہ اُردو کو معراج پر پہنچا سکتے ہیں اور پبلک کو مہذب خیالات پیش کرسکتے ہیں۔ ہم بڑی خوشی سے اس رسالہ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یہ رسالہ کامیاب ہو۔ سائز ۲۲×۱۸ قیمت سالانہ عہ/ **نیر اعظم مراد آباد** نمبر ۴۳ جلد ۴۴۔ دسمبر ۱۹۰۶ء

خلاصہ علی گڈہ سے حال میں جاری ہوا ہے اُردو میں ریویو آف ریویوز کا قائم مقام ہے، تمام اُردو رسالوں و اخباروں کے بہترین مضامین چھاپنے کا خیال ایک حد تک خوشگوار ہے۔ پہلے نمبر میں الندوہ، زمانہ، نقاد، میگزین و دیگر رسائل کے مضامین حاصل کیے گئے ہیں۔ لکھائی، چھپائی، کاغذ بہت اچھا ہے۔ ایسے رسالوں کی ضرورت ہے کہ عمدہ عمدہ مضامین کا اقتباس کرکے ملک کے سامنے پیش کیا کریں، اخباروں میں عموماً نادر و عمدہ مضامین نکل نکلکر گھنٹہ دو گھنٹہ میں بیکار ہوجاتے ہیں اُن کو جمع کرنا درحقیقت ایک بہتر کام ہے۔ رسالہ خلاصہ نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ امید ہے کہ نہایت کامیابی سے اپنی سعی کو جاری رکھے گا۔ سالانہ قیمت (عہ/)، دفتر رسالہ خلاصہ علی گڈہ کو درخواست بھیجیے۔ **النجاب** جلد ۱ نمبر ۶

خلاصہ تہذیب اخلاق اور اُردو لٹریچر کو ترقی دینے کی غرض سے جو رسالے ملک کے ہر گوشے سے شائع ہوتے ہیں۔ انکو مجموعی طور پر قوم کے سامنے پیش کرنے کی غرض سے مولوی محمد عبد السلام نے ایک اسم بامسمی رسالہ خلاصہ علی گڈہ فیض عام پریس سے شائع کیا ہے اس رسالہ میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ تمام مفید مضامین جو دیگر رسالوں میں شائع ہوتے ہیں ایک جا جمع ہو ناظرین کو معتد بہ فائدہ پہنچا سکیں۔ لیکن جہانتک ہمارا خیال ہے یہ رسالہ ملا حظہ مذہب مردوں اور عورتوں دونوں کیواسطے یکساں مفید ہے اور اس قابل ہے کہ قوم اس کی قدر کرے۔ کاغذ ولایتی اور چھپائی نہایت صاف۔ طلبا اور عورتیں بھی نہایت آسانی سے پڑہ سکتی ہیں قیمت صرف عہ/ سالانہ **دہلی گزٹ** دسمبر ۱۹۰۵ء

خلاصہ مسرت و اطمینان کا مقام ہے کہ ایک نیا اسم بامسمی رسالہ خلاصہ نہایت اہتمام اور قابلیت کے ساتھ علی گڈہ سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ نظم و نثر کے دونوں حصے ملک کے قابل مستند اور مشہور اہل قلم کے مضامین سے مرتب و مزین کیے گئے ہیں۔ فی الواقع ایک ایسے رسالہ کی سخت ضرورت تھی جو اردو لٹریچر کو ترقی دینے کے ساتھ ہی ساتھ ان اعلی درجہ کی علمی و اخلاقی مضامین کو جو علیحدہ علیحدہ رسالوں میں ملک کے ہر گوشے سے شائع ہوتے رہتے ہیں، مجموعی طور پر پبلک کے سامنے پیش کریں اسکے اڈیٹر منشی عبد السلام صاحب مالک مطبع فیض عام ہیں اس مختصر کی قیمت دو روپے سالانہ ہے۔ **خاتون** ماہ نومبر ۱۹۰۵ء جلد ۲ نمبر ۱۱

خلاصہ یہ ایک نیا رسالہ علی گڈہ سے شائع ہونے لگا ہے جناب مولوی عبد السلام صاحب مالک مطبع فیض عام علیگڈہ اسکے اڈیٹر ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عموماً اس میں عمدہ مضامین نظم و نثر انتخاب ہوکر ثبت ہوتے ہیں پہلے نمبر میں جو بغرض ریویو دفتر میں موصول ہوا ہے۔ مولوی مرزا سلطان احمد صاحب کا مضمون "تفریح" پر قابل دید ہے۔ مولنا سید علی حیدر طباطبائی صاحب نظم لکھنوی اور مولوی فضل الحسن حسرت موہانی کی داد طلب ہیں، اور ایک غزل حمد و نعت میں مولوی محمد فضل رب صاحب کی ہے۔ رسالہ کی چھپائی اچھی ہے قیمت سالانہ عہ/ **تنویر الشرق** بابت ماہ نومبر ۱۹۰۵ء جلد ۲ نمبر ۱۱

نمونہ کا پرچہ خلاصہ ۲/ کے ٹکٹ بھیجکر منگا لیجیے

یادِ رفتگاں

بہ یادِ رفتگاں واجب ہے اے غافل
بہ نقشِ قدم سر کا جھکا دینا

یادِ رفتگاں میں دونوں بُرے اور اچھے رنگ میں بہت کچھ کیا کرایا جاتا ہے کبھی ان کی مذمت کی جاتی ہے اور کبھی انہیں اچھے اچھے پیرایہ میں سراہا جاتا ہے۔ کبھی انہیں موجبِ خیر و برکت کہتے ہیں اور کبھی انکے ماتھے بہت سی برائیاں تھوپی جاتی ہیں۔ کبھی لوگ اپنے رفتگاں کی یاد میں مضطرب ہوتے ہیں اور کبھی دوسروں کی یاد بھی کیجاتی ہے۔ کبھی مختلف قوموں کی دشمنی کا موجب بھی یادِ رفتگاں ہوتی ہے اور کبھی دو قوموں میں دوستی بھی اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی لوگ اس عمل سے خوش ہوتے ہیں اور کبھی انکے چہروں پر ایک اداسی اور ایک مایوسی یا ندامت بھی چھا جاتی ہے۔ کبھی یادِ رفتگاں پچھلوں کی مذامت اور ندامت [illegible] کا باعث ہوتی ہے۔ اور کبھی پچھلے ان پر فخر و مباحات کرتے ہیں۔ ہم سے اوّل اوّل لوگ جو کچھ کر کرا گئے ہم انکے ذمہ دار نہیں۔ ہاں صرف اس حد تک کہ ان کی بُری بھلی تعلیم ہم میں پائی جاتی ہے اور ہم ایک حد تک اسکے ذمہ دار ہیں۔

یہ بحث ہے کہ لوگ گزرے ہوؤں اور رفتگان کی یاد میں جسقدر زور دیتے ہیں اس قدر اسپر زور نہیں دیتے کہ ان کی اپنی یاد ایسا رنگ حبیب کرے کہ ان کی روح سے بندہ خوا اسپر فخر کرے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف گذشتہ نسلوں کا مردوں اور بزرگان سلف کی یاد ہی یادِ رفتگاں کے معنوں میں لی جاتی ہے یہ ایک تنگ خیالی ہے۔ جس یادِ رفتگاں کچھ اور ہی ہے یا کچھ اور بھی سمجھنی چاہیے کیونکہ ہمارے بزرگوں کے افعال و تصرفات یا عملیات ہمارے حق میں کیسے ہی قبیح ہوں ہم انکے کسی حالت میں ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ ہاں انکے خوشہ چین نیز چیں ضرور ہو سکتے ہیں۔ اصل یادِ رفتگاں یہ ہے کہ

ہم اپنے افعال و اپنی حرکات اپنی زندگی میں مناسب ہی ہوں ہر لحظہ زندگی کا مرنا اور فنا ہوتا ہے اور پھر بھی مر کر اس کا سلسلہ زندگی میں نہیں ہے جو گزر سو گزرا اور جو گیا سو گیا ہر لحظہ پر ایک موت واقع ہوتی ہے اور پچھلا نفس کے دائرہ میں گر کر نیست و نابود ہو جاتا ہے اور جو حصہ زندگی اس طرح فنا اور نابود ہوتا ہے وہ مقابلہ کی زندگی کے ایک قسم صورت یا رفتہ ہستی اور رفتہ زندگی ہوتی ہے موجودہ زندگی کا حصہ اسی سمت اسی طرح غور کرسکتا ہے جس طرح ایک انسان کے مُردے پر غور کر سکتا ہے اور اس غور میں دونوں طرح کے مسئلے پیش نظر ہیں اچھے حصے بھی پیش نظر ہوتے ہیں اور برے بھی [illegible] اور نا خوشگوار بزرگوں کی نیکیاں یا بدیوں کی کمزوریاں چلاتی [illegible] بھی یاد ہیں اور ان سے فخر و نفرت بھی کیجا سکتی ہے لیکن سب سے زیادہ ضروری حصہ ہے گذشتہ عمل یا گزشتہ زندگی کا حصہ ہے۔

اور اس تمام گزشتہ زندگی کے چند حصے ہوتے ہیں جسے انسان خود اپنی سہولت کے واسطے ترتیب سے رکھا ہے۔ سیکنڈوں، منٹوں، گھنٹوں، پہروں، دنوں، راتوں، ہفتوں، عشروں، مہینوں، سہ ماہیوں، ششماہیوں، سالوں، صدیوں اور مدتوں میں تقسیم ختم ہوتی ہے۔ تم سالوں تک اپنا محاسبہ آپ کر سکتے ہیں۔ اور یہی صادق یادِ رفتگاں ہے بہ نسبت اسکے کہ ہم اپنے بزرگوں کی نیکیوں اور بدیوں پر دن بھر اتراتے رہتے اور انکے کارناموں سے دل خوش کریں اور اسی میں محو رہیں۔ [illegible] ہے۔ اپنی زندگی کے حصص گزشتہ کا بخوبی محاسبہ کریں اور نتیجہ کا یہیں دیکھیں کہ کس قدر اعمال کا وزن ہو رہا ہے اور بقیہ زندگی یا موجودہ زندگی پر کیا اثر [illegible] جس طرح بزرگوں کے کارناموں پر تاریخی رنگ میں ایک مبسوط کتاب لکھی یا پڑھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اپنے اور گزشتہ یا زندگی یا ایام پر ایک مبسوط بحث کی جا سکتی ہے۔

جو شخص خود اپنی زندگی کے حصوں پر بحث کرتا ہے اسکے واسطے وہ سماں دیگر رفتگاں کی بحث سے نمونہ کا پرچہ [illegible] آنے پر بھیجا جائے گا۔

کم دلچسپ نہیں ہوتا اگر ایک شکستہ تارا ہو یا ایک چور اور رہزن اپنی گزشتہ زندگی کے حصوں پر بحث کرے تو اس کی نگاہوں میں اس قسم کی دلچسپ باتیں گزر سکتی ہیں کہ جسکا وجود یا نشان وہ بڑی بڑی تاریخوں میں بھی سانی سے نہیں پا سکتا وہ اپنے ہی وجود میں زندگی کے چند حصوں کے اندر ایک وجد یا ایک حیران کر دینے والا جوار بھاٹا دیکھتا اور تماشا کرتا ہے اس کی موجودہ زندگی اپنی کامیابیوں اور اپنی کمزوریوں یا اپنی لغزشوں پر غور کرتے ہوئے کبھی اپنی مساعی پر فخر کرتی ہے اور کبھی ان پر ہاتھ رکھکر رہ جاتی ہے جہاں شان کبھی اپنی خوبیوں پر دم بھر کے لیے اتراتا اور فخر کرتا ہے وہاں کمتوں پر رسوائیوں اور اپنی کمزوریوں پر نوتوں سے دم بخود ہو کر سر بگریباں رہتا ہے۔

لطف اعمال کی تنقید جو کرتا ہوں کبھی　　　　کرتی شرمندہ ندامت ہے زبر ہو آکر

باقی دارد　　از خلاصہ

تصنیفات سر سید احمد خاں مرحوم

تفسیر القرآن جلد اول اس جلد میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقر کی تفسیر جسکے مضامین نہایت محققانہ طریقہ سے لکھے گئے ہیں کاغذ ولایتی سفید نہایت خوشخط و مطلا (ہے) کاغذ سفید ولایتی بلا جلد عہ

تفسیر القرآن جلد دوم اس جلد میں آل عمران سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی تفسیر ہے بلا جلد قیمت عہ

تفسیر القرآن جلد سوم اس جلد میں سورہ انعام اور سورہ اعراف کی تفسیر ہے عہ

تفسیر القرآن جلد چہارم اس جلد میں سورہ انفال سورہ توبہ اور سورہ یونس کی تفسیر ہے قیمت عہ

تفسیر القرآن جلد پنجم بشمول ششم مجلد در یک جلد جلد پنجم میں سورہ ہود سورہ یوسف سورہ رعد سورہ ابراہیم سورہ حجر اور سورہ نحل کی تفسیر ہے کاغذ عمدہ جلد طلائی مجموعہ میں تفسیر سورہ بنی اسرائیل ہے حصہ

تفسیر القرآن جلد پنجم و ششم مجلد در یک جلد کاغذ معمولی جلد سادہ صہ

تفسیر القرآن جلد ہفتم اس جلد میں سورہ کہف سورہ مریم اور سورہ طٰہٰ کی تفسیر ہے و چند مضامین پر محققانہ بحث کی گئی ہے کاغذ عمدہ سفید مجلد مطلا ہے بلا جلد عہ

تبرئۃ الاسلام عن شین الامۃ والغلام ابطال غلامی اس میں نہایت تحقیق و اجتہاد سے اس بات پر بحث کیگئی ہے کہ اسلام نے غلامی کو باطل ٹھیرایا اور اسکے دنیا سے معدوم کرنے کی کوشش کی ہے قیمت عہ

امہات المومنین کا جواب یہ سر سید کا آخری مضمون ہے ان تمام الزامات کو رد کیا ہے جو ایک عیسائی مصنف نے ازواج مطہرات پر اپنی کتاب امہات المومنین میں لگائے تھے کے جوابات ہیں

مکمل مجموعہ لکچرز و اسپیچز سر سید مرحوم ہے

تصانیف شمس العلما مولنا شبلی نعمانی

موازنہ انیس و دبیر یعنی میر انیس کی شاعری پر تفصیلی ریویو اور میر انیس و میرزا دبیر کے کلام کا موازنہ قیمت عہ

سفرنامہ روم و مصر و شام جس میں مولانا موصوف نے قسطنطنیہ و بیت المقدس قاہرہ وغیرہ کے چشم دید حالات و واقعات ترکوں و عربوں کے اخلاق و عادات نہایت شرح و بسط سے تحریر فرمائے ہیں قیمت عہ

سیرۃ النعمان یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مستند حالات و عادات و مناظرات وغیرہ کی مشہور و معروف سرگذشت عہ

الغزالی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری قیمت عہ

الفاروق عظیم و نادر کتاب برسوں کی جانکاہی و محنت سے حضرت عمر فاروق کے حالات میں لکھی ہے اور اسکے لیے مولانا ممدوح نے ممالک عثمانیہ اور مصر کا سفر کیا اور نہایت تحقیق کی گرانی کی ہے

المامون مع الجزیہ جس میں مامون الرشید کے حالات زندگی اور اسکے زمانہ کی طرز سلطنت و معاشرت کے مفصل حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیے ہیں قیمت بلا جلد عہ

دستہ گل یعنی مولانا شبلی نعمانی کی جدید فارسی غزلوں کا مجموعہ

الکلام یعنی جدید کلام مصنفہ مولانا شبلی نعمانی ہے

شعر العجم یعنی فارسی شاعری کی تاریخ جس میں شاعری کی ابتدا اور عہد بہ عہد کی ترقیوں اور ان کے خصوصیات در پہ ہاے مفصل بحث کی گئی ہے اور اسی کے ساتھ تمام مشہور شعرا کا مفصل تذکرہ اور ان کی شاعری پر تقریظ اور تنقید ہے حصہ اول ضخامت ۲۵۶ صفحے حصہ دوم ضخامت ۳۰۲ صفحے قیمت عہ
حصہ سوم و چہارم زیر طبع ہیں۔

غزل

تا چشم زیبای تو ام در نظر افتاد — یکبارہ اساس خرد و ہوش بر افتاد
ما بندۂ آں بادۂ تندیم کہ از جوش — از شیشہ برون جست و زمینا بدر افتاد
زیں پس ہمہ تن تیر تو کیم تیر و شد — پیکان تو از بسکہ یکے بر دگر افتاد
رو کردہ متاعیست بہ بازار محبت — آں داغ کہ لالہ را نہ از در جگر افتاد
عمرے شدہ یک در نیفتاد بدستم — در بسکہ ہر امروز بہ روز دگر افتاد
در جیب گریبان چمن عطر فشانست — بوسے تو کہ در دست نسیم سحر افتاد
ہر قطرۂ اشکے کہ زدم ہست خون رنگ — چشم کہ افشان مرا در نظر افتاد
اے باد صبا حضرت قانون رند مستی — گویا کہ گذار تو ازاں رہگذر افتاد
شبلی دگر از صومعہ در رمیدہ ام — ایں شعر تازہ بہ میخانہ در افتاد

شبلی نعمانی۔ از رسالہ خلاصہ

تصانیف شمس العلما مولنا نذیر احمد صاحب

مرآۃ العروس اس مشہور ناول میں عورتوں کو خانہ داری کی تعلیم دی گئی ہے۔ دہلی کی عمدہ زبان [illegible]

بنات النعش اس میں بھی خانہ داری کا سلیقہ سکھایا گیا ہے تعلیم نسواں کے لیے نہایت مفید ہے

توبۃ النصوح اس میں نہایت موثر طریقے سے دکھایا گیا ہے کہ خانہ داری کی زندگی میں عمدہ مذہبی تعلیم کا کیا اثر ہوتا ہے

محصنات اس ناول میں نہایت دلچسپ طریقے سے ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی خرابیاں درج ہیں

ابن الوقت اس میں نہایت ظرافت آمیز پیرایے سے [illegible] اور معاشرت میں [illegible] کی تقلید کے نقائص دکھلائے ہیں

رویائے صادقہ [illegible] اس ناول میں [illegible] مذہب اسلام کے مسائل [illegible] دلائل کے ساتھ [illegible]

ایامیٰ جس میں بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کی ضرورت ایک دلچسپ قصے کے پیرایے میں بیان کی گئی ہے ۱۰ [illegible]

مجموعہ لکچر [illegible] مولوی نذیر احمد صاحب [illegible]

حقوق و فرائض جس میں ایمان باللہ، ایمان بالانبیا، ایمان بالکتب، ایمان بالملائکہ، ایمان بیوم الآخر، ایمان بالقدر، توحید، [illegible] شرک، عبادت کی [illegible]، حقوق قرآن در خدا [illegible] حقوق العباد، حقوق مجرد [illegible] وغیرہ وغیرہ کا بیان ہے۔ قیمت [illegible]

تصانیف مولوی عبد الحلیم صاحب شرر

فردوس بریں عجیب پُر لطف و حیرت انگیز واقعات یعنی فردوس بریں کی سیر و فرقۂ کلیسیہ کی تاریخ عہ

منصور موہنا سلطان محمود غزنوی اور راجہ اجمیر کی دنیا اسلامی جوش و بہادری کی سیر ۸

دلچسپ [illegible] کے عشق کا نہایت دلچسپ بیان عہ

فلورا فلورنڈا [illegible] عہ

مقدس نازنین نہایت [illegible] ناولوں کی [illegible]

ملک العزیز ورجنا اسلامی جوش کی تصویر صلیبی لڑائیوں کا [illegible]

درگیش نندنی [illegible] نہایت مشہور بنگالی ناول کا ترجمہ جو کئی زبانوں میں ہو گیا ہے

حسن انجلینا [illegible] مسلمانوں اور [illegible] کے معرکہ ترکوں کی فتوحات [illegible] تیس سلطانوں کی بہادری اور [illegible] دونوں کی عبرت خیز تصویریں تو ۱۸۹۰ کے ساتھ [illegible] میں شائع ہوا عہ

یوسف و نجمہ نہایت عجیب ناول جس میں ہیرو اور ہیروئن کی زندگی کے حالات نہایت دردانگیز پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں حصہ اول ۵

شہید وفا اردو ڈراما اہل عرب کے زوال کے وقت اندلس کے مسلمانوں کے دردناک حالات عہ

زیادہ حلاوہ اس ناول کی زمین ملک اسپین اندلس ہے جہاں مسلمانوں نے سات سو برس تک جاہ و جلال کے ساتھ سلطنت کی ہے عہ

فتح اندلس عہ **میوہ تلخ** ۸ **بدر النسا کی مصیبت** ۲

ملنے کا پتہ: دفتر خلاصہ علیگڈھ ناسٹی

جاپانی دلہن کی بارہ نصیحتیں

جب کسی جاپانی خاتون کا بیاہ ہوتا ہے تو اس کی والدہ ذیل کی بارہ نصیحتیں اسکو کرتی ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں (۱) تم اپنے بیاہ کی گھڑی سے میری لڑکی نہیں رہی اسلیے تمہیں اپنے سسرال والوں کے احکام کی اسی طرح تعمیل کرنی چاہیے جیسا والدین کی کرتی تھیں (۲) بیاہ ہو جانے پر تمہارا خاوند تمہارا آقا ہوگا ہمیشہ آداب و اخلاق سے رہو۔ اپنے خاوند کی طاعت عورت کے لیے اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے (۳) اپنی ساس کو ہمیشہ خوش رکھو (۴) حسد مت کرو کیونکہ اس سے تمہارے خاوند کی شفقت منقطع ہو جائیگی (۵) اگر تمہارا خاوند غلطی پر ہو تب بھی برا نہ مانو اور جب وہ سکوت میں ہو اسوقت نہایت نرمی سے سمجھاؤ (۶) بہت نہ بولو کسی کی بدگوئی مت کرو۔ جھوٹ سے پرہیز کرو سسرال کی کسی قسم کی شکایت کسی سے مت کرو (۷) سویرے اٹھو اور دیر سے بستر پر جاؤ جب تک تم پچاس برس کی نہو جاؤ پبلک جلسوں اور بڑے بڑے مجمعوں میں نہ جاؤ (۸) گھر کا انتظام نہایت خوبی اور کفایت شعاری سے کرو (۹) کسی نجومی سے مشورہ مت کرو (۱۰) اگرچہ تم جوان بیاہی جاتی ہو لیکن چھوٹی عمر کی سوسائٹی میں بہت میل جول نہ رکھو متانت و سنجیدگی اختیار کرو (۱۱) فوق البھڑک لباس ہرگز نہ پہنو صاف اور حیادار لباس پہنو (۱۲) اپنے باپ کی دولت یا مرتبہ پر غرور نہ کرو اگر وہ دولتمند ہو تو اپنے خاوند کے اقربا سے اسکا ذکر مت کرو

از خلاصہ ماہ دسمبر ۱۹۰۹ء

دیگر علماء و فضلا کی تصانیف

تاریخ القرآن اس کتاب میں قرآن شریف کے ابتدائے نزول سے لیکر آجتک کے تمام تاریخی حالات نہایت صحت اور تحقیق سے ساتھ لکھے گئے ہیں اور قرآن کے متعلق ہر قسم کی دلچسپ معلومات ہر قسم کے مباحث نہایت لطافت اور اختصار کے ساتھ مختلف زبانوں کی اعلیٰ پایہ کی مستند اور معتبر کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں۔ اس عنوان پر یہی مکمل کتاب کسی زبان میں نہیں ملسکتی چھپائی لکھائی عمدہ، کاغذ چکنا ولایتی قیمت . . عمر

تقلید اور عمل بالحدیث مصنفہ نواب محسن الملک سید مہدی علیخاں بہادر مرحوم اس کتاب میں سات مضامین ہیں (۱) مذاہب اربعہ کے جاری ہونے سے پہلے زمانے کا حال (۲) مذاہب اربعہ کی بنیاد پڑنیکا زمانہ اور اسکا سبب (۳) مذاہب اربعہ کی کافی پابندی کس زمانہ میں ہوئی (۴) مذاہب اربعہ میں اختلاف ہونیکا سبب (۵) اجتہاد اور عمل بالحدیث میں کیا فرق ہے (۶) تقلید اور عمل بالحدیث پر مقلد اور غیر مقلد کا مباحثہ (۷) قول فیصل بنسبت تقلید اور عمل بالحدیث طبع جدید . . . ۸

کتاب المحبۃ والشوق مصنفہ نواب محسن الملک مرحوم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم کے باب کتاب المحبۃ سے ماخوذ ہے . . . . قیمت ۸/

اعجاز التنزیل مصنفہ خلیفہ سید محمد حسین صاحب مرحوم سابق وزیر ریاست پٹیالہ اس میں قرآن مجید کے لفظاً و معناً کلام اللہ اور معجزہ ہونیکا ثبوت اور مخالف کی نکتہ چینیوں کا نہایت متانت سے جواب ہے

غایت البرہان فی تاویل الفرقان اگرچہ کلام مجید کی بیشمار تفسیریں دنیا میں شائع ہوئی ہیں مگر یہ تفسیر اپنے مفید مضامین کے لحاظ سے سب میں ممتاز ہے . . . . قیمت ۱۲/

کتاب الطلاق ایک کتاب مذہب حنفی شرح مجمع البحرین اس کتاب میں احکامات طلاق کو نہایت تفصیل اور فصاحت سے لکھا ہے۔ مؤلفہ سید محمود مرحوم . . . . قیمت . . ۸/

المدنیۃ والاسلام مغربی تعلیم اور مغربی علوم و فنون کی نسبت جو بے ذاتی خیالات مسلمانوں میں پھیلتے جاتے ہیں ان کی بیخ کنی کیلیے آجتک اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی . . . قیمت عمر

رسالہ عقائد اسلامیہ ترجمہ رسالہ الجواہر الکلامیہ شیخ طاہر بن صالح الجزائری جو ہر مسلمان کیواسطے نہایت مفید ہے کی ترجمہ مولوی محمد عبداللہ صاحب ناظم محمدیات محمڈن کالج . . ۴/

اعجاز البیان فی لغات القرآن ایک کالم جسمیں قرآن کی آیات ہیں اسکے اوپر لکھا ہے کہ آیات ذیل کا ترجمہ کرو دوسرا کالم جسمیں ان آیات کا اردو ترجمہ ہے اسکے اوپر لکھا ہے

ملنے کا پتہ — دفتر خلاصہ علیگڈہ مسلم [illegible]

غزل

نمونہ کا پرچہ
خلاصہ
قیمت ۲/

محروم طرب ہے دل دلگیر ابھی تک
وصل اُس بت بدخو کا میسر نہیں ہوتا
مجھ حق یہ وہ بیتاب کہ ہوتے تو ہوتا
اک شوخی تھی سو میرے دل میں ہے موجود
سیکھی تھی جو اُس نے محبت میں ستم سے
اس درجہ بے تاب ہوئے شوق شہادت
مرنے بہت مشتاق مگر تنگ اثر ہیں

باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک
وابستہ تقدیر ہے تدبیر ابھی تک
دنیا میں بپا ماتم شبیر ابھی تک
اے جان تمنا تری تقریر ابھی تک
باقی ہے وہ رنگینی تحریر ابھی تک
ہے میان میں اس شوخ کی شمشیر ابھی تک
ہیں شل ہے حسرت سخن میر ابھی تک

حسرت موہانی از رسالہ خلاصہ

نمونہ کا پرچہ
خلاصہ
قیمت ۲/

فقرات ذیل کا عربی میں ترجمہ کرو کوئی معنا یا کسی لفظ کا ترجمہ کر نہیں لکھا گیا ہے اور اس طریقہ سے تمام ہیر کر الفاظ ۱۹۲ صفحوں میں مع ترجمہ اور ان آیتوں درج ہو فقروں کے جو بطور سبق کے لکھے گئے جمع کر دیے ہیں کہ مبتدی ان الفاظ کو اور ان کے معنوں کے یاد کر لینے بعد آیتوں کا ترجمہ اردو میں کر سکتا ہے اور ... بہت ... صرف ... آنے

انشائے مغل یعنی ... [illegible] نجم الدولہ دبیر الملک مرزا نوشہ اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ المتخلص غالب ... مرزا غالب کے اردو خطوط کا مجموعہ جس میں صاف ... سادہ عبارت کے خطوط درج کیے گئے ہیں تاکہ طلبائے مدرسہ ہر دو ... صحیح اور فصیح اردو میں خط و کتابت کرنے کے شائق ہیں اس سے فائدہ اٹھائیں اور مرزا مرحوم کی طرز تحریر کا سبق حاصل کریں۔ تعداد صفحات ۳۶۴ عہ

طب و حفظان صحت

اکسیر حیات معروف بہ گلدستہ چار حکمت صفحہ ۹۲ ڈاکٹری یونانی جرمنی ویدک کا عطر ... کتب ہزاروں روپیہ کے صرف سے چھاپی گئی ہے جسمیں اندر چاروں قسم کے علاج ہر باب ... دو ایک دوسرے کے مقابل، مردوں عورتوں بچوں کا ... ... اس خوبی در عمدگی کے ساتھ لکھا گیا ہے جسکے آگے ... کسی کتاب ڈاکٹری یونانی ویدک جرمنی کی ضرورت نہیں ... خصوصیت ... یہ کتاب ختم ہونی ہے۔ قیمت صہ انعامی

اکسیر جرمنی ... کتاب ... ہر ماہر استاد اور ڈاکٹر کے رکھنی ... جسقدر مرض انسان کو لاحق ہوتے ہیں انکا علاج معہ تشخیص ... بخوبی شناخت مرض کر سکتا ہے یہ علاج ہومیو پیتھک کہلاتا ہے

ایک قطرہ عرق کا ہزار قطرہ پانی میں ملا کر دیا جاتا ہے وہی قطرہ فائدہ اکسیر دکھاتا ہے۔ صفحہ ۲۲۴ قیمت صہ انعامی

رسالہ قوت باہ مردوں کیلیے ہمیشہ پاس رکھنے کے لیے مفید ہے۔ قیمت ... ۴/

مجربات باہ یہ وہ کتاب ہے جسکا ہر گھر میں رکھنا ضروریات سے ہے خصوصاً مردوں کیلیے اس سے بڑھکر کوئی کتاب فائدہ بخش نہیں ہو سکتی جسمیں صدہا مجرب در آزمودہ نسخہ جات لکھے گئے ہیں جنکی بدولت ہزاروں نامراد اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ ... انعامی

مخزن الادویہ انگریزی یہ وہ کتاب ہے جسکا رکھنا ہر تحصیل کنندہ ڈاکٹری حکیموں اور ویدوں کو بھی ضروری ہے۔ اس کتاب میں تمام ادویات انگریزی کا خواص اور ترکیب استعمال اور اس بات کا بیان مشرح کیا ہے کہ فلاں دوا فلاں چیز سے بنائی گئی ہے۔ آجتک اس کی مثالی اردو میں کوئی کتاب نہیں چھپی تھی جس نے کل ادویات انگریزی کا حال اردو داں لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ فلاں دوا فلاں مرض کے لیے مفید ہے اور اس مقدار میں دیجاتی ہے صفحہ ۲۰۴ عہ

عطائی نسخے۔ اس میں پانچسو کے قریب ایسے نسخے ہیں جو آجتک کبھی نہیں چھپے جو نہ کسی کتاب میں ہیں نہ کسی حکیم کو یاد ہیں بلکہ دیسی اور عطائیوں کے مخفی مجربات جو سینہ بسینہ چلے آتے تھے وہ نسخے ... جو بڑی خوشامد اور صرف کثیر سے ہاتھ لگے ہیں ... ۴/

اکسیر دماغ جس میں کل امراض دماغی کے دو دو مجرب نسخے لکھے گئے ہیں کہ جنکو حکیم لوگ صدہا روپیہ خرچ کرنے پر بھی نہیں بتلاتے۔ قیمت صرف ... عہ

اکسیر چشم آنکھوں کے علاج میں بے نظیر کتاب ہے ... ۴/

علاج النسواں عورتوں کے متعلق تمام ایسے امراض کا جو دوائیوں کے متعلق ہوتے ہیں تشریح اور علاج میں اس

غزل

ازل سے ربط حسن و عشق بربادی کا ساماں تھا
گری تھی برق وہ جس برق کے پردے میں پنہاں تھا

کف خاکستر دل میں کمال حسن پنہاں تھا
کہ ذرہ ذرہ اک آئینۂ بیتابی جاں تھا

حساب دوستاں دردل خدا جانے خوش ہی تھی
نگاہ وحشت کیلئے کچھ نہ تھا اک حسن خوباں تھا

تم اپنی پردہ پوشی پر نہ اتنا ناز فرماؤ
کسی کا شوق رسوائی شریک راز پنہاں تھا

تم ہی تو گئے ہو مٹنے سے پہلے مٹ گیا ہے یہ
اسی دل کو روتا ہوں جو دل ہونے پہ نازاں تھا

قریب یاس امن وقت اب چل نہیں سکتا
جسے سمجھے ہو نقش نور وہ داغ حرماں تھا

میری طرز خموشی کہتی ہے اے داور محشر
کہ میں دلدادۂ تیر نگہ پر سینہ پنہاں تھا

پتا چلتا ہے کچھ کچھ انتظار خود نمائی سے
تمہارے دیکھنے سے پہلے بھی آئینہ حیراں تھا

ملا ہے داغ تنہائی اسی خدمت کے صدقے میں
دل سوزاں ہمارا مشعل راہ غریباں تھا

ہماری یاد میں جوش قلق نے یہ اثر رکھا
کہ گوشہ خاطر احباب کا بھی اسکو زنداں تھا

وفا کیا پوچھتا ہے دیکھ اس حسن رقابت کو
انہی سے کہہ رہا ہوں عشق بھی آفت جاں تھا

حکیم عبد الہادی خاں وفا — از خلاصہ

قواعد ڈاکخانہ

شرح محصول خط ایک تولہ تک نصف آنہ

دس تولہ تک ایک آنہ کتاب پیکٹ پر
دس تولہ تک دو آنہ، اخبارات جسٹری شدہ
چھ تولہ تک ایک پیسہ، پارسل کا جس تک

دو آنہ، چالیس تولہ ۵ آنہ ہر چالیس تولہ پر
۴۴۰ تولہ سے زیادہ وزنی پارسل کی رجسٹری
ہونا لازمی ہے، رجسٹری کا ٹکٹ دو آنہ
تک سوا روپیہ پھر ڈیڑھ سو تک بیمہ
کم پر چار آنہ پھر سو تک ہر [illegible]

قواعد ریلوے

بوجھ اول درجہ ۳۰ سیر دوم ۲۰ سیر
۱۰ سیر سوم ۱۵ سیر، ۲۲ [illegible]
[illegible] ۶ [illegible]

پارسل ڈھائی سیر کا محصول [illegible]
چار آنہ پانچ سیر ڈھائی سو میل چار آنہ دس سیر
ڈھائی سو میل کا چار آنہ، دس سیر کا سو میل تک
چار آنہ، تین سو میل تک [illegible] اسی طرح
میل کا اس سے دو چند تیس سیر کا [illegible]
[illegible] اسی طرح سیر کا تیس سیر سے دو چند
مال گاڑی ۴۰ سیر سے زیادہ وزن [illegible]
ہوسکتا ہے محصول فی من فی میل [illegible]
[illegible] ایک پائی
[illegible] ۴۸ گھنٹے مال پڑا رہنے کے بعد
[illegible] کے حساب
[illegible]
[illegible]

جیبی ڈاکٹر اس کتاب کے پانچ حصے ہیں جنمیں سر سے لیکر پیر تک کل امراض کا علاج ڈاکٹری ہومیوپیتھک، یونانی و [illegible] یعنی سورج کی کرنوں سے) اسی طرح ہی سے علاج بتایا جس سے ہر شخص معمولی اردو خواں بھی بخوبی فائدہ اٹھا سکتا ہے ۱۲ حصے جیبی تقطیع ۱۲ آنہ

علم طب کا نچوڑ طب، ڈاکٹری کے بہت چیدہ اور چوٹی کے مسائل اور مجربات درج ہیں ۶ آنہ

بازاری ادویات جس میں قریباً سب چار سو کے ہندوستان کے بازاروں کے سہل الحصول دیسی جڑی بوٹیوں کے ذریعہ تمام امراض کے علاج بتلائے گئے ہیں جو ہر شخص دیہات میں [illegible] ڈاکٹر [illegible] ہندوستان کی کئی زبانوں میں کتاب چھپی ہے انعامی

معالجات کلب کتوں کے امراض کے لیے بہت عمدہ رسالہ ہے ..... ۵ آنہ

قانونی دریا کوزہ میں بند ہے

جوہر قانون جس میں تعزیرات ہند، ضابطہ فوجداری، دیوانی، قانون لگان، شہادت میعاد سماعت، رجسٹری، انکم ٹیکس، مطالبہ خفیفہ، اشٹامپ، کورٹ فیس، آبکاری [illegible] قوانین کا خلاصہ ایک جگہ جمع ہے، دفعہ وار۔ کوئی ضروری بات نہیں چھوڑی، ہر بات تمام قیمر عبارت میں لکھی ہے۔ قیمت صرف [illegible]

شرح قانون شہادت مصنفہ سید محمود مرحوم اسکو بیرسٹر ایٹ لا، اس سے بہتر شرح قانون شہادت کی آجتک نہیں ہوئی۔ طبع جدید، دفعہ چہارم مجلد سے

جامع القوانین تمام ضروری قوانین کا خلاصہ معہ ترمیمات جن کی ہر شخص کو ضرورت پڑتی ہے ضابطہ دیوانی، تعزیرات ہند، قانون شہادت، فوجداری، میعاد سماعت رجسٹری، اسٹامپ، کورٹ فیس، آبکاری، انکم ٹیکس، انتقال جائداد، قانون امانت قانون اوقاف خیراتی، [illegible]، اسلحہ، ریلوے وغیرہ وغیرہ جنسے سب کو کام پڑتا ہے زمیندار، مختار، کارندہ، عرائض نویس، وکیل سب کے کام کا۔ قیمت فی جلد [illegible]

صلاح قانونی ہر قسم کے مقدمات مال دیوانی فوجداری میں جن باتوں سے کام پڑتا ہے اور جس طرح کارروائی عدالت میں ہوتی ہے وہ سب مفصل سمجھائی ہیں ہر ایک مقدمہ کی ساری ضروری معلومات ایک جگہ لکھدی ہیں خواہ کسی قانون سے متعلق ہوں ہر محکمہ کا قانون اس میں آیا ہے۔ اسکو پڑھکر ذرا سی بات پر دکیلوں کی خوشامد کرنا یا فیس دینا نہ پڑیگی۔ [illegible]

قانون شہادت [illegible] دال [illegible] کیواسطے ابتک کوئی ایسی کتاب [illegible] ثبوت شہادت کو بطور سوال جواب نہایت [illegible] حکام تک کو یکساں مفید ہے کیونکہ ہر دفعہ پر کثرت سے مختلف سوالات کرکے اور مفصل جواب لکھکر یہ کوشش کی گئی ہے کہ معمولی لیاقت اور سمجھ کا آدمی بھی [illegible] قانون سمجھ سکے اور ماہر کہلانے کا دعویٰ کر سکے خاص فوائد کے اصول [illegible] شرح ظاہر کردیا ہے اور ضروری تعلقات کا فرق بھی بتلا دیے ہیں [illegible] ہند کی بعض دفعات کا ذکر انگلینڈ کی شہادت کا مقابلہ کرکے بتلا دیا ہے [illegible] تک کی [illegible] سے پریوی کونسل [illegible]

[illegible]

پچاس بیماریوں کی ایک دوا

ست پیپرمنٹ ایک حصہ ست اجوائن دو حصہ کافور چار حصہ سب کو ایک شیشی میں بند کر کے دھوپ میں رکھ دو تو تیل بن جائیگا۔ اسکو دو چار بوند کھانے و لگانے سے جسم کی سب بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ دست ہیضہ [illegible] بدہضمی درد شکم درد دانت ورم بچھو وغیرہ کا کاٹنا وغیرہ۔

زہر خوردہ کا علاج

اگر معلوم نہو کہ کونسا زہر کھایا ہے تو کٹائی خورد کے تخم اکیتور کھلاؤ۔ سانپ یا دوسرے کیڑے نے کاٹا ہو تو ستیاناسی گھوٹ کر پلاؤ جبتک کہ خوب دست قے نہوں جلدی آرام ہوگا۔ چراغ کی چیکٹ چراغ پر گرم کرکے لگانا بچھو کاٹے پر۔

بنولہ کی گری کافور سونٹھ پانی میں پیسکر لگانے سے بواسیر کے مسّے گر جاتے ہیں۔

درد کان حقہ کا گھونٹ لیکر کان میں [illegible] پھونکو بار بار جبتک آرام نہو۔

آتشک سورج نکلنے سے پہلے تازہ پانی ہر روز پیا کریں تو کبھی نہوگی۔

سر درد بار بار سر میں کنگھی کرنیسے جاتا رہتا ہے

کا ہر کو گرم کیا ہوا پانی ٹھنڈا کرکے دن میں کئی بار پلانیسے دودھ زیادہ ہوتا ہے۔

عسر ولادت گوبر کا عرق نچوڑنا۔

ہیضہ مدار کی جڑ کی چھال مرچ سیاہ ادرک کے عرق میں گولی بنا کر کھانا۔

یرقان آک کی کونپل و پھٹکری سرخ ہموزن پیسکر گولی بنا کر۔

آگ سے جلنا آلو بلا پانی کے پیسکر لگاؤ

مار گزیدہ لہسن دہی میں پیسکر لگانا۔ دودھ میں پلانا۔

نکسیر پھٹکری کا پانی لینا۔ سر پر پانی ڈالنا

یہ انتخاب کیا ہے۔ کتاب متعدد مشہور انگریزی کتب اور لائبریریوں کی ڈائجسٹ سے اردو کی ہے نظائر میں جلد اور صفحہ کا نمبر اور رپورٹ کا نمبر دیا گیا ہے۔ قیمت صرف عہ/ انعامی

نئی اور مفید کتابیں

وکیل فوجداری دیوانی و مال آبکاری خفیفہ رجسٹری ریل ڈاک نہر جنگی سب محکمہ کے قوانین کی جزوی معلومات کا مختصر مجموعہ ہر شخص کو رکھنا چاہیے ... عہ/ ۴ر انعامی

اصول ریاضی حساب پیمائش کے قاعدے ابتدا سے انتہا تک لیلاوتی کے بیجدار [illegible] اسکو پڑھکر کوئی سوال ایسا نہیں جو حل نہو سکے ... ۴ر انعامی

خوبصورتی حسن پیدا کرنے والی غذائیں دوبات و عمل جسم کے رنگ بدن موٹا دبلا کرنا بال آنکھ دانت سینہ دلفریب بنانے کی ترکیب ... ۴ر

غم غلط روتے ہوئے کو ہنسانے والے لطیفے۔ عجیب مختصر کہانیاں۔ چیدہ منتخب اشعار نئی قسم کی حکایات۔ مہذب مذاق ... ۴ر انعامی

سب اورسیر پھول لگانا۔ دیسی آم لینا۔ نقشہ بنانا سمٹ کرنا تعمیر کرانا وغیرہ محکمہ نہر کے سب کام ایک دم میں سیکھ لو ... ۴ر انعامی

ہرگز نہیں انگریزی تہذیب کے موافق ملاقات گفتگو تحریر لباس وغیرہ جو باتیں ممنوع ہیں ۴ر انعامی

ہفت زبان گجراتی بنگلہ گورمکھی تامل تلنگی مرہٹی سنگھالی ترکی چینی زبانوں کی ضروری معلومات سیاحوں و تجارت پیشہ کے لیے ... عہ/

خبردار پاکٹ سائیکلوپیڈیا اردو تمام ضروری باتیں جیسے اکثر کام پڑتا ہے یا جو یاد رکھنے کے قابل ہیں ہر قسم کی ایک جگہ جمع کی ہیں ہر شہر کی دستکاری پیداوار اور مردم شماری ملکوں اور ریلوں کے نقشے فاصلہ و کرایہ تواریخی معلومات دنیا کے مشہور آدمیوں کے حالات ناگری اردو کے تمام شاعر ہندوستان کے مشہور میلے بنک انجمن لائبریری بڑے بڑے سوداگروں کے پتے اردو انگریزی ہندی اخبارات کے پتے، ہر ملک کے سکے اوزان و پیمانے جنتری سود تنخواہ وغیرہ جنگی ڈاک تار وغیرہ کے محصول ضابطے قانونی یادداشت و خرچہ وغیرہ عدالت پھل پھول ترکاریاں دیسی ولایتی حساب پیمائش کے گر اور ضروری باتیں حکمت نجوم قیافہ کیمیا دیگر علوم و مختلف زبانوں کے حروف کی شناخت عہ/ انعامی

جوہر موسیقی منظر کتاب ہے ایسے پڑھکر بلا استاد کے گانا بجانا چند روز میں سیکھ لو اس میں تمام راگ راگنیوں کی تعریف و اقسام دھن اور مثالیں سُر تال ٹھیکہ وغیرہ کے ضابطے تمام باجوں کی شناخت و استعمال ستار و ہارمونیم بجانا، موسیقی کی ایجاد کی تاریخ مشہور استادوں و کتابوں کا بیان بیماریاں دور کرنیوالے جانوروں کو قابو میں کرنیوالے راگوں کا بیان عہ/ انعامی

جوہر تفریح اس میں چوسر شطرنج تاش گنجفہ کھیلنے کے لیے قاعدے نقشوں کا جال استادوں کے ہتھکنڈے ہر کھیل کے قانون اصطلاحات، سنسکرت انگریزی کی تشریح فرنگی کس طرح کھیلتے ہیں ہر ایک کھیل کتنی طرح پر کھیلتے ہیں اسکے ایجاد کی تواریخی حالات وغیرہ ... عہ/ انعامی

ملنے کا پتہ:۔ دفتر [illegible] علیگڈھ سٹی

ازل سے لیکر ابد تک یعنی شروع سے ہمیشہ ہمیشہ تک تاریخ سے دن اور دن سے تاریخ بتانیوالی نمبری

غریبی انگریزی دائمی جنتری

دورہ سنین					س	ص	ج	ی	ع	ل	ن	تاریخات				
					اکتوبر		فروری	مارچ		دسمبر	جنوری					
					جنوری	مئی	اگست	فروری	جون	ستمبر	اپریل جولائی					
	۱۸	۱۲	۷	۱	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
۲۴	۱۹	۱۳		۲	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
۲۵		۱۴	۸	۳	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱
۲۶	۲۰	۱۵	۹		جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	۴	۱۱	۱۸	۲۵	
۲۷	۲۱		۱۰	۴	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	۵	۱۲	۱۹	۲۶	
	۲۲	۱۶	۱۱	۵	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	۶	۱۳	۲۰	۲۷	
صفر	۲۳	۱۷		۶	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	۷	۱۴	۲۱	۲۸	

جنتری دیکھنے کا طریقہ

جس سن کی تاریخ یا دن معلوم کرنا ہو اسکے پہلے دو ہندسوں کو ایک جگہ لکھ لو (ب) دوسرے دو ہندسوں کو ۲۸ پر تقسیم کرو جو باقی بچے اسے ۴ میں ضرب کر کے پہلے دو ہندسوں کے نیچے لکھدو اور جو بچے وہ (ج) اگر نمبر کا ہندسہ ۳ سے ۵ تک ہو تو ۱۲ اور اگر ۳ سے کم ہو تو ۲ پہلے ہندسوں کے نیچے لکھدو (د) پانچویں و چھٹے ہندسہ کو اکٹھے ۱۲ پر تقسیم کرو جو باقی بچے اس کی جگہ مندرجہ ذیل سابقہ ہندسوں کے نیچے لکھدو اور حاصل قسمت ۲ میں ضرب کر کے اسکے نیچے لکھدو۔

باقیماندہ عدد	۷	۳-۸-۱۳	۶-۱۱	۲-۱۲	۵-۱۰-۱۵	۰-۱	۴-۹-۱۴
تبدیل شدہ عدد		۴	۹	۱۲	۱۶	۲۰	۲۴

(ی) ساتویں ہندسہ کو ۲ میں ضرب کر اعداد سابقہ کے نیچے لکھدو (ف) باقی تمام ہندسوں کو ایک رقم کی صورت میں اعداد سابقہ کے نیچے لکھو (ع) جو ارقام کہ جو ان تمام عملوں سے حاصل ہوئی ہیں جمع کر کے ۲۸ پر تقسیم کر دو۔ باقیماندہ عدد عدد سن ہوگا۔

نوٹ ۱۹۹۹ء تک کے لیے صرف ا م ع ن ف ہی ہیں اور ۲۰۰۰ء تک کے لیے آ م ج ا م ع اور ۹۹۹۹ء تک کے لیے ق کی ضرورت نہیں اس سے زیادہ کے لیے تمام عمل کرنا پڑیگا۔

اب عدد سن کو خانہ ک یعنی دورہ سنین میں تلاش کرو اور جس مہینے کی تاریخ دیکھنی ہے خانہ ب میں تلاش کر کے دونوں پر انگلی رکھ لو اور عدد سن والی انگلی کو بائیں طرف اور مہینے والی انگلی کو نیچے کی طرف بڑھاؤ جہاں دونوں انگلیاں ملیں وہ دن پڑھ لو۔ اب سے اوپر حروف س ص ج ی ع ل ن کے قریب ہی دن تلاش کرو اور سیدھی انگلی رکھ کر نیچے کو لیجاؤ یہاں تک کہ انگلی اس دن پر آجائے جسکی تاریخ دیکھنی ہے۔ اب انگلی کو اسی طرف سیدھ میں بڑھاؤ تو ہندسے انگلی کے نیچے کی طرف آتے جائیں اس دن کی تاریخیں ہونگی۔ **نوٹ** سال بیکبیسہ ہوتے ہیں جنوری فروری مستعمل ہونگے اور باقی مہینے وہی۔

۔ فروری ۱۹۰۹ء کو جمعہ کے روز کون کونسی تاریخیں تھیں۔

حل عدد سن = (۲) ۹ ÷ ۵ (۲۰) ۳۰ اور مہینہ = فروری اور دن = جمعہ

ایک انگلی خانہ ک پر رکھی اور دوسری خانہ ب میں فروری پر اور ۳ سے بائیں طرف اور فروری سے نیچے چلے تو دونوں انگلیاں ہفتہ پر آکر ملیں جو کہ ل کے قریب ہے ل پر انگلی رکھ کر نیچے کو چلے اور جمعہ پر انگلی ٹھہرا کر بائیں طرف کو پھیر دی تو ۱۴ ۲۰۰۲ تاریخیں انگلی کے نیچے آئی ہیں پس جمعہ کو یہی تاریخیں تھیں۔

(۲) ۴ مارچ ۱۹۰۹ء کو کونسا دن تھا۔ حل دن نکالنے سے پہلے ۹ کو لکھدیا پھر باقی کے دو ہندسوں یعنی ۱۹ کو ۴ پر تقسیم کیا باقی ۳ بچے اسکو ۴ میں ضرب کیا تو ۱۲ حاصل ہوئے اسکو ۹ کے نیچے لکھ کر جمع کیا تو ۲۱ حاصل ہوا پس عدد سن ۲۱ اور مہینہ = مارچ اور تاریخ = ۴

۲۱ ۔ اور مارچ کو خانہ ک و ب میں تلاش کرکے انگلیاں رکھکر بائیں طرف اور نیچے کو پھرائیں جو کہ پیر پر آکر ملیں پیر حرف ح کے پاس لکھا ہوا ہے اسلیے اسپر انگلی رکھی اور خانہ ق میں ۴ تاریخ پر انگلی رکھی اور ح سے نیچے اور ۴ سے دائیں طرف انگلیاں پھرائیں جو کہ جمعرات پر ملیں تو ۴ مارچ ۱۹۰۹ء کو دن جمعرات تھا۔

(۳) ۱۵ نومبر ۲۳۴۴۲۵۰۰ء کو کونسا دن ہوگا۔

حل عدد سن نکالنے کے لیے چونکہ پہلے دو ہندسے صفر ہیں اسلیے انکے لکھنے سے کوئی فائدہ نہیں دوسرے دو ہندسوں یعنی ۲۵ کو ۴ پر تقسیم کیا باقی بچا اسے ۴ میں ضرب دیا تو ۴ حاصل ضرب ہوا اُسے ایک جگہ لکھ لیا چونکہ ہزار کا ہندسہ ۲ ہے اسلیے ۱۰ کو اسکے نیچے لکھدیا پانچویں و چھٹے ہندسے (۳۴) کو ۱۶ پر تقسیم کیا ۲ باقی بچے اسلیے ۱۲ کو ۱۰ کے نیچے لکھدیا ساتویں ہندسے یعنی ۴ کو ۴ میں ضرب دیا تو ۱۶ حاصل ہوا اُسے بھی سابقہ ہندسوں کے نیچے لکھدیا اور باقی ہندسوں کو بھی ایک قسم کی صورت میں (۱۴ کو) اُن کے نیچے لکھدیا اب سب کو جمع کیا مجموعہ ۶۰ ہوا جسے ۲۸ پر تقسیم کیا تو ۴ باقی بچے پس عدد سن = ۱۴۔ اب عدد سن = ۱۴ اور مہینہ نومبر اور تاریخ = ۱۰۔ اب ۱۴ اور نومبر کو خانہ ک و ب میں دیکھکر اُنکے مقابل ہفتہ ہے جو کہ ل کے قریب ہے اب ل اور ۱۰ کے مقابل (جو کہ خانہ ق میں ہے) دیکھا تو پیر کا دن نکلا۔ پس ۱۰ نومبر ۱۲۲۲۰۲۵ء کو پیر کا دن ہوگا۔

(۴) دریافت کرو کہ ۶ جنوری ۱۹۰۵ء کو کونسا دن تھا۔ حل عدد سن دریافت کرنیکے لیے ۸ کو الگ لکھا اور ۱۹ کو بموجب قاعدہ ۴ پر تقسیم کیا ۳ باقی بچے انہیں ۴ میں ضرب کیا ۱۲ حاصل ہوئے انکو ۸ کے نیچے لکھ کر جمع کیا حاصل جمع ۲۰ ہوا عدد سن = ۲۰ مہینہ = جنوری اور تاریخ = ۶ اور سال لیپ کا ہے۔ اسلیے عدد سن یعنی ۲۰ کو خانہ ک میں تلاش کیا اور جنوری کو خانہ ب میں۔ مگر لیپ کا سال ہونے کی وجہ سے موٹا لکھا ہوا تلاش کیا دونوں کے مقابل بدھ کا دن ہے۔ اب بدھ کو سب سے اوپر حروف کے قریب تلاش کیا تو ج کے پاس ملا اور ۶ تاریخ کو خانہ ق میں تلاش کیا اسکے اور ج کے مقابل جمعہ کا دن ہے پس ۶ جنوری ۱۹۰۵ء کو جمعہ کا دن تھا۔

(۵) ۱۲ فروری ۲۰۰۰ء کو کونسا دن ہوگا

عدد سن دریافت کرنیکے لیے پہلے دو ہندسوں کو بوجہ صفر ہونے کے چھوڑ دیا اور بعد کے دوسوں کو ۴ پر تقسیم کیا باقی کچھ نہ بچا چونکہ ہزار کا ہندسہ ۲ ہے اسلیے اسکے بجائے ۱۶ اور جمع کیے۔ پس عدد سن = ۱۶ اور مہینہ = فروری اور تاریخ ۱۲ مگر سال لیپ کا نہیں ہے۔

اسلیے عدد سن ۱۶ کو خانہ ک میں تلاش کیا اور فروری کو سیاہ لکھا ہوا خانہ ب میں دونوں کے مقابل منگل کا دن ہے جو کہ ص کے قریب سب سے اوپر لکھا ہوا ہے۔ ۱۲ تاریخ کو خانہ ق میں تلاش کیا اور منگل اور ۱۲ کے مقابل میں دیکھا تو ہفتہ کا دن نکلا۔ پس ۱۲ فروری ۲۰۰۰ء کو ہفتہ کا دن ہوگا۔

بغیر ۲ روپے کے ٹکٹ آئے ہوئے نمونہ کا پرچہ نہیں بھیجا جائے گا

لیپ کے سالوں کی پہچان

(۱) جن سنہ کے پہلے دو ہندسے ۴ پر پورے تقسیم ہو جائیں مثلاً سنہ ۱۹۲۴ء جسکے پہلے دو ہندسے (۲۴) ۴ پر پورے تقسیم ہوتے ہیں (ب) اگر کسی سنہ کے پہلے دو ہندسے صفر ہوں تو اسکے بعد کے دو ہندسے ۴ پر پورے تقسیم ہو جائیں (ج) اگر کسی سنہ کے پہلے تین ہندسے صفر ہوں تو اسکے بعد کا ایک ہندسہ چار پر پورا تقسیم ہو جائے (د) اگر کسی سنہ کے پہلے چار ہندسے صفر ہوں تو اسکے بعد کے دو ہندسے ۴ پر پورے تقسیم ہو جائیں یہ سب لیپ کے سال ہیں

نوٹ لیپ کے سال میں فروری کا مہینہ ۲۹ کا ہوتا ہے

سمجھ کے بات کرنا چاہیے

یہی چاہیے بشر کو جو زبان اپنی کھولے
جو سمجھ خدا نے دی ہے تو زباں ہو اسکے تابع
ہے زباں کو دہن میں اسے دل کی ہے تعلق
نہ لگے زباں کو آنچ بھی جو نہ سو سمند دیکھے
کرے غیر خوشامد یہ ہے دوسری مصیبت
جسے ہو نہ درد دل کا تو پھر اس پہ [illegible]
ہے زباں اعقل رہبر تو اسی کی پیروی کر
جو کلام دلنشیں ہو تو نہ کر تو اس کو افشا
تری عقل ہے کسوٹی تری عقل ہے ترازو
جو سخن کہ مثل گوہر ترے لب نکلنے پاوے
جو سخن ہو مثل گوہر تو ہر ایک ہو گا خواہاں
یہ وہ گوہر نہیں ہیں کہ نہیں نظیر جن کی
جو کلام پر اثر ہو وہ ہے غیرت جواہر
وہ ہیں چند سنگریزے تو جگر کے ہیں ٹکڑے
وہ ہیں لوہ کے ٹکڑے میں تو ہی قلب ہی مس
در لعل کی یہ قیمت کہ [illegible] میں ہے زینت
جو کلام دلستاں ہے وہ بہار بے خزاں ہے
ہے فنا کا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کوئی اسکا ہو مقابل نہیں ہم تو یا ور

نہ وہ سوچ سے سمجھے تو پھر اسکے بعد بولے
یہی عقلمندی ہے بس کہ سمجھ سے جو کام لے
ہے یہ جو دل کے تابع تو یہ موتیوں کو رولے
لے سوز غم میں جلتا جو ہوں قلب میں پھپھولے
یہ ہے کون عقلمندی کہ خود اپنا راز کھولے
ارے زباں سے شکوہ جو بھرے تو دل روئے
اگر جو بات نہ جانے تو کسی کے ساتھ ہو لے
ملے تجھکو غم تو خوشی سے اسکو لے
تجھے چاہیے کہ پہلے تجھے چاہیے کہ تولے
لئے رشتہ بیاں میں تجھے چاہیے پرولے
یہ جواہر ایسے ہونگے کہ زمانہ ہو گا حیراں
یہ وہ لعل بے بہا ہیں کہ ہیں حاصل بدخشاں
کہ مقابلہ میں اسکے نہیں انکا کوئی پرساں
نہیں ان میں ایسی خوبی جو ہے لطف اس میں پنہاں
وہ زمیں کے نیچے پنہاں تو یہ آسماں پہ رخشاں
یہ کلام میں ہے قدرت کہ کرے ہے فقیر سلطاں
یہ صفت کہاں گلوں میں کہ وہ جھڑ گئے [illegible]
وہ ہیں عرض ملت میں یہ ہزار سال یکساں
نہ سموم کا ہے صدمہ نہ آفت زمستاں
کوئی سرخ [illegible] نہ کوئی خوف ہے نہ لرزاں
یہ بہار گلشن جاں وہ ہے زیب گلستاں
ہو منکشف اسی سے وہ تو راز جنکے پنہاں
ہے کلام میں ہر ایک کے [illegible]

مرزا محمد بہادر یاور لکھنوی از رسالہ خلاصہ

(دنیا کی سیر چین جاپان کوریا تبت سیام)

برما جاوا لنکا آسٹریلیا امریکہ مصر حبش روس ٹرنسوال روم وغیرہ تمام ملکوں کے دلچسپ معہ تصاویر گویا وہاں کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہر ملک کا مذہب رسم دستورات قانون جیلو پڑھکر ہنسی آئے ہر ملک کے لوگوں کی صورت لباس و مکان کے نقشے قابل دید مقامات کا بیان و عجائبات جنگلی لوگوں کی عجیب رسمیات شادی و غمی خوراک وغیرہ سیاحوں کے سفر غیر ملکوں میں قدم بقدم [illegible] کے نشانات .. عمر الفانی

چڑیا گھر ہندوستان و غیر ملک کے سب جانوروں کا بیان معہ تصاویر درندے پرندے پالتو جانور [illegible] پرند شکاری پرند آبی پرند کیڑے مکوڑے زہریلے جانور مینڈک مچھلیاں وغیرہ سمندری مانس اور ہولناک عجیب جانوروں کے صحیح نقشے حالات استعمال خوراک عمر موسم جائے پیدائش .... عمر الفانی

ملک عدم فرشتوں کی عالم کی نئی تحقیقات سے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے کہ مرنیکے بعد کیا ہوتا ہے فرشتے کہاں رہتے ہیں انکی زبان و صورت کیسی ہوتی ہے فرشتوں سے ملاقات کا ذریعہ ہمارے مردے رشتہ دار ہماری کس طرح مدد کرتے ہیں خدا کا گھر کہاں ہے ستارے زمین بادل [illegible] دنیا کی پیدائش نہایت تناسخ تصویر تدبیر کا معاملہ تمام فلاسفروں کے خیالات کا نچوڑ ..... عمر الفانی

ملنے کا پتہ دفتر خلاصہ علی گڑھ سٹی

انمول نصیحتیں

(۱) اپنا بھید پوشیدہ رکھو (۲) یار کو مصیبت کے وقت آزماؤ (۳) دانا دوست اختیار کرو (۴) علم کی صحبت اختیار کرو یعنی ...ے جتنی زیادہ ہو کرو (۵) نیک کام میں کوشش کرو (۶) عورتوں اور بچوں پر اعتبار مت کرو (۷) دانا دوست سے مشورہ سے کام کرو (۸) دوست دشمن ہر شخص سے خندہ پیشانی ملو (۹) آمدنی سے کم خرچ کرو (۱۰) بلا ضرورت کوئی بات کسی ...ت کہو (۱۱) سب کاموں میں میانہ روی اختیار کرو (۱۲) کسی کے گھر جاؤ تو آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھو (۱۳) کم کھانے سونے کم بولنے کی عادت ڈالو (۱۴) جو اپنے آپ پر پسند نہ کرو اوروں پر بھی پسند نہ کرو (۱۵) عورت اور بچہ سے راز مت بلا ضرورت کسی سے نہ کہو (۱۶) کیے ہوئے کو کیا ہوا مت شمار کرو (۱۷) بڑے آدمیوں سے لمبی بات مت کرو (۱۸) ...ام الناس کو گستاخ مت کرو (۱۹) گئی گذری بات کی لڑائی مت کرو (۲۰) اپنا مال اپنے دوست اور دشمن کو مت دکھاؤ ...ما جس بات سے ہنسی آئے پرہیز کرو (۲۲) اپنی یا اپنے عزیزوں کی تعریف لوگوں کے سامنے نہ کرو (۲۳) والدین استاد ...ی، رشتہ دار، حاکم وقت سب کے حق بجا لاؤ (۲۴) ہمیشہ سچ بولو (۲۵) اپنی روٹی دوسروں کے دسترخوان پر نہ کھاؤ (۲۶) شب کو ننگے مت اٹھو (۲۷) قوت نفسانی اور شہوانی پر غالب رہ (۲۸) مہمان کے سامنے کسی پر خفگی مت کرو (۲۹) ...فع و نقصان کے لیے اپنی آبرو مت بگاڑ (۳۰) ہمیشہ چاقو انگوٹھی اور چند پیسے اپنے پاس رکھو (۳۱) ہر شخص سے بدگمان ...و ہمیشہ دھوکا کھاؤ گے (۳۲) موت اور خدا کو ہر وقت یاد رکھو (۳۳) جب سے بہتر کوئی بات نہیں (۳۴) ایمان اور عزت ...دت سے مرجانا بہتر ہیں (۳۵) نیکی کا بدلہ جلد دو بدی کا انتقام لینے میں حتی الامکان تامل کرو (۳۶) صحت جسمانی کا خیال ...ہو حتی الامکان روزانہ ورزش کرو (۳۷) کچھ نہ کچھ کرتے رہو وقت کو بیکار مت ضائع کرو سست اور کاہل پڑے رہنے سے ...م کرتے کرتے تھک کر مر جانا بہتر ہے۔

...ور نباتات جس میں ہر قسم کے درختوں کا بیان معہ تصاویر پھل کے ...وں کے درخت آرائشی کیلے جنگلی خوشبودار ادویات سے درخت ...عجائب دیسی ولایتی چھوٹے بڑے پھلدار معہ نام و شناخت انگریزی ...طریق پیدائش حفاظت عمر موسم وغیرہ اور باغ لگانے کے اصول۔ ...قلم پیوند چشمہ وغیرہ ...... ۸ر انعامی

...ال ارسطو ایک عالمانہ بحث کی کہانی نکالی ہے مثلاً مرد حیض ...ے کیوں نہیں ہوتا عورت کی داڑھی کیوں نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ ۸ر

صنعت و حرفت

...استاد کامل اس رسالہ میں چھ سو سے زیادہ صنعتیں اور حرفتیں موجود ...یں جو کوئی جاننے والا بیسیوں روپے لیکر بھی نہیں بتاتا سب کی ...یں عام فہم مختصر عبارت میں ضروری باتیں بتلادی ہیں۔

مختصر فہرست مضامین

...ا بازی۔ چھپر کا کام۔ چینی کے برتن بنانا۔ فوٹو گرافی۔ کانچ ...نا مختلف قسم کی ملمع سازی۔ گلدستہ کا گلاس کا فورکا گلاس

ربڑ کی مہر ربڑ کا پریس بنانا وغیرہ وغیرہ ...... ۸ر انعامی

رسالہ روشنائی تین سو مختلف نسخے ہر قسم کے ہندوستانی انگریزی جاپانی اور چینیوں وغیرہ ملکوں اور سیاہ روشنائیاں بنانے کے درج ہیں ۸ر

داستان برق ہسٹری آف الیکٹرسٹی سے منشی محمد اکبر خاں بی اے نے اردو میں ترجمہ کیا ہے ایسے طور پر لکھی گئی ہے کہ مبتدی بلا کسی سابقہ واقفیت علم برق کے اسکے مطالعہ ۵۰ تصویروں کی مدد سے علم برق سیکھ سکتا ہے۔ صفحے ۱۷۲ قیمت ۱۲ر

جلا اور ابداری لکڑی دھاتوں پتھروں موتیوں وغیرہ ہر چیز کو جلا اور آبداری دینے کے سینکڑوں نسخے صفحے ۷۲ ... ۸ر

سونے کی چڑیا اپنے گھر میں کوڑیوں میں تیار کرلو اور ولایتی چیزوں کی نقل بلا مشین کے ہاتھ سے بنا لو، کاغذ، پنسل، موتی، دیا سلائی، سگریٹ، موم بتی، عینک، گیس کی روشنی، رنگین تصاویر، بال عمر بھر نہ سفید ہونے کی دوا، خضاب، صابن اسی قسم کی ایک سو ترکیبیں بالکل سچی قیمت صرف ... ۱۴ر

علم النساء اصلی

ولد شاستر کے متعلق جتنی قلمی کتابیں سنسکرت فارسی ہندی میں
دستیاب ہیں ان سب کا عطر مجموعہ یہ کتاب ہے اور حکیم ارسطو بو علی سینا اور
امریکہ جرمنی کے ڈاکٹروں نے جو اس فن کی بابت جو نئی تحقیقاتیں کی ہیں
وہ بھی شامل ہیں یہ **کتاب دنیا کی سب کتابوں سے زیادہ مفید** ہے
اور اسکا پڑھنا ہر مرد عورت کو ضروری ہے بچہ ہو یا جوان ہو جو
جو زندگی کا اصلی لطف اٹھانا چاہے وہ ضرور اسکو ایک دفعہ دیکھے یہ مزیدار
خطوط ہے جن کو اسکو پڑھکر ہزاروں آدمیوں کی زندگی سنور گئیں اور نکمے
کام کے ہو گئے اسکی ہندوستان کے بہت اخبارات نے بڑے زور سے
تعریف کی ہے یہ اسقدر مقبول عام ہوئی کہ ابتک ساٹھ ہزار جلدیں بک گئیں
اور مراٹی گجراتی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ چھپوانا پڑا اس کی قدر دیکھکر
بہت لوگوں نے نقلی کتابیں چھپوا کر یہی نام رکھا ہے ہم ایسے لوگوں پر
عدالت سے ڈگریاں بھی کرا چکے ہیں خبردار ایسے دھوکہ میں نہ آؤ اصلی ہم سے
منگاؤ۔ ہماری کتاب منگا کر دوسروں سے مقابلہ کر دیکھو اچھی ہو
رکھو ورنہ واپس کر دو **یہ شرط ہے۔**
اسکی فہرست مضامین غور فرمایئے کیسے مجربات سے بھری ہے۔

مرد عورت کے اقسام خواص و فائدہ	حیض و حمل دستور العمل ستری
حفظ تناسل کی تشریح و استعمال ڈاکٹری	مرضی کے موافق اولاد پیدا کرنا یا نہ کرنا
موٹا یا دبلا کرنا بہت لڑکا نہ کرنا خوبصورت بنانا	حمل میں بچہ بدنما نامرد بانجھ کا علاج
عجیب مخفی ادویات ٹوٹکے عمل وغیرہ	صد ہا بیت مضامین جوانی کے

قیمت فی جلد عہ

سونے کی کان

اس سے بہتر صنعت و حرفت کی کوئی کتاب آج تک نہیں ہی
جسمیں کل **ترکیب:** بالکل سچی ہوں اور جو صنعت آزمائیں ٹھیک ہوں
اگر ایسی کوئی کتاب ہے تو یہی سونے کی کان ہو سکتی کل ترکیبیں ہماری
آزمائی ہوئی ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر اسکی کل صنعتیں سچی اور پوری ہو
تو ہم جو کچھ قیمت جرمانہ دینے کو طیار ہیں اس میں دیسی و انگریزی
صابون سازی بال اڑانے والا پاوڈر، بلدہ کی گولی بذریعہ بوٹی
پارہ کا کشتہ، عمدہ عمدہ آتشبازی، شیشہ پر کندہ کرنا، روشنائیاں
ادویات بیچ جوہر اور عجیب ایسنس اور روغن وغیرہ نکالنا، مہندی اور
وسمہ کا تیل گندہک کا تیزاب سے نمک سلیمانی کا نسخہ وغیرہ پوری
ایک سو صنعتیں بالکل سچی سکھا جانے والا مدت تک خدمت

اور خرچ کرنے ہی جگہ دیدیتے ہیں اور نہیں بتاتے لیکن ہم نے
مدتوں کی لگاتار کوشش اور بے انتہا خرچ کرکے بہم پہنچائی اور
پھر آزمانے میں روپیہ برباد کیا جب ہر طرح اطمینان ہو گیا
تب محض فائدہ عام کی خاطر ایسے بیش بہا جواہرات معرفت
برابر لٹانے شروع کر دیے ہیں قیمت کچھ بھی نہیں صرف عمہ

رسوم دہلی (متعلقہ مسلمانان) از تالیف سید احمد صاحب دہلوی
مؤلف فرہنگ آصفیہ اس کتاب کی خوبی کے لیے مولف کا نام
ہی کافی ضمانت ہے اس کتاب میں مولوی صاحب نے بچہ کی
کی پیدائش کی معلومات سے لیکر شادی اور میت کی تمام رسوم
نہایت شرح اور بسط سے لکھی ہیں زبان عورتوں کی لکھی ہے جو
اسقدر پیاری اور دلچسپ ہے کہ کتاب چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا
مستورات کیلیے یہ کتاب زیادہ باعث دلچسپی ہے قیمت مجلد ۱۲ ر

سفرنامہ منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور۔
ممالک اٹلی آسٹریا جرمنی بلجیم فرانس انگلستان ترکی شام مصر
وغیرہ حجم ایک ہزار صفحہ جو ۱۲۰ مختلف مضامین پر مشتمل ہے
مجلد کاغذ سفید چھپائی عمدہ للعہ

رباعیات اکبر خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج کے کلام
نے جو شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے محتاج توصیف نہیں
حال میں ان کی تمام اخلاقی رباعیات کا مجموعہ نہایت خوش قلم
اور خوشنما چھپا ہے اور قیمت صرف ۱۲ ر علاوہ محصولڈاک

پریوں کی کہانیاں ہندوستان کی پریوں کی کہانیاں چھوٹے
بچوں کی دلچسپی کیلیے ۲۰ صفحے ۵۵ تصویریں قیمت ۵ ر

تماشاگاہ عالم مصنفہ منشی عبدالغفور صاحب جو پیسہ اخبار
میں سلسلہ چھپکر نہایت مقبول انام ہو چکا ہے پہلی مرتبہ بصورت کتاب
شائع ہوا ہے قیمت عہ ر ۲۹۲ صفحے

مشیر معاش روزی کمانے کے بیسیوں طریقے منشی عبدالغفور
صاحب مصنف کتاب التجارت ہیڈ ٹیچر ڈیوٹی شاپ علیگڈہ کالج
نے اس کتاب میں بیکار ہندوستانیوں کے لیے ہر قسم کے مروجہ
پیشے اختیار کرنے اور کئی ناکاموں تک رہنمائی کرنے کی ہدایات
درج کی ہیں۔ آخر میں یورپ امریکہ کے کئی مشہور کامیاب دس
کروڑپتی سوداگروں کے دولت کمانے کی ہدایات معہ انکی
تصاویر کے درج کیے گئے ہیں ۹۲ صفحے قیمت عہ ر

ممیرے کا سُرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انجنیروں اور میڈیکل کالج کے پروفیسروں و رنامور ڈاکٹروں اور والیان ریاست اور ولایت کے یونیورسٹی سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ کے اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ جملہ امراض کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت دھندلا پن چشم و ہند، جالا، پڑوال، پھولا، سبل، سرخی، اندھ، لی مو تیا بند ناخنہ، پانی جانا، سوزش وغیرہ چند روز کے استعمال سے بینائی بڑھ جاتی ہے اور عینک کی حاجت نہیں رہتی بچوں کیلئے بوڑھے تک یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ دو روپیہ۔ ممیرہ کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم کافی تولہ تین روپیہ ہے خالص ممیرہ فی ماشہ بیس روپیہ مصری سرمہ فی تولہ چار آنہ محصولڈاک ذمہ خریدار۔ المشتہر

پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے

(۱) میں نے ممیرے کے سُرمہ کو جو کہ سردار میا سنگھ صاحب نے خود بنایا ہے آپ خود اور بہت سے مریضوں پر استعمال کر کے دیکھا ہے اور میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ یہ نادر ممیرہ کا سرمہ نہایت ہی مفید اور آنکھوں کی بیماریوں کی واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے یعنی اپنے تجربہ میں آجتک کوئی سرمہ اس سے زیادہ فائدہ بخش نہیں دیکھا۔ آپکو آنکھوں کی ذراسی بھی کسی قسم کی شکایت ہو تو میں زور سے اسکے استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہوں کہ یہ ہر طرح سے مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوگا پانی آنا، دھند، خارش سرخی کے واسطے انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ہوگا۔ یہ سچ ہے آپ نے اسقدر سستے داموں میں یہ سُرمہ ایجاد کر کے ملک اور قوم پر بڑا احسان کیا ہے اسکا شکریہ الفاظ میں بیان محال ہے ضرور ہے کہ ملک کے تمام رئیسان کے سرمہ سے فیضیاب ہوں اور نفع اٹھائیں اور بہرحال کی بیماریوں سے نجات حاصل کریں۔ راقم

پنڈت کیشو رام صاحب اسسٹنٹ سرجن و ڈاکٹر (؟) صاحب بہادر بیوپار

اُردوی معلی علی گڑھ سلسلہ جدید از اکتوبر ۱۹۰۹ء

اڈیٹر فضل الحسن حسرت موہانی بی اے۔ مقاصد ضروری دیگر مقاصد (؟) تشریح و ہا۔ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک صرف عہ

نوٹ - اُردوی معلی کیساتھ بطور ضمیمہ ہر ماہ اساتذہ قدیم و جدید کے دواوین میں سے ایک کا انتخاب شائع ہوتا ہے رسالہ کی قیمت مع دواوین سنہ سالانہ مع محصول ہے۔

دیوان غالب الجی تا لفہ مع شرح دیوان از حسرت مجلد ... عہ دیوان مصحفی ۸ر دیوان شیفتہ ۸ر دیوان حسرت ۴ر دیوان میر ۸ر دیوان قائم ۴ر رپورٹ اُردو بمبئی کانگریس ۸ر رپورٹ بنارس کانگریس ۵ر نیشنل کانگریس از ملا عبدالقیوم مرحوم ۴ر رپورٹ کلکتہ کانگریس ۴ر اردوی معلی جلد پنجم قسم اول از جولائی تا دسمبر ۱۹۰۶ء (عہ) اردوی معلی جلد ششم قسم دوم از جنوری تا جون ۱۹۰۷ء (عہ) اُردوی معلی جلد ہفتم قسم دوم از جولائی تا دسمبر ۱۹۰۸ء (عہ) اردوی معلی جلد ہشتم و نہم از جنوری تا دسمبر قسم سوم عہ

انوار العیون ملفوظات مخدوم احمد عبدالحق ردولوی ۸ر

محبان وطن از سردار اجیت سنگھ ۴ر رسالہ جواز سود ۳ر

اُردوی معلی جلد نہم قسم سوم از جنوری تا اپریل ۱۹۰۹ء یعنی ضمیمہ قائم ہونے تک ... ۱ر

کاغذ سفید مجلد	انتخاب اُردوی معلی	قیمت صرف عہ علاوہ محصول

یعنی رسالہ اُردوی معلی علی گڑھ کے جولائی ۱۹۰۳ء سے اپریل ۱۹۰۸ء تک کے بہترین مضامین نثر و نظم کا انتخاب جس کی نسبت دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا دلچسپ مجموعہ دوسری جگہ نہیں ملسکتا۔

حصہ اول - ادبی مشتمل بر تذکرہ شعرا التقطیع ۲۰×۲۶/۸

" دوم - انتخاب بیاض فارسی اُردو کے بہترین اشعار

" سوم - سیاسی مع مضمون مولوی برکت اللہ

" چہارم - مشتمل بر مضامین متفرق و تنقید۔

" پنجم - نظم اُردو زبان کی بہترین غزلوں کا مجموعہ

المشتہر

منیجر اُردوی معلی علی گڑھ

فضل الحسن حسرت موہانی نے اپنے اردوپریس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر معلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۱

اردوی معلّٰی

علی گڑھ

جلد ۱۲	بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۰ء	نمبر ۶

مرتبہ سید فضل الحسن بی۔ اے حسرت موہانی

فہرست مضامین

اردو پریس علی گڑھ میں چھپا

قیمت رسالہ سالانہ مع محصولڈاک — بلا ضمیمہ صرف عہ / مع ضمیمہ عـــ

رائڈل صاحب کی بنائی ہوئی نہایت مجرب ادویہ

مرگال

انتہائی درجہ تک کے فساد خون و آتشک کے مریضوں کے لیئے اکسیر مصدقہ ڈاکٹران معالجات امراض اسقال ۴۰ گولیوں کی شیشی قیمت دو روپے (عہ)

کونوسان

مشہور تکلیف دہ جان گداز مرض سوزاک کا حکمی علاج مشہور اور خاص معالج ڈاکٹران کا مصدقہ ۴۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپیہ (عہ)

بورنیوال

طاقتور بنانے اور درد اعصاب دور کرنے کی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کیواسطے نہایت مفید ہے۔ کم ہمتی بدخوابی ضعف دل و دماغ کو نافع ۴۲ گولیوں کی قیمت عہ

یواہمین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لیئے قطعی اور بلا ضرور علاج مصدقہ محققان امراض کو بھی خطا نہیں کرتی ۱۲ قرص کی قیمت ایک روپیہ چھ آنہ عہ

مندرجہ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام آپ کی تندرستی جاری ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ شیخ برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو بلا محصول ڈاک ارسال کیا جاویگا۔ ادویہ مذکرہ بالا اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو اگر دقت ہو تو برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تنویر دہلوی

(از ۱۸۲۲ء غالباً تا ۱۸۵۴ء غالباً)

نام و سلسلہ شاعری خدا بخش خاں نام تنویر تخلص بقول مرزا قادر بخش صابر مرحوم صاحب تذکرہ گلستان سخن "در زمرۂ خواصان حضرت ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ دام سلطنتہ میں منسلک تھے" سلسلۂ شاعری انکا ایک واسطے سے شاہ نصیر تک پہونچتا ہے کیونکہ یہ حافظ قطب الدین مشیر دہلوی[1] کے شاگرد تھے اور مشیر کا شاگرد رشید بلکہ جانشین حضرت شاہ نصیر ہونا نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے سوا باقی کل تذکرہ نویسوں کے نزدیک مسلم ہے نواب صاحب نے بھی گلشن بیخار میں اس دعوے کو دوسروں کی زبان سے "گویند کہ از ارشد تلامذہ شاہ نصیر است" کہکر صحیح مانا ہے اگرچہ خود اسکے سوا کچھ نہیں فرماتے کہ "فقیر او را در محافل مشاعرہ دیدہ و کلامش ہم در آنجا شنیدہ پیرو در تتبع استاد است"

[1] انکی نسبت گلستہ سخن میں مصنف صابر تحریر فرماتے ہیں کہ "مشیر تخلص سخن سنج بے مثل و نظیر مبدع معنی دلپذیر، حدیقہ طراز معنی رنگین حافظ قطب الدین ارشد تلامذہ بلکہ خلیفہ راشد شاہ نصیر مرحوم۔ ملک سخنوری میں کوس لمن الملکی اسکے نام سے بجتا ہے اور کشور نادر الکلامی میں نقارہ صاحبقرانی اسیکے نام پر صدا دیتا ہے۔ ...... فروغ معنی نے سواد قوم کو ایسا منور کیا کہ خطوط شعاعی آفتاب اسکے روبرو اپنی بے نوری پر معترف ہیں بعض شاگردان شاہ نصیر نے بعد وفات استاد کے اسکی قدرت سخن کو دیکھکر مثل قلم سر کو خط فرمان پر رکھا اور اپنے سخن کو اسکی نظر اصلاح سے آراستہ کرنے لگے ...... ایام حیات میں ذی مرتبت کمخاندان اعتبار اور دودمان ... یافت سے تھے۔ ہمیشہ روزگار کی مساعدت سے اپنائے دہر میں بنایت جاہ و وفا کیساتھ

مشقِ سخن یا استعدادِ علمی تنویر کی مشقِ سخن کے باب میں اس سے زیادہ قوی ثبوت اور کیا ہوگا کہ اس وقت چار دیوان انکی تصنیف یادگار موجود ہیں جنکو انکے صاحبزادے نے ترتیب دیکر چھپوایا ہے ان کے دوستوں اور شاگردوں کے اصرار سے جنھوں نے ان کی وفات کے بعد شائع کیا۔ بقول صاحبزادہ قادر بخش صابر انکی "مشقِ سخن یہاں تک پہونچی ہے کہ شرائطِ شعر سے بجز ارادہ کے اور کوئی شرط ان کے ہر شعر سے متعلق کرتا ہے والا اگر ارادہ کرے تب بے ارادہ قامتِ سخن حلیہ موزونی سے دائماً متحلّی ہوتا رہے" شاہزادے صاحب کی یہ تحریر جو دستخط سے کم نہیں ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ تنویر کی مشقِ سخن اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ وہ چاہیں تو مضامین بے ارادہ نظم کرتے چلے جائیں۔ انکا ارادہ کرکے نظم کرنا صرف اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ تعریفِ شاعری میں نظمِ کلام کے ساتھ "ارادہ" لازمی قرار دیا گیا ہے۔

ہمکو بھی حضرت صابر کی رائے سے اتفاق ہے لیکن ساتھ ہی اسکے اس بات کا افسوس بھی ہے کہ دیوانِ تنویر کے مطالعے کے بعد صاحبِ دیوان کی علمی قابلیت کی نسبت کوئی اچھی رائے نہیں قایم کیجا سکتی مندرجہ ذیل مثالوں سے ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوگی۔

...ر کی پیشتر مرزا دارا بخت مرحوم ولیعہد سابق کی سرکار میں کارخانجات مختلفہ کی داروغگی سے کہ گویا داروغگی کل کی قائم مقام تھی ممتاز رہا اور اب بھی خدمات شایستہ سے سرفراز ہے یہ چند شعر اس یگانہ روزگار کے افکارِ گوہر نثار سے ہیں ؎

اس پُر جفا کو حشر کا دھڑکا ہی کیوں شیر
بندوں سے کیا کیا جو کہینگے خدا سے ہم

ناصحوں کو کوئی سمجھا دو سمجھ کر آئیں وہ
یہ شیر اب نہیں جو پارسا ہو جائیگا

یہ غل ہے کہ وحشی نے ترے پاؤں نکالے
پھر دستِ جنوں سلسلہ جنبان ہوا ہو

الٰہی کونسی جنت ہے بے ہور
کہاں لیجاونگا اس بدگمان کو

ارشاد شیر آپ کا جو کچھ ہے بجا ہے
کس منہ سے یہ زمانے ہو جا بحر کرینگے

جلیس ہیں کعبہ کو تنویر آج کہتی ہیں — وہ کل تو پوچھیں تھی رستہ شراب خانہ کا

وہ جیتے گئے پانسہ تقدیر سے تنویر — پاس انکے تو ایک ایک رم ہو ہی چکا تھا

چار عنصر سے بنا پتلہ آدم تنویر — کہ جداگانہ ہی چاروں کی ہیں چار مزاج

کس عدو نے وہ مٹے عطر لگا کر تعویذ — رشک کی بو سے مریجان ہیں معطر تعویذ

جسکو دیکھا نگہ ناز سے دل اڑنے دیا — حسن والونکا ہی وہ حسن موثر تعویذ

نہوا موم دل ان سنگدلونکا نہوا — سیکڑوں ہمنے دبائے تہ پتھر تعویذ

وہ سر شام گئے ہجر کی ہی رات شروع — اشک جاری ہیں ہوا موسم برسات شروع

جذبہ دل نے مرے کچھ تو کری ہی تاثیر — پھر ہوئے انکے جو الطاف و عنایات شروع

اس صنم نے یہ رکھا جب سے وہاں پا قدم — روز جوم آتے ہیں سنگ در بتخانے کو

دامن گل سے بھی ہلکا وزن دامن ہے — اسپہ بھی بار اسے اک اک شکن دامن ہے

لیکن حیرت انگیز بات یہ ہی کہ جن غزلوں میں یہ غلط الفاظ والے اشعار پائے جاتے ہیں انہیں میں بعض بعض شعر ایسے بھی موجود ہیں جنسے انکی فارسی استعداد کی پختگی کا بھی ثبوت بہم پہونچتا ہے مثلاً اس آخری مطلع والی غزل کے چند اور شعر ملاحظہ طلب ہیں۔

نکتہ چینی ہی اور آراستن دامن ہی — جامہ یار میں عنقا شکن دامن ہے

[illegible] بسمل کے لہو سے ہیں یہ چھینٹے قاتل — گل سرخ [illegible] تو پھولا [illegible] دامن سے

[illegible] — نقش [illegible] دامن ہے

تمنے پوچھا گل رخسار ہی [illegible] — آج [illegible] دامن سے

ہے حسن شرر ریز ہے [illegible] — مجکو ای جان خطا [illegible] دامن سے

منہ یہ ہی اسکے جو داماں قبا کی شبنم — نکلا آئینہ صاف تن دامن سے

چمک جلوت سے ان آنکھوں کی قسم ہے تنویر
ہمیں تسلیم سر انداختن دامن سے

حباب کے شاگرد | علاوہ ازیں پذیر سے آغاز دیوان میں جو فہرست [illegible]

اور پوستہ کی دی ہے اسے دیکھکر بھی انکا بعلم ہونا قیاس میں نہیں آتا حضرت صاحب نے انکی نسبت لکھتے ہیں کہ تنویر شاگرد رشید حافظ قطب الدین مشیر زمرۂ خواصان حضرت خلافت مرتبت ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ دام سلطنتہ ہیں مسلک ہے درستی اخلاق و نیک نہادی ایک ایسا شیوہ ہے کہ دست قدرت نے اسکی ذات میں ودیعت رکھا ہے ۔

اب اس گتھی کو سلجھانے کا صرف ایک طریقہ باقی رہگیا ہے وہ یہ کہ ہم بربنائے خوش اعتقادی یہ تسلیم کرلیں کہ تنویر عالم نہ تھے بلکہ بقول "غلط العوام فصیح" ہندی اور فارسی الفاظ کے بجائے فارسی ترکیب وغیرہ عام فہم ... استعمال کرنا بہتر سمجھتے تھے ۔ واللہ اعلم

تنویر کی شاعری

مضمون کی سادگی اور انداز بیان کی صفائی تنویر کی شاعری کا اصلی جوہر سمجھنا چاہیے مگر اسکے ساتھ سوز و گداز کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے چنانچہ انکے کلام کا وہ حصہ جو

۵ تنویر بعلم جب یا ہوس لیکن لکھے پڑھے ضرور تھے ... لکھتے ہیں کوئی شعر نہیں ... انہوں نے دیوان سوم تنویر سوم مکمل مضمون کی شرح ... جو عبارت صاحب عالم کے زیر عنوان درج کی ہے اسے ہم ناظرین کے تفنن طبع کی غرض سے بجنسہ نقل کئے دیتے ہیں ۔

کلدار مضمون نام دیوان تصنیف عالم با عمل فضیلت پناہ فضائل دستگاہ منشی نوازش حسین خان استاد استادان بنظیر التخلص بہ تنویر شاگرد خاص حضرت ابجد دانشہ ذوق شاہ ظفر دہلوی بھی آپکی صلاح و طبع سلیم سے شعر و سخن اپنے لوزیب تر بین نیتے تھے اور آپنے جو یہ جلد دیوان بزبان فرحت بیان سے مرقوم فرمائے سب اسکا یہ ماکہ بہت لوگوں سے چند شاگردان رشید صاحب دیوان فرمائش اس امر کی کرتے تھے کہ اس فن کے معروف غزلیات بزبان صاحبان لکھنؤ و دیگر صاحبوں کی غزلوں پر ارشاد فرمادیں کہ جو قافیہ اسکے مطلع میں ہو وہی قافیہ آپکے مطلع میں بھی ہو اور جو قافیہ شعر ... ہو وہی آپکے شعر میں ہو مگر چند حضرت مرحوم مغفور نے عذر معذرت کی کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک لیکن شاگردان رشید مرزا محمد ظہیر الدین و مرزا محمد جلال الدین خلف مرزا محمد بلند بخت بہادر و نواب احمد علی خانصاحب المتخلص نوازش خلف نواب ... خانصاحب ... و غیرہ ... جناب ... صاحب بہادر

عامیانہ شاعری کے ذیل میں نہیں آسکتا اپنی بے تکلفی اور روانی کی شان میں حد درجہ دلپذیر نظر آتا ہی۔ بلکہ چھوٹی بحروں میں تو اسکی خوبی ہنگلستہ کرجاتی ہے کہ اسے دیکھکر کلام میر کی رنگینیاں یاد آجاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

زلف سے رسے پر عتاب ملا — برق سے دامن سحاب ملا
دل بیصبر وچشم تر تنویر — جو ملا خانمان خراب ملا

اسکی جو طرز جفا نے چاہا — وہی انداز قضا نے چاہا
نہ گئی دل سے کدورت اسکے — لاکھ ارباب صفا نے چاہا
نہ کھلا باب اجابت نہ کھلا — مدتوں میری دعا نے چاہا
ہمتو سہتے نہ جفا بتوں کے ستم — پر نہ یہ طرز وفا نے چاہا
نہ رہے اُسکے تو اوسان بجا — جسکو اس ہوش ربا نے چاہا

مرحوم راجہ واجبی ستوہ المتخلص بہ لعل پریشفتہ وار دیوالی منشی مظہر حسین صاحب المتخلص بہ مظہر رئیس بنارس و ادریس خانصاحب المتخلص بہ منزا ودفضل خان کانڈی پور مولوی محمد عبدالصمد صاحب المتخلص بہ صمد وتحصیلدار میر محمد مرزا خان المتخلص بہ مرزا و صید احمد وزنتیع الہ آباد محمد ضیاءالدین خان المتخلص بہ ضیا و منشی احمد حسین المتخلص مظہر و میر حمیت علی المتخلص بہ رشید منشی [illegible] المتخلص بہ فدا و منشی اکرام الدین المتخلص بہ شید و میر عبدالغنی صاحب [illegible] بنارس المتخلص بہ غنی و قاضی عبدالرحمن محرر اجرا ندگری کانپور المتخلص بہ رضوان و مولانا عبدالعزیز المتخلص الو وغیرہ نے آپکو بہت مجبور کیا اُسوقت آپنے بخاطر جملہ شاگردان رشید تصنیف فرمانا دیوانات کا شروع کیا اور اس خاکسار بندہ بیمقدار مسمی محمد عشرت خان المتخلص بہ بذیر خلف الرشید ارشد حسین خان المتخلص بہ تنویر نے بعد وفات حضرت مرحوم مغفور کے چاروں دیوانات کو مجتمع کرکے یہ خیال کیا کہ اگرچہ دیوان اسیطرح مخفی رہے تو آگاہی ہر خاص و عام کو نہوگی بلکہ اس کلام بلاغت نظام کو اظہر من الشمس کرنا چاہیے کہ ناظرین اسکے مطالعہ سے محظوظ و ملذذ ہوں بہ تصور آپکے کوشش درستی بلیغ کی الحمدللہ کہ جب یہ چار دیوان اس طرح مرتب دنیا رہو چھپوایا یعنی واسطے دعاے مغفرت اور مصنف مدوح کے لیے دعا بنایا اب امید چھپنے والوں دیوان سمجھیں کہ جب اسکے فائدہ ولطف اُٹھائیں مصنف اور احقر اور رجوع سمیں بیا سکو بدعاے خیر یاد فرمادیں۔ فقط راقم محمد عشرت خان المتخلص بہ بذیر ساکن دہلی گلی شاہ تارا

نہ ڈرو جور بتاں سے تنویر
وہی ہوگا جو خدا نے چاہا

داغ سے یوں ہے بدن کی رونق
جیسے گل سے ہو چمن کی رونق

حسرت دیدہ ہے برق فگن
اس رخ صبر شکن کی رونق

ایسے تنویر ہیں استاد نصیر
جنسے ہے شعر کے فن کی رونق

حسرتیں لیکر اجل کو آئیاں
تو نہ آیا بلبے بے پروائیاں

چودھویں کا چاند شرمانے لگا
اُسنے زلفیں منھ سے جب سرکائیاں

بندہ پرور میرے دل سے پوچھیے
آپ نے باتیں جو کچھ فرمائیاں

دل نہیں اُنکا ہو سب کچھ ہی قبول
کیا قلق تنویر کیا رسوائیاں

شب غم میں مونس ہیں لاچاریاں
ملیں خاک میں حسرتیں ساریاں

قیامت تلک سوئینگے جاگ کر
کہاں پھر یہ راتوں کی بیداریاں

دیا جام جب غیر ہی کو دیا
نشے میں تری بلبے ہشیاریاں

تمہارا بھی تنویر مذہب ہے کچھ
یہ تقویٰ طہارت یہ میخواریاں

دل اس چشم کو وہ دل زار کو
کر دیکھے ہے بیمار بیمار کو

بچھوڑا چھپا لاکھ پہلو میں دل
وہ لے ہی گئے اس گنہگار کو

یہی تھا سو لے آئے سودائے زلف
گئے شام کے وقت بازار کو

جو کہا اُسنے وہ سنے ہی بنی
صوفیوں کو بھی مے پیتے ہی بنی

ایسی باتیں [illegible]
کچھ نہ بن آئی دل دیتے ہی بنی

کافر عشق ہو گئے آخر
ان بتوں کا کہا سنے ہی بنی

تھا جو رسوا ہونا [illegible]
چاک کو جیب کے سیتے ہی بنی

رات ساقی بغیر تھام کے دل
زہر کا گھونٹ پی لیتے ہی بنی

نکلے تنویر جب یہ طفل سرشک
گود میں انکو لیتے ہی بنی

دوست سے خواہ وہ عدو سے ملے
ہو کے ہم تو پھر کسو سے ملے

ساتھ اسکے پسے ہیں دل لاکھوں
کیوں نہ پس کر حنا لہو سے ملے

واہ یہ شکل یہ دغا بازی	دل کسو کا لیا کسو سے ملے
انہیں باتوں سے اسکی خو بگڑی	کبھو ہم سے بنی کبھو بگڑی
کیوں گلا غیر کا کیا ہم نے	نسبت اس سے پئے عدو بگڑی
ہم ہیں ہار کر جو قصہ [illegible]	وصل کی ہم سے آرزو بگڑی
چین سے دل تو اسکے ساتھ گیا	جان آفت رسیدہ تو بگڑی
قدر گوہر ہے آب سے تنویر	پھر رہا کیا جب آبرو بگڑی

اب آخر میں ہم تنویر کی چند متفرق غزلیں نقل کئے دیتے ہیں جن سے انکے انداز سخن کی حقیقت ناظرین پر بخوبی واضح ہو جائیگی ۔

الفت انگیز ہے مضمون گل افشاں میرا	گلشن عشق ہے ہر صفحۂ دیوان میرا
سیکھ لیں اسنے بھی اُس عہد شکن کی باتیں	کہ ٹھہرتا ہی نہیں دل کبھی عنوان میرا
چاک اس چھیڑ پہ کتنوں کے گریبان ہوئے	دب گیا پاؤں تلے اُنکے جو داماں میرا
دل میں نشتر ہی چبھا کرتے ہیں ہر دم تنویر	لیجئے دم وہ کہیں کاوش مژگاں میرا

توڑنے گل کو جو وہ شوخ طرحدار جھکا	اسکے قدموں پہ سر بلبل گلزار جھکا
اسکی پاپوش کی چمکی جو دم صبح کرن	چومنے اسکے قدم مطلع انوار جھکا
دور ساقی میں مرے جھکنے لگا ایک پہ ایک	جام ساغر پہ ہی ساغر پہ ہی وہ بار جھکا
جتنے تنویر لکھا اب جواب سودا	جنس مضمون پہ ہر اک انکے خریدار جھکا

ہو نہ کچھ اور اس آغاز کا انجام کہیں	ساقیا لب سے لگا دے تو لب جام کہیں
وہ دلارام جو پہلو میں نہیں ہے اپنے	دل بیتاب کو آتا نہیں آرام کہیں
صدمہائے شب ہجراں سے گرا جاتا ہوں	اے تمنائے شب وصل مجھے تھام کہیں
شام سے ہوتی ہیں دل پر جو بلائیں نازل	کھول بیٹھے نہوں وہ زلف سیہ فام کہیں

دلکو کیا یار کے پیکان لئے بیٹھے ہیں	صاحب خانہ کو مہمان لئے بیٹھے ہیں
شور کیونکر نہ لب زخم جگر سے اُٹھے	سنتے ہیں پھر وہ نمکدان لئے بیٹھے ہیں
دم لبوں پر ہے یہاں شوق شہادت سے مرا	گھر میں وہ خنجر براں لئے بیٹھے ہیں

سوگ نے انکے ہزاروں کو کیا سودائی	وہ ابھی زلف پریشان لیے بیٹھے ہیں
اٹھتے ہی پہلو سے اس پردہ نشیں کے ہم جب	چشم پر گوشۂ داماں لیے بیٹھے ہیں
کل تو کعبے کو چلے حضرت تنویر تھے، لو	آج مے نوشی کا ساماں لیے بیٹھے ہیں
برق بیتاب سے تم تیغ کی چمک تو دیکھو	اپنی آنکھوں کی قسم نوک پلک تو دیکھو
چشم میگوں کی قسم مست نگاہوں کی قسم	دور ساغر کا مزا صبح تلک تو دیکھو
شاخ گل کی ہے قسم میری رگ جاں کی قسم	تم ذرا اپنی کمر کی یہ لچک تو دیکھو
میرے زخموں کی قسم شور محبت کی قسم	اپنے حسن نمک افشاں کا نمک تو دیکھو
[illegible] قسم شاہد محبت کی قسم	[illegible] پلک تو دیکھو

انیس کا ابتدائی اور انتہائی کلام

مشہور قصہ ہے کہ انیس مرحوم [illegible] جب وہ [illegible] تو انکو بہت ملال [illegible]

افسوس کہ دنیا سے سفر کرتی ہے [illegible]	[illegible] عیش اور [illegible]

[illegible] جب انکے والد کو خبر ہوئی [illegible] بیٹے کو بلا کے [illegible] اس شعر کو پڑھوایا غرب کے دل بڑھایا اور [illegible] خوشی [illegible] شعر کہا ہے اپنے بیگانوں میں [illegible] تقسیم کی [illegible] بسم اللہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ اس نئی روشنی کے زمانہ میں یہ باتیں محبت کا [illegible] کا طریقہ سمجھی جائیں یا بعض [illegible] نظر اسکو بزرگان قدیم کی سادہ [illegible] خیال کریں لیکن جنکو خدا نے چشم حقیقت نگر عطا کی ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں معمولی باتیں نہیں بلکہ وحشی دلوں کے تسخیر کی کھائیں ہیں۔ کاش ہم سمجھتے کہ مناسب طبع تعلیم کیا چیز ہے۔ ایک کاواک لکیریں کھینچنے والا لڑکا ایک دیا سلائی کی ڈبیوں کو جوڑ کے مکان بنانے والا بچہ بہترین آرٹسٹ اور اعلیٰ ترین انجینیر ہو سکتا ہے اور [illegible] بہت کچھ شہرت حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکو طبع خداداد سے کام لینے کا موقع دیا جائے لیکن افسوس ہے کہ

ہم رجحان طبیعت کا مطلق خیال نہیں کرتے اور مختلف الالوان طبیعتوں کو مدرسہ تعلیم یونیورسٹی کے سیاہ رنگ میں رنگتے چلے جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ کار بوزینہ نیست نجاری

اس بیان سے غرض یہ ہے کہ میر انیس مرحوم شاعری کا خداداد جوہر اپنے ساتھ لائے تھے اور انکو اسکے اظہار کا پورا موقع ملا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آج دنیائے شاعری میں انیس کا مثل نہیں نظر آتا اسکو بھی رجحان طبیعت ہی کا کرشمہ کہنا چاہیے کہ انیس کی زبان سے پہلا شعر نکلا تو مرثیہ کا یہ تو ابتدا کا حال تھا اب انتہا ملاحظہ ہو۔ میر آغا حسین صاحب جو عمائدین دہلی میں سے ہیں اور آجکل حیدر آباد دکن میں تشریف رکھتے ہیں بیان فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ حالت مرض الموت میں میر صاحب کی عیادت کو گیا تو معلوم ہوا کہ زنانخانہ میں تشریف رکھتے ہیں اطلاع کی تو پردہ کرواکے بلالیا اندر گیا تو دیکھا میر صاحب مرحوم لحاف سے منہ ڈھانپے لیٹے ہوئے ہیں اور میر نفیس مرحوم پہلو میں بیٹھے ہیں میں بھی انہیں کے پاس بیٹھ گیا اور پکار کے پوچھا کہ میر صاحب مزاج کیسا ہے۔ اسکے جواب میں لحاف کے اندر ہی سے میر صاحب نے فرمایا کہ کیا کہوں ؎

ضعف و ناطاقتی و سستی و اعضا شکنی ایک گھٹنے سے جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ

میں چونکہ اُن کی خدمت میں گستاخ تھا اسلئے بیباکانہ عرض کیا کہ حضرت یہ تو آپ میر تقی مرحوم کی زبانی اپنا حال بیان فرما رہے ہیں یہ سنکے میر صاحب نے منہ پر سے لحاف ہٹایا چند سکنڈ تک بغور میری طرف دیکھتے رہے اور ایک ٹھنڈی سانس بھر کے فرمایا کہ ؎

اک جوانی کیا گئی سو درد بے اندازہ گئے تو ہی لے پیری بتا ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے

میر آغا حسین صاحب فرماتے تھے کہ آجتک وہ آواز میرے کانوں میں گونجتی ہے اور اُس نورانی صورت کو آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں جو پیوند خاک ہوگئی۔ راقم الحروف نے ایک دفعہ بسبیل تذکرہ یہ حکایت سید علی صاحب تونسوی سے (جو میر انیس مرحوم کے شاگرد اور اُنکے خاص ملنے والوں میں ہیں) بیان کی تو انہوں نے اسکو سنکے فرمایا کہ میں تم کو وہ شعر سناؤں جسکے بعد پھر انیس مرحوم نے کوئی شعر نہیں کہا۔ یعنی انتقال کی صبح یا اُسکے ایکدن پہلے کا ذکر ہے کہ میر صاحب مرحوم سوکے اُٹھے تو میر مونس مرحوم کو بلایا

اور فرمایا کہ تمکو ایک سطر خیال میں آیا ہے اسکو لکھ لو تا کہ بعد خواہ اسپر سلام کہنا
خواہ فاتحہ (چونکہ میں موسیٰ [illegible]) سب ہمیشہ غزل کو [illegible] کرتے تھے سننے
[illegible] کا [illegible] اس غزل سے [illegible] اسکے بعد [illegible] غزل کو [illegible] گا
اور اسکے بعد یہ سطر [illegible] کا قطع تھا [illegible] سب عزیز و اقربا نا
آشنا ہو جائیں گے [illegible] میں [illegible] ہیں کے۔ الغرض وہ محبت کا پتلا
وہ [illegible] آخری
[illegible] کا ذکر کر رہا ہے [illegible]
[illegible] ہوتے ہیں ہے۔

([illegible] مولانا [illegible])

زمین آسمان کا فرق

[illegible] تصنیف کی [illegible] ہوئے
[illegible] مضمون سے [illegible]
میں [illegible]
[illegible]
[illegible] حالت [illegible] (۱) [illegible] کو [illegible]
[illegible] (۲) [illegible] (۳) [illegible]
ہیں (۴) [illegible] (۵) [illegible] (۶) [illegible] (۷) آزادی اور [illegible] (۸) [illegible]
آزادی [illegible] (۹) انگلستان [illegible]
مقابلہ میں مصری [illegible] (۱) [illegible] (۲)
ایک [illegible] (۳) [illegible] اور [illegible] (۴) [illegible] کی
شکایت [illegible] (۵) [illegible] (۶) [illegible] نصیبوں کی حالت (۷)
قاہرہ (۸) [illegible] کی [illegible]

([illegible] احمد طالب علم علیگڑھ کالج [illegible] انسٹیٹیوٹ گزٹ)

انتخاب بیاض جناب رضا علی صاحب وحشت

وفا رامپوری

نکلو پردے سے نہیں جلوۂ پنہاں کی قسم — ہم نہ دیکھیں گے نہیں دیدۂ حیراں کی قسم

ذوق دہلوی

ذبح کرنے کو مرے یوں چھپتے ہو کیا تکبیر — تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر

غالب دہلوی

اس شمع کی طرح سے جسکو کوئی بجھا دے — میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں داغ ناتمامی

شیفتہ دہلوی

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی — میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

نظیری نیشاپوری

بے کیمیای ہستی تدبیر غم محال است — یا مے حلال گردد یا غم حرام گردد

داغ دہلوی

جلا تھا دل جب کیا تھا نالہ جئینگے جب تک دعا کرینگے — جو وہ کیا تھا تو کیا کیا تھا جو یہ کرینگے تو کیا کرینگے

حالی پانی پتی

سخت مشکل ہے شیوۂ تسلیم — ہم بھی آخر کو جی چرانے لگے

میر تقی اکبر آبادی

خاک حسرت زدگان سے تو گزر بے وسواس — ان ستم کشتوں سے اب غرض تمنا کیا ہو

حزیں اصفہانی

خالی ز غلغل مجلس ما دلکش تر است — بیگانگی بہ مشرب ما آشنا تر است

ملک قمی

ہم از رہ قوت رفتن نبود شکیب آنم کو — کہ گویند ناتوانے ودشتم اورا چہ شد آمد؟

میر نجات اصفہانی

آنقدر یاد کردہ ایم ترا — آنقدر [illegible]

مشاہدات زندان

بارک میں کے تمام قیدیوں اور برقندازوں کو واقعہ کے متعلق پہلے ہی سے خفیہ احکام پہونچ چکے تھے کہ تمہارے سے کوئی ملے نہ بات کرے۔ ڈاکر برقنداز بارک نے جو اپنی سختی اور بد زبانی کے لیئے تمام جیل میں بدنام تھے مزید احتیاط کی غرض سے میرا بستر اپنی نشست کے سامنے لگوایا تاکہ ہر وقت کافی نگرانی آپ ان کے سپرد ہوسکے۔ لیکن بمصداق "الانسان حریص علی ما منع" اس روک ٹوک سے قیدیوں کے دل میں مجھ سے ملنے اور بات چیت کرکے دریافت حال کرنیکا اور بھی اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ دن کو تو ڈاکر کے خوف سے کوئی بول نہ سکتا تھا لیکن رات کو جب سب سو جاتے تھے تو ضلع تانجھانپور کے پنڈت تلک رام پہرے والے اپنے پہرکشت میں کچھ دیر میرے قریب ٹھہر کر ... گفتگو ہوتے تھے۔ یہ اس درجہ ذہین تھے کہ تھوڑی ہی دیر کی گفتگو میں انہوں نے کل معاملات کو بخوبی سمجھ لیا کہ اخبار کسے کہتے ہیں اور سڈیشن کس شے کا نام ہے۔ سودیشی اور بائیکاٹ سے وہ پہلے ہی سے واقف تھے۔ قومی تعلیم اور ہمارے اصول کو بھی انہوں نے بلا تکلف معلوم کرلیا۔

دوسرے ہی تیسرے روز انہیں تلک مہاراج کے ذریعے سے تمام بارک والوں کو میرے مقدمے کی خبر ہوگئی۔ اور یہ بارک سے نکلکر بہت جلد تمام احاطے میں مشہور ہوگئی کیونکہ ہماری بارک کے قیدی قریب قریب تمام کارخانوں میں کام کرنے کیلئے جاتے تھے حسن اتفاق تھا یہ بھی ذرا قابل التفات ہے کہ مسٹر تلک کے ایک پیرو کو جیل میں بھی ہر جگہ بہیں تلک ہی کے ہمنام لوگوں سے سابقہ پڑا۔ پرانی تصنیف میں میرٹھ کے مشہور ... پنڈت قیدی تلک سنگھ نے اُنکا خیر مقدم کیا۔ اور پرانے احاطے میں ابتدائے کلام تلک رام سے ہوئی۔

تلک سنگھ کا حال سننے کے قابل ہے۔ یہ بزرگ چھبیس سال سے جیل میں سکونت رکھتے ہیں۔ درمیان میں کئی بار رہا ہوئے لیکن ہر مرتبہ چند ہی ماہ کے بعد دوبارہ کسی

جبر ِم کی علت میں خوشی خوشی اپنے مسکن میں پھر داخل ہو گئے۔ پنجاب اور صوبجات متحدہ کا کوئی سنٹرل جیل ایسا نہیں ہے جسکا حال انہیں ذاتی طور پر نہ معلوم ہو۔ جب کبھی یہ اپنے کارنامے بیان کرتے تھے تو تمام سامعین ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے۔

جیل میں آگ جلانے یا حقہ پینے کی سخت ممانعت ہے لیکن تلک سنگھ علانیہ آگ جلا کر حقہ پیتے تھے اور ملازمان جیل بھی تنگ ہو کر چشم پوشی کرتے تھے۔ جیل کی کوئی سزا ایسی نہیں ہی جو انکو نہ ملی ہو۔ بیڑیاں انکے پڑی تھیں۔ کوٹھری میں یہ بند رہتے تھے کپڑوں کے عوض ٹاٹ انہیں پہننے کو ملا تھا۔ لیکن اسے بھی انہوں نے جلا دیا تھا اسلئے ایک لنگوٹ کے سوا اور کوئی کپڑا انکے جسم پر نہ تھا۔ ٹاٹ کا بستر توڑ توڑ کر انہوں نے حقہ پی ڈالا تھا اور ان تمام بدعتوں کے بعد بھی اسقدر بیباک تھے کہ جب کبھی جیلر یا کسی دوسرے افسر کا انکی جانب گذر ہوتا تھا تو اس سے تیل اور گڑ کی فرمائیش ضرور کرتے تھے اور کبھی کبھی پا بھی جاتے تھے۔ راقم کے حال پر انکی خاص نظر عنایت تھی۔ اپنے پاس بٹھا کر جیل کے کل معاملات کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ سمجھا دیا تھا کہ اتنی معلومات سالہا سال کے تجربے سے بھی بمشکل حاصل ہوتی بان بٹنے تو زیادہ تھے لیکن برقنداز سے کبھی سات آٹھ سو گز سے کم نہ لکھواتے تھے جسکے معنی یہ ہیں کہ مقررہ (۳۰۰) گز سے ہمیشہ چار یا پانچ سو گز زیادہ کام کرنے کے صلے میں آٹھ یا دس نشان روز انہیں ملا کرتے تھے اور چوبیس نشانوں کا ایک دن کے حساب سے ہر ماہ دس یا بارہ روز رہائی کے مستحق ٹھہرتے تھے۔

سلسلہ بیان کہاں سے کہاں جا پہنچا۔ اصل میں برقنداز ذاکر کا منھ کو رنا کہ انہیں راقم حروف کی سخت نگرانی کا حکم تھا اور عجب نہیں کہ در پردہ غیر معمولی سختی کرنے کا بھی اشارہ کیا گیا ہو۔ راقم ان تمام معاملات سے آگاہ تھا لیکن ان سے بلکل بے پروا فکر و تصور کے دوسرے ہی عالم میں رہا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک ہفتے کے قریب اسی عنوان سے گذر گیا کہ نہ میں کسی سے بولا نہ ذاکر کو مجھسے بات کرنے کی نوبت آئی۔ بندو کریم پہلوان کا بستر میرے بستر سے بالکل متصل ہوتا تھا وہ البستہ کبھی کبھی شب کو

[illegible] کیا کرتے تھے [illegible] انہیں بتصور ڈاکو ثابت کر کے پانچ سال کے لئے قید کر دیا [illegible]

[illegible] بڑی ہمدردی اور [illegible] کی کوشش کیا کرتے تھے۔ حسن اتفاق [illegible] رمضان مبارک کی آمد آمد تھی مسلمان قیدیوں میں [illegible] اس موقع پر [illegible] کا نقش ہمیشہ موجود رہیگا ہماری [illegible] تقریباً ان سب نے روزہ رکھنے اور سحر و افطار کے وقت [illegible] کی حالت میں بھی اسلام کی شان [illegible] ایک عجیب عالم میں نمودار ہوئی [illegible] دل سے ہی قبول کیا چنانچہ ایک روز وہ مجھ سے [illegible] میری جانب سے سختی کا خوف آپ اپنے دل سے نکال دیجئے مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ یہی کہنا تھا بلکہ آپ کو [illegible] ضرورت [illegible] مجھے بے تکلف کہہ دیجئے گا"

ذرا سوچئے اس غیر معمولی برتاؤ [illegible] بعض لوگ تو اسکو محض [illegible] سمجھتے [illegible] کیا جاتا ہے دل سے [illegible] کا ثبوت [illegible] روزانہ شام کو [illegible] اور سب کے ساتھ کھاتے تھے [illegible] چلے گئے اور پھر وہیں سے ہندوستان میں حکومت برطانیہ کی پچاس سالہ جوبلی کی خوشی کے موقع پر رہا ہوئے۔ جن لوگوں کی مشقت چکی خانے میں تھی ان کو رمضان میں سب سے زیادہ دشواری پیش آئی کیونکہ جلد جلد پانی پیا جانا پیسنے کے لوازمات میں داخل ہے۔ علاوہ [illegible] گیہوں پیسنا یوں بھی کچھ آسان

کام نہیں ہے۔ لیکن اکثر مسلمان بہادروں نے باوجود ان تمام سختیوں کے روزہ ترک نکیا۔ رحمت الٰہی نے بھی ہم لوگوں کو فراموش نہیں کیا کیونکہ لوگ یہ دیکھکر تعجب کرتے تھے کہ دن میں دس دس بیس بیس بار پانی پینے والے ایک بار بھی پانی پیے بغیر اتنی سخت محنت کس طرح سے کر لیتے ہیں۔

الغرض ایک ایک دن کر کے ماہ رمضان بھی ختم ہونے کو آیا اور آخری جمعہ کو ضلع بجنور کے میر لطف حسین صاحب فوق کی تحریک پر نماز الوداع کا بندوبست کیا گیا۔ راقم حروف نے زبانی خطبہ اور اسی وقت لکھے ہوئے چند الوداعی اشعار پڑھکر نماز پڑھائی دو ہی دن روزوں کے بعد عید الفطر کی تقریب پیش آئی تو لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ الہ آباد سنٹرل جیل میں بہ کی تقطیل ہو رہی تھی۔ اتفاق سے کنگ ایڈورڈ آنجہانی کا اعلان بابت معافی قیدیان بتقریب جشن پنجاہ سالہ حکومت برطانیہ اسی روز حکام جیل کو ملا جسے عید کی خوشی کو دوبالا کرنیکے علاوہ تعطیل کو بھی لازمی کر دیا۔ چند امید کی خوشگواری اور فوری تاثیر کا جیسا کچھ یہاں جیلخانوں میں نظر آتا ہے اسکی مثال غالباً کہیں اور نہ ملیگی۔ جس بات کو عوام جیل کی خفیہ سے خفیہ خبر یا افواہ بطرز العفنا تمام جیل میں مشہور ہو کر قیدیوں کے چہروں کو مسرت و امید سے منور کر دیتی ہے اور منتخص ہو۔ پانی کے خیال سے کم از کم تھوڑی دیر کے لیے اپنے مصائب کو فراموش کر دیتا ہے۔

غازی آباد ضلع میرٹھ کے عبد اللہ کا ذکر پہلے آچکا ہے اس نیک دل نوجوان نے بخلوص کامل میرے آنکار اور ممانعت کی مطلق پروا نکر کے با صرار میری ایسی خدمت کی جسکا میں مدت العمر ممنون احسان رہونگا۔ بلا ناغہ میرے کھانے پینے کے برتنوں کی صفائی میرے بستر کا بارک سے باہر نکالنا اور پھر اندر رکھنا۔ چکی چلانے میں اپنا کام ختم کر کے میری مدد کو آنا اسنے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ عید کے روز بھی معلوم نہیں کہاں سے چند لکڑیاں فراہم کرکے ایک گوشہ میں چھپا کر میرے غسل کے لیے پانی گرم کیا اور کپڑے دھولا کر دئے۔

عید کے روز تھوڑی دیر کے لیے تمام مسلمان قیدیوں کو اجازت ملتی ہے کہ وہ جیل

اسپتال [illegible] ہو نماز پڑھ لیں چنانچہ اُس روز [illegible] پرانی تکلیف [illegible] تکلیف اور [illegible] سب لوگ آتے تھے لیکن ہمارے احاطے کے وارڈرنے اپنی معمولی سختی سے [illegible] کوٹھڑیوں کو احاطے سے باہر جانیکی اجازت نہ دی۔ مجبوراً ہم ۶۰-۷۰ لوگوں کو [illegible] نماز پڑھنا پڑی۔ نماز کے [illegible] راقم حروف نے مختصر سا وعظ [illegible] نام مولانا فضل اسلام [illegible] خصوصاً حاضرین کے گوش گذار کی تھی۔

نماز کے بعد سارا دن جیل سے [illegible] ہوا۔ شاہ [illegible] ہفتم کا فرمان یہ تھا کہ تمام قیدیوں کی قید یا معاف کیجائے یا کم تخفیف ہو۔ لیکن غالب درمیانی لوگوں کی دراندازی کا افسوسناک نتیجہ یہ ہوا کہ معافی تو [illegible] ہی نہ ہوئی البتہ فی سال ایک ماہ کے حساب سے رہائی کل قیدیوں کے [illegible] دی گئی مگر تماشا یہ ہوا کہ [illegible] کے بعد روزانہ دس بیس لوگوں کی جیل سے [illegible] ہوئیں جس سے شاہی اعلان کی [illegible] ہوئی۔ حقیقت حال سے ناواقف قیدی بیگناہ بادشاہ کو علانیہ بُرا بھلا کہتے تھے کہ دے کر کسی چیز کا واپس لینا کم ظرف لوگوں کا شیوہ ہے بادشاہوں کا طریقہ نہیں ہے۔

اس رعایت سے پولیٹیکل قیدیوں کی محرومی کا قصہ ہم پہلے ہی درج کر چکے ہیں مجھکو بھی ایک روز مع ٹکٹ اپنے [illegible] طلب کرکے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ "تمکو جبلی نہیں ملیگا" اور ½ ۱ ماہ کی رہائی میرے ٹکٹ سے خارج کردی۔ میں نے "عطائے تو بہ لقائے تو" کہکر خاموشی اختیار کی [illegible] دن تو گویا چشم زدن میں گذر گئے لیکن اہل فرنگ کی اس تنگدلی کا افسانہ ہمیشہ کے لیے یادگار [illegible] گیا۔ عمر [illegible] اور باند [illegible] گذشت

[illegible] سالانہ مع محصول ڈاک [illegible] [illegible] ماہوار شائع ہوتا ہے۔	**لسان الصدق**	[illegible] [illegible]

قاضی [illegible] [illegible] شائع ہوتے ہیں [illegible] کی نسبت فاضل اڈیٹر کا ارادہ [illegible]

[illegible] آٹو [illegible] خصوصیت سے [illegible] [illegible]

غزلیات حسرت موہانی نوشتۂ زندان فرنگ

ردیف "و"

تر نشتر سے نکلیں جو تمہارے آنسو
دامن جان میں وہ لیجئے سارے آنسو

جلوہ حسن سے رنگین ہیں جو آنکھیں انکی
سرخ نکلے اسی رنگ کے مارے آنسو

دیکھکر غیر کی محفل میں انہیں مست شراب
ھوا ضبط نکل آئے ہمارے آنسو

عالم حسن میں ہیں نور کی نہر جاری
بارواں عارض جانان کی کنارے آنسو

گریہ شوق سے نزہین جو تمہاری آنکھیں
بنگئے ہیں فلک حسن کی تارے آنسو

ہوکے آگاہ غم عشق مری حالت پر
انتو بھر لائے ہی وہ شوخ بھی بارے آنسو

ہی محبت سے سرد کار ہیں بھی حسرت
چشم جانان میں یہ کرتے ہیں اشارے آنسو

ردیف "ہ"

قابو میں نہیں ہی دل شیدائے مدینہ
کب دیکھئے بر آئے تمنائے مدینہ

خوشبوئے رسالت سے ہی ازبسکہ معطر
ہر ذرہ آبادی و صحرائے مدینہ

ہی بیخودی عشق حقیقی کا تماشا سا
ہر دل کہ ہی مخمور تولائے مدینہ

آتی ہی جو ہر شے سے یہاں انس کی خوشبو
دنیائے محبت ہے کہ دنیائے مدینہ

ہی شام اگر گیسوئے احمد کی سیاہی
تو نور خدا صبح دلارائے مدینہ

اے وہ کہ سرور ابدی کا طلبگار
پی ساغر دل سے مے مینائے مدینہ

ڈر غلبۂ اعدا سے نہ حسرت کہ ہیں زندہ
فرمائیں مدد سید والائے مدینہ

ردیف "ی"

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپکا حسن کرشمہ ساز کرے

ترے ستم سے میں خوش ہوں کہ غالباً یوں بھی
مجھے وہ شامل ارباب امتیاز کرے

غم جاتے جسے ہو فراغ کی خواہش
وہ انکے درد محبت سے ساز باز کرے

امیدوار ہیں ہر سمت عاشقوں کے گروہ
تری نگاہ کو اللہ دلنواز کرے

ترے کرم کا سزاوار تو نہیں حسرت
اب آگے تیری خوشی ہی جو سرفراز کرے

لایا ہے دلبر کتنی خرابی
اے یار تیرا حسن شرابی

پیراہن اسکا ہے سادہ رنگین
یا عکس مے سے شیشہ گلابی

عشرت کی شب کا وہ دور آخر
نور سحر کی وہ لا جوابی

ق
پھرتی ہے اب تک دل کی نظر میں
کیفیت انکی وہ نیم خوابی

بزم طرب ہے وہ بزم اب کیوں ہو
ہم غمزدوں کو واں باریابی

ق
اس نازنین نے باوصف عصمت
کی وصل کی شب وہ بے حجابی

شوق اپنی بھولا گستاخ دستی
دل ساری شوخی حاضر جوابی

وہ روئے زیبا ہے جان خوبی
ہیں وصف جسکے سارے کتابی

اس فیض غم پر قربان حسرت
عالیجنابی گردوں رکابی

غزل جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی تلمیذ حضرت امیر مینائی مرحوم

ساربان ظالم نے ناحق کہدیا محمل میں ہے
آجتک مجنوں سمجھتا تھا کہ لیلیٰ دل میں ہے

دست و بازو کا تصدق ایک جھٹکا اور بھی
پھیر کر منھ جانے والے جان ابھی بسمل میں ہے

لب سے لب تک آ نہیں سکتا ہی حرف مدعا
کہتے پھرتے ہیں یہ سب سے اک تمنا دلمیں ہے

بعد مردن کوئی دیکھے اتحاد حسن و عشق
قیس تربت میں کہ لیلیٰ پردۂ محمل میں ہے

لطف تو جب ہے کہ گنجایش نہو انکار کی
وہ بھی آجائے دہن ہی میں جو تنگی دلمیں ہے

بار بار اُٹھتا ہی کیوں لیلےٰ سے پوچھا جائے
کس کے دلکی بے قراری پردۂ محمل میں ہے

دیدہ و دل دونوں تیرے ہیں مجھے رسوا نکر
مہر الفت آنکھ میں تل ہی سویدا دلمیں ہے

قیس آنکھیں جب جھپکتی ہیں کہ دلمیں چور ہو
پردہ محمل بتاتے ہیں کوئی محمل میں ہے

قہر ہو جائیگا کیا کرتا ہے او تیز نگاہ
تیرے پہلو میں ہی دل اُسکی تمنا دلمیں ہے

غیر کے احسان سے پہنچے فلک پر بھی تو کیا
منتِ خورشید کا دھبہ مہ کامل میں ہے۔

خاکساروں کو حقارت سے کبھی شوکت نہ دیکھ
ہو زمیں پامال لیکن ایک دریا دل میں ہو

از حضرت ثاقب مدیر قند پارسی

جان بسوزے بجبے، دل بگدازے بجبے
جان و دل را ست، بجانِ تو خوشا روز و شبے

باش بیدار دو ساعت، کہ اثرہا دارد
گریۂ ہر سحرے، نالۂ ہر نیم شبے

منع از گریہ چہ سود م وہ ؟ ا بخواجہ برو
می دہم جانِ لبِ عشق دریں تاب و تبے

عجبے سجدۂ بیت الصنم افتد مقبول
سودہ ام دوش جبیں را بہ بنا نخرے عجبے

دل زمن برد بیک غمزۂ چالاک کہ برو
بت شیریں حرکاتے، مہ عناب لبے

ہر کہ بر پائے بتے سر بنہد و سجدہ برد
سر ما با دفدائے رہِ آں بادبے

ریزد از دیدہ عیانم شرر اشک آلود
ہست در سینہ نہانم دلِ آتش نسبے

سبحہ باز اہد و دستار بشیخ ارزانی
ثاقب از حلقہ بگوشان دلِ بوالطلبے

غزل جناب مولانا ضمیر الدین صاحب عرشؔ تلمیذ حضرت تسلیم - از گیا

موت پر انسان کی دم بھر نظر ہوتی نہیں
بیکسی ہوتی ہے خبر اپنی خبر ہوتی نہیں

اب تو آجاؤ کوئی دم کو خدا کے واسطے
دم لبوں پر ہے دوا کچھ کارگر ہوتی نہیں

وار ایسا ہے نبک اُس قاتل سفاک کا
عاشقوں کو قتل کی اپنے خبر ہوتی نہیں

کس غضب کی شامِ ہجراں آئی او بخت سیہ
منتظر خورشیدِ محشر ہے سحر ہوتی نہیں

بو پریشان - رنگ فق - دامانِ گل ہے چاک چاک
آہ - بلبل کی مری جان بے اثر ہوتی نہیں

ہوں وہ لاغر نکہتِ گیسو میں چھپ جاتا ہوں میں
بزم میں اُنکی نگہ - جب بال بھر ہوتی نہیں

اختتامِ منزلِ ہستی سے یہ ثابت کیا
ماندگی اس راستے میں عمر بھر ہوتی نہیں

کوئی باعث ہی نہیں تھمتے جو آنسو شمع کے
دیتے ہیں تسکین پروانے مگر ہوتی نہیں

منزلِ خورشید میں ذروں کو دیکھا چاہیے
دوڑتے دن بھر ہیں تکلیف سفر ہوتی نہیں

کچھ غم احباب نے کچھ ہے خیالِ اقربا
چین سے مر کر بھی تربت پر بسر ہوتی نہیں

عرش رہنے کے زمانے تک ہے تجھے اہلِ بہار
غم نہیں جو آج تو قیرِ ہنر ہوتی نہیں

غزل جناب مولوی سید امین احسن صاحب بسمل موہانی [illegible]

جب سے کہ ان حسینوں کی صحبت نہیں رہی
وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی

سنتے تو ہیں کہ ان میں ابھی ہے وہ خوبیت نہیں
اس وضع اُس لباس کی حشمت نہیں رہی

افسردگی طبیعت ہمارے دشت میں ہے
اعضا میں جیسے تھی وہ دست نہیں رہی

نیرنگیاں خیال کی [illegible] ملتوی
فکر سخن میں اگلی سی ندرت نہیں رہی

احباب طعنہ زن ہیں کہ خلوت نشین ہوں میں
میں کیا کروں کہ خواہش صحبت نہیں رہی

پڑھتا ہوں شعر شاد کا اکثر یہ آہ سرد
جب سے کہ شعر کہنے کی فرصت نہیں رہی

شیریں ہو جس کے واسطے بسمل زندگی
میرے لیے تو اسمیں حلاوت نہیں رہی

غزل جناب حکیم باشر صاحب راز لکھنوی

غضب ہے جان بھی لیتے ہیں بہت دلربا ہو کر
الٰہی دی تھی یہ قدرت تو نے بندہ [illegible] ہو کر

خبر ہے تجھکو بھی غافل وہ آہ سرد کس کی تھی
ترے کوچے میں جو برسوں چلی ٹھنڈی ہوا ہو کر

لپٹ جاتا ہوں گھبرا کر تری تصویر سے اکثر
ڈراتی ہے مجھے جب شام غم کالی بلا ہو کر

کبھی تو آئیگی آخر یہی اب سوچکر دل میں
تمہارے منتظر بیٹھے ہیں مشتاق وفا ہو کر

یہ کیا آخر ہوا ناکام کیوں شرما کے جاتے ہو
بڑے دعوے سے تم تو آئے تھے تیغ آزما ہو کر

نہ تھی امید لیکن بعد مردن روح عاشق کو
کیا مسرور بالائے رونق بزم عزا ہو کر

مٹا دینے کو اپنی گردش تقدیر کیا کم تھی
عبث اے آسماں تو بھی [illegible] ہے آسیا ہو کر

بس اس امید پر عاشق تمہارے مرتے آخر
کہ شاید ہو کبھی اپنی رسائی خاک پا ہو کر

ہزاروں پیاری پیاری صورتیں ہیں راز کی دلبر
اڑاتا ہے مزے کیا کیا تصور آشنا ہو کر

غزل جناب سید صادق حسین صاحب نہال عظیم آبادی

کسی کی شوخ نگاہوں کا یہ اشارا ہے
کہ جو ستم ہو یہ کہدے کہ سب گوارا ہے

کئے ہیں کام وہ ہمنے کہ سخت نادم ہیں
وہ خود کہیگا یہ قصہ یہی ہمارا ہے

ملا جواب نہ اسوقت تک ہزار افسوس
کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکارا ہے

یہ رخ یہ زلف یہ آنکھیں یہ چتوین یہ ادا
خدا نے ہاتھ سے اپنے تجھے سنوارا ہے

یہ کہو کہ ملاقات ہی نہیں منظور
میں جانتا ہوں جو انداز اب تمہارا ہے

مقطع
نہال یہ [illegible] ستم [illegible] دنیا کی سے
نہال ہم تو [illegible] تجھے [illegible] دل [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب دیوان انشا

اے عشق مجھے شاہد اصلی کو دکھا لا
تم خندہ بیدی وفقک اللہ تعالیٰ

ہر چند کہ عاصی ہوں پر امت میں ہوں اسکی
جسکا ہے قدم عرش معلّے سے بھی بالا

مولائے جہاں رہبر عشاق محمد
سب عقدۂ مشکل کا مرے کھولنے والا

ق
امید مجھے ساقی کوثر سے ہے جسکے
ہے جام تولّا سے مرا نشہ دوبالا

قنبر کو کرے حکم کہ جلدی سے خبر لے
انشا ہے غلاموں میں مرے اسکو چھڑا لا

رہا ہے ہوش کچھ باقی اسے بھی اب نبیڑے جا
یہی آہنگ اے مطرب پہر تک اور چھیڑے جا

سوال بوسہ سُن کہنے لگا وہ شوخ غصہ ہو
بہت اچھا سمجھ لونگا بھلا تو مجھکو چھیڑے جا

وفور مے سے حالت غش کی ہے انشا کو اے ساقی
شراب پرتگالی کر دے منہ پر تڑیڑے جا

دیکھنا جب مجھے کر شان یہ گالی دینا
کس سے تم سیکھے ہو ہر آن یہ گالی دینا

اختلاط آپ سے اور مجھسے کہاں کا ایسا
واہ جی جان نہ پہچان یہ گالی دینا

ق
ابتو نادان ہو سُنا چاہو سو پیاری کہہ لو
پر نہیں دیویگا نقصان یہ گالی دینا

آخرش ہوگے جواں پھر تو کسے بھاویگا
چند روز اور ہے مہمان یہ گالی دینا

تہمت بوسہ عبث دیتے ہو منظور جو ہو
کرکے بیفائدہ بہتان یہ گالی دینا

دیجئے دیجئے ہے عین سعادت اپنی
عاشقوں پر تو ہے احسان یہ گالی دینا

تیرے غصے سے جو انشا ہو خفا ناحق ہے
ہاں تجھے چاہیئے نادان یہ گالی دینا

خیال کیجیگا آج کام میں نے کیا
جب اُن نے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا

جنون یہ آپ کی دولت ہوا حصول مجھے
کہ ننگ و نام کو چھوڑا یہ نام میں نے کیا

کہا یہ صبر نے دل سے کہ لو خدا حافظ
حقوق بندگی اپنا تمام میں نے کیا

لگا یہ کہنے کہ خیر اختلاط کی خوبی
حوالے یار کے خالی جو جام میں نے کیا

ہوس یہ رہ گئی صاحب نے پر کبھی نہ کہا
کہ آج سے تجھے انشا غلام میں نے کیا

مجھے کیوں نہ آوے ساقی نظر آفتاب الٹا
کہ پڑا ہے آج خم میں قدح شراب الٹا

عجب الٹے ملک کے ہیں اجی آپ بھی کہ تم سے
کبھی بات کی جو سیدھی تو ملا جواب الٹا

ابھی جھڑ لگا دے بارش کوئی مست ہے کے نعرہ
جو زمین پہ پھینک مارے قدح شراب الٹا

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

غزل اور قافیوں میں نہ کہی سو کیونکہ انشا
کہ ہوا ہے خود بخود آ ورق کتاب الٹا

مجھے چھیڑنے کو ساقی نے دیا جو جام الٹا
تو کیا بہک کے میں نے اسے اک سلام الٹا

خر ایک بات پھینکا مجھے جو کہ ان نے
تو اشارا میں نے تاڑا کہ ہے لفظ تام الٹا

در میکدہ سے آئی مہک ایسی ہی مزے کی
کہ پچھاڑ کھا گرا واں دل تشنہ کام الٹا

نہیں دیتے اب جو بوسہ تو سلام کیوں لیا تھا
مجھے آپ پھیر دیجے وہ مرا سلام الٹا

لگے کہنے خانہ پرست کہ خطا انشا کو پوچھو
تو لکھے ہے اسے انشا یہ نرا ہی نام الٹا

دیوار سامنے ہیں دیکھو کانپ را
جب تم سے آ لڑ نکلا سب سلام پیرا

جو ہاتھ لئے سبزہ حنا کا گھیرا لگا
تو سلیقے کا اور اسکو ترا لگا

کنڈی تجھ جوں سے دیکھا نہ
کہ دست مرے دل کا پھوڑا لگا

تلی کے انت کو شب وہ پری
مجھے بھوت ہو یہ گھوڑا لگا

دل ستم زدہ بیتابیوں نے لوٹ لیا
ہمارے قبلہ کو وحشیوں نے لوٹ لیا

کہانی ایک سنائی جو ہیر رانجھا کی
تو اہل صدق کو پنجابیوں نے لوٹ لیا

یہ سوت لانہ خوشبو روش نسیم سے یہاں
کہ لکھ درخت کو کشمیریوں نے لوٹ لیا

صبا قبیلہ لیلے میں اڑ گئی یہ خبر
کہ ناقہ نجد کے اعرابیوں نے لوٹ لیا

کسی طرح سے نہیں نیند آتی انشا کو
اسے خیال میں بیخوابیوں نے لوٹ لیا

ابتو اگلی سی طرح کا نہیں گھر پردا
رہگیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا

ہے یہ دالان بڑی عمر جو ہو تو اسمیں
ایک رو پہرا لگے اور ایک سنہرا پردا

اس پریزاد کے جی صدقے کہا یوں جسنے
میری ڈولی میں لگا دیجو یہرا پردا

ہے زمانہ یہ برا اپنی غلام انشا کا
آپ رکھ لیجئے یا حضرت زہرا پردا

یہ ضمیمہ … سن … ۱۹۰۷ … اپنے اردو پریس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر اردوئے معلی سے شائع کیا

ترا قے کا یہ پہنا اُس پری نے ناش کا جوڑا
کہ اُڑ لاگا فلک پر طائرِ شاباش کا جوڑا
ملائی آپ نے چتون تو ہم بھی دل کہہ بیٹھے
یہی تنہا پاس اپنے اس نگاہِ فاش کا جوڑا
کسی جوگی سے نے چھو منتر سکھایا ہے تجھے آتشا
لیے پھرتا ہوں میں جنگل میں اپنی لاش کا جوڑ

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا
لگا کے برف میں ساقی صراحیِ مے لا
نکل کے وادیِ وحشت سے دیکھ اے مجنون
کہ زور دہوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا
گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہیں تیشہ
درونِ کوہ سے نکلی صدا کے واویلا
قدم کو ہاتھ لگاتا ہوں اٹھ کہیں گھر چل
خدا کے واسطے اتنے تو پاؤں مت پھیلا
نزاکت اس گلِ رعنا کی دیکھیو آتشا
نسیمِ صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

مالگئے سینے سے پھر یہ کیسا اضطراب
مر مٹے پر بھی گیا اپنے نہ دل کا اضطراب
اسکی چاہت میں جوانی اپنی جو تھی چل بسی
ہے یہ تک جیکو اک جیسے کا نیا اضطراب
کرکے کچھ تقصیر اُن کی بڑھ چلا جو تب تو وہ
بولنے تک دیکھو تو اس نامفصل کا اضطراب
نکہتِ گل سی پری کو کوئی نے کوسنے دے پھری
تھا اُو کھایہ ہوائے صندل کا اضطراب
یاد ہیں آتش وہ شرمائی ہوئی آنکھیں مجھے
اور تنہائی میں اس پیمان گسل کا اضطراب

کعبے سے کیا ہمیں ہو آہنگ خرابات
کب ہمارے خوش آیا ہے کیا رنگ خرابات
آتشکدہ ہے ہر شرر سنگ خرابات
جھلکے ہے غرض اور ہی کچھ رنگ خرابات
سب ٹوٹ گئے جام و سبو ساغر و مینا
تھا گرم یہ شب معرکۂ جنگ خرابات
اے پیرِ مغاں اینڈ کی کا شوق سے ذرات
مستانہ چڑھا کر قدحِ بنگ خمرا بادہ
گر راہ حرم میں نہ ملے آہ کروں کیا
عطر و دسنم خانہ ہوں میں تنگ خرابات
لے سلطنتِ عشق مبارک تجھے آتشا
ہو زیب دہ شاہی اور ننگ خرابات

کچھ اشارا جو کیا ہمنے ملاقات کے وقت
ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی رات کے وقت
غیر سے کرتے تھے آنکھوں میں ہی باتیں تم
ہم بھی آ پہونچے رہیں کیا سیر تماشات کے وقت
موسم عیش ہے یہ عہدِ جوانی آتشا
دور رہیں تیرے ابھی زہد و عبادات کے وقت

کو حکومت اسکندر کو حشمتِ دارا - اسی صاحب نظر
پڑھ فاعتبروا یا اولی الابصار کلام ہے تا مجھے عبرت

مستانہ جوین قوح رنگ چڑھایا ۔ وہ عالم وحشت
میں خاک نشیں ہونگا گروہ فقرا سے کیا سمجھے ہو مجھکو
خوش بنتے ہیں چار ابرو کی تلا کے صفائی مانند قلندر
آزادوں کے لہجے میں غزل تونے سُنائی از بہر تفنن
ہی نام خدا ادا جیڑی کچھ زور تماشا ۔ یہ آپکی رنگت
میں سنے جو کہا ہو نہیں ترا عاشق شیدا ۔ اے کان ملاحت
آئے جو مرے گھر میں وہ شب راہ کرم سے بن ندوی کڈی
دیوار چمن پھاند کے پہونچے جو ہم اُن تک اک تاک کے چل
اب اور ردیف اور قوافی میں غزل پڑھ لیکن اسی ڈھب سے
لینے جو بلائیں لگے ہم آپکی چٹ چٹ تو بول اُٹھے جھٹ
ہی معدن انوار الٰہی دل عاشق سوچو تو عزیزو
میں وہ بدل اور ہی ہیکے سے جو ہو نجا بیٹھے نہیں جہاں
ہی نور بصر مردمک دیدہ میں پنہاں ۔ یوں جیسے کنہیا
پھرتا ہی ساں آنکھوں میں تنک تو ہی انشا ظالم ارے کیونکر
وہ سیج پڑی پھولوں کی مخمل کے وہ تکیے ۔ کمخواب کی پوشش

تب خضر پکارا کہ ہنیا دمڑیا ۔ اب دیکھہ حلاوت
رومال جیڑی لیکے جو ٹک کھینچول ووا سا دکھلاؤ کرامت
سے ہمکو غم دزد نہ اندیشہ کا للہ ہے خوب فراغت
اب اپنی تو بولی کے کچھہ اشعار کہا انشا ہو حسین ظرافت
گات ایسی غضب قہر نہیں اور جھگڑا ۔ اللہ کی قدرت
فرمانے لگے ہنسکے سُنو اور تماشا ۔ یہ شکل یہ صورت
منہ پھیر لگے کہنے تعجب سے کہ یہ کیا ۔ ایں تیری یہ طاقت
ترساں ہو یہ فرمانے لگے کوٹکے ماتھا ۔ اجی واے فضیحت
تا شاعروں کے آگے ہوا اس بزم میں انشا ظاہر تری شوکت
چل جا پرے وا ذرہ دو ہو پرے ہٹ ۔ ہے سب یہ بناوٹ
اس چھوٹی سی جاگہ میں یہ وسعت یہ سماوٹ اللہ رے جمگھٹ
سُن کہنے لگے میرے بری پاؤنکی آہٹ ۔ ہی ایک تو تٹ کھٹ
سوا اشک کے قطروں پڑا کھیلے ہی جھرمٹ اور آنکھیں ہیں گھنگھٹ
باہم وہ لپٹ سونے میں آ جانی رکاوٹ وہ پیار کی کروٹ
پھرے وہ تمامی کے وہ سونیکا چھپرکھٹ اور اسکی سجاوٹ

امردہوئے ہیں تیرے خریدار چار پانچ | ے ایسے اور حق ہے مجھے اغیار چار پانچ
او جلانے والے شخص تکسا کسڑکے دیکھ لی | یاں بھی تڑپھ رہے ہیں گنہگار چار پانچ
صیاد سے خبر کر دیا چاہتے ہیں جان | کنج قفس میں تازہ گرفتار چار پانچ
میرو قتیل و مصحفی و جرات و مکیں | (ق) ہیں شاعروں میں یہ جو نمودار چار پانچ
سو خوب جانتے ہیں کہ ہر ایک رنگ میں | انشا کی ہر غزل میں ہیں اشعار چار پانچ

ہی شب وصل کھلے کاش نہ دروازہ صبح | کم نہیں شور قیامت سے کچھ آوازہ صبح
جام خجلت کن خورشید ہمیں دے ساقی | دیکھ برہم زن مستی ہی یہ خمیازہ صبح
آنہ انشا کہیں اس رنگ میں تو بھی ملجا | جیب گل چاک ہی گلشن میں باندازہ صبح

نہ لگی مجھکو جب اُس شوخ طرحدار کی گیند ۔ اُسنے محرم کو سنبھال اور ہی تیار کی گیند
لیجئے اُسکے بدل آپ جو ہیلانے میں ۔ ق گم ہوئی مجھسے جو کل رات کو سرکار کی گیند
گرد مقیش طلائی کی کرن ٹکوا کر ۔ میں یہ لایا ہوں بنا اطلس گلدار کی گیند
گوکھرو لہر بنٹ ڈانک ستارو تکے سمیت ۔ اور اک بیونچیگی زر لفت نمودار کی گیند
شال رومال کی تو چوٹ بھی کچھ نہ لگی ۔ اب بنا پہنکئے کمخواب کی شلوار کی گیند
لگے فرمانے وہ مل دل غزل آتش کو ۔ واہ کیا خوب بنی کاغذ اشعار کی گیند

لکھدو اخونجی صاحب کوئی ایسا تعویذ ۔ کھرے مُنہ سے لگے اسکے گلے کا تعویذ
غش ہوئے ہمتواجی قہر تہا اسکا فرکا ۔ لال ناڑے ہیں بندھا ہے وہ نیلا تعویذ
کے بالوں سی لٹک جھکے سی اُلجھا تو کہا ۔ اب لگا مجھکو ستانے یہ نگوڑا تعویذ
کچھ تو دے اپنی لٹ نی مجھے بُندا بالا ۔ توڑا۔ زنجیر۔ کڑا۔ قول کا چھلّا تعویذ
خیر آتش کی جو چاہو تو پلا دو دھو کر ۔ اسکے بازو کا وہ ننھا سا روپہلا تعویذ

ہیں زور حسن سے وہ نہایت گھمنڈ پر ۔ نام خدا نگاہ پڑے کیوں نہ ڈنڈ پر
گلبرگ تر سمجھکے لگا بیٹھی ایک چونچ ۔ بلبل ہمارے زخم جگر کے کھرنڈ پر
آتش بدل کے قافیہ رکھ چھیڑ جھاڑ کی ۔ چڑھ بیٹھ ایک اور بھی چھیڑے اکنڈ پر
یہ جو بہنت بیٹھے ہیں رادھا کی کنڈ پر ۔ اوتار بن کے گرتے ہیں پریوں کے جھنڈ پر

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازہ سی باہر ۔ شوخی میں دھرو پاؤں نہ اندازہ سے باہر
لے قیس مبارک ہو کہ لیلی نکل آئی ۔ پردے کو اُٹھا محمل جمازہ سے باہر
لیتے وہ مجا ہی ہیں تو گویا کہ نزاکت ۔ نکلی پڑے ہے شوخی خمیازہ سے باہر
گو غیر نے آوازہ کسا اُسکی گلی میں ۔ پر میں کوئی نکلوں ہوں اس آوازہ سے باہر
رہتے ہیں سدا خواہش احباب سے آتش ۔ اجزا مرے دیوان کے شیرازہ سے باہر

مانگا جو میں نے بوسہ لبِ نے چمن کے اندر ۔ بولے [illegible]

جو چاہے تو مجھسے ہنوٹے کی خیر ۔ تو یوں دیکھ اس [illegible]
اُڑا دے نشے کے مرے رخش کو ۔ میاں ساقی [illegible]

دکھائی مجھے سبز باغ ارم — الٰہی ہو اس سبز گھوڑی کی خیر
ہنسایا جو میں نے تو بولے نہیں — نظر آتی کچھ اس نگوڑے کی خیر
نکالا بیٹھ انشا کو ٹھوکر تو ایک — اسے اپنے سونے کے توڑے کی خیر

لے انشا نے جو یہ بہو تنی چھیڑ ہی ڈالی توڑ — ہم نے بھی آپ کی دو تڑ کی لڑی ڈالی توڑ
گھبرائے تھے کہ ہم پانچ لگے باہی بیٹھنے لگے — جب نے اس ڈھنگ سے کل انکی گھڑی ڈالی توڑ
ساتھ ریوں کے یہ ہم جھولے کہ انشا نے — ڈالی جو آنب کی تھی سب سے بڑی ڈالی توڑ

پھر تو بہ بھر کے دم سرد مرے ہونٹ نہ چوس — ہاں وہ کسطرح کہ بیدرد مرے ہونٹ نہ چوس
مجھکو حیران نکر چھوڑ، تری رہنے دے — دیکھ پر خسار رہو زرد مرے ہونٹ نہ چوس
صدقے اس نانے کے انشا سے یہ کہنا چلیے — چوٹ لگتی ہی ہوا درد مرے ہونٹ نہ چوس

بخشا یہ حق نے اس لب گلفام کو فروغ — ساغر سے جسکے عکس کے ہے جام کو فروغ
نورانی ایک نعرہ لبیک کھینچ کر — بخشا ہے ہمنے جامۂ احرام کو فروغ
انشا ترا جو داغ جگر خوں چکاں ہے — باقی رہی نہ کچھ شفق شام کو فروغ

فروغ مرے نہ کیونکہ ہوئے ایسے ہی مراد — مثال یہ مشہور ہے جہاں میں چراغ روشن مراد حاصل
چراغ روشن مراد حاصل مزار پر جو تجلو کے ست کہ — بیاں یہ لازم ہی تجھکو کہنا کہ بلیغ روشن مراد حاصل
نشا ہے انشا کو آج ایسا حلوت سے جسکے ساقیا ہی — سمہ رید بھی مزاج حاضر دماغ روشن مراد حاصل

سچ کہہ نہ کر ہم ہنسی گرم ادا گرم — وہ نام خدا اسکے ہیں ناخن پا گرم

تجھے سے پری تجھے قرآن کی قسم — دیتا ہوں تجھکو تخت سلیمان کی قسم
توریت کی قسم قسم انجیل کی تجھے — تجھکو قند زبور کی فرقان کی قسم
داماں کو میرے ہاتھ سے اس رات مت — تجھکو سحر کے چاک گریبان کی قسم
نرگس کی آنکھ کی قسم اور گل کے کان کی — تجھکو سر عزیز گلستان کی قسم
تجھکو قسم ہے غنچۂ زنبق کی ناک کی — اور شور عندلیب غزلخوان کی قسم
قسمیں تو سب ہی ہو چکیں باقی رہی ہے اب — ہیبل نکلے کے ہنسنے کی شیطان کی قسم
پھر تو بھی جسے وہ کسطرح ہو غضب — انشا نہ چھیڑ تجھکو مری جان کی قسم

وہ دیکھا خواب قاصر جس سے ہے اپنی زباں اور ہم
وہ رہ رہ مجھسے کہتا ہے خدا کی باتیں ہیں ورنہ
عجب رنگنیاں باتوں میں کچھ ہوتی ہیں ہے انشا
کھینچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے بحان میں
کیسی ہی کیوں نہ ہم میں تم میں لڑائیاں ہوں
کیونکر نہ گدگداہٹ ہاتھوں میں اسکی اُٹھے
ممکن ہے کوئی ہمسے افشائے راز ہووے
کیونکر جنوں مجسم ہوکر نہ دے دکھائی
پڑھ اور بھی غزل ایک انشا اس طرح میں
جس سے کہ چٹکے چٹکے لالہ [illegible] ہو
کیا سبب اُس گھڑی ہوا پھرتا ہو وہ مشوش
مٹی کے عطر کی بو کیونکر نہ اُن سے آئے
کیا تھرتے یہ دیکھو برسوں جنوں کی خاطر
مانی ہوں منتیں بھی سو سو کر کے ڈھب کی
ہوئے ملاپ گے ہے ان سے تو شام ہی سے
تبدیل قافیے کو وہ غزل لب انشا
گر آپ ردیف ہمسے باتوں میں تنک کرتی ہوں
منہ بھرکے نام کیا لیں ساقی وہ میکشی کا
کیونکر نہ چونکے فتنہ پاؤں میں جب تماشے
ٹپکا پڑے ہے جوبن اُس روئے آتشیں پر
اک اور ڈھب کی انشا اس بحر میں غزل لکھ
جاڑے میں کیا مزا ہو وہ تو سٹے ہوں
آئے تھے ساتھ میرے، دیکھو تو کیا ہو وہ

کہ گویا ایک جا ہیں اُسیں ہے وہ نوجواں اور ہم
بھلا ٹک دلمیں اپنے غور کر تو یہ مکان اور ہم
ہم ہو بیٹھتے ہیں جب سعادت یار خاں اور ہم
بارکہ بلا سے بیٹھ کے دامنِ کوہ قاف میں
جب کھلکھلا کے ہنس دو باہم صفائیاں ہوں
وہ گوری گوری رانیں جیسے دبائیاں ہوں
سو بار ٹھنڈی سانسیں گو لب تک آئیاں ہوں
جب شورشوں نے دل کی دھومیں مچائیاں ہوں
تاشاعروں کے آگے [illegible] ہوں
نازم ہے منہ پر اس سے رکھائیاں ہوں
اور ہمنے اسکی چیزیں کچھ کچھ چرائیاں ہوں
جن انگلیوں نے بغلیں وہ گدگدائیاں ہوں
درگاہوں بیچ جا جا راتیں جگائیاں ہوں
دھو دھو کے اشرقی نذریں اٹھائیاں ہوں
آنکھوں میں اُنکی جھک جھک مہندی لگائیاں ہوں
جسمیں کہ اپنے ڈھب کی بنیں بنائیاں ہوں
سو گرکے جھگڑے قصے تصے جھٹ نپٹ گئے ہوں
دو ہی پیالیوں میں جو لوگ غش پڑے ہوں
یہ قہر جھلجھلاتے سونے کے دو کڑے ہوں
قطرے عرق کے یوں ہیں جس طرح نگ جڑے ہوں
الفاظ کے باہم موقع سے [illegible] ہوں
اور پھول [illegible]
[illegible]

جی چاہتا ہے اے دل اک رات ایسی آوے
مطلع ہو صاف ستھرا بادل ہی پھٹ رہے ہوں

سوتے ہوں چاندنی میں وہ منہ لپیٹے اور ہم
شبنم کا وہ دوپٹہ بیٹھے الٹ رہے ہوں

پنجم غزل اب انشا اس طرز کی سنا دے
آغوش میں معانی جسکے لپٹ رہے ہوں

خلوت میں فائدہ کیا اغیار سب ہم ہوں
سبکو ہوا بتا دیں تم ہو اور ہم ہوں

آیا جو ذکر میرا بولے کہ پوچھنا کیا
ایسے بھی لوگ شاید دنیا کے بیچ کم ہوں

ٹک اسطرف تو دیکھو آنکھیں ملا کے صاحب
ق
ہے ہمسے قدیمی جنکے شایستہ ستم ہوں

ایتر کے گھر میں تیرے سبحان تیری قدرت
جو بیچ دیو نج ہو دیں سو ایسے محترم ہوں

کیا دخل لکھکے بھیجوں شعر اپنے اسکو انشا
مصرع رقم کروں تو چھٹا انگلیاں قلم ہوں

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

خیال انکا پرے ہے عرش اعظم سے کہیں ساقی
غرض کچھ زور دھن میں اسگھڑی میخوار بیٹھے ہیں

بسان نقش پائے رہرواں کوئے تمنا میں
نہیں اٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں

یہ اپنی چال ہے افتادگی سے اندنوں پہروں
نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں

کہیں ہیں صبر کسکو آہ ننگ و نام کیا شے ہے
غرض رو پیٹ کر ان سبکو ہم یکبار بیٹھے ہیں

کہیں بوسے کی جرات مت دلا کر بیٹھیو انسے
ابھی اس حد کو وہ کیفی نہیں ہشیار بیٹھے ہیں

نئی یہ وضع شرمانے کی سیکھی آج ہی تمنے
ہمارے پاس صاحب ورنہ یوں سو بار بیٹھے ہیں

کہاں گردش فلک کی چین دیتی ہے سنا انشا
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

کہتے ہو تم تو دم نہ پرے ہٹ ابھی نہیں
اور آنہ جائے کوئی مری جی میں جی نہیں

گر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجے
زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں

خلوت میں یوں جو چاہیئے کہہ لیجئے مجھے
لوگوں میں لیکن آپ کی میری ہنسی نہیں

کچھ دخل ہے کہ راتوں کو تم آؤ میرے پاس
اسباب کا شعور مرا مقتضی نہیں

ذرہ سی بات پر ہے انشا سے تم خفا
کیا جانے کیا بلا ہے تو کچھ آدمی نہیں

سہارنپور کے مشہور قلمی آم

اور دیگر تمام میوہ جات لیچی - آڑو - الوچہ - الوبخارا انگور وغیرہ اب طیار ہیں اور ہم نے نہایت کوشش اور سرگرمی سے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے کہ جو صاحب چاہیں کسی قسم کا میوہ یا سبزی یا کوئی دیگر اشیائے ساخت یا پیداوار سہارنپور کے منگاوینگے تو اُن کی خدمت میں عمدہ اصلی چیز بکفایت تمام خرید کر اور بحفاظت تمام بند کر کے بذریعہ ریل یا ڈاک روانہ کیجاویگی۔

جواب ہر ایک خط کا اُسی روز دیا جاتا ہے اور تعمیل فوراً کیجاتی ہے قیمت حسب نرخ بازار کم و بیش ہوتی رہتی ہے مگر فہرست ذیل سے کچھ اندازہ معلوم ہو سکتا ہے

۱- آم قلمی بمبئی فیصدی چھ روپیہ سے آٹھ روپیہ تک
۲- آم قلمی مالدہ کلاں یعنی ہنڈل پانچ روپیہ سے دس روپیہ تک بلحاظ قد۔
۳- آم گوپال بھوگ فی صدی چھ روپیہ چار آنہ
۴- لیچی چیوندی سہارنپوری ایک روپیہ فی سیر
۵- لیچی پیدا دہنیر گوٹھلی ایک روپیہ آٹھ آنہ فی سیر
۶- آڑو گول انگریزی قسمی فیصدی ایک روپیہ سے دو روپیہ آٹھ آنہ تک۔
۷- الوچہ الوبخارا دو چار قسم ۳ آنہ و ۴ آنہ فی سیر
۸- انگور دیسی سہارنپوری فی سیر آٹھ آنہ

انگور سفید گولہ ہے اور انگور سیاہ دیٹ [illegible] جولائی تک آجاوینگے [illegible] کے میوہ جات اور [illegible] وہ دیسی فرمائیں [illegible]

المشتہر [illegible] ایجنٹ کو جنرل مرچنٹس

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصلی عرق کافور

ارے دوڑو جلدی ہی ہلاؤ دیکھو ڈاکٹر برمن کا عرق کافور لاؤ۔ جب کسی کو ہیضہ ہوتا ہے تو گھر میں ایسی ہی چار پکار مچتی ہے اور گھبرا کر یہی کہتے ہیں اگر پہلے ہی سے تھوڑا سوچ لو تو یہ تکلیف کیوں اٹھانا پڑے۔ کیوں نہیں ایک شیشی عرق کافور کی لیکر گھر میں ڈال رکھتے ہو۔ یہ اصلی عرق کافور چالیس برس سے مشہور اور تجربہ کی ہوئی ہیضہ کی اول دوا ہے۔ گرمی کے دست پیٹ کا درد مروڑ اور متلی کے لیئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے قیمت فی شیشی (۱۲) محصول ڈاک ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵

عرق پودینہ

اصلی عرق پودینہ

ہر ایک بال بچہ دار کو یہ دوا گھر میں رکھنا چاہئے یہ عرق ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے بنایا گیا ہے اسکا رنگ ہو بہو پتی کے سبز اور خوشبو بھی تازی پتیوں کے مانند رہتی ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے۔ ریاح کیلئے یہ نہایت مفید دوا ہے پیٹ کا پھولنا ڈکار کا آنا۔ پیٹ کا درد۔ بدہضمی متلی اور اشتہا کا کم ہونا یہ سب ریاحی علامتیں جلد دور ہو جاتی ہیں۔ گود کے بچوں کے لیئے اس سے بڑھکر کوئی دوسری دوا نہیں ہے قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ۵

پیپرمنٹ کا تیل

اصلی پیپرمنٹ

پیٹ کا درد بدہضمی اور ریاح کو فساد میں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے یہ پیپرمنٹ امریکہ سے منگایا جاتا ہے ولایتی پیپرمنٹ سے کہیں بڑھکر بہتر اور مفید ہے۔ اسی پیپرمنٹ میں تارپین کا تیل ملا کر ایک کی تین شیشی بنا کے لوگ بازاروں میں چار آنہ چھ آنہ فی شیشی بیچتے ہیں قیمت فی شیشی آدھ اونس ۱۰ محصول ڈاک وغیرہ ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵

کلوروڈائن

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی مستند خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ وہ کسی صورت سے ہو اس دوا کے دو ایک بار استعمال کرنے سے صحت ہوتی ہے اسہال۔ آنوں کے دست ہچکی مروڑ پیٹ میں درد یا اینٹھن کے لیئے کلوروڈائن مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے کلکتہ کے نامی دوا خانہ سے [illegible] اور زیادہ قیمت کی کلوروڈائن کے بالکل برابر [illegible] [illegible] [illegible] قیمت فی شیشی [illegible] [illegible] حالات کی کتاب [illegible] [illegible]

[illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن ۲۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۱

اردوی معلّیٰ

علی گڈھ

نمبر ۷ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء | جلد ۱۱

مرتبہ سید فضل الحسن بی اے حسرت موہانی

فہرست مضامین

اردو پریس علی گڑھ میں چھپا

بلا ضمیمہ صرف [illegible]

قیمت رسالہ سالانہ [illegible]
مع محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معروف دہلوی

(تا ۱۲۴۳ھ)

نام وخاندان | نواب الٰہی بخش خاں نام معروف تخلص برادر خرد فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں رئیس فیروزپور جھرکہ خلف مرزا عارف جان برادر شرف الدولہ نواب قاسم جان خاندانی امراے دہلی سے تھے۔ ان کے دادا خواجہ عبد الرحمن بخاری نے ترک وطن کرکے بلخ میں اقامت اختیار کی قاسم جان، عارف جان اور عالم جان انکے تینوں فرزند ترکان ازبک کی ایک جماعت لیکر بلخ سے ہندوستان آئے اور حاکم پنجاب نواب معین الملک عرف میر منو خلف نواب قمر الدین خاں وزیر محمد شاہی کی سرپرستی میں سکھوں کے خلاف اکثر معرکوں میں نام پیدا کیا۔ میر منو کے بعد انہوں نے شاہ عالم بادشاہ کے دربار تک رسائی بہم پہونچائی اور مہم بنگالہ میں ذوالفقار الدولہ نواب نجف خاں سپہ سالار شاہی کے ہمراہ میرن کے مقابلے میں ایسی کارگذاری دکہائی کہ بادشاہ کی طرف سے جو خود بھی اس مہم میں شریک تھے نواب قاسم جان کو ہفت ہزاری منصب اور شرف الدولہ سہراب جنگ خطاب عطا ہوا۔ مہم سے واپس ہوکر تینوں بھائیوں نے دہلی میں سکونت اختیار کی۔ نواب عارف جان کے چار بیٹے تھے۔ نبی بخش خاں۔ محمد علی خاں۔ احمد بخش خاں اور الٰہی بخش خاں۔ نواب احمد بخش خاں مرحوم "راو راجہ بختاور سنگھ والیے الور کی طرف سے معتمد اور وکیل ہوکر لارڈ لیک صاحب بہادر کے ساتھ ہندوستان کی مہمات میں شامل رہے اور اپنی ذات سے بھی رسالہ رکھکر خدمات گورنمنٹ بجالاتے رہے اسکے صلے میں فیروزپور جھرکہ وغیرہ جاگیر سرکار سے عنایت ہوئی اور دربار شاہی سے خطاب فخر الدولہ دلاور الملک رستم جنگ بوسیلۂ رزیڈنٹ دہلی عطا ہوا۔" نواب احمد بخش خاں کے بعد انکے بڑے بیٹے ... بزرگوار نواب مرزا خاں مرحوم داغ دہلوی جا... ست فیروز... دہلی مسٹر فریزر کے ناگوار واقعۂ قتل کے بعد ... ارتداد ...

اپنے باقی دو فرزندوں نواب امین الدین خان اور نواب ضیاء الدین خان کو علیحدہ جاگیر دے گئے تھے جو اسوقت تک لوہارو کے نام سے موجود ہے نواب امین الدین خاں کے بعد انکے بیٹے نواب علاء الدین خاں مرحوم علائی تخلص شاگرد مرزا غالب مسند نشین ریاست لوہارو ہوئے۔ نواب ضیاء الدین خاں مرحوم فارسی میں نیّر اور اردو میں رخشاں تخلص کرتے تھے انکے دونوں صاحبزادے نواب شہاب الدین خاں ثاقب اور نواب سعید الدین خاں طالب بھی اپنے والد کے مانند مرزا غالب مرحوم کے شاگرد ہیں خود مرزا غالب معروف کے داماد اور عارف انکے نواسے تھے۔ اس تفصیل کے ملاحظے سے معلوم ہوگا کہ خاندان معروف کو مذاق سخن سے ایک خاص مناسبت حاصل تھی جسکا اثر اسوقت تک قائم ہے۔

اخلاق و عادات بقول حضرت آزاد استاد ذوق فرماتے تھے کہ ایسا سخی میں نے آجتک نہیں دیکھا۔ جو آتا تھا امیر۔ فقیر۔ بچہ۔ بوڑھا اسے بغیر دیئے نہ رہتے تھے۔ اور دینا بھی وہی کہ جو اسکے مناسب حال ہو۔ کوئی سوداگر نہ آتا تھا کہ آئے اور خالی پھر جائے ... دالان میں ایک طرف جانماز بچھی رہتی تھی۔ جب میں رخصت ہوتا تو آٹھویں دسویں دن فرماتے۔ بھئی میاں ابراہیم ذرا ہماری جانماز کے نیچے دیکھنا۔ پہلے دن تو میں دیکھکر حیران ہوا کہ ایک پڑیا میں کچھ روپے دھرے تھے۔ آپنے سامنے سے مسکرا کر فرمایا۔ ع خدا دیوے تو بندہ کیوں نہ لیوے۔ اسمیں لطیفہ یہ تھا کہ ہم کس قابل ہیں جو کچھ دیں۔ جس سے ہم مانگتے ہیں یہ وہی تمہیں دیتا ہے" "ایک دفعہ استاد (یعنی استاد ذوق) بیمار ہوئے اور کچھ عرصے کے بعد گئے۔ ضعف تھا اور کچھ کچھ شکایتیں باقی تھیں۔ فرمایا حقہ پیا کرو۔ عرض کی کہ بہت خوب۔ اب وہ حقہ پلوائیں تو خالی حقہ کیا پلوائیں۔ ایک چاندی کی گڑگڑی چلم اور چنبل مغرق نیچہ مرصع مہنال تیار کرواکر سامنے رکھوا دیا۔ خلیفہ صاحب (میاں محمد اسمعیل خلف ذوق) چھوٹے سے تھے ایکدن استاد کے ساتھ چلے گئے۔ رخصت ہوئے تو ایک چھوٹا سا ٹانگن اصطبل سے منگایا۔ [illegible] رخصت کیا کہ یہ بچہ ہے کیا جانیگا کہ میں کس کے پاس گیا تھا

کسی کھانے کو جی چاہتا تو آپ نہ کھاتے بہت سا پکواتے۔ لوگوں کو بلواتے۔ آپ کھڑے رہتے۔ انہیں کھلواتے خوش ہوتے اور کہتے کہ دل سیر ہوگیا۔"

آخر عمر میں "تعلقات[1] دنیا کو ترک کرکے گوشۂ عافیت میں توشۂ راہ عاقبت کو بہم پہونچایا" "[2] لباس فقیرانہ اختیار کرکے حضرت میر ضیاء الدین جے پوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خاص جناب مولانا فخر الدین قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا.....

عاشق روش، آزاد منش، خوش وضع۔ نیک قطع "[3] صاحبدل۔ پاکیزہ نفس روشن ضمیر تھے۔ مگر ہر بات کو جانتے تھے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ بات کا جاننا اور چیز ہے اور کرنا اور چیز ہے۔ طبیعتیں ہیں کہ نہیں کرتیں اور سب کچھ جانتی ہیں اور ایسی ہی ہیں کہ سب کچھ کرتی ہیں اور کچھ بھی نہیں جانتیں۔" مثلاً آزاد مرحوم نے انکے حال میں ایک رندانہ لطیفہ آبحیات میں لکھا ہے کہ بقول اُستاد ذوق "[4] اُن دنوں مرزا جان کوتوال تھے مرزا قتیل کے شاگرد فارسی نگاری اور انشا پردازی کے ساتھ سخن فہمی کے دعوے رکھتے تھے۔ منشی محمد حسن خاں میر منشی رہتے تھے اور فی الحقیقت نہایت خوش صحبت۔ خوش اخلاق بامروت لوگ تھے۔ ایک دن دونوں صاحب الٰہی بخش خاں مرحوم کی ملاقات کو آئے اور تعارف رسمی کے بعد شعر کی فرمائش کی۔ اُنھیں اور لوگوں کی طرح یہ عادت نہ تھی کہ خواہ مخواہ جو آئے اُسے اپنے شعر سنانے لگیں۔ اگر کوئی فرمائش کرتا تھا۔ تو بات کو ٹال کر پہلے اُس کا کلام سن لیتے تھے شاعر ہوتا تو کہتے کہ کسی اور اُستاد کے دو چار شعر پڑھیے جو آپ کو پسند ہوں جب اُسکی طبیعت معلوم کرلیتے تو اُسی رنگ کا شعر اپنے اشعار میں سے سناتے۔ اسی بنیاد پر اُن سے کہا کہ آپ دونوں صاحب کچھ کچھ اشعار سنائیے۔ اُنھوں نے کچھ شعر پڑھے۔ بعد اسکے الٰہی بخش خاں مرحوم نے دو تین شعر وہ بھی اُن کے اصرار سے پڑھے اور ادھر ادھر کی باتوں میں ٹال گئے جب وہ چلے گئے تو مجھ سے کہنے لگے میاں ابراہیم! تم نے دیکھا؟ اور انکے اشعار بھی سنے [illegible] ہیں۔ کچھ حال ہی نہیں کھلتا کہ [illegible]! میاں مرزا [illegible]

سخن پردازی اور نکتہ یابی کی اتنی دہوم ہے اور اُس پر تماش بینی کے بھی دعوے
ہیں رنڈی تو ان کی مُنہ پر دو جوتیاں بھی نہ مارتی ہوگی۔ بھلا یہ کیا کہینگے اور کیا سمجھینگے۔
سلسلہ شاعری | چونکہ لطف کلام کے عاشق تھے اسلئے جہاں متاع نیک دیکھتے تھے نہ چھوڑتے
تھے زمانے کی درازی نے سات شاعروں کی نظر سے انکا کلام گذارنا تھا۔ چنانچہ ابتدا میں
شاہ نصیر مرحوم سے اصلاح لیتے رہے اور سید علیخاں غمگین وغیرہ اُستادوں سے بھی
مشورہ ہوتا رہا" (آب حیات) آخر میں کچھ روز اُستاد ذوق نے بھی اُنکی غزلیں دیکھیں
لیکن اس باب میں آزاد مرحوم کا یہ قول خالی از مبالغہ نہیں ہے کہ جو دیوان معروف اب
رائج ہے وہ تمام و کمال انہیں کا اصلاح کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ آبحیات کا یہ بیان بھی
قرین قیاس نہیں کہ "نواب مرحوم ضعف پیری کے سبب سے خود کاوش کرکے مضمون
کو لفظوں میں بٹھا نہیں سکتے تھے .... اس عالم میں استاد مرحوم کی جوان طبیعت
اور ذہن کی کاوش اُنکی فرمایش کے نکتے نکتے کا حق ادا کرتی تھی" کیونکہ اس عبارت سے
یہ مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے کہ معروف آخر عمر میں گویا ذوق کی غزلیں اپنے نام سے پڑھا
کرتے تھے حالانکہ اُنکی کہنہ مشقی سے یہ بات بالکل بعید نظر آتی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے
کہ آزاد کی شاگردانہ عقیدت مندی نے اُستاد ذوق کے تذکرے میں ایک سے زیادہ
موقعوں پر اس قسم کی کمزوریاں پیدا کردی ہیں مثلاً ظفر کی نسبت بھی ایسا ہی کچھ لکھا
ہے حالانکہ اُس قول کا غلط ہونا مسلّم ہے۔ ذوق نے معروف کی غزلیں بنائی ضرور
ہونگی لیکن یہ بنانا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ مثلاً ایک کہنہ مشق شاعر کسی دوسرے مشاق شاعر
کی غزل سنکر دو چار جگہ یہ کہے کہ اس موقع پر اس لفظ کی جگہ یہ لفظ ہوتا تو بہتر تھا
اور وہ بمقتضائے انصاف اگر اُسکے چند مشوروں کو تسلیم نکرے تو دو ایک کو قبول
بھی کرے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ آزاد کے سوا اور کل ارباب تذکرہ نے معروف کو
شاہ نصیر ہی کا شاگرد لکھا ہے اور ذوق کا کسی نے ذکر بھی نہیں کیا ہے مصحفی
اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ "الٰہی بخش خان معروف شاگرد نصیر در ایا مرکہ فقیر
تذکرہ بتقریب [illegible] تا با دبلکھنو گذر کرد ـ در کید و مشاعرہ صاحب عالم شریک

غزل طرحی نیز بود۔ بعد دو ماہ باز بشہر خود عود کرد"۔

معروف کی شاعری

معروف کی شاعری کو شعرائے دہلی کے طبقۂ متوسط کی شاعری کا نمونہ سمجھنا چاہیئے۔ شاہ نصیر کے شاگرد تھے اسلئے انکی اکثر غزلوں میں استاد ہی کا رنگ زیادہ تر پایا جاتا ہے۔ مثلاً

باندھی جو یار نے پئے عزم سفر کمر ۔۔۔ یہ روئے ہم ہوا وہیں ہوا پانی کمر کمر
کسطرح اسکو تار رگ جاں نہ باندھئے ۔۔۔ ہے اور وہ کبھی نہیں آتی نظر کمر
میں اس کمر کو کیونکہ رگ گل کہوں کہ ہو ۔۔۔ جو تار زلف حور سے باریک تر کمر
ڈرتا نہیں خدا سے، جو عالم کے قتل پر ۔۔۔ باندھی ہے تو نے اے بت بیداد گر کمر
مرنے سے غمزدوں کی تری کچھ عجب نہیں ۔۔۔ کوہ غم والم کی بھی ٹوٹے اگر کمر
اے شور حشر تو نے ہمیں پھر اٹھا دیا ۔۔۔ سیدھی ابھی تو کی تھی ذرا آنکر کمر
معروف کہکشاں کی کمربند سے کھلا ۔۔۔ باندھے ہوئے ہے چرخ سدا ظلم پر کمر

یاں تلک مانگا کہ آخر تھک گئی اپنی زباں ۔۔۔ اسنے لیکن بوسہ دینے کی نہ ہمکو دی زباں
دم میں آجائے عدو شیریں ہے وہ میری زباں ۔۔۔ کام میٹھے زہر کا کرتی ہے میٹھی زباں
کیوں نہ وہ طرار گل کترے نیا ہر بات میں ۔۔۔ صاف قینچی کیطرح سے چلتی ہے اسکی زبان
گرچہ اے قاتل کرے ہے سیکڑوں کا خون روز ۔۔۔ خشک ہی رہتی ہے تو بھی تیرے خنجر کی زباں
سنکے میرے شعر اے معروف وہ کہنے لگا ۔۔۔ دیکھنا اس شخص نے پائی ہے کیا اچھی زبان

جو سوز دل کی لکھوں اپنی داستاں ساری ۔۔۔ تو تیغ شاخ بنے جلکے انگلیاں ساری
وہ تفتہ دل ہوں گرے اشک گرم گر میرا ۔۔۔ کباب جلکے ہوں دریا میں مچھلیاں ساری
تڑپے ہے برق کسطرح پوچھے تو مت بتاکے تو ۔۔۔ منہ کو چھپا کے کھولدی کھولکے پھر چھپا کیوں

مرزا قادر بخش مرحوم صابر نے انکی شاعری پر بہت خوب رائے زنی کی ہے کہ "مدت مدید تک مشق سخن شاہ نصیر سے کی تھی لیکن طبیعت خداداد کی رہنمائی سے کشور سخن میں برخلاف استاد کے انہیں ایک اور راستہ صاف اور پاکیزہ ہاتھ لگ گیا" چنانچہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ مندرجہ بالا اشعار میں صفائی شاہ نصیر کے کلام سے کہیں زیادہ پائی جاتی ہے۔

حسن سبز کی تعریف میں سبزی کی مناسبت سے تسبیح زمرد نام ایک سوا ایک ردیف وار مطلع ان سے یادگار ہیں۔ اس تسبیح کی بھی ہر دانے میں شاہ نصیر کا رنگ اپنی سرسبزی کے عالم میں نمودار ہے ملاحظہ ہو۔

سبزہ رنگوں کی جو میں الفت میں آزاری ہوا ۔۔۔ خلط صفرا یا تنک بگڑا کہ زنگاری ہوا
حرف تلخ اب ترے منہ سے ہے نکلتا بیدھب ۔۔۔ سبزہ رنگ آج ہی تو زہر اگلتا بیدھب
سبزہ رنگ آگے بڑھا تو جو مرے سانپ سی رات ۔۔۔ کیا کہوں اُڑ گئے طوطے سے مری ہاتھ سے رات
دھیان میں یوں ہوں سبزہ رنگ کے غرق ۔۔۔ جوں نشے میں ہو کوئی بنگ کے غرق
بیٹھے بیٹھے سبزہ رنگوں کا جو یاد آتا ہے رنگ ۔۔۔ دن میں سو سو بار اپنا سبز ہو جاتا ہے رنگ
سبزہ رنگوں پہ نہ اپنا ہو کہیں جی مائل ۔۔۔ اس برس رنگ ہے نوروز کا سبزی مائل
آج یہاں کل وہاں گذرے یونہیں جگ ہیں ۔۔۔ کہتے ہیں سب سبزہ رنگ اس سے ہری جگ ہیں
یہ حالت غم میں ہے ان سبزہ رنگوں کی سبھی کی ۔۔۔ چمن میں زہر لگتی ہے مجھے آواز طوطی کی
سبزہ رنگوں سے مجھے صحبت رہی رات کی ۔۔۔ چاہتا ہوں ہر جگہ سرسبزی اپنی بات کی
سبزہ رنگ اس تیرے خط کہنے سے نادانی کھلی ۔۔۔ پستی چادر پہ کب سنجاف ہے دھانی کھلی
اس بڑاپے میں بھی کم ہو دینگے لہری ہمسے ۔۔۔ سبزہ رنگوں سے چینا کرتی ہے گہری ہمسے

مگر بقول استاد ذوق "اخیر میں کچھ بمقتضائے سن کچھ اس سبب سے کہ صاحبدل اور صاحب نسبت تھے خواجہ میر درد کی طرز میں آگئے تھے" چنانچہ اس طرز کی چھوٹی بحروں میں ان کی غزلیں سوز و گداز کی کیفیت سے مالا مال ہیں۔ سن لیجئے۔

آج میں اپنے جی سے درگذرا ۔۔۔ دل نہ پر عاشقی سے درگذرا
زخم پر زخم مت لگا اے چرخ ۔۔۔ میں تری اس ہنسی سے درگذرا
ہو گئے تم تو میرے دشمن جاں ۔۔۔ ایسی میں دوستی سے درگذرا
اُسکا خط مجھ مریضِ عشق کو دو ۔۔۔ نسخۂ بوعلی سے درگذرا

[illegible] کی نسبت [illegible] ہے کہ یہ لفظ انہوں نے بہور خاں آشفتہ شاگرد میر مہدی مائل سے [illegible] لیا تھا

آنکھ ٹک موندنے دے حیرتِ عشق
ایسی میں ٹکٹکی سے در گذرا

اُسنے کیں نیکیاں اپر معروف
تو نہ اپنی بدی سے در گذرا

عاشق کو قرار میں نہ مانوں
گر کہئے ہزار میں نمانوں

اس گلشن عمر میں دو بارا
پھر آئی بہار میں نمانوں

تو اور کرے کسی پہ الطاف
اے ظلم شعار میں نمانوں

دُنیا میں کسی سے ہوں موافق
یہ لیل و نہار میں نہ مانوں

عاشق ہو نہ بدگمان معروف
گر کہئے ہزار میں نہ مانوں

لاکھ ٹھہرالے ایک طرف
ایک اُس دل کی چاہ ایک طرف

کعبے میں مے پیا کئے ہیں یار
مسجد و خانقاہ ایک طرف

بات کا اپنے واں نباہ نہیں
دوستی کا نباہ ایک طرف

اک طرف بخشش اسکی اے معروف
میرے سارے گناہ ایک طرف

اب آخر میں انکے چند متفرق اشعار اور مطلعے درج کر کے ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں

ڈبو دیا ہے مجھے اس چشم تر کو کیا کوسوں
جلا دیا مجھے سوزِ جگر کو کیا کوسوں

نہ آنکھ بھر کبھی اُس مہر وش کو دیکھ سکا
وفورِ اشک و قصورِ نظر کو کیا کوسوں

دیا ہے اپنے سے ظالم کو اُسنے دل معروف
الٰہی اس بُتِ بیداد گر کو کیا کوسوں

مر گیا تیرا مریض غم مگر اچھا ہوا
یہ کبھی اچھا نہ ہوتا عمر بھر اچھا ہوا

یوں ہے دل زلف میں ہات اُس ستم ایجاد کے ہاتھ
صید جوں دام میں ہو دام ہو صیاد کے ہاتھ

باغ ہستی میں کھلا گل یہ نیا میرے بعد
عمر بھر سر وہ مرے ہونٹوں میں ملا میرے بعد

اُسکے جانے کی اگر کچھ بھی خبر رکھتے ہم
ایسے دیوانے نہ تھے گھر میں جو در رکھتے ہم

آپ جس وقت رقیبوں کی قسم کھاتے ہیں
ہم رقیبوں کے نصیبوں کی قسم کھاتے ہیں

کیسی بے رحمی خدا نے اسکے جی میں ڈالدی
بات رونے کی مرے سُنکر ہنسی میں ڈالدی

دیکھکر زلف راس جو شفقد کی کنتی ہی نسیم
جان یہ کسنے [illegible]

مے کے پینے سے تو ہر چند نیا ہی توبہ
پیر مغاں سے یہ مجل ہوں [illegible]

آہ وہ کون تہا خدا مارا | جس نے تجہسے مجہو لگا مارا
کردیا تہا اسکی حسن حیرت افزا نے یہ رنگ | بزم میں تصویر گویا میری جا ہتی میں تہا
کہتا ہے جب وہ ہنسکر ہو گریہ اختیاری | آتا ہی اور مجہکو بے اختیار رونا
دردِ سر ہو کیسے صندل لگا نیکا دماغ | اسکا کہنا اور لگانا دردِ سر یہی توہی
کچہ تو سمجہ لیا ہے جو اسکو دیا ہی دل | کیوں ناصحا عبث ہیں سمجہا ئی جائے ہے
تو ایک مجہسے کاتش وفا کو کہ بعد ازیں | مقدور کیا جو کوئی بجہے بیوفا کہے
واں زخم جگر پر بہی ترحم نہیں کرتے | کیا فائدہ پہاڑا جو گریبان کسی نے
ہائے اُس شوخ کا یوں روٹہ کے جانا معروف | اور یہ کہنا کہ نہیں اب نہ منائے کوئی
خرقِ عادت اپنے دیوانے کی دیکہ | جسطرف کو وہ چلے پتہر چلے
بعد مرنے کے ملی میری سیہ بختی کی داد | نعش کے ہمراہ وہ تہا موسر کہولی ہوئے
رو ٹہنے کو تو چلے روٹہ کے ہم اُس سے ولے | مڑکے تکتے تہے کہ اب کوئی منا کر لیجا ئے
معروف اب تو دیکہتے ہو تم ہمیں غریب | ٹک مُنہ لگائے یار تو پہر ہم کو دیکہئے

بابو آربند و گہوش

حال میں بابو آربند و گہوش کے واقعہ مفقود الخبری سے بعض خوشامدی اور نرم خیال اخبار وں کو وطن پرستوں کی توہین و تضحیک اور اپنے اظہار وفا داری کا ایک ایسا موقع حاصل ہوا ہی جسے پیش نظر رکہکر اُنہوں نے گروہِ احرار کی بار بار ہنسی اُڑائی اور اپنے زعم میں اُنہیں لاجواب کر دیا ہے۔ بابو آربند و گہوش نے پریس ایکٹ کے پاس ہو جانے کے بعد اپنے اخبار کرم یوگن میں پولٹیکل واقعات پر نوٹ لکہنا قطعی بند کر دیا تہا۔ کیونکہ خوشامد اور چاپلوسی سے خاموشی بہرحال بہتر ہے۔ اس پُر معنی خاموشی کو تہوڑے ہی دن گذرے تہے کہ دفعتاً انکی مفقود الخبری کا حال اخباروں میں شائع ہوا جسپر مختلف لوگوں نے مختلف پہلوؤں سے رائے زنی کی۔ اتفاق سے بابو صاحب کے غائب ہونے کے چند ہی روز بعد کرم یوگن پر ایک مقدمہ سڈیشن قائم

ہوگیا اور اس ضمن میں آربندو بابو کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہوا جسپر ٹریبون و اخبار عام لاہور نیز اودھ اخبار لکھنؤ نے چاپلوسی کے جذبہ سفلی کی تحریک پر بابو صاحب کو اخلاقی کمزوری کا مجرم قرار دیا اور لکھا کہ اُنہوں نے مقدمہ سڈیشن سے بچنے کے لیئے راہِ فرار اختیار کی ہے۔ حالانکہ ابھی تک یہی بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچی ہے کہ بابو صاحب وارنٹ کے ڈر سے روپوش ہوگئے یا خود گورنمنٹ نے ان کے غائب ہونے اور کسی خفیہ تجویز میں مصروف ہونے کے خوف سے خواہ مخواہ ایک ایسے پُرانے آرٹیکل کے متعلق مقدمہ سڈیشن قایم کر دیا جسکی نسبت ولایت کے تمام آزاد اخبار متفق ہیں کہ اُسے فتنہ انگیز قرار دینا پرلے درجے کی مضحکہ انگیز بات ہے۔ اگر پہلی بات سچ مانی جائے تو یہ لازم آتا ہے خفیہ پولیس کے اندر وطن پرستوں کی ایک دوسری خفیہ پولیس کی موجودگی تسلیم کیجائے جو بابو صاحب موصوف کو گورنمنٹ کے تمام ارادوں سے ۱۵ دن پہلے اطلاع پہونچا دینے پر قادر تھی۔ حالانکہ ایسا ہونا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ اور فرض کیجیے کہ آخر میں یہی بات سچ ثابت ہو کہ اُنہیں کسی نہ کسی طرح سے وارنٹ کی خبر ملگئی تھی اسلیئے وہ دیدہ و دانستہ روپوش ہوگئے تب بھی ہمارے نزدیک بابو صاحب کا یہ فعل ٹریبون یا اودھ اخبار کے سے بندگانِ خوشامد کی ملامت کا کسطرح مستحق نہیں قرار پا سکتا۔ کیونکہ بابو صاحب اسوقت وطن پرستوں کے مسلمہ رہنما ہیں اور ایک رہنما کے لیئے خطرے کی حالت میں دو ہی صورتیں ممکن ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ وہ تمام خطروں کا بلا کسی لحاظ کے مقابلہ کرے جیسا فخر ہند مسٹر تلک نے کیا دوسرے یہ کہ قومی کاموں کی تکمیل کے لیئے وہ کسی نہ کسی طور سے اپنی آزادی کو قایم رکھے جیسا کہ گھوش بابو نے کیا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پہلی صورت زیادہ پسندیدہ ہے لیکن دوسری صورت کو بھی کوئی شخص قابل ملامت نہیں قرار دیسکتا بشرطیکہ اسکی بنا محض خدمت وطن و حریت پرستی کے جذبات پر قائم ہو اور خوف کا اسمیں شائبہ تک نہو۔ اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ آربندو بابو کی نسبت خوف یا بزدلی کا گمان ایک ایسا گناہ کبیرہ ہے

جسکے مرتکب صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو خود تو مارے خوف کے ہر وقت اپنے اخباروں میں برٹش وفاداری کے راگ الاپا کرتے ہیں لیکن وطن پرستوں کے ہر فعل کی بڑی سختی کے ساتھ تنقید کرنے اور ان کی ذرا ذرا سی مصلحتی کمزوریوں کو بھی بزدلی سے موسوم کرنے میں صرف اسوجہ سے بیباک نظر آتی ہیں کہ پریس ایکٹ کی سختی نے وطن پرستوں کی نمائشی اور اسلئے ان بہادران بزدل کو [illegible] کے مقابلے میں ان کے جوابی حملوں سے قطعاً محفوظ کر دیا ہے۔ حال کی خبروں سے یہ پایا جاتا ہے کہ آرندو بابو یا تو ترکِ وطن کر کے فرانس چلے گئے ہیں یا نہیں تو عنقریب جانے والے ہیں۔ اب ہم اپنے بہادر دوستوں سے دریافت کرتے ہیں کہ آزادی بلکہ خدمت وطن کی خاطر اپنے بیوی بچوں عزیزوں اور قریبیوں مال و متاع وغیرہ سے حسرت ایک نا معلوم میعاد تک کے لئے قطع تعلق کر لینا کیا کچھ کم ایثار ہے۔ ہمارے نزدیک تو اسمیں اور حبس دوام بعبور دریائے شور میں صرف ایک فرق ہے وہ یہ کہ دریائے شور میں رہکر کوئی شخص وطن کی خدمت نہیں کر سکتا اور اس خود اختیاری جلاوطنی میں بہت کچھ ممکن ہے

ہم بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ اگر بابو صاحب نے ترکِ وطن کیا ہے یا اب کرینگے تو وہ محض مادر وطن کی خدمت کیلئے ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر گھوش بابو بزدل ہیں تو افواج عالم کے تمام وہ جنرل اور کمانڈر ان سے پہلے بزدل ٹھہرتے ہیں جو [illegible] وادوہ اخبار کے بہادر اور غیور اڈیٹروں کی صلاح پر کاربند ہونے کے بجائے اپنے رسالوں کی کامیابی کے لیئے اپنی حفاظت کو ضروری خیال کرتے ہیں اور جوشِ تہور سے مغلوب ہو کر پیادوں کی صف سے بھی آگے نکلکر آغاز جنگ ہی میں مقابل افواج کی صفوں پر مردانہ وار ٹوٹ نہیں پڑتے۔

ابھی سردفرین کا ایک طعن اور باقی ہے وہ یہ کہ جب وطن پرستوں کے تمام لیڈر ہندوستان کو چھوڑ کر جلاوطنی اختیار کرتے جاتے ہیں تو پھر ان دیوانوں اور خیال پرستوں کی کامیابی کس طرحپر بروئے کار آئیگی اس باب میں ہمارا جواب یہ ہے کہ قدرت کی مخفی طاقتیں

اور آنے والے واقعات کا علم نہ مجھکو ہے نہ اُنکو ہے نہ کسیکو تاہم اگر ہماری طلب صادق ہے اور ارادہ مستقل تو صرف ہمارے رہنماؤں کی جلاوطنی یا بے سروسامانی ہماری امیدوں کے یکقلم موہوم ہونے کی کسیطرح پر دلیل نہیں ٹھہر سکتی۔ جو شخص ان کی موجودہ آشفتہ حالی پر خندہ زنی کرتا ہی اُسے اول تاریخ عالم کو آنکھیں کھولکر مطالعہ کرنا لازم ہے۔ اگر مدت العمر از خود جلاوطن یا آوارہ گرد رہنے سے اہل اطالیہ کے نزدیک مزینی کی کوئی توہین نہیں ہوئی نہ وہ بزدل قرار پایا تو آربند وگھوش کی خود اختیاری جلاوطنی پر بھی حرف رکھنے سے کم از کم اہل ہند کو تو یقیناً شرمانا چاہئے اگر نوجوان ترکوں کو سالہا سال تک غریبی کس مپرسی اور ناچاری کی حالت میں بسر کرنے کے بعد بھی کامیابی کا روئے روشن دیکھنا نصیب ہوسکا ہے تو وطن پرستوں کے مقصد حریت کی نسبت ناکامی جاوید کا فتویٰ دینے کا کسیکو کیا حق حاصل ہی۔ ہم اپنے نرم دوستوں سے یہ نہیں چاہتے کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف خواہ مخواہ ہمارے ہمنوا ہو جائیں لیکن غالباً اتنا عرض کرنیکا ہمکو ضرور حق حاصل ہی کہ وطن پرستوں کا ذکر کرتے وقت اُنہیں انصاف اور تہذیب کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔

تبدیلی زمانہ کا حال ہمیں اچھی طرح معلوم ہی کہ جو لوگ کسی وقت میں نیشنلزم کا دم بھرتے تھے وہ اب نرم فریق سے بھی گذر کر سرد فریق میں شامل ہوتے جاتے ہیں مثلاً بابو موتی لال گھوش کلکتے میں انجمن وفاداران کی بنا ڈالنے پر آمادہ ہیں تو لالہ دینا ناتھ اپنے اخبار ہندوستان کی وفاداری کے متعلق انگریزی حکام کی سرٹیفکٹ پیش کرسکنے پر نازاں۔ خیر ہمیں ان لوگوں کے طریق عمل سے کچھ سروکار نہیں ہے وہ اپنی مصلحتوں کو خود ہی خوب سمجھتے ہونگے۔ پنجاب میں لالہ دینا ناتھ اپنے مسلمان حریفوں سے بھی زیادہ وفادار بنیں اور شوق سے بنیں لیکن کیا اسکا صرف یہی ایک ذریعہ باقی رہگیا ہے کہ آربندو بابو کی نسبت ہندوستان میں لکھا ہیں" کی جگہ "کہاں ہی" اور "مفقود الخبر ہیں" کے بجائے "بھاگتا پھرتا ہی" لکھیں

اگر اظہار وفا داری کے یہی طریقے ہیں تو ایسی وفا داری پر تف ہے اور ہزار بار تف۔

غالب کے ایک شعر کی شرح

جب ہم کسی شاعر کا شعر سنتے ہیں تو اُسکی ظاہری خوبی یعنی چستی بندش رعایت لفظی لطف ردیف اور دوسرے صنائع و بدائع پر نظر کر کے اُسکی تعریف کرتے ہیں لیکن معنوی لطافت اور واردات قلبی پر جو شعر کی جان ہے غور نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ عموماً شعرا زمانہ کی نا قدردانی کا رونا رویا کرتے ہیں اور اسی لیئے کہا گیا ہے کہ شعر گوئی آسان و شعر فہمی مشکل اور سچ بھی یہی ہے کہ آدمی اپنا ما فی الضمیر جس طرح چاہئے ظاہر کرے لیکن پرائے دل کا حال سمجھنا ایسا ہی دشوار ہے جیسا غیب کا حال معلوم کرنا غالب کہتے ہیں ؎

بیا ورید گر اینجا بود زباں دانے غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

اس شعر میں زباں داں سے اُن کی غرض رازداں سے ہے یعنی زبان داں تو بہت ہیں مگر کوئی ایسا سخن فہم بھی ہے جو میری باتوں سے میرا دلی منشا معلوم کر لے اور اُس سے متاثر ہو۔ اس طومار سے غرض یہ ہے کہ شعر کی معنوی خوبی کا سمجھنا حقیقت میں نہایت دشوار ہے اور یہ شعر بھی غالب کے شعر جسکے متعلق وہ خود فرماتے ہیں کہ ؎

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا جو میرے ایک بزرگ نے مجھ سے بیان فرمایا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ میں مع چند احباب دہلی میں مرزا غالب کی ملاقات کو گیا یہ وہ زمانہ تھا کہ مرزا قوت سماعت سے بے بہرہ ہو چکے تھے دوات قلم کاغذ ہر وقت سامنے رکھا رہتا تھا اور جو ملاقاتی آتے تب وہ اپنا مدعا لکھکر پیش کرتے تھے چنانچہ جسوقت ہم لوگ اُنکی خدمت میں پہونچے تو حسب عادت انہوں نے دوات قلم کاغذ آگے بڑھا دیا اور فرمایا۔ ارشاد۔ میں نے لکھا کہ ہم لوگ

آپکا کلام بلاغت نظام آپکی زبانِ فیض ترجمان سے سُننا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھکر فرمایا بہت اچھا اور اسکے بعد یہ غزل سُنانی شروع کی ؎

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا — کہتے ہیں ہم تجھکو مُنہ دکھلائیں کیا

اور جب یہ مقطع پڑھا کہ پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے۔ کوئی تبلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا تو فرمایا کہو کچھ سمجھے بھی ہم نے اس خیال سے کہ ہم جو سمجھے ہیں اگر وہ ان کا منشا نہوا تو ناگاہ بنیں گے) عرض کیا کہ مطلق نہیں سمجھے۔ اسپر مسکرا کر فرمایا ہاں نہیں سمجھے ہو گے سنو۔ ایک زمانہ ہوا جب وہاں گئے تھے۔ جانتے ہو کہاں؟ عرض کیا نہیں کہنے لگے اجی وہیں اپنے معشوق کے پاس مگر یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب ہم جیتے تھے یعنی جوان تھے سر پر بال تھے گھنی ہوئی ڈاڑھی تھی تنا ہوا سینہ تھا بھرے بھرے بازو تھے چمپئی رنگ تھا نگاہ اُٹھا کر دیکھتے تھے تو آنکھوں سے شعلے نکلتے تھے چلتے تھے تو در و دیوار دہلتے تھے۔ اسوقت کے گئے گئے پھر کب گئے؟ اب جبکہ آنکھوں میں نور دلمیں سرور نہ رہا رنگ کافور ہو گیا مُنہ پر جھریاں پڑگئیں کمر جھک گئی اُٹھتے ہیں تو تھرتھراتے ہوئے چلتے ہیں تو لڑکھڑاتے ہوئے زاہدوں کی طرح سر منڈوا ڈالا ڈاڑھی بڑھا دی اب ہمکو اس ہیئت کذائی میں دیکھکر پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے۔ کوئی تبلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔ فقط

شوکت بلگرامی

بیاض حسرت موہانی

(ماخوذ از مختارِ اشعار[۱] یعنی انتخاب دیوان میر تقی میر از نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی)

حالِ دل میرؔ کا رو رو کے سب اے ماہ سنا — شب کو القصہ عجب قصۂ جانکاہ سنا

آتی ہے خون کی بو دوستی یار کے بیچ — جی لیے ان نے ہزاروں کی یونہی پیار کے بیچ

غافل ہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ — حالانکہ رفتنی ہیں سب اس کارواں کے لوگ

کیا سہل جی سے ہاتھ اُٹھا بیٹھتے ہیں ہائے — یہ عشق پیشگاں ہیں الٰہی کہاں کے لوگ

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم — القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

(ناتمام)

[۱] تیرہ سو اشعار اور نواب عماد الملک کا انتخاب دیکی نسبت سونے پر سہاگے کی مثل صادق آتی ہے۔ مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی پروفیسر نظام کالج نے صاحب موصوف کی اجازت سے چھپوایا ہے قدردانان سخن ۸ر میں اُسے طلب کرکے منتفع ہوسکتے ہیں۔ پتہ حیدرآباد دکن نظم کالج سے ملتا ہے

مشاہدات زندان

الہ آباد سنٹرل جیل میں چکی کی مشقت سب سے زیادہ سخت ہے کیونکہ وہاں رام بانس یا ہاتھی چنگاڑ کوٹنے کی مشقت موجود ہی نہیں ہے جو چکی سے بھی بدتر سمجھی جاتی ہے اور جس کی نسبت دہلی جیل میں یہ شعر قیدیوں کی زبان زد ہے کہ ... کوئی کسی کا یار نہیں۔ رام بانس کی کڑی مشقت چکی سے انکار نہیں۔ راقم حروف کو حال میں حکام جیل کی بدولت نہایت ہی طویل مدت قید بامشقت میں بسر ہوئی۔ قاعدے کی رو سے فی قیدی ۱۵ سیر کے حساب سے دو قیدیوں کو ۳۰ سیر غلہ پیسنے کو ملنا چاہیے لیکن الہ آباد میں ۳۰ سیر کے بجائے ۴۰ سیر پسواتے ہیں جسکے عوض میں بسا اوقات پہر دو یا تین دن رہائی کے دیے جاتے ہیں لیکن طبعاً اس حصے میں کوئی قصور اس غیر سرزد ہو جائے جس سے پیشی کی نوبت آجائے اور لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ قیدی جب کوئی جیل کا جرم کرتا ہے تو اسے وارڈ سزا کے لیے سپرنٹنڈنٹ کے روبرو پیش کرتا ہے اسکا اصطلاحی نام پیشی ہے جس کی عجیب عجیب وارداتیں تقریباً ہر روز چکی خانے میں پیش آتی رہتی تھیں۔ اگر شام میں پسے ہوئے آٹے کا وزن چالیس سیر سے چھٹانک آدھ پاؤ بھی کم ہو جائے تو پیشی۔ اگر آٹا ذرا بھی موٹا رہ جائے تو پیشی۔ اگر آٹے میں ذرا بھی مٹی یا پانی ملائے جانے کا شبہ ہو تو پیشی۔ مٹی یا پانی ملائے جانے کا معاملہ اس طور پر ہے کہ بعض قیدی کافی خوراک نہ پانے کے سبب سے مجبوراً کچا غلہ چبا جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور بعد میں آٹا پورا کرنے کے لیے گیہوؤں میں مٹی اور جوار یا چاولوں میں پانی ملا دیتے ہیں۔ جو لوگ نہیں کھاتے انہیں بھی کچھ نہ کچھ ملانا ضرور پڑتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ آٹا پیسنے کے دوران میں کچھ تو چکی میں رہ جاتا ہے اور کچھ اڑ کر ہوا میں مل جاتا ہے کچھ پیسنے والوں کے بدن پر پسینے کے ساتھ جم جاتا ہے۔ داروغہ صاحب علانیہ فرماتے ہیں کہ جو چاہو کرو مگر آٹا پورا دو ورنہ ہم پیشی کر دیں گے چنانچہ چکی خانے کا برقنداز بھی ڈر کے مارے خود ہی قیدیوں کو مٹی چھپا کر لے آنے کی اجازت دے دیتا تھا۔ ایک روز ایک بدطینت قیدی کی برقنداز سے اس بنا پر کچھ جھٹ ہو گئی تھی کہ برقنداز نے اسے غلہ چرا کر لے جانے نہ دیا تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قیدی نے جمعدار کو بلایا اور کہا کہ برقنداز پانی ملواتا ہے۔ قسمت کی خوبی دیکھئے کہ سب سے پہلی چکی میری ہی تھی جس کے پاس ہی میرا ساتھی بضرورت یعنی غریب آدھ پاؤ یا پون پاؤ کے پانی ملا رہا تھا۔ مجھکو اس واقعہ کی خبر

نہ تہی کیونکہ عام طور میں روزانہ غلہ پیسنے کے بعد چکیوں کے جانب پشت جاکر زمین پر لیٹ رہا کرتا تہا اور آٹے کا جہاڑنا اور تھیلی میں بہرنا وغیرہ اپنے ساتہی پر چھوڑ دیا کرتا تہا۔ ہنگامہ برپا ہونے پر میں نے بہی دیکہا تو معلوم ہوا کہ میرا ساتہی گرفتار ہے اگر اسکے پاس یا میرے پاس کچہ پیسے دفعدار کو دینے کے لیئے ہوتے تو معاملہ رفع دفع ہوجاتا لیکن چونکہ ہم دونوں نادار تہے اسلیئے پیشی ہوئی اور کچا غلہ کہا جانے کے الزام میں تین دن رہائی ضبط ہوگئی سپرنٹنڈنٹ صاحب کی مُسکراہٹ سے یہ صاف ظاہر ہوتا تہا کہ انہیں میری نسبت غلہ کہانیکا گمان نہیں ہے لیکن اصُول جیل کے مطابق کسی ماتحت کے پیش کرنے پر سزا کا دینا لازمی تہا ورنہ اسکی سُبکی ہوتی۔ میرے متعلق پیشی کا یہ دوسرا واقعہ تہا پہلا واقعہ اس سے بہی زیادہ دلچسپ ہے۔ چکیاں عموماً اسقدر وزنی ہوتی ہیں کہ ایک شخص کو اُسکے اوپر کا پاٹ اُٹہانا بہی مشکل ہوتا ہے اسلیئے دو شخص ایک چکی پر آمنے سامنے کہڑے ہوکر پیستے ہیں اور اگر برابر پیسے جائیں تو صبح چہ بجے سے لیکر سہ پہر کے تین بجے تک غلہ پس جاتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں پیسنے والے برابر زور لگائیں۔ میری نسبت وارڈر کو یہ گمان تہا کہ اسسے چکی نہ پس سکیگی لیکن جب دوسرے دن برقنداز سے دریافت کرنے پر اُسنے معلوم کیا کہ میں نے پیٹ بہی دو ... کام وقت مقررہ سے پہلے ہی ختم کردیا تہا تو اُسے یقین نہ آیا اور برقنداز سے الٹی باتیں کیں جنسے اُسنے اپنی سمجہ کے مطابق یہ نتیجہ نکالا کہ میری نسبت وارڈر کا منشا یہ ہے کہ اسکی پیشی ہوجائے۔ چنانچہ تیسرے دن اُسنے مجہے سب سے خراب چکی دی اور میرے جوڑیدار کو سمجہا دیا کہ تم ڈہیل دیدینا تمہیں ہم پیشی پر نہ بہیجینگے۔ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ دس سیر غلہ باقی رہگیا۔ قاعدے کے مطابق ہم دونوں کی پیشی ہونا چاہیئے تہی لیکن حسب قرارداد سابق صرف میری پیشی ہوئی اور دو دنکے لیئے رات کو ہتکڑیاں ڈالنے کی سزا تجویز ہوئی میں چاہتا تہا کہ سپرنٹنڈنٹ سے سب حال کہدوں لیکن برقنداز کو میٹی اُتار کر زدوکوب پر آمادہ پاکر میں نے خاموشی اختیار رکی اور معاملے کو خدا کے سپرد کیا۔ فقط (باقی آیندہ)

تنقید رسائل و کتب

(۱) **صدائے عام دہلی** | بابت ماہ مئی میں حضرت محشر لکھنوی کے چند نہایت پسندیدہ مطلع شائع ہوئے ہیں جنہیں سے تین مطلع بطور نمونہ درج ذیل ہیں

پیکاں کی شکل میں نگہ آشنا ملی — کمبخت دلکو اپنے کئے کی سزا ملی

آئینے اور شانے کو ہمدم بنا چکے — اُٹھئے حضور گیسو برہم بنا چکے

اب تو یوں دل کا داغ جلتا ہے — جیسے اندھا چراغ جلتا ہے

ہندوستان لاہور | بابو آربندو گھوش کی نسبت لالہ دینا ناتھ صاحب اڈیٹر ہندوستان کی گستاخی تحریر کا نمونہ ہم کسی دوسری جگہ دکھا چکے ہیں لالہ صاحب سے ایک حرکت اس سے بھی زائد سفیہانہ سرزد ہوئی ہے وہ یہ کہ اُنہوں نے ایک دوسرے نیشنلسٹ یعنی مجبوس و مجبور شیخ ضیاء الحق اڈیٹر پیشوا کو بیدست و پا و بے یار و مددگار سمجھکر غالباً کسی ذاتی بغض و عناد کی بنا پر بلا تحقیق و ثبوت "مخبر و بد باطن" قرار دیدیا ہے۔ آپنے پہلے تو ایک نوٹ میں یہ لکھا کہ شیخ صاحب نے ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور کو ایک درخواست دی لیکن پھر کسی دوسرے پرچے میں بمصداق دروغگو را حافظہ نباشد، یہ لکھا کہ اُسنے تخلیہ میں کہا۔ اور اپنی بد باطنی سے کئی بیگناہ ہندوؤں کو پھنسانا چاہا" لالہ صاحب کیا خفیہ پولیس کے کوئی آنریری افسر ہیں یا علم اشراق کے ماہر جنہیں ضیاء الحق کے دل کا حال اور ڈپٹی کمشنر سے انکی خفیہ گفتگو کا راز ایسی آسانی سے معلوم ہو گیا۔ سڈیشن کی بیخکنی پر گورنمنٹ کی مستعدی کو دیکھتے ہوئے یہ بات کسیطرح قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ شیخ صاحب افشائے راز پر آمادہ ہوں اور حکام انکی نہ سُنیں۔ افسوس کہ شیخ صاحب کا قلم اسوقت آزاد نہیں ہے ورنہ لالہ صاحب ایسا جواب پاتے کہ انہیں عمر بھر یاد رہتا۔

(۲) **تذکیر و تانیث** | جانشین امیر مینائیؒ حافظ جلیل حسن صاحب جلیل نے اس رسالے میں سات ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث مع اسناد دیکر اردو زبان پر بڑا احسان کیا ہے تذکیر و تانیث پر اسوقت تک جتنے رسالے شائع ہوئے ہیں ان سب سے یہ رسالہ بہر صورت بہتر ہے پھر بھی بمقتضائے بشریت چند غلطیاں رہگئی ہیں جنکی نسبت ہمکو اُمید ہے کہ طبع ثانی میں ضرور صحیح کردیجائینگی مثلاً اپیل۔ سوار (دریائی گھاس) قمیص۔ منجدھار۔ مونگ اور ہمزہ کو مذکر لکھا ہے۔ حالانکہ یہ سب لفظ مونث ہیں یا استثنا در جلترنگ۔ جنگ ضمیر (کانشنس) کو مونث لکھا ہے حالانکہ یہ الفاظ مذکر ہیں۔ سند کے لیئے فرمائشی اشعار کا لکھوانا بھی مناسب نہ تھا۔

غزلیات حسرت موہانی نوشتۂ زندان فرنگ

اور تو پاس مرے ہجر میں کیا رکھا ہے
اک ترے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے

دل سے ارباب وفا کا ہے بھلانا مشکل
ہم نے یہ انکے تغافل کو سنا رکھا ہے

تم نے بال اپنے جو پھولوں میں بسا رکھے ہیں
شوق کو اور بھی دیوانہ بنا رکھا ہے

سخت بیدرد ہے تاثیر محبت کہ انہیں
بستر ناز پہ سوتے سے جگا رکھا ہے

آہ وہ یاد کہ اس یاد کو ہو کر مجبور
دل مایوس نے مدت سے بھلا رکھا ہے

کیا تامل ہے مرے قتل میں اے بازو یار
ایک ہی وار میں سر تن سے جدا رکھا ہے

حسن کو جور سے بیگانہ نہ سمجھو کہ اسے
یہ سبق عشق نے پہلے ہی پڑھا رکھا ہے

تیری نسبت سے ستمگر ترے مایوسوں نے
داغ حرماں کو بھی سینے سے لگا رکھا ہے

کہتے ہیں اہل جہاں درد محبت جسکو
نام اسی کا دل مضطر نے دوا رکھا ہے

نگہ یار سے پیکان قضا کا مشتاق
دل مجبور نشانے پہ کھلا رکھا ہے

اسکا انجام بھی کچھ سوچ لیا ہے حسرت
تو نے ربط انسے جو اسدرجہ بڑھا رکھا ہے

دل کو تری دزدیدہ نظر لیکے گئی ہے
اب یہ نہیں معلوم کدھر لیکے گئی ہے

اس بزم سے آزردہ نہ آئیگی محبت
آئین وفا مد نظر لیکے گئی ہے

جب لیکے گئی ہے ہمیں تا کوئے ملامت
مجبوری دل خاک بسر لیکے گئی ہے

پہلے ہی سے مایوس نہ کیوں ہوں کہ دعا کو
قسمت مری محروم اثر لیکے گئی ہے

اللہ ری کافر ترے اس حسن کی مستی
جو زلف تری تا بکمر لیکے گئی ہے

مغموم ہو خاطر حسرت کہ تلک تک
[illegible] مصروف [illegible] لیکے گئی ہے

غزل جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی مدظلہ العالی

رسوا ہوئے بغیر نہ ناز بتاں اٹھا
جب ہو گئے سبک تو یہ بار گراں اٹھا

معنی میں کر تلاش معاش دماغ و دل
حیواں صفت نہ لذت کام و دہاں اٹھا

یا آنکھ اٹھا کے چشم فسوں ساز کو نہ دیکھو
یا عمر بھر مصائب دور زماں اٹھا

اُس انجمن میں جائیے اب کس امید پر
ہم بیٹھنے نہ پائے کہ وہ بدگماں اُٹھا

بے یار دوست عمر گرامی نہ صرف کر
اس گنج شائگان کو نہ یوں رائگاں اُٹھا

کرنے لگیگا حوصلہ ہر ناکس و سفیہ
ہوگا غضب جو قاعدۂ امتحان اُٹھا

وصل و فراق وہم سہی دل لگی تو ہے
پھر ہم کہاں جو پردۂ راز نہاں اُٹھا

پروانہ کی تپش نے خدا جانے کان میں
کیا کہدیا کہ شمع کے سر سے دھواں اُٹھا

غزل جناب ضا علی صاحب وحشت (متوطن کلکتہ)

یقین نامرادی پر بھی حالت ہے وہی دل کی
تمہیں سے چاہتا ہوں داد اپنی سعی باطل کی

توجہ کے جو قابل ہو حقیقت کیا مرے دل کی
تری برق نظر کو جستجو ہے کسکے حاصل کی

کیا ہے مجھکو بیحس تونے اے افسردگی دل کی
نہ غم ہے بُعد منزل کا نہ عشرت قرب منزل کی

کہا کس نے کہ پابند ادب اے شوق ہو جانا
یہی آخر ہوا۔ دل میں تمنا رہ گئی دل کی

تلاطم تھا بہت، موجیں بہا کر لیگئیں مجھکو
وگرنہ آرزو تھی کس قدر دشمن کو ساحل کی

مری ہستی کی کیا ہستی، و لے اے دیدۂ بینش
ذرا رنگینیاں تو دیکھنا اس نقش باطل کی!

قدم اُٹھتے ہیں بیتابانہ نظر بھی ہے بیاباں میں
خبر دیتی ہے خود بیتابیٔ دل قرب منزل کی

بچانا چشم بد سے اے خدا اس شمع محفل کو
نظر پڑتی ہے اُس پر ہر طرف سے اہل محفل کی

ہمارا نالۂ موزوں ہے جسکو شعر کہتے ہیں
غزل کی شکل میں ہوتی ہے وحشت گفتگو دل کی

غزل جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی

نوید وصل کاش آجائے مرگ ناگہاں ہو کر
مزا جب ہے کہ ملئے بے نشاں سے بے نشاں ہو کر

سنا اک شور گزرے مقبروں میں ہم جہاں ہو کر
بہت کچھ کہہ گیا سبزہ مزاروں کا زباں ہو کر

کہاں کے حضرت یوسف کدھر کے قافلے والے
اسی رستے سے گزرے ہیں ہزاروں کارواں ہو کر

نظر میں اُسکے بھی عالم خزاں کا پھر گیا شاید
بہت روئی لحد پر شمع تربت گلفشاں ہو کر

مرے حوروں پہ زاہد یاں جوانی زندگانی ہے
ہم اسپر مرتے ہیں جائینگے جنت میں جواں ہو کر

اُگا ایوان کسریٰ کے در و دیوار پر سبزہ
بہار آئی ہے اس اجڑے ہوئے گھر میں خزاں ہو کر

رُلائیگی لہو یاد جوانی ہم کو پیری میں
بہار زندگانی رنگ لائے گی خزاں ہو کر

پتنگے جل چکے اب آئی ہے باری چراغوں کی — اڑے جاتے ہیں یہ آتش کے پرکالے دھواں ہوکر
بتوں کو بتکدے میں دیکھکر اللہ یاد آیا — خدا کی شان دیکھو ہم کہاں پہنچے کہاں ہوکر
بہار شمع سے جب بزم میں گلشن کا عالم تھا — پر پروانہ اڑتے ہیں وہاں برگ خزاں ہوکر
رٹا کرتا تھا کیوں مجنوں مری لیلے مری لیلے — ملی لیلے تو اب منہ تک رہا ہے بیزباں ہوکر
قلم ہی واسطی ہے اور میں بھی واسطی شوکت — قیامت ڈھائیں گے محفل میں دونوں ہمزباں ہوکر

ازجناب ثاقب مدیر فن پارسی ۔ در نعت شریف

عالم میں کوئی آپ سا اب دلستاں کہاں — یہ خلق، یہ کلام، یہ حسن بیان کہاں
جب تک نہو حضورؐ کی الفت میں خیر جاں — ملتا ہے ذوق عشق نہیں رائگاں کہاں
اے رہرواں وادیِ سلمی بڑھے چلو — کیا دیکھتے ہو دور گیا کارواں کہاں
مخصوص ہے یہ چشم ملائک کے واسطے — خاکِ درِ حبیب کہاں آسماں کہاں
پھر آئی نغمہ ریز نسیم دیارِ دوست — اب میرے دل میں صبر و سکون کا نشان کہاں
ہم باریابِ کوچۂ محبوب ہی نہیں — اے عشقِ فتنہ زا تری بیتابیاں کہاں
کس کی گلی ہے! جاں یہاں نذر کیجئے — لائے ہیں آپ دیدہ و دل ارمغاں کہاں
پھر رنگ لائیں بادۂ وحدت کی مستیاں — میرے حضورؐ آپ سا پیرِ مغاں کہاں
ثاقب انہیں کے ساتھ گئی گرمیِ سخن — حسانِ ہند محسن خلد آشیاں کہاں

غزل جناب احسن مارہروی اڈیٹر فصیح الملک مارہرہ

وہ کون ہے جسے یہ قلق یہ الم نہیں — ایک آپ کو مگر مرے مرنے کا غم نہیں
رہتا ہے دور تیری عنایت سے اور کون — کس پر کرم نہیں ہے مجھی پر کرم نہیں
مانا کہ آسکے گی زباں تک فغانِ دل — لیکن یہاں تو ضعف سے اتنا بھی دم نہیں
تہذیب عشق یہ ہے کہ وہ ہم پہ کریں ستم — اور اُن سے ہم کہیں یہ کرم ہے ستم نہیں
دو تم زبان وصل کی لیکن نہ دو فریب — کھاؤ قسم مگر کوئی جھوٹی قسم نہیں
پہچان کر مجھے یہ کہا ہل نہ سکیئے — کہتے ہیں وہ کہاں سے تو واقف ہی ہم نہیں
کرتا ہے دل جو عرض اسے سن تو لیجئے — ڈرتے نہیں سفارش لطف و کرم نہیں

ہم کچھ نہ لکھ سکیں گے تری شان کے خلاف | تجھسا زبان دراز ہمارا قلم نہیں
احسن کھڑے ہوئے ہیں وہ خنجر لیے ہوئے | بے وجہ میری گردن تسلیم خم نہیں

غزل جناب ذاکر حسین صاحب انجم غازیپوری

اسطرح رنگ حسن میں ڈوبے چمن کے پھول | گلشن میں عندلیب ہی آئی ہے بن کے پھول
غافل ریاض شیخ کا پھل ہے ہوائی خلد | کیا دل فریب ہیں شجر مکر و فن کے پھول
یہ پانچے یہ بیل یہ کلیوں کی شوخیاں | ای رشک گل غضب ہیں تری گلبدن کے پھول
ہر رنگ میں ہے اسکی نزاکت کی اک بہار | خنجر نہیں ہے ہاتھ میں ہے تیغ زن کے پھول
ہر داغ دل ہے گریۂ ماتم سے آبدار | انجم شگفتہ ہیں مرے زخم کہن کے پھول

غزل جناب تفضل حسین صاحب فطرت متوطن کلکتہ

آپ میں گو بیخودی سے گاہ گاہ آتا ہوں میں | ہوش کو لیکن عدم سے ڈھونڈھ کر لاتا ہوں میں
کیا دکھاؤں جلوۂ موج چمن کا آئینہ | دیکھتا ہی دیکھتا جب خود ہی رہ جاتا ہوں میں
ہوں خراب چشم اور طاقت نظارے کی نہیں | بندۂ ساقی ہوں اور پینے سے شرماتا ہوں
دل تو کب کا جل چکا سوز نہاں شوق سے | ہائے اسیر بھی فریب آرزو کھاتا ہوں میں
بیخودی انگیز تھا فطرت ترانہ میر کا | پھر جو یاد آتا ہے وہ چپکا سا رہ جاتا ہوں میں

غزل جناب شیخ تجمل حسین صاحب بیمار نبیرہ عیش مرحوم لکھنوی

دیکھ تو کعبے سے کیسا ابر خوش منظر اٹھا | تو بھی اب ہاں ساقیا پیمانہ و ساغر اٹھا
ہمسے بیماروں پہ مشق ظلم و جور اتنی نہ کر | دیکھ ظالم کچھ خدا سے ڈر نہ اتنا سر اٹھا
لگ گئی محنت ٹھکانے اب مریض عشق کی | آج وہ بالیں سے اسکی آہ اک بھر کر اٹھا
نازکی مانع ہوئی محروم لاکھوں پھر گئے | یہ مری خوش قسمتی جو آپ سے خنجر اٹھا
شب کو رو رو کر دلکو یوں ہمیشہ سمجھاتا رہا | بار الفت اٹھ سکے جب تک دل مضطر اٹھا

از جناب امام خانصاحب نوشہروی

دل پہ ہر چند ستم روز نیا ہوتا ہے | ہم نہ دردوں سے کب ترک وفا ہوتا ہے
درد ہوتا ہی نہیں ٹیس کبھی اٹھتی ہے | آج رہ رہ کے مرے دل میں یہ کیا ہوتا ہے
وصل کے نام پہ غصہ کے وہ ہوتے ہیں امام | کیا خبر مجھکو کسے کہتے ہیں کیا ہوتا ہے

چمک ہی یہ کچھ اسکے دوپٹے کی کنار میں
نظر جوں برق آوے دامن ابر بہاری میں

بہت سے عاجز آئے ہیں بھلا صاحب ہیں کبتک
مزاج عالی سرکار کی ہم پاسداری میں

مجھے کہنے لگے وہ پیار میں آکر اگر بس ہو
تو تجھکو موند رکھوں ایک ننھی سی پٹاری میں

جو کہتا ہوں بھلا جاگا کروں را تونکو میں کبتک
تو کہتا ہے رہا کر اور ابھی امیدواری میں

کفالت رزق کی کس سے کسیکی ہو سکے آتش
صفت مخصوص ہے یہ تو فقط اس ذات باری میں

ستم او رناز خوش ہے صنما و لے نہ چنداں
کہ برے فلک سے گذری یہ صدائے دردمنداں

فلک البروج پر سے کہیں سب ملائک آمین
نہ اثر ہو کسطرح سے بدعائے مستمنداں

بکمال فضل و دانش یہ تعجب ہے کہ آتش
غلطی پہ تو مصر ہو بمثال خود پسنداں

توڑونگا خم بادہ انگور کی گردن
رکھدونگا وہاں کاٹکے اک حور کی گردن

خود دار کی بن شکل الف ہوگئے انا الحق
نت چاہئے ہیں اک نئی منصور کی گردن

اُچھلی ہوئی ورزش سے نرے ڈنڈ پہ مچھلی
ہے نام خدا جیسے سقنقور کی گردن

نت عاشقی کا مزا ہے کہ پڑی ہو
گردن پہ مرے اُس بت مخمور کی گردن

بیٹھا جو جہاں پاس سلیمان کے آصف
واں کیوں نہ جھکے قیصر و فغفور کی گردن

اے مست یہ کیا تجھسے خشت سر خم سے
کیوں توڑنے صراحی کی بھلا چور کی گردن

حاسد تو ہی کیا چیز کرے قصد جو آتش
تو توڑ دے جھٹ بلعم باعور کی گردن

نرگس نے پھر نہ دیکھا جو آنکھ اُٹھا چمن میں
کیا جانے کس نے کس سے کیا کر لیا چمن میں

ہے ہے بھریری لے لے تیرا یہ کہتے جانا
چلتی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی کیا ہی ہوا چمن میں

میں صدقے اُسکے آتش مجھکو جو کر اشارا
مہدی کی ٹیٹونکی اوجھل چھپا چمن میں

ہے نہاں لطف و کرم چیں جبیں کی تہ میں
ہاں ڈھبی صاف ہے اک اُنگلی نہیں کی تہ میں

قافلہ نجد سے گذرا تو لگا اُٹھنے وہیں
درد سا ایک دل ناقہ نشیں کی تہ میں

آج عاشق کو ترے قبر میں رکھنے میں لوگ
دفن اک زلزلہ ہوتا ہے زمیں کی تہ میں

اُسکے کوچے سے صبا آئی تو یاں اُٹھنے لگی
اک بھریری سی رگ جان حزیں کی تہ میں

جب ہو میں پریاں ہوا کھانیکو گھڑیاں باغ میں
خود بخود بجنے لگیں غنچوں کی گھڑیاں باغ میں

نوعروسانِ چمن کا دیکھیے گا اختلاط
خوب سے ہم تم گلے مل مل کے باہم روئے جب
دیکھکر سوسن کی رنگت دھیان بنے خیرہ گئیں
اب تو انشا اس غزل کا قافیہ تنگ آگیا

چل رہی ہیں خوب سی پھولوں کی چھڑیاں باغیں
تو عجائب لگ گئیں کچھ سن کی جھڑیاں باغیں
ان پریزادوں کی وہ مستی کی دھڑیاں باغیں
تو اٹھے اور ہی موتی کی لڑیاں باغیں

بس ہو چکے آغشتہ بخون دست و گریباں
لاکھوں کے ہیں اس بادہ گلگوں کی بدولت
یوں چاہیے آپس میں نہ اک آن جدا ہوں
بے شغل رہیں دست و گریباں تو دلا میں
ہے قوتِ ایجاد دے اوہاں یہ انشا

ہو مجھسے نہ اے دیو جنوں دست و گریباں
تر دامن و آغشتہ بخون دست و گریباں
اے ولولۂ شورِ جنوں دست و گریباں
حاشا کہ پھر انکو نکھوں دست و گریباں
یا معرکۂ عشق میں قیلوں دست و گریبان

کہہ بیٹھے صاف اس سے یہ دل جس سے نہ ہو اتو
حاضر یہ کتابیں ہیں انہیں دیکھئے ہرگز
انشا کو بھی دے ڈال نہ اے عیسیٰ مریم

دے داؤ نہ برو ہوا تجھو ہو ہوا ہو
دلکا جو ستانا کسی ملت میں روا ہو
گر کچھ مرضِ عشق کی تجھ پاس دوا ہو

لہرا دیا صبا نے جو کل سبزہ زار کو
کچھ لگ ہاسے ابر سفید و سیاہ و سرخ
شاداب ہوا سے یہ چاہا کہ سبز کئے
ہم مشرب اپنے چند جواں ہیں سو پہر پر
القصہ پھر تو بیچ میں لا کر ملا دیا
بولی یہ عندلیب کہ باقی کچھوڑ یو

دو دہیں گھٹا نے گھیر لیا چشمہ سار کو
مستانہ جھوم جھوم سے چلے کوہسار کو
محبوس کو جو رگِ گل میں بہار کو
تشریف لے گئے بطرف کے شکار ہو
زور آور بہار لے انشا سے یار کو
ایسے سمیں میں خواہشِ بوس و کنار کو

چھیڑنے کا تو مزہ تب ہے کہو اور سنو
یہ بھی انصاف ہے کچھ سوچو تو اپنی دلیں
اینٹو کچھ اتنے خفا ہو کہ کہو ہو مجھسے
بات میری جو نہیں سنتے اکیلے مل کے
شکوہ مند آپ سے انشا ہو سو اسکا کیا دخل

بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو
تم تو سو کہہ لو مری کچھ نہ سنو اور سنو
ہے قسم تمکو مرا نام نہ لو اور سنو
ایسے ہی ڈھب سے سناؤں کہ سنو اور نہ
تم نہ لو تو کہیں چپکے چپو اور سنو

اپنی پھر کیو بہاری چلے ٹک سن و رہو / گر رکھو اپنا کسیکو یا کسیکے ہو رہو
صاحبو میری سفارش کوئی اُنسے مت کرو / دیکھو تو ہونا ہی کیا آخر کو چکیے تو رہو
میرے ہی سر کی قسم ہی نام جانیکا نہ لو / مجھکو پیٹو آج اگر تم اپنے گھر جاؤ رہو
اب جوان فضل الٰہی ہو چکے کیا ڈر نہیں / آؤ بیٹھو کھیلو کودو لوٹو پوٹو سو رہو
دوستو انشا کی رونیکو نہ دیکھو آنکھ کھول / پھوٹ بہنے دو کہیں دلکے پھپھولے کو رہو

دے ایک شب کو اپنی مجھے زرد شال تو / ہی مجھکو سونگھنے کی ہوس سو نکال تو
صدقے میں اُس گھڑی کے نشے میں و جب کہے / چلتا ہوں پاؤں پر مرے بازو سنبھال تو
اتنا ہی تو گلے نہ پڑا انشا اب اسکے بس / کہتا ہوں سوچ کیل ذرا دیکھ بھال تو

اس شعلہ رو کو ہوئے جب آہنگ آئینہ / سیماب وار اُڑنے لگے رنگ آئینہ
مجرم ہوں اسقدر کہ کہے ہی مری مثال / کیا دیکھتا ہے آئینہ اے تنگ آئینہ
انشا پھر آج طوطی خوش نغمہ کے مثال / درپیش ان لبوں سے ہوئی جنگ آئینہ

پرچھائیں اپنی چال کی ٹک منہ کو موڑ دیکھ / گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ
میں نے کہا کہ عشق کو اب چھوڑتا ہوں خیر / بولا کسے سناوے ہی اچھا نہ چھوڑ دیکھ
جوڑی جو اُن نے مجھسے تو توڑی رقیب سے / انشا تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

تو بجہے مجھسے لگا کہنے کہ چل ہٹ کے پرے بیٹھ / یوں بجہے مجھسے لگا شان جتانے نہ ارے بیٹھ
کیسا ہی ملا کیوں نہ وہ بیٹھا ہو مرے پاس / کہتا ہوں یہی اُس سے کہ ملکا دردرے بیٹھ
انشا کہیں ہنس بول مراجی نوکر صامت / مت ہاتھ کو اسطرح سے تو سرپہ دھرے بیٹھ

کل بادِ بہاری نے سونگھ کے گلابی کی / اس پردے میں آ پھینکی روح ایک شرابی کی
جوں موج ہوا اپنا تھا ہوش بھی اُڑنے پر / اے نکہت گل تو نے کیوں اتنی شتابی کی
تقصیر نہ اس دل کی نے جرم محبت کچھ / تیری ہی لگاوٹ نے سب خانہ خرابی کی
بو باس نکلتی ہے کچھ شعر میں انشا کے / جامی کی نظامی کی سعدی کی سحابی کی

شب خانۂ رقیب میں تا صبح سو چکے / اب فائدہ مکرنے سے ہم دیکھ تو چکے
واللہ میں بجز تنگ ہوں اب کاش اے صنم / جو کچھ نصیب میں ہو کہیں جلد ہو چکے

خواب عدم سے شور جنوں نے جگا دیا
آتش بس اور نیند کہاں خوب سو چکے

غیر کے مونھ سے یہ تم ہاتھ جو دھر بیٹھ گئے
ساتھ والوں کو نہ پوچھا کہ کدھر بیٹھ گئے

کچھ صف صدر و نعال اپنی نہیں خاطر میں
مست مدہوش ہیں ہم بیٹھے جدھر بیٹھ گئے

میں یہ تعظیم سمجھتا ہوں سنا بندہ نواز
آپ اُٹھتے تھے مجھے دیکھ کے پر بیٹھ گئے

اپنی مجلس میں مجھے دیکھ کے غیروں نے کہا
دیکھنا انہیں کیا ہو کے نڈر بیٹھ گئے

اُٹھ کے دلدار کو رخصت تو کیا پر دو ہیں
مل کے ہم دست تاسف کو لبر بیٹھ گئے

سُنکے یہ تیری غزل بزم میں آتش سخنگو
مسند اُٹھنے پہ تھے اہل ہنر بیٹھ گئے

سبزہ کیا خاک شہیداں سے ترے خاک اُگے
جائے گل چاہیئے واں سے دل صد چاک اُگے

کب چاہوں ہوں میں حسرت ملاقات کی چھیڑ
تب خوش ہو مرا دل کہ جب اُس بات کی پھیرے

آتا ہی یہی جی میں کہ دستار گرو رکھ
پھر آج ذرا اسیر خرابات کی پھیرے

بے تعظیم اشک اسطرح آہ سرد اُٹھتی ہے
کہ جیسے قطرہ افشانی سے بوئے گرد اُٹھتی ہے

کنایہ اور ڈھب کا اس بھری مجلس میں کیجیے
اجی سب تاڑ جائینگے نہ ایسا تو ستم کیجیے

آئی تھی ایک حور یہ مجھے دیکھ ہٹ گئی
دانتوں کے نیچے داب زباں جھٹ پلٹ گئی

آئی نسیم صبح جو گل کوئے یار سے
ہمراہ فوج ہوش کے لے غٹ کے غٹ گئی

شب میں نے جو ہیں ہاتھ لگایا تو وہ پری
بے اختیار شرم کے مارے سمٹ گئی

مجھ سے لپٹ کے آخر شب یار نے کہا
کیا جانیں ان دنوں کی یہ کیوں رات گھٹ گئی

آتش کی گفتگو وہ دھواں گرم ہے کہ آج
آ کر بہار اُسکے گلے سے لپٹ گئی

ہے اور کوئی ایسا حسیں یہ پھبن نکلے
صبح دم اسے کہتے ہیں بیتا ختہ بن نکلے

یوں تن وہ نمایاں ہے پیراہن آبی سے
جوں دھوپ کو آڑوں سے آئینہ کرتین نکلے

لیسے میں کہیں اڑ لگ ... دا تو ہی
ہیں کسب ہوا کو سب غان چمن سے نکلے

شبنم میں جو تک کھدوں میں اُسکے دوپٹے کی
مہتاب کی چادر سے خوشبوئے سمن نکلے

افشاں لگا وہ عالم ہے اس چاند سے مکھڑے پہ
جوں وقت سحر ... سورج کی کرن نکلے

دیکھکر وہ لبلبے گرد اُس دہن کے ونگنے
اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اپنے تو بدر ... کے ونگنے

بہگئی اپنی مسوں پر دمبدم پھیرے ہے ہاتھ
ہیں یہی دو چار موجب بانکپن کے رونگٹے

کھب گئی آنکھوں میں کل جلوہ نمائی تیری
مجھکو کیا جانئے کہ کیا بات خوش آئی تیری

اے نسیم سحری کہیو مرا عرض نیاز
گلشن یار میں گر ہووے رسائی تیری

اب خدا کے لیئے جلنے ہی دے تو نجہ نکر
کہیں اب نہو مڑ جاے کلائی تیری

کیا ہوا غصہ نہو شدت سرما میں اگر
آگئے ہم بہی جو ٹک کھول رضائی تیری

طالب حسن نہو چھوڑ یہ باتیں آتش
دیکھہ کہتا ہوں میں اسمیں ہی بھلائی تیری

سودا زدہ دل ہے تو یہ تدبیر کرینگے
اس زلف گرہگیر سے زنجیر کرینگے

غصے میں ترے ہمنے بڑا لطف اٹھایا
ابتو عمداً اور بہی تقصیر کرینگے

چمکا ہے ہزار رنگ جو نظارہ سے اپنے
پوچھہ اہل نظر سے کہ وہ تقریر کرینگے

چندے جو بسر یوں ہوئی اوقات تو ہم یار
کہڑے کو ترے عالم تصویر کرینگے

دل شاد رکھہ آتش متفکر نہو ہرگز
عقدے کو ترے حل حضرت شبیر کرینگے

خم بغل بیچ نہاں، ہاتھ میں ہی جام لیئے
ساقی آتا ہے چلا زور سرانجام لیئے

نے خبر جلد تک لے قافلہ سالار حرم
کہ حریفوں نے وہ سب جامۂ احرام لیئے

بخنگی آج بہی اس بات کی آتش ہوئی
گھر کو پھر آئے چلے ہم طمع خام لیئے

گالی سہی ادا سہی چین جبین سہی
یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

گر نازنیں کہے سے برا مانتے ہو تم
میری طرف کو دیکھہ میں نازنیں سہی

منظور دوستی جو تمہیں ہے ہر ایک سے
اچھا تو کیا مضائقہ آتش سے کیں سہی

تھی جو وہ لاہی کی ٹوپی زعفرانی آپکی
سو ہمارے پاس ہی ابتک نشانی آپکی

دمبدم کہہ بیٹھنا بس جاو اپنی انکے پاس
کیوں نہیں جاتی وہ اتنک بدگمانی آپکی

کیا کہوں مارے خوشی کے حال میرا کیا ہوا
آمد آمد جو ہوئی کل ناگہانی آپکی

ہمنے سو راتیں جگائیں تب ہوا یہ اتفاق
سو اسی دنکو دہری تہی نیند آئی آپکی

ق

میرے حق میں اب جو یہ ارشاد فرمایا کہ ہاں
خوب یاں منقوش خاطر جانفشانی آپکی

لیک میں اوڑہوں بچھاؤں یا لپیٹوں کیا کروں
روکہی پھیکی ایسی سو کہیں مہربانی آپکی

دو گلابی لاکے ساقی نے کہا آتش کو رات   زعفرانی میرا حصہ ارغوانی آپ کی

لب پہ آئی ہوئی یہ جان پھرے   یار گر اسطرف کو آن پھرے
تر یہ ہو ہمیں جب آٹھ پہر   اپنی آنکھوں میں وہ جوان پھرے
ساقیا آج جام صہبا پر   کیوں نہ لہراتی اپنی جان پھرے
ہچکیاں لے ہے اسطرح لبِ مے   جس طرح گٹکری میں تان پھرے
روٹھ کر اُٹھ چلے تھے آتش سے   بارے پھر ہو کے مہربان پھرے

دو گھڑی دن سے کہا میں نے کہ کیا ارشاد ہے   سن کے بولے اب ہوا کیا بات تیری یاد ہے
آج تو کپڑے نہ بدلو تمکو میری ہے قسم   آپکا میلا کچیلا پن بھی کچھ بیداد ہے
میں جو اک کمخواب کی لایا تھا ٹوپی بولے آپ   تجھسے کیا لیجیے ارے تیری بھی کچھ بنیاد ہے
ہادی اللہ مشرب مانتے کچھ مت پوچھیے   قید سے دونوں جہانکے یہ فقیر آزاد ہے

کیا چھیڑ ہے کہ پہلے دل صاف توڑ بیٹھے   پھر آپ ہو مودب ہاتھوں کو جوڑ بیٹھے
کی میں نے شب جو سہواً تعریف چاندنی کی   میری طرف سے اپنے وہ منہ کو موڑ بیٹھے
آزادگی خوش آئی آتش کو جب سے یارو   وہ سبکو چھوڑ بیٹھا اب اسکو چھوڑ بیٹھے

اگر یہ ڈھب نہیں ملتا کہ اس رخسار کو ملیے   تو کیا کیجیے کفِ افسوس ہی ناچار کو ملیے
بہانہ بندہ کا مت کیجیے صاحب بس چلا بناؤ   جماہی لے نہ اپنی نرگسِ سرشار کو ملیے
ہمیں جب دیکھ وہ کچھ بڑبڑاتا ہے تو کہتی ہیں   جو ہاتھ آئے تو کیا اُس لعلِ خوش گفتار کو ملیے
اگر وہ سونپ دے اپنے دوپٹے کا اتنا تو   مزے سے بیٹھے چپکے کیا لفِ دلدار کو ملیے
بس اب اے حضرت عشق آپ دستِ ظلم دیکر   نہ ساری رات آتش کے دلِ بیمار کو ملیے

اُنکے دو مجھسے کبوتر کے جو جوڑے اڑ گئے   تو یہ بولے کیا کیا ہی نگوڑے اڑ گئے

گلی سے تیری جو ٹک ہو کے آدمی نکلے   تو اُسکے سایہ سے جھٹ بنکے اک پری نکلے
نشان آہ لیے جاؤں جاؤں ناروں کی   چلیگی فوج سرشک آج چاند بی نکلے
ہزار شکر کہ آتش کی محفل میں   خفا سے آئے تھے یہ ہو ہنسی خوشی سے چلے

ساقیا آئے ہیں بادل یہ بڑے پانی کے   جلد بھر دے جو خالی ہیں گھڑے پانی کے

شعلہ خوکوں نہایا کہ نظر آئے حباب — کچھ پھپولے سے وہ جہاتی پہ پڑے پانی کے
صبح کس روسیے پی اُسنے یہ پری آتشا — کچھ درختوں میں سے قطرے جو جھڑے پانی کے

پے نشہ میں تجھے جب یوں قدح بنگ اڑی — تو نہ کیوں سبز پری بنکے مرا رنگ اُڑنے
نامۂ شوق کو پہونچانے کو چاہے ہی کہ یہ — بن کے اک شکل کبوتر نفس تنگ اُڑے
طرز نالیدن آتشا جو اُڑاے تو وہیں — طائر سدرہ بہم کرتے ہوئے جنگ اُڑے

دیکھ اسکی پڑی خاتم یاقوت میں اُنگلی — ہاروت نے کی دیدۂ ماروت میں اُنگلی
آلودہ ہوئی نور سے جسوقت کہ ڈوبی — جرّاح کی خونِ دلِ مبہوت میں اُنگلی
ناسوت کے عالم میں پئے سیر ہم آتشا — کرتے ہیں شگافِ درِ لاہوت میں اُنگلی

غنچۂ گل کی صبا گود بھری جاتی ہے — اک پری آتی ہی اور ایک پری جاتی ہے
کرنے دو چار قدم لالۂ خودرو کی بہار — ورنہ یہ کوہ سے لے کبکِ دری جاتی ہی
منہ تو دیکھو تری چوٹی کی جو پاوے بو باس — نکہتِ گل پڑی کانپے ہے ڈری جاتی ہی
پہونچے بے پر کوئی اس گل تلک آتشا کیا دخل — بلبل اس رشک تمنا میں مری جاتی ہی
ہاں مگر بھیس میں مالن کے محل تک اُسکے — ق کبھی جاتی ہی تو بادِ سحری جاتی ہے

زمین سے اُٹھی ہی یا چرخ پر سے اُتری ہی — یہ آگ عشق کی یارب کدھر سے اُتری ہے
اُتری نجد میں کب تھی سواری لیلیٰ — ٹک آہِ قیس کے جذبِ اثر سے اُتری ہے
نہیں نسیم بہاری یہ ہی پری کوئی — اڑن کھٹولے کو ٹھیرا جو فر سے اُتری ہے
چلو نہ دیکھیں تو کہتے ہیں دشت وحشت میں — جنونکی فوج بڑے کرّ و فر سے اُتری ہے
نہیں یہ عشق تجلی ہے حق تعالیٰ کی — جو راہ زینۂ بام نظر سے اُتری ہے
لباس آہ میں لکھنے کیواسطے آتشا — قلم دوات بجے عرش پر سے اُتری ہی

پکڑی کسی سے جاوے نسیم اور صبا ہے بند — مولا کرے کچھ اپنی بھی ابتو ہوا بند
شرما گھلا کے آنکھوں نکلا نہ کیجئے — ایسا نہو کہ آپ یہ کچھ تو نتا بند
آتشا صد آفریں تیرے ذہنِ سلیم کو — مضمون زیادہ اس سے بھلا اور کیا بند
کاش ابر کرے چاہ درہتاب کی چوری — تا مجھسے بھی ہو جام مے ناب کی چوری

سیماب کے آنسو وہ سدا روئے الٰہی
کی جس نے ہو میرے دل بیتاب کی چوری

شب سینہ جو دی داغ کی اک جو نے آتش
تو ہو گئی سب صبر کے اسباب کی چوری

یہ کس سے چاندنی میں ہم بزیر آسماں لپٹے
کہ باہم عرش پر مارے خوشی کے قدسیاں لپٹے

حُدی خواں وادیٔ مجنوں میں ناقہ کو نہ لیجانا
مبادا اک بگولا سا پائے ساربان لپٹے

کس ڈھب سے طبیعت سیر ہوتی ہی نہیں اُنسے
ابھی دالان سے لا کر بزیر سائبان لپٹے

پڑے ہیں اس روش سے اب وہ مست مے خانہ
کہ جیسے چہچہوں سے عندلیب گلستاں لپٹے

غزل سُنی میں لکھ اک اور بھی آتش کہ تا تیری
بلائیں آکے ساقی لے تجھے پیر مغاں لپٹے

اگرچہ جیسے وہ سو بار متصل لپٹے
پر اپنے ڈھب سے نہ لپٹے تو کر دلسے دل لپٹے

یہ گرد باد ہی اک شئی ہیں جسکے دامن سے
بہت سے ہیں خس و خاشاک مضمحل لپٹے

کچھ اور ڈھب کے اب اشعار ایسے لکھ آتش
کہ جس سے طبع سخن سنج مستقل لپٹے

جنون کے دبوسے کیا عروج مضمحل لپٹے
جو ایسے سے کوئی لپٹے تو اہل دل لپٹے

کہیں سُنی جو کہانی ہیں شرم کی کچھ بات
تو اپنے تکیے سے بس ہوکے وہ خجل لپٹے

کہہ اور طور سے آتش غزل وہ برجستہ
کہ برق جسکے گلے ہوکے منفعل لپٹے

ضیا میں نور سما جائے ظل سے ظل لپٹے
ذوی العقول میں کیونکر نہ دلسے دل لپٹے

لپکے خال ذقن سے اس آنکھ کی تل کو
ملوں تو ذرہ رمزا ہو کہ تل سے تل لپٹے

ملے جو قیس سے آتش کبھی تو ہم اُسکی
اسی جراحت نا مندمل سے مل لپٹے

ہے مستعد کہ وہ لب میگوں ٹپک پڑے
ٹک انکو یوں جو چھیڑیئے تو خون ٹپک پڑے

گر برگ گل پہ ڈالیے شبنم کی سمت آنکھ
تو واں سے دانۂ دُر مکنوں ٹپک پڑے

بند آہیں کیے یوں نہ پھرو زیر آسمان
ایسا نہ ہو کہ زہرۂ گردوں ٹپک پڑے

آتش یہ سن غزل ثمر نخستہ کی نمط
رکھتے جو تھے طبیعت موزوں ٹپک پڑے

سانولے پن پہ غضب ہے دہج بسنتی شال کی
جی میں ہے کہہ بیٹھئے اب جی کنہیا لال کی

واقعی مجھ سے گناہ ایسے ہی دو تین ہوئے
کہ میرے سامنے وہ لیکے قرابین ہوئے

صبحدم مجھ سے لپٹ کر وہ نشے میں بولے
تم بنے باد صبا ہم گل نسریں ہوئے

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں اور میڈیکل کالج کی پروفیسروں اور نامور ڈاکٹروں اور والیان ریاست اور ولایت کے یونیورسٹی کی سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ کے اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہی یہ سرمہ جملہ امراض کی لیئے اکسیر ہے ضعف بصارت و تاریکی چشم دُھند، جالا، پڑوال، پھولا سبل، سرخی، ابتدائی موتیا بند، ناخنہ، پانی جانا سوزش وغیرہ روز کے استعمال سے بینائی بڑھجاتی ہی اور عینک کی حاجت نہیں رہتی بچوں سے لیکر بوڑہے تک کو یکساں مفید ہے قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لیئے کافی ہی مبلغ دو روپیہ۔ ممیرہ کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم کا فی تولہ تین روپیہ خالص ممیرہ فی ماشہ بیس روپیہ مصری سرمہ فی تولہ فی تولہ چار آنہ محصول ڈاک ذمہ خریدار۔ المشتہر

پروفیسر سیاسنگہ اہلو والیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اِس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہی

(۱) میں نے ممیرہ کے سرمہ کو جو کہ سردار سیاسنگہ صاحب نے خود بنایا ہے آپ خود اور بہت سے مریضوں پر استعمال کرکے دیکھا ہی اور میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ یہ نادر سرمہ ممیرہ کا نہایت ہی مفید اور آنکھونکی بیماریونکی واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہی۔ میں نے اپنے تجربہ میں آجتک کوئی سرمہ اس سے زیادہ فائدہ بخش نہیں دیکھا آنکھ آنکھونکی ذراسی بھی کسی قسم کی شکایت ہو تو میں زور سے اسکے استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہوں کہ ہر طرح پر مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ پانی آنا۔ دُھند خارش، سرخی کے واسطے انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ہوگا اور سچ سچ آپ نے اسقدر سستے داموں میں یہ سرمہ ایجاد کرکے ملک اور قوم پر بڑا احسان کیا ہی اسکا شکریہ الفاظ میں ہونا محال ہی ضرور ہی کہ ملک کے تمام لوگ اپنے سرمہ سے فیضیاب ہوں اور اٹھائیں اور ہر طرح کی بیماریوں سے نجات حاصل کریں

راقم

پنڈت گنگا رام صاحب بہادر ڈاکٹر مغفور نواب صاحب بہادر بہاولپور

بال اوڑانیکا نہایت نفیس پوڈر

اس پوڈر کے لگانے سے جلد مثل ریشم کے ملایم ہوجاتی ہے اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی اور نہ اسمیں چونہ ہڑتال کی آمیزش ہے اسلئے اسکو مرد۔ عورت۔ بوڑہا۔ جوان سب یکساں استعمال کرسکتے ہیں ایک بکس عرصہ تک کو کافی ہی زیادہ کیلئے رعایت قیمت ایک بکس ۶ ر ۶ بکس عہ ۱۲ بکس عہ

نمک سلیمانی

یہ نمک بہت ہی مفید دوائی ہی اسکے استعمال سے غذا تھوڑی ہی دیر میں ہضم ہوجاتی ہی۔ اور بھوک بہت لگتی ہی۔ خون صالح پیدا کرنے کی یہ ایک ہی دوائی ہی اسکے استعمال سی جسم کی تمام سستی جاتی رہتی ہے اگر اسکو انڈے کی زردی میں استعمال کیا جاوے تو قوت باہ کو بیحد فائدہ پہونچتا ہی اسکو ضرور آزمایئے اور ہماری صحت کی داد دیجیے قیمت فی شیشی خورد ۸ ر کلاں عہ ر

سرمہ احمدی

یہ سرمہ آنکھونکی مفصلہ ذیل بیماریونکے لیے مفید ہی۔ دُھند غبار۔ پانی کا بہنا، کم نظر۔ خارش، سرخی قیمت باوجود اس خوبی کے صرف عہ فی تولہ۔ اسکو ہی اشتہار والے ممیرے کا سرمہ کر کے ے ر تولہ فروخت کرتے ہیں۔ المشتہر

سید ناظر حسن مقام سیورہ بہار ڈاکخانہ موتہہ ضلع جھانسی

سید فضل الحسن حسرت موہانی نے اپنے اردوپریس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر اردوئے معلی سے شایع کیا

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۰

اُردوئے معلّٰی

علی گڑھ

نمبر ۸ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ | جلد ۱۱

مرتبہ سید فضل الحسن بی اے حسرت موہانی

فہرست مضامین

ضمیمہ اردوئے معلّٰی تنقید دیوان انشا

اُردو پریس علی گڑھ میں چھپا

قیمت رسالہ سالانہ مع محصول ڈاک
فی پرچہ ۔ عہ
معہ تصویر عمار

رائڈل صاحب کی بنائی نہایت مجرب ادویہ

مرگال

انتہائی درجہ تک کے فساد خون و آتشک سگے مریضوں کے لیے اکسیر مصدقہ ڈاکٹر معالجات امراض اسفال ۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپیہ۔ (ر ۲)

بورنیوال

طاقتور بنانے اور درد اعصاب دور کرنیکی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کیواسطے نہایت مفید ہے۔ کم ہمتی بدخوابی ضعف دل و دماغ کو نافع ۴۲ گولیوں کی ۱ئہ

گونوسان

مشہور تکلیف دہ جاں گداز مرض سوزاک کا حکمی علاج مشہور اور خاص معالج ڈاکٹران کا مرتبہ ۴۰ گولیوں کے شیشی کے دو روپیہ (ر ۲)

یوہمبین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لیے قطعی اور بلا ضرر علاج مصدقہ محققان امراض کو کبھی خطا نہیں کرتی ۲۰ قرص کی قیمت ایک روپیہ چھ آنہ۔

مسندرجہ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام آب و آتش حال میں چھپا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسے برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو بلا محصول ڈاک ارسال کیا جاوے گا ۔ اور متذکرہ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو اگر دقت ہو تو وہ برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرزا علی لطف

(۱۲۱۵ھ)

نام و خاندان میرزا علی نام لطف تخلص خلف میرزا کاظم بیگ خاں استرآبادی۔ والد انکے سنہ ۱۱۵۲ھ میں نادرشاہ کے ہمراہ استرآباد سے دہلی آئے اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ نواب ابوالمنصور خاں صفدر جنگ سے اُنسے ولایت کی شناسائی تھی چنانچہ انہیں کی سفارش سے انکو شاہ دہلی کے دربار میں تقرب حاصل ہوا شعر و سخن سے بھی طبیعت کو مناسبت تھی۔ بقول لطف[1] "غزل فارسی لکھنے میں خضر و بد طولیٰ تھا اور ہجری تخلص آپ کا تھا"

سوانح زندگی والد کے انتقال کرنے پر لطف نے سیاحی اختیار کی اور اکثر اطراف ہند و دکن کی سیر کے بعد عظیم آباد کو اپنا مسکن قرار دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مارکوئس آف ولزلی ہندوستان کے ویسرائے شاہ عالم بادشاہ دہلی اور نواب سعادت علی خاں والی اودھ تھے ادھر کلکتہ میں ڈاکٹر گلگرسٹ کی توجہ اردو زبان کی ترتیب و تہذیب کی جانب مائل تھی چنانچہ انہیں کی فرمایش سے سنہ ۱۸۰۱ء میں انہوں نے اپنا مشہور تذکرہ گلشن ہند لکھا۔ سلسلہ سیر و سیاحت قیام کلکتہ کے بعد بھی جاری رہا۔ چنانچہ میر عالم کے زمانہ وزارت میں پھر حیدرآباد پہنچے۔ اس سے قبل جب یہ حیدرآباد گئے تھے تو اعظم الامرا ارسطوجاہ کی وزارت کا دور دورہ تھا۔ ان دونوں وزیروں کے مدح میں انکے قصاید موجود ہیں۔ [2] چونکہ ان کو زیادہ تر یا تو انگریزوں سے سابقہ رہا یا اہل حیدرآباد سے اس لیے انہوں نے ایک شعر میں اس تعلق کو بڑی خوبی سے ادا کیا ہے لکھتے ہیں

ہوا آوارہ ہندوستان سے لطف آ کے خدا جانے   دکن کے سانولوں نے مارا یا انگلش کے گوروں نے

جو قصیدہ انہوں نے اعظم الامرا ارسطوجاہ کی مدح میں لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی وہ فارغ بال اور خوشحال نہ تھے؛ اور دکن میں جا کر ارسطوجاہ کے یہاں ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ کے ملازم ہو گئے تھے؛ مگر اس تنخواہ سے خوش نہیں تھے؛ اضافے کی درخواست کرتے ہیں اور بڑے زور سے کرتے ہیں:۔

کل ہی کی بات ہے یہ مسافر وطن میں تھا   سو دو سو آشنا کا حق بندگی گزار

[1] دیباچہ تذکرہ گلشن ہند از مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔

شکرِ خدا، کہ آج بیک بینی و دو گوش — گرچہ دکن میں ہے، نہیں ہر در پہ خوار زار

ہرچند ہے تری ہی عنایت سے یہ سکوں — لازم وگرنہ تھا بشریت کو اضطرار

اس سامعہ خراشی سے مجھ کو جو ہے غرض — سو یہ ہے، اے امیرِ فلک قدر و کے تبار!

سرکار سے تری جو زراہِ تفضلات — ہے ڈیڑھ سو روپے ترے خادم کا ماہوار

ہرچند جائے شکر ہے، پر عرض کیا کروں — جس طرح اس میں کاٹتا ہوں لیل اور نہار

بے گفتگو پچاس تو ان ڈیڑھ سو میں سے — ہو کر سوار چھاتی پہ لے جاتے ہیں کہار

خلقِ خدا کا بار اٹھاتی ہے پالکی — میں اپنی پالکی کا ہوں برعکس زیر بار

باقی جو سو ہے کئی دن میں زبان پہ پھر — مثلِ مجردات فقط ان کا ہے شمار

تجھ سا ہو قدردانِ نکات، اور یہ نکتہ سنج — یوں ہو اسیرِ پنجۂ چرخِ ستم شعار

فضل و ہنر جو مجھ میں ہے وہ سب بہ یک طرف — اور قدردانیاں بھی تری سب بہ یک کنار

ہے ہمت بلند کا تیری جو اقتضا — اس امر میں تو ہے تجھے آئندہ اختیار

از بس کہ کم دماغ ہوں ضیقِ معاش سے — بالفعل تو اضافہ کا ہوں گا امیدوار

لیکن نہ وہ اضافہ جو ہووے برائے نام — کافر ہوں سو پچاس میں گر ہو کشودِ کار

تضعیف اصل چاہتا ہے تجھ سے یہ ضعیف — کیوں کر یہ بے حیائی نہیں ہوتی بار بار

غالب ہے تجھ پہ شائق نہ ہوں حیرتین سو — چھ سو جب امیتوں کو تو دے بلکہ چھ ہزار

سلسلہ شاعری لطف کا سلسلۂ شاعری میرزا رفیع سودا کے واسطہ سے شاہ حاتم تک پہونچتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کی شاگردیٔ سودا کا زمانہ چند ہی سال تک محدود رہا، دہلی چھوڑنے کے بعد دورانِ سیاحت میں پھر انہوں نے کسی کو پھر اپنا کلام نہیں دکھایا حتیٰ کہ گلشنِ ہند میں تو یہاں تک لکھ دیا کہ "اصلاح فارسی کی اس ہیچمدان کو آپ ہی کی (یعنی میرزا کاظم بیگ خاں ہجری کی) جناب سے ہے اور مشورہ ریختہ کا فقط اپنی ہی طبع ناصواب سے ہے" سودا کا اس موقع پر مطلق ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن تحقیق امر یہ ہے کہ ابتدا میں انہوں نے کچھ روز سودا سے ضرور اصلاح لی اور اس لیے اگر یہ کسی کے شاگرد قرار پا سکتے ہیں تو صرف سودا کے۔ شیفتہ نے گلشن بیخار میں ان کے متعلق "نسبت شاگردی بہ میر تقی داشتہ

بیشک لکھا ہے لیکن اسکا باعث سہو قلم کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا - کیونکہ ایک دوسرے موقع پر ان کے شاگرد عشرت[۱] بریلوی کے حال میں خود انہیں نے صاف صاف تحریر کیا ہے کہ "فن شعر از میرزا علی لطف کہ وے از شاگردان میرزا رفیع سودا ست گرفتہ،" بعض شعرا ایں حضرت نساخ کا بھی یہی قول ہے کہ "صاحب گلشن بیخار نے جوان کو شاگرد میر تقی لکھا ہے غلطی کی ہے" منشی کریم الدین نے بھی گارسن دی تاسی کی مشہور تذکرہ شعرا کے ترجمے میں عشرت کو لطف کا اور لطف کو سودا کا شاگرد بیان کیا ہے -

تصانیف لطف کا دیوان تو اب کہیں موجود نہیں البتہ گلشن ہند میں انہوں نے اپنے دیوان سے

۱ عشرت تخلص غلام علی نام باشندہ بریلی صاحب دیوان گذرے ہیں - میر ضیا الدین عبرت دہلوی شاگرد نواب محبت خاں محبت بھی صاحب دیوان اور باخبر شاعر تھے انھوں نے اپنی مثنوی پدماوت قریب نصف کے تصنیف کی تھی کہ دنیا سے گذر گئے - بقیہ نصف کو عشرت نے بکمال خوبی ۱۲۱۱ھ میں تمام کیا انکی ایک غزل اسوقت تک مقبول خاص و عام ہے - وہو ہذا -

شب وصال میں دلبر قلق ابھی سے ہے | سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے
میں لکھ چکا ہی نہیں حالِ دل کہ اسکی طرف | ہوائے شوق میں اڑتا ورق ابھی سے ہے
ہنوز دفن ہوا بھی نہیں ترا بسمل | کہ زلزلے میں زمیں کا طبق ابھی سے ہے
کسی نے شام کے آنیکو کیا کہا عشرت | کہ پھولی آپکے منہ پر شفق ابھی سے ہے

ان کے اور بھی چند شعر ملاحظہ طلب ہیں -

قاصد اگرچہ میری بھی تحریر شرط ہے | لیکن مزاج پائے تو تقریر شرط ہے
تدبیر پیش چلتی نہیں ہے کسی طرح | عشرت ہر ایک کام میں تقدیر شرط ہے

تا مرگ زندگی میں ہجراں کے غم اٹھائے | بالیں پہ میرے جاناں افسوس تم نہ آئے
وہ رشکِ گل نہ آیا مدت ہوئی نہ پوچھی | بلبل کی قبر پر بھی ہر صبح گل چڑھائے
وہ شمع بزم خوباں آیا نہ میرے در تک | پر دلنے کی لحد پر لاکھوں دئے جلائے
ثابت کی طرح عشرت مجکو بھی جام دیدے | تا از لبم برآید مستانہ ہائے ہائے
غیروں سے ملا وہ جو مرے سامنے عشرت | کچھ بس نہ چلا دیکھ کے آنسو نکل آئے

۲۰ صفحے منتخب کیے ہیں جن میں قصاید و غزلیات کے علاوہ ایک عشقیہ مثنوی بھی ہے لیکن انکی محنت کا اصلی کارنامہ انکا مشہور تذکرہ گلشنِ ہند ہے جسے انھوں نے بعہد مارکوئس آف ولزلی گورنر جنرل ہند اردو کے مشہور سرپرست مسٹر جان گلکرسٹ کی فرمایش سے علی ابراہیم خان کے فارسی تذکرے موسوم بہ گلزار ابراہیم کی مدد سے ۱۸۰۱ء میں مرتب کیا تھا ۔ اُسوقت تک اُردو شاعروں کے بھی جتنے تذکرے لکھے جاتے تھے سب فارسی زبان میں ہوتے تھے غالباً یہ پہلا تذکرہ ہے جو اُردو زبان میں لکھا گیا "اس تذکرے میں بہ نسبت اور مولفوں اولی کے اکثر لوگوں کا حال مفصل ہے اور انتخاب بہت کیا ہے۔ لطف دیباچے میں کہتا ہے کہ میں نے یہ کتاب گلزار ابراہیم کے طور پر لکھی ہے اور سبب اس کے کہ وہ پسند خاص و عام ہو ہندی عبارت میں لکھی ہے یہ کتاب گلزار ابراہیم کے بالکل مخالف ہے اس میں بہت سا ایسا بیان ہے جو گلزار میں نہیں ہے اور جو دونوں میں ہے وہ اس میں مفصل ہے اس میں پہلے حصے میں ساٹھ شاعروں کا ذکر ہے جو ہندوستان کے سب مشہور ہیں اور دوسرے حصے میں کم رتبے کے شاعر۔ مگر وہ اس کتاب کے دیباچے میں یہ بیان کرتا ہے کہ یہ کتاب تمام نہ ہوئی۔ یہ کتاب نظام الملک وزیر اول کے کتب خانے میں جلد اول موجود ہے۔ نواب سعادت علیخاں کے زمانہ میں وہ تالیف ہوئی تھی۔ "

لطف کی شاعری

لطف کی شاعری کا رنگ اس عہد کے عام اندازِ سخن سے مشابہ ہے جسمیں کسی خاص لطف یا خصوصیت کی موجودگی محسوس نہیں ہوتی۔ ان کے کلام کا ایک سرسری نظر سے مطالعہ کرنیکے بعد ہم ان کے منتخب اشعار کو سودا کے اوسط درجہ شاعری کا ہم پلہ قرار دے سکتے ہیں ۔ سوز و گداز اور درد و اثر کی مقدار انکی شاعری میں بھی اپنے استاد سودا کے مانند میر کے مقابلے میں کم ہے چنانچہ میر کے ساتھ انکی نسبت شاگردی کے باب میں شیفتہ کے قول کی غلطی اس اندرونی شہادت سے اور بھی زیادہ قطعی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

جدن سے ہم جنوں کے ہیں دامن لگے ہوئے ۔۔۔ دامن کے جا بجا ہیں گریباں لگے ہوئے
بیمار کا تمہارے تو کھلا حال بعد مرگ ۔۔۔ سینہ میں زخم تھے کئی پنہاں لگے ہوئے
کوئی تو میرے ناصح دانا سے یہ کہو ۔۔۔ دل چھوٹتے ہیں باتوں میں ناداں لگے ہوئے

[1] یہ تذکرہ چھپ گیا ہے اور عبداللہ خاں صاحب کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے عہ میں مل سکتا ہے
[2] طبقات شعرائے ہند۔ ترجمہ تذکرہ گارسن ڈی تاسی

اللہ رے قید خانہ ہستی کہ دم کے ساتھ
ہر اک قدم پہ لاکھوں ہیں زنداں لگے ہوئے

کیا دن تھے وہ بھی لطف کہ رہتے تھے متصل
کانوں سے اس کے ہم سے پریشاں لگے ہوئے

سب کنارہ گیر اپنے اور بیگانے ہوئے
اب کی فصل گل میں ہم بطرح دیوانے ہوئے

سنتے ہیں کی محتسب نے بیعت دست سبو
مژدہ مے نوشاں کہ پھر آباد میخانے ہوئے

تو تو کس کا آشنا ہی ہاں مگر کہنے کو ہم
آشنا ہو تجھ سے اک عالم کے بیگانے ہوئے

کیوں دل پہ مرے جادو ان آنکھوں کا چھل جائے
جس پر وہ پڑے آنکھ سو دیوانہ سا بن جائے

پلکیں وہ نکیلی کہ نظر جب پڑے ان پر
سننے میں یہ عالم ہو کلیجہ کا کہ چھن جائے

بیچین بہت لطف کی ہے کل سے طبیعت
اللہ کرے آج وہ روٹھا ہوا من جائے

نہ کرے بلبل دل سوختہ صیاد کا شکوا
کہ جفا نازوں کے دیں میں کفر ہی جلاد کا شکوا

نہ تنہا میں ہی اپنی خانہ ویرانی کا شاکی ہوں
کرے ہے کچھ بیاں اس خانماں آباد کا شکوا

تمہارے کانوں تلک بھی لطف کچھ آواز آئی
ہے اک عالم کو تیرے نالہ و فریاد کا شکوا

اک دن حال دل زار نہ دیکھا نہ سنا
سچ تو یہ تجھ سا بھی دلدار نہ دیکھا نہ سنا

دیکھ کل نبض مری رو کے لگا کہنے طبیب
کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا

وہ مجھے تو نے دکھایا ہے کہ یعقوب نے جو
کبھی اے دیدہ خونبار نہ دیکھا نہ سنا

لخت دل کرتا ہی گیا صف مژگاں پہ نمود
اس جواں سا بھی نمودار نہ دیکھا نہ سنا

چشم اور گوش زمانہ میں مگر کسکے لطف
ثانی حیدر کرار نہ دیکھا نہ سنا

ہے اس شدت سے رنگینی کوئے یار کا چرچا
کہ بھولا عندلیبوں کو گل گلزار کا چرچا

دھرا کا رہ جائے اسرار محبت تو غنیمت ہے
ہوا ہے اب حکیموں میں مرے آزار کا چرچا

بیان درد دل کس لطف سے کرتے ہیں افسوس
جو ہوتا بزم میں اس کی کبھی اشعار کا چرچا

کیونکر نہ بھلا ہمدم ہو زندگی اب مشکل
ہیں دل میں تو سو باتیں اور جنبش لب مشکل

اک آہ کے کرنے کو ہو جاتی ہیں تمہیدیں
کس سے کہیں حال دل کی آہ عجب مشکل

یاروں نے یہ تو کہئے کیا کیا جفائیاں ہیں
ہو جبہ کچھ نہیں یہ ہم سے ڈھٹائیاں ہیں

سجدے سے ہم نہ واقف نے بتکدے سے گم
یاں آستان دل ہے اور جبہ سائیاں ہیں

سے لطف اس غزل پر کہنا بقول سودا — یہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

تم ہو بزم عیش ہے واں اور صحبت داریاں — ہم ہیں کنج غم میں یاں اور جان سے بیزاریاں
نیک و بد دونوں سے یاں ہمنے تو آنکھیں موند لیں — تم وہاں چتوں کی دکھلاتے ہو جادوکاریاں
یاں برنگ پیکر تصویر ہم خاموش ہیں — گفتگو کی تم دکھاتے ہو وہاں طراریاں
قہقہے تم مارتے ہو وہاں باآواز بلند — دشمنوں سے یاں چھپا کر ہم ہیں کرتے زاریاں

نہیں یہ شیشہ مت لے محتسب مجاہد ہوں میں — دھرا ہے آبلۂ دل ہمارے پہلو میں

دیکھنا جن صورتوں کا شکل تھی آرام کی — اُن سے ہیں مسدود راہیں نامہ و پیغام کی
رخصت اے اہل وطن اب ہم ہیں اور آوارگی — حق رکھے بنیاد قائم گردش ایام کی
گردش چشم بتاں کی بس کہ ساغر نوش تھی — گردش گردوں کو ہم کہتے تھے گردش جام کی
جب سے کھینچا لطف رنج فرقت یار و دیار — اب ہوئی معلوم محنت گردش ایام کی

مشاہدات زندان ۸ء

صبح سے شام تک چکی پیسنا بجائے خود ایک سخت مشکل کام تھا لیکن راقم حروف کیلئے اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ امر یہ تھا کہ ابتدائے قید سے لیکر آخر تک کوئی کتاب۔ رسالہ یا اخبار کسی قسم کا پڑھنے کو نہ ملا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ شب و روز میں جس شخص کا تقریباً کل وقت شغل نوشت و خواند میں گزرتا ہو اُسے دفعتاً ان تمام دلچسپیوں سے یکقلم عرصہ دراز کے لیے علیحدہ کر دینا کتنے بڑے جبر کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ میری نسبت سپرنٹنڈنٹ نے اپنے ماتحتوں کو خاص تاکید کر دی تھی کہ کاغذ قلم پنسل کتاب یا اخبار تک اس شخص کی کسی طرح دسترس نہ ہو سکے۔ اس خاص سختی کے سبب سے چکی پیسنے کے دوران میں جتنے شعر خیال میں آتے تھے انہیں اکثر کئی کئی دن تک بکوشش تمام ذہن میں محفوظ رکھنا پڑتا تھا۔ ان غزلوں کے جمع ہونے اور بحفاظت جیل سے باہر پہنچ جانیکا قصہ اکتوبر سنہ ۹ء کے پرچے میں درج ہو چکا ہے۔ چکی پیسنے والوں کی نگرانی ایک قیدی نمبردار کے سپرد ہوتی ہے۔ راقم حروف چونکہ سال بھر کے قریب چکی خانہ میں رہا۔ اس لیے سیکڑوں قیدیوں اور متعدد نمبرداروں

کے وہاں آنے اور تبدیل ہونے کا عجیب و غریب نظارہ دیکھنے میں آیا۔ تندرست نئے قیدیوں کو عموماً پہلے چکی ہی دیجاتی ہی اس لئے نئے آنیوالوں سے سب سے پہلے ملاقات کا موقع چکی خانے والوں ہی کو حاصل ہوتا ہی۔ نومبر ۸؁ میں منجملہ دیگر نووارد قیدیوں کے ایک اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ کے منیجر مسٹر ریفیل کے بیٹے بھی تھے جنہوں نے اپنے مقدمہ کا فیصلہ بذریعہ جوری کرانے سے انکار کرکے نادانستہ طور پر یوریشین ہونے کا حق کھو دیا تھا اور دیسی عیسائیوں کے زمرے میں بجبر شامل کر دئے گئے تھے۔ ایک عرصے کے بعد ایک انگریزی داں شخص سے ملکر نہایت خوشی ہوی۔ زیادہ تر مسرت کا باعث یہ تھا کہ مسٹر ریفیل کچھ کچھ اخباری دنیا کے حالات سے بھی آگاہی رکھتے تھے زمانۂ حوالات میں بھی انکو پائنیر وغیرہ پڑھنے کو مل جایا کرتا تھا۔ کیونکہ اسوقت تک ان کے ساتھ یوریشینوں ہی کا سا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اور تو سب خبریں انھوں نے صحیح بتائیں۔ لیکن مسٹر تلک کی نسبت جو امید انہوں نے ظاہر کی تھی کہ وہ غالباً پریوی کونسل میں اپیل سے رہا ہو گئے ہونگے بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ مسٹر تلک کی فرضی رہائی کا مژدہ سنکر راقم نے اپنے دلی مسرت کا اظہار ایک فی البدیہ غزل کے ذریعے سے کیا تھا جس کا مطلع اسوقت تک یاد ہی وہو ہذا۔

نسیم صبح گاہی یہ پیام جانفزا لائی
تلک کو بیگناہی ان کی لندن سے چھڑا لائی

سوامی شو انند نے بھی ایک ہندی چیز اس موقع پر تصنیف کی تھی جس کا ایک ایک لفظ رنگ تاثیر میں ڈوبا ہوا تھا۔ خیر مسٹر ریفیل کو دو ہی چار روز چکی پیسنے کے بعد اس بلا سے نجات ملگئی اور وہ جیل پریس میں پروف ریڈری پر بھیجدئے گئے۔ ایک مسٹر ریفیل ہی پر کیا موقوف ہی جتنے لوگ چکی خانے میں تھے سب اپنے اپنے وقت پر کوئی ایک ہفتہ کوئی پندرہ روز کوئی ایک مہینہ اور کوئی حد درجہ تین مہینے رہکر دوسری آسان مشقتوں پر بھیجدئے گئے۔ حکام جیل کی خاص عنایت سے یہ فخر اس خاکسار ہی کو حاصل ہوا کہ تقریباً سارا زمانۂ قید اسی ایک منحوس شغل میں گزارنا پڑا۔ جیل میں ہر دوسرے یا تیسرے مہینے چکی پیسنے والوں کا معائنہ خاص اسی غرض سے ہوا کرتا ہی کہ جو قیدی وزن میں کم ہو گئے ہوں یا جنکو چکی پیستے کئی مہینے گذر چکے ہوں وہ کسی دوسرے آسان کام پر بھیجدئے جائیں۔ راقم حروف کے زمانے میں تین چار بار ایسے معائنے ہوئے جنمیں تقریباً تمام پرانے ساتھیوں کی مشقتیں تبدیل کر دی گئیں۔ لیکن یہ کمترین جہاں تھا وہیں رہا۔ ایک بار

جیلر نے خاصکر میرے لیے تبدیلی مشقت کی سفارش بھی کی اور سپرنٹینڈنٹ کو میرے وزن کی غیر معمولی کمی[1] سے بھی آگاہ کیا۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ کی قساوتِ قلب نے اسکی جانب بھی کچھ توجہ نکی اور میرے ٹکٹ کو واپس کردیا۔ ہر روز صبح کو سب قیدی جانگیا کرتا تسلا کٹوری چکی خانے کے باہر برنڈہ میں لگا کر صرف ایک لنگوٹی باندھے ہوے اندر داخل ہوجاتے ہیں ادران سب کی گنتی لیکر دفعدار باہر سے دروازہ بند کرکے قفل لگا دیتا ہے کھانے کے وقت دروازہ پھر کھولا جاتا ہے۔ اس سے قبل اگر کسی کو رفع حاجت کے لیے دفعدار کو دروازہ کھولنے کی تکلیف دینا پڑے تو اس تکلیف دہی کا عوض اکثر ڈنڈوں اور سونٹوں کی شکل میں یقیناً ملتا ہے۔ کئی قیدیوں کو تو اس جرم میں اتنی سزا ملی کہ عرصے تک انکے اعضا مجروح باقی رہے۔ قیدیوں کے مارنے پیٹنے کی قانوناً ممانعت ہے۔ لیکن جب خود وارڈر قواعد جیل کی پابندی نہیں کرتے تو اُنکے ماتحت دفعداروں سے اس کی امید رکھنا عبث ہے۔ ہمارے سامنے اسمعیل قیدی کو بیرحم وارڈر نے اسقدر مارا کہ اس کا تمام جسم زخمی ہوگیا اور پھر الٹی سپرنٹنڈنٹ سے شکایت کرکے اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈلوادیں۔ قصور اس کا صرف اتنا تھا کہ ہاتھ میں ضرب آجانے کے سبب سے اس نے چکی پیسنے سے اپنی معذوری ظاہر کی تھی۔

جب کبھی گودام میں ضرورت سے زیادہ آٹا جمع ہوجاتا ہے تو دو ایک روز کے لیے چکی والے قیدی کسی دوسرے کام پر بھیجدیئے جاتے ہیں۔ زیادہ تر انہیں گننگ مشین پر کرپی کاٹنے یا بنولے صاف کرنے کی خدمت ملتی ہے۔ لوگ اس تبدیلی کو بہت پسند کرتے ہیں کیونکہ اسی بہانے سے کم ازکم اپنے احاطہ سے باہر نکلنے اور دن بھر کھلے میدان میں رہنے کا موقع مل جاتا ہے لیکن راقم حروف اس عارضی لطف سے بھی محروم رہا۔ کیونکہ جب کبھی ایسا موقع ہوتا تھا تو وارڈر مجکو باہر جانے والے گروہ سے الگ کرکے چکی خانے ہی میں بند کردیتا تھا۔ اور پھر درویش بجانِ درویش۔ اس روز اکیلے ہی چکی پیسنا پڑتی تھی۔ صرف ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ وارڈر کی عدم موجودگی میں میں بھی اور لوگوں کے ساتھ احاطے سے باہر گیا۔ بنولے صاف کرنی کی مشین ہمارے احاطے سے کسی قدر فاصلے پر ایک ایسی جگہ پر نصب تھی جہاں چاروں جانب

[1] داخلۂ حبس سے قبل راقم حروف کا وزن ۱۲۲ پونڈ تھا لیکن اسوقت صرف ۱۰۰ پونڈ باقی رہ گیا تھا۔

درختوں اور جھاڑیوں کی موجودگی سے نواح دیہات کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔ قیدیوں نے اس موقع کی پوری قدر کی یہانتک کہ قیدی نمبردار نے بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنی سختی کو بالائے طاق رکھدیا۔ قیدیوں کے دو گروہ کردئیے گئے تھے جو باری باری سے بیلوں کی طرح مشین کو گھماتے تھے ہر گروہ اپنے وقت فرصت کو کشتی لڑنے ہنسی مذاق یا راگ راگنی میں صرف کرتا تھا ہمارے گروہ میں ضلع جھانسی کا ایک میراثی غوثو نام تھا۔ لوگوں کے اصرار سے اس نے اردو ہندی کی کئی چیزیں خوب گائیں۔ راقم حروف کی طبیعت کو چونکہ موسیقی سے ایک فطری اُنس ہی اس لیے غوثو کی نغمہ سنجی نے دلپر قیامت کا اثر کیا۔ اس گانے کی تاثیر اس حسن اتفاق سے اور بھی زیادہ ہوگئی کہ ہندی چیز غوث پاک محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تھی جن کی غلامی پر اس فقیر کو ہزاروں ناز ہیں طرفہ تر یہ کہ اس ٹھمری کے آخر میں تخلص راقم کے عزیز بزرگ مولوی سید فخر الحسن فطرت موہانی کا نکلا وہ ٹھمری یہ ہے:-

سنسار تہارو نام جیسے بگداد کے مورو کا تہا — نینہ کی آگ لگی تن ماں دن رین کٹت دیا دیا
کت جائے پیا چیری تیری سگری ہوں بپت کی ماری — گریب نواج اُتا رلوا مورے سر سے دکھ کی گاگریا
مہراج دیا کی ایک نجر فطرت کا سر توری چوکھٹ پر — حسینن کا صدکا پار کرو منجدھار سے موری ناویا

چکی خانے میں پسائی کا کام عموماً وقت مقررہ سے کچھ نہ کچھ پہلے ہی ختم ہو جایا کرتا تھا اس لیے لدو تم کے آنے تک کا وقت باہم قیدیوں کی بات چیت یا کبھی کبھی آلہا اودن کی رزمیہ نظم کے سننے میں صرف ہوتا تھا راقم نے چونکہ کبھی اس لاجواب ہندی ایپک کو غور سے نہ سنا تھا۔ اس لیے اسکی خوبیوں سے ناآشنائے محض تھا۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ہندی زبان میں اس سے بہتر کوئی رزمیہ نظم اسوقت موجود نہیں ہے۔ اس نظم کی خوبی اور عوام کی نظروں میں اسکی پسندیدگی کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ اسوقت ہمارے صوبے میں ہزاروں آدمی ایسے ہونگے جنہیں یہ افسانہ ازبریاد ہے۔ ایک تنہا کے سنٹرل جیل میں دس بارہ قیدی جنمیں دو مسلمان بھی تھے۔ اس داستان کے حافظ موجود تھے۔ ضلع کانپور کے ٹھاکر باسدیو سنگھ اور ضلع لکھنو کے پنڈت تلسی رام کی آلہا کو ہم لوگ روزانہ بڑے شوق اور انتہا درجے کی توجہ سے سنا کرتے تھے۔

بیاض حسرت موہانی

ماخوذ از انتخاب دیوان میر تقی میرؔ موسوم بہ مختار اشعار[۱] مرتبہ نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی

یارب اس محبوب کو پھر اک نظر دیکھینگے ہم ۔ اپنی آنکھوں سے اُسے یاں جلوہ گر دیکھینگے ہم
میں کہا دیکھو ادھر ٹک تم تو میں بھی جان دوں ۔ ہنس کے بولے یہ تری باتیں ہیں ہم پر دیکھینگے ہم
راہ تکتے تکتے اپنی آنکھیں ہی پتھرا چلیں ۔ یہ نہ جانا تھا کہ تجھ بن اس قدر دیکھینگے ہم

بیٹھے تھے میرؔ یار کے دیدار کو سو ہم ۔ اپنا یہ حال کر کے اُٹھے اک نگاہ میں

چھپا لیتا ہے مجھسے چاند سا منہ وقت آب نے ۔ تحمل یار اس کئے جا جائے کیا اظہار کرتا ہوں

اب ہوسناک ہی مردم ہیں ترے یاروں میں ۔ ہم تو عاشق ہیں سو ٹھہرے ہیں گنہگاروں میں

کیا جانئے اے گوہر مقصد تو کہاں ہے ۔ ہم خاک میں بھی مل گئے لیکن نہ ملا تو
بیہوشی ہی آتی ہے تجھے اس کی گلی میں ۔ گر ہو سکے اے میرؔ تو اُس راہ نہ جا تو

خاکِ حسرت زدگاں پر تو گذر بے وسواس ۔ ان ستم کشتوں سے اب عرض تمنا کیا ہو

ایسا کہاں ہے ہم سے جیسے کہ آگے تھا تو ۔ اوروں سے مل کے پیارے کچھ اور ہو گیا تو
چالیں تمام بند سب باتیں فریب ہیں سب ۔ حاصل کہ اے شکر لب اب وہ نہیں رہا تو
گفت و شنود اکثر میرے ترے رہی ہے ۔ ظالم معاف رکھیو میرا کہا سنا تو

یہ چشم آئینہ دار رو تھی کسو کی ۔ نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کی
سحر پائے گل بیخودی ہمکو آئی ۔ کہ اس سمت یہاں میں بو تھی کسو کی
دم مرگ دشوار دی جان ان نے ۔ مگر میرؔ کو آرزو تھی کسو کی

خوش سر انجام تھے وے جلد جو ہشیار ہوئے ۔ ہم تو اے ہمنفساں دیر خبردار ہوئے
اس ستمگار کے کوچے کے ہوا داروں میں ۔ نام فردوس کا ہم لیکے گنہگار ہوئے
میر صاحب سے خدا جانئے ہوئی کیا تقصیر ۔ جس سے اس ظلم نمایاں کے سزاوار ہوئے

جاتا ہے آسمان لئے کوچے سے یار کے ۔ آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھکر
جیمیں تھا اُس سے ملئے تو کیا کیا کہئے میرؔ ۔ پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھکر

---

[۱] مرتب بیرسٹر یعنی مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی نظمؔ پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن سے مستفاد

تنقید رسایل وکتب

۱۔ کلیات رضوان مرادآبادی الملقب بہ تصویر خوبی

حضرت رضواں کا اصلی نام رضوان علی خاں اور عرفی محمود اختر ہے۔ نواب آپکا آبائی خطاب ہے۔ اس وقت آپکی عمر ۶۳ سال کی ہے اردو فارسی عربی نظم ونثر میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں۔ نعت کے دو دیوان پچاس پچاس جزو کے موجود ہیں۔ ایک دیوان عاشقانہ اردو اور ایک فارسی بھی تیار ہے۔ زمانہ قیام مکہ معظمہ میں خالد پاشا ترکی حاکم اور سید عبداللہ شریف مکہ نے آپ کو حسان الہند کا خطاب دیا تھا جسے لارڈ ڈفرن نے بھی تسلیم کرلیا۔ آپ میرزا غالب کے شاگرد ہیں آپ کا کلیات تصویر خوبی مرادآباد میں زیر طبع ہے جس کے چند مطبوعہ اجزا آپ کے شاگرد مولوی عبدالرزاق صاحب بہار احمدآبادی نے ہمکو بھی بھیجے ہیں۔ مندرجہ ذیل غزلیں انہیں اجزا سے لیگئی ہیں۔ ناظرین حضرت رضواں کے نعتیہ کلام کی داد دیں۔

کب داغ یہ دل شب ہجراں میں لگے ہیں ۔ نایاب کنول انجمن جاں میں لگے ہیں
جو دل کہ ترے وصل کے ارماں میں لگے ہیں ۔ غنچے ہیں کہ حسرت کے گلستاں میں لگے ہیں
یثرب کو چلے جانیکے ارماں میں لگے ہیں ۔ ہمکو یہی دھن ہے اسی ساماں میں لگے ہیں
کب داغ محبت دل حیراں میں لگے ہیں ۔ آئینے جلوخانۂ جاناں میں لگے ہیں
آتی ہے صدا روضۂ محبوب خدا سے ۔ ہم مغفرت خلق کے ساماں میں لگے ہیں
ادنی سی خذف پارہ ہیں صحراے حرم کے ۔ جو لعل وگہر تاج سلیماں میں لگے ہیں
ہے نام انہیں کا گل فردوس تماشا ۔ بوٹے جو عباے شہ ذیشاں میں لگے ہیں
اب حالت رضواں ثناخواں نہیں اچھی ۔ پرچے یہ حضور شہ شاہاں میں لگے ہیں
محبوب خدا ان دنوں زنداں بلا سے ۔ رضواں کو چھڑا دینے کے ساماں لگے ہیں

نظارے سے جلوۂ مہ بطحا کے رہ گئے ۔ ہر داغ دل میں اہل تولا کے رہ گئے
چہرہ سے آپ پردہ جو سرکا کے رہ گئے ۔ حال تڑپ کے عرش معلا کے رہ گئے
کیا مانگتے تھے رخ سے ترے بھیک رنگ و بو ۔ پھول اپنے دامنوں کو جو پھیلا کے رہ گئے

بوتل میں مضموں کی جسوقت بھری نکلی | مستانِ معانی میں غل تھا کہ پری نکلی
جب خنجرِ غم کھا کر آہ سحری نکلی | زخموں میں لدی نکلی داغوں میں بھری نکلی
موسیٰ کو گماں جس پر تھا برق تجلی کا | وہ نورِ محمدؐ کی سب جلوہ گری نکلی
پروانوں نے جب چھیڑا اُس رخ پہ فدا ہو کر | روتی ہوئی محفل سے شمع سحری نکلی
جنت میں جو گانیکو رضواں کی غزل لائیں | غلماں میں پڑا یہ غل حوروں میں پری نکلی
شام اندوہ نہ کب تک ہو سحر دیکھیں تو | وصف خورشید نبوت کا بھی کر دیکھیں تو
بارشاید چمن بزم ثنا میں پائیں | پھول شبنم سے نہا دھو کے نکھر دیکھیں تو
ابھی سجائیں گی مضموں کی پریاں حوریں | شیشۂ فکر ثنا خواں میں اتر دیکھیں تو
نگہ خلق پر چڑھ جاتے ہیں سرمہ کی طرح | خاکساروں کو ذرا صاحبِ زر دیکھیں تو
پردہ اٹھتا ہے کسی کے رخ نورانی سے | برق چمکے تو سہی شمس و قمر دیکھیں تو
حسن اس چہرۂ پرنور کا ماشاء اللہ | میری آنکھوں سے ذرا اہل نظر دیکھیں تو
کام بگڑا ہوا انجا لگا ہے اک اپنا | چشم رحمت سے ذرا آپ ادھر دیکھیں تو
چمن فیض ہے سلطانِ رسل کی سرکار | ہم بھی دامن گل مقصود سے بھر دیکھیں تو
شہ مردانکا ہے اک خادم ادنیٰ رضواں | رستم و برزو و سہراب ادھر دیکھیں تو

حجم چار جز تقطیع ۲۰×۲۶ ۔ رسالہ الناظر لکھنؤ قیمت سالانہ مع محصول اک ...

رسالہ الناظر خوبی مضامین کے لحاظ سے روز افزوں ترقی کر رہا ہے وقت اشاعت کی پابندی بھی اس رسالہ کی خصوصیات سے ہے۔ اگست سنہ کے پرچے میں منجملہ دیگر مضامین جناب مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی پروفیسر نظام کالج کا ایک پرزور نعتیہ قصیدہ شائع ہوا ہے جس کے چند شعر ملاحظۂ ناظرین کیلئے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۔

اودی اودی یہ گھٹائیں ہیں کہ لیل الیل | بن گئی یا شبِ دیجور سمٹ کر بادل
یوں کبھی ہونٹ پہ جمتے نہیں دیکھی مسّی | یوں کسی آنکھ میں کھلتے نہیں دیکھا کاجل
کر دیا مشک تتاری نے ہوا کو تاریک | بھر دئیے ابر بہاری نے برس کر جل تھل
ابر کے ماتھے پہ بارش کا بندھا ہے سہرا | پائے اشجار میں پانی کی پڑی ہے چھاگل

نامیہ نے جو دھواں آتش گل پر دیکھا
چشم گردوں کے لیے پار لیا ہی کاجل

ہوگیا مہر جہاں گرد نظر سے اوجھل
ڈھونڈھنے برق چلی ہاتھ میں لے کر مشعل

ابر کو لغزش مستانہ ہر اک گام پہ ہی
رعد کہتا ہی اندھیرا ہے ذرا دیکھ کے چل

نکل آیا درہ کوہ سے کالا اک ناگ
ہیں سوار اس پہ کشن عشوہ نمائے گوکل

یا کڑکتی ہے یہ ارجن کی کماں رہ رہ کر
یا چمکتی ہے کنھیا کے گلے میں ہیکل

کام تشبیہ سے رکھتے نہیں اہل تنزیہ
حسن تعلیل سے آخر یہ معمہ ہوا حل

کفر بکے نزع کی حالت میں دم آخر ہے
ابر تر خلق میں ٹپکا رہا ہے گنگا جل

جلوہ حق کو چھپائے ہوا تھا ظلمت میں
عہد فترت کا اندھا دھند جو ہی ضرب مثل

غیر شمشیر نہ تھا اور نہ ہی اس کا علاج
حکم حق پہونچا کہ باطل کو کریں مستاصل

آگئی غیرت حق جوش میں دیکھا جو یہ ظلم
ہوگیا دست نبی شمشیر بنی مرسل

ہاں پلا نام مرے ساقی مجھے صہباولا
نشہ ہو حد سے سوا ہوش میں آئے نہ خلل

میکدہ سے ترے مل جاتی ہے ہی عذر شراب
نشتر لا نعم ہے نہ غم لیت و لعل

دور گردوں میں اگر دولت کونین لٹے
ہاتھ رکھے ہی رہیں رند ترے زیر بغل

چاہیے بادۂ عرفاں کہ لکھوں حال جہاد
مجکو مضموں ملیں صورت وحی منزل

گرد باد ایک اوٹھا دشت سے جیسے اژدر
قرص خورشید جو مہرہ کی طرح جلنے نگل

چھا گیا مہر جہاں تاب پہ اس طرح غبار
جس طرح تیل نہ ہونے سے دھواں دے مشعل

گرد بیٹھی تو نمودار ہوا نور خدا
ساتھ تھے یار وہ والفار سوار اور پیدل

شہسوار ایسے دو عالم میں نہیں جن کا نظیر
زیر ران اسپ وہ ہیں جن کا نہیں مثل و بدل

دے سکی ساتھ روانی میں نہ وقت گل گشت
دو قدم چل کے نسیم سحری ہو گئی شل

آگیا سبزۂ خوابیدہ اگر زیر قدم
یوں اڑا اسپ کہ جسطرح سے خواب مخمل

دم جولاں کہیں ملتا نہیں سایہ کا پتہ
ڈھونڈھتی پھرتی ہیں پریاں اُسے جنگل جنگل

لے اوڑی گرد قدم نکہت گل کو ہمراہ
لے گئی آنکھ سے نرگس کی چرا کر کاجل

گرد جولاں میں اُسے دیکھ کے کہتے ہیں یہ لوگ
دیکھو بجلی کے تعاقب میں رواں ہی بادل

وہ چمک تیغ کی اور جوہروں کی وہ سبزی ۔ آب الماس میں صانع نے زمرد کیا حل
آگ میں آب ہے ایسی کہ بجھا دے آتش ۔ آب میں آگ ہے ایسی کہ جلا دے مشعل
چمک ایسی ہے کہ آنکھوں سے یہ دیکھا سب نے ۔ کہ ابھی کھیل رہی تھی سرِ مشرک پہ اجل
جوہروں کی ہے یہ کثرت کہ نظر آتی ہے ۔ ساتھ زنار کے کافر کے گلے میں ہیکل
ساتھ دینا تھا ردانی میں جو تلوار اسکا ۔ کہہ دیا اس سے قیامت کے میں آتی ہوں تو چل
سر و گردن کا علاقہ کیا ایک وار میں قطع ۔ روح و قالب کا معمہ کیا ایک آن میں حل
اس نے یہ بھی تو نہ جانا یہ تبر ہے کہ خیار ۔ اُسنے یہ بھی تو نہ دیکھا یہ جبل ہے کہ جبل
چھوڑ کر کاسۂ سر ہوش سے کہتی ہے کہ بھاگ ۔ توڑ کر خانۂ تن روح سے کہتی ہے نکل
کبھی عنتر سے ہی پیکار کبھی مرحب سے ۔ کبھی عتبہ سے کبھی عمرو سے ہے ردو بدل
وصف ان تیغ زنوں کا ہے بیاں سے باہر ۔ کہ ملائک بھی ہیں ساتھ ان کے دم جنگ جدل
یہ ہیں وہ لوگ کہ جسوقت عرب سے نکلے ۔ پڑ گئی روم میں اور فارس میں کیسی ہلچل
جامع وصف اشداء صفات رحماء ۔ طبع میں تلخی و شیرینی شہد و حنظل
مظہر شان جلالی و جمالی ہر ایک ۔ نوش بھی نیش بھی ہے صورت زنبور عسل
خود بخود دیکھ کے جل جاتے ہیں کفار ان کو ۔ کہ یہ ہیں مزرع اسلام کی اُٹھتی کونپل
ان کے رخسار جو میداں میں ہوئے خاک آلود ۔ ہوئی آئینہ اسلام پر اُس سے صیقل
دیکھیں تلواروں کی موجیں تو بڑھے مثل نہنگ ۔ ہو گئے شیر سنانوں کا جو پایا جنگل
شاخ سے نیزہ کی فردوس کے میوے توڑے ۔ مل گیا چھاؤں میں تلواروں کی جنت کا محل
مدح کی مجکو تمنا ہے مخاطب ہوکر ۔ اب حضوری میں چلوں مثل قلم سر کے بل
ابھی خلوت ہی میں تھا آئینہ پرداز ازل ۔ کہ پڑی آپ کے چہرہ پہ نگاہِ اول
راز توحید کا اسطرح سے کھولا تو نے ۔ کوئی باقی نہ رہا عقدۂ مالا ینحل
گلفشانی سے مواعظ کی ہوا ہے پرگل ۔ سر داماں ابد تا بہ گریباں ازل
دہو گئے لوح طبایع سے سب اوہام و شکوک ۔ مٹ گئے صفحۂ عالم سے سب ادیان و ملل
داد دیتے تجھے اے نظم جو ہوتے اسوقت ۔ عرفی و محسن و سودا و جریر و اخطل

۳۔ اخبار ہندوستان لاہور

جولائی کے پرچے میں شیخ ضیاء الحق صاحب کی نسبت جو مختصر نوٹ درج کیا گیا تھا وہ لالہ دینا ناتھ صاحب کے نزدیک اڈیٹر اردو معلے کی ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ورنہ درحقیقت "ضیاء الحق نے مسٹر ہربیسن کی معرفت صاحب ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں درخواست بھیجی تھی کہ میں لاہور میں ایک خفیہ انارکسٹ سوسایٹی کا پتہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ صاحب ڈپٹی کمشنر مجھ سے ملنا منظور فرمائیں" اخباروں کے ذریعہ سے اتنا تو ہمکو بھی معلوم ہوا تھا کہ شیخ صاحب نے ڈپٹی کمشنر لاہور سے ملنے کی درخواست دی ہے۔ لیکن یہ تفصیل کہ وہ اُن سے ملکر کیا کیا راز کھولنا چاہتے تھے ہمکو کسی اخبار میں نہیں ملی اس لیئے ہم اس بیان کو بازاری افواہ سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ کیا لالہ صاحب کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت موجود ہے۔ اگر موجود ہے تو پیش کریں ورنہ محض افواہی خبروں کی بنا پر کسی مجبور و محبوس شخص کو بدنام کرنا اخبار نویسی کی شان سے بعید ہے۔ ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ لالہ صاحب نے مسٹر ظفر علی خاں اڈیٹر زمیندار کی محض اس لیے بہت بری طرح سے خبر لی تھی کہ انہوں نے ضلع گوجرانوالہ کے فرضی بم والے مقدمہ میں ملزم پوسٹمین کے دوچار پولیٹکل شعر نقل کر دیئے تھے درآنحالیکہ کاغذات مقدمہ میں باضابطہ طور پر وہ اشعار کہیں درج نہ تھے۔ جائے غور ہے کہ دوسروں کی نسبت تو لالہ صاحب اخباری ذمہ داری کا اتنا بلند معیار قائم کرتے ہیں۔ لیکن خود ایسا طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے۔ جو شاید ادنیٰ درجہ کے اخبارنویسوں کے بھی شایانِ شان نہیں ہے۔ لالہ صاحب کی نسبت کئی نہایت مکروہ خبریں ہمکو پہونچی ہیں جنکو ہم صرف اس لیے درج نہیں کرتے کہ بلاتحقیق اور بے سبب کسی کی پردہ دری کرنا ہمارے نزدیک کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ جب تک کوئی باضابطہ ثبوت نہ پیش کیا جائے اسوقت تک لالہ صاحب کا بیان خود انہیں کے مقرر کردہ اصول کے مطابق غلط سمجھا جائے گا۔ لیکن بفرض محال اگر ہم اُسے صحیح بھی تسلیم کریں تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ نے شیخ صاحب کی درخواست کو منظور کیوں نہیں کیا۔ سڈیشن کی بیخکنی پر گورنمنٹ کی غیر معمولی آمادگی اور ذرا ذرا سی بات

پر لوگوں کی تلاشیوں گرفتاریوں اور اُن پر مقدمے قائم کیے جانے کا حال سب پر روشن ہی ایسی حالت میں سوا اسکے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اخبار سہائک میں شیخ صاحب کی نسبت صوفی انبا پرشاد صاحب کی شکایتی تحریر۔ یا شیخ صاحب کے اس مفروضہ بیان کو "کہ میں ارادتاً انبا پرشاد اور اجیت سنگھ کے ساتھ ہو گیا تھا اور میں ہی نے انکا پتہ بوشہر میں برٹش سفیر کو دیا تھا" گورنمنٹ نے جنگ زرگری سمجھکر ایک مصلحتی کارروائی قرار دیا اور اس لیے اس کی جانب مطلق توجہ نکی۔ گورنمنٹ کے ذرائع معلومات بہت وسیع ہیں اس لیے معاملہ زیر نظر میں اس کی بے پروائی سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ شیخ صاحب نے جو کچھ کہا یا کہنے کا ارادہ کیا وہ غالباً کسی مصلحت پر مبنی ہوگا جسکا علم نہ اردو کے معلے کو ہے نہ ہندوستان کو اور جب تک اصلی حال ظاہر نہو اسوقت تک شیخ صاحب کو بلا تکلف "بد باطن۔ دروغ گو اور دشمن ملک وقوم" قرار دینا کسی ذی ہوش یا ایماندار شخص کا کام نہیں ہے

لالہ صاحب کا یہ کہنا کہ "ضیاء الحق نے یہ بہتان اسلئے بنائے تھے کہ خود کسی طرح مصیبت کے پنجے سے نکل جائے" کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر شیخ صاحب کو اپنے مبتلائے مصیبت ہونے کا ایسا ہی خوف ہوتا تو وہ پیشوا کے سے بیباک اخبار کی اڈیٹری ہی کیوں قبول کرتے جسمیں ہر وقت گرفتار بلا ہونیکے خوف کا موجود رہنا یقینی تھا۔ یا اگر وہ واقعی دشمن ملک وقوم ہوتے تو سردار صاحب اور صوفی جی نیز ان کے دیگر معاونین کو ان کی زمانہ موجودگی لاہور ہی میں پھنسا دینے سے ان کو کونسا امر مانع تھا۔

صوفی جی یا سردار صاحب کو ایران یا ٹرکی میں کون جانتا تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ شیخ صاحب ہی ان دونوں بزرگوں کو ایران لے گئے اور وہاں کے عمائدین سے انکا تعارف کرا کر حق دوستی و اعانت ادا کیا۔ ہمارے نزدیک لالہ دینا ناتھ صاحب کی حمیت و مروت کا تقاضا یہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر شیخ صاحب کی ہمدردی اور وفاداری کی قدر نہ کرتے تو کم از کم بلا تحقیق انہیں بدنام کرنے سے تو باز رہتے۔ لیکن نہیں ہم غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نکرتے تو لفٹنٹ گورنروں اور ڈپٹی کمشنر صاحبان سے ملاقات کا استحقاق انہیں کیونکر حاصل ہوتا۔ فقط

تمہ۔ معجزہ محبت کی نسبت اس پرچے میں بوجہ عدم گنجایش کچھ نہیں لکھا جاسکا۔ آیندہ لکھا جائے گا

غزل حسرت موہانی نوشتہ زندان فرنگ

نہوا اس کی خطا پوشی پہ کیوں ناز گنہگاری
نشانِ شانِ رحمت بنگیا داغ سیہ کاری

ستم تم چھوڑ دو میں شکوہ سنجیہائے ناچاری
کہ فرض عین ہے کیش محبت میں رواداری

وفا سے دشمنی رکھکر مرے دل کی طلبگاری
بہت مشکل ہے اس جنس گرامی کی خریداری

ہوئیں ناکامیاں بدنامیاں رسوائیاں کیا کیا
نہ چھوٹی ہم سے لیکن کوئے جاناں کی ہواداری

وہ دن اب یاد آتے ہیں کہ آغازِ محبت میں
نہ چالاکی تجھے اے شوخ آتی تھی نہ عیاری

نہیں غم جیب و دامن کا مگر ہاں فکر ہے اتنی
نہ اٹھیگا مرے دست جنوں سے رنج بیکاری

نہ چھوڑا مرتے دم تک ساتھ بیمارِ محبت کا
قسم کھانیکے قابل ہے ترے غم کی وفاداری

نہ انکو رحم آتا ہے نہ مجھسے صبر ہے ممکن
کہیں آسان ہو یا رب محبت کی یہ دشواری

وفورِ اشک پیہم سے ہجوم شوق بیحد میں
مری آنکھوں سے ہے اک آبشار آرزو جاری

غضب رنگینیاں تھیں گریہائے ابتدا کی
ہوئی ہے جن سے دامانِ محبت پر یہ گلکاری

نہیں کھلتی میری نسبت تری اے حیلہ جو تری
کہ ہے اقرار دلجوئی نہ انکار ستمگاری

نہ کر اتنا ستم ہم دردمندوں پر کہ دنیا سے
مبادا یکقلم اٹھ جائے تہذیب وفاداری

رواں ہے قافلہ سوئے عدم اربابِ محنت کا
گیا پہلے ہی دل اب جانِ محزوں کی ہے تیاری

خوشی سے ختم کر لے سختیاں قید فرنگ اپنی
کہ ہم آزاد ہیں بیگانہ رنج دل آزاری

نہ دیکھے اور دل عشاق پر بھی نظر رکھے
قیامت ہے نگاہِ یار کا حسن خبرداری

یہی عالم رہا گر اس کے حسن سحر پرور کا
تو باقی رہچکی دنیا میں راہ و رسم ہشیاری

وہ جرم آرزو پر جسقدر چاہیں سزا دیں
مجھے خود خواہش تعزیر ہے ملزم ہوں اقراری

چلا برسات کا موسم نہ چھوٹے قید غم سے ہم
بڑی بے لطفیوں میں اب کی گذرا وقت میخواری

نسیم دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت
جزاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسونکاری

غزل جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل جانشین امیر مینائی مرحوم

وہ کہتے ہیں مسیحائی کو ہم تیار بیٹھے ہیں
یہ پوچھو کیا ابھی تک آپ کے بیمار بیٹھے ہیں

ہزاروں جان دینے کیلئے تیار بیٹھے ہیں
مگر وہ ہیں کہ زانو پر دھرے تلوار بیٹھے ہیں

دکھا کر وہ بہار حسن کب کے چل دئے لیکن
خدا ہی جو نکلے آج بھی حسرت شہادت کی
محبت نہ سہی ہیں ادا ایجاد کرکے جان لینے کی
ابھی شاید کوئی ارماں اُنکے دل میں باقی ہے
گلے لپٹا تھا شاید کوئی آکر خواب میں اُنکے
نظر بھی وہ ملا سکتے نہیں دل کی کدورت سے
نہیں معلوم کیوں برہم ہوئے کیوں چڑ گئی تیوری
سماں وہ میکدے کا اب تک آنکھوں میں پھرتا ہے
کہا جانیکو جب اس نے تو جان ناتواں نے لی
شب وعدہ گماں ہمیں یہ ہوتا تھا کہ اب آیا
وہ یک [illegible] کہ ساری خلق مشتاق شہادت تھے
گریبان پھاڑ ڈالا گیسوئیں پھرنا بھی غنیمت تھا
جلیل اب کیا کہوں تم سے ادا ہی بزم ہستی کی

جہاں بیٹھے تھے اُنکے طالب دیدار بیٹھے ہیں
کہ وہ کچھ سوچ میں ٹیکے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں
وہ کیا جانیں کہ ہم خود جان سے بیزار بیٹھے ہیں
جو میری لاش پر کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں
اب اُٹھے ہیں تو وہ ایک ایک سے بیزار بیٹھے ہیں
ہم اُنکے سامنے کیا ہیں بس دیوار بیٹھے ہیں
کھنچے بیٹھے ہیں وہ کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں
کہ ساقی بیچ میں چاروں طرف میخوار بیٹھے ہیں
کہ چلئے ہم بھی چلنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں
تری تعظیم کو اٹھ اٹھ گئے ہم سو بار بیٹھے ہیں
مگر کھولے ہوئے رکھے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں
جنوں کا ساتھ جس دن سے چھٹا بیکار بیٹھے ہیں
ہزاروں تھے جہاں بیٹھے وہاں دو چار بیٹھے ہیں

غزل جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی مدظلہ العالی

دو پیرہن جاں میں ہیں جاں مجلہ تن میں
ہوں وہم جدائی سے عجب رنج و محن میں

مقصود زیارت ہے اگر کعبۂ دل کی
ہو گرم سفر تا چند ملک و وطن میں

وہ قامت دلکش ہی عجب فتنۂ عالم
چھپتا ہی نہیں پیرہن نو و کہن میں

اے شمع بہا اشک چھپا راز محبت
خاکستر پروانہ ہے بے تاب لگن میں

شورش میری بیجا ہے نہ فریاد نکمی
رونق ہی ذرا نالۂ بلبل سے چمن میں

تاثیر ہو کیا خاک جو باتوں میں کثرت ہو
کچھ بات نکلتی ہے تو بے ساختہ پن میں

کمتر ہی بعد و دم سے انسان مرا تب
ہر دم جو ترقی نکرے چال چلن میں

غزل جناب علی احمد صاحب تاز از سکندر راؤ ذریعہ جناب علی الدین صاحب بی اے

[illegible] نہیں در کار کسی کی
کچھ دور نہیں پاس ہے سرکار کسی کی

آنکھیں تو گئیں ہائے مگر دیدۂ دل میں
باقی ہے وہی حسرت دیدار کسی کی

آندھی کی ہوا برق کا دم دیکھ چکے ہم
آگے نہ بڑھی عمر سے رفتار کسی کی

وہ چور ہے نخوت میں کسے چھیڑ رہی ہو
مانے گا نہ مست مئے پندار کسی کی

تم دیکھیو اے اہل جہاں شورش محشر
ہمکو تو قیامت ہوئی رفتار کسی کی

ٹھانی ہے قضا سے صف مژگاں نے لڑائی
دیکھیں تو صفائی دم پیکار کسی کی

جم جائے نگاہوں میں وہی مصر کا نقشہ
گزرے جو سواری سر بازار کسی کی

ہم رند گنہگار ہیں اللہ کے زاہد
سنتے نہیں رحمت کے سزاوار کسی کی

اے راز ضعیفی ہے مگر جی کو نہ مارو
دیکھ آئیں چلو گرمی بازار کسی کی

از جناب میرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی

دل جدا ہوتا ہے مجھ سے میں دل بیمار سے
آتی ہے آواز رونے کی در و دیوار سے

راحت نہ دن کو شب کو نہ آنکھوں میں خواب ہے
ایسے مریض عشق کا جینا عذاب ہے

بیمار عشق ہوں میری حالت تو پوچھ لو
اے ہنسنے والو حال مصیبت تو پوچھ لو

دل بیچنے ہم آئے ہیں بازار حسن میں
سودا ہو یا نہ ہو کوئی قیمت تو پوچھ لو

گو نا امیدیوں سے نہیں فرصت فغاں
خاموش کس لیے ہوں یہ حالت تو پوچھ لو

ہر چند راز عشق کے ناگفتنی سہی
ناگفتنی ہیں کیوں یہ حقیقت تو پوچھ لو

صبح کر دیتے ہیں شیدا ترے روتے روتے
آنکھ کھل جاتی ہے جب رات کو سوتی سوتے

غزل مولوی سید امین الحسن صاحب بسمل موہانی

جس قیامت کی ہوا کرتی ہے تقریر انکی
ویسی ہی شوخ نظر آتی ہے تحریر اُن کی

چلبلے فقرے جو نامے میں نظر آتے ہیں
آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے تصویر اُنکی

مجھکو دیوانہ بنا لیتے ہیں مفتوں ہو کر
دیکھیے کیسی خوش آئند ہے تسخیر اُن کی

مجھکو بلواتے ہیں مطلب یہ کہ مجھ سے ہو جنوں
جذبہ شوق سمجھتا بھی ہے تدبیر اُن کی

ہیں کہ وارفتہ انداز پشیمانی ہوں
خط کے لکھنے میں مزہ دیتی ہے تاخیر اُنکی

باغباں اور اسیروں پہ کرے رحم محال
ہاں قفس ہی میں بہار آئے تو تقدیر انکی

دشتِ میں اور تنگ ہوگی صحرا سے — ضبط کر تیری بھی رسوائی ہے تشہیر انکی۔

غزل جناب حکیم یاور صاحب راز لکھنوی

کافی ہے یہ کہ آپ سے دل مبتلا ہوا — اب کیا بتائیں آپ نے ہم او رکیا ہوا

دل پر جو ہاتھ آپنے رکھا تو کیسا ہوا — جینے سے اور درد محبت سوا ہوا

آئے وہ بال کھولے ہوے میری لاش پر — شب مرگ نامراد یہ اندھیر کیا ہوا

دل سے تمام رات ہی شور ہے — ہم ان سے کیا کہیں گے اگر سامنا ہوا

الحمداللہ کہ نفرتگان بعد دیکھنے — ہے ٹکڑے خرام ناز سے محشر بپا ہوا

کھا کھا کے زخم ہنستے ہوے — قسمت میں ان کی تیغ آزما ہوا

ہے دل کا حال چہرے کی زردی — اے راز درد عشق چھپا یا تو کیا ہوا

غزل جناب حافظ ولایت اللہ صاحب تسنا جہانپوری رنگیا

کوئی تو چارہ درد جگری پیدا ہو — جام وہ شے کہ مجھے بے خبری پیدا ہو

زہر کھانیکو جو چاہوں تو — اور مانگو جو دعا بے اثری پیدا ہو

وہ گل اندام جدھر جاے گلستاں — چال میں طرز نسیم سحری پیدا ہو

میرے زندان محبت کی وہ — ماہ میں رنگ چراغ سحری پیدا ہو

نونہالوں کے نہانیکا اثر ہی کچھ اے جگر — کیوں نہ دریا میں عقیق شجری پیدا ہو

غزل جناب نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری

خنجر پہ جو بوند — یہ شکل ہے اپنی آرزو

زنجیر جنوں — ہے — لغزش ہے میرے پائے جستجو کی

خنجر سے جو بوندسی ہے ٹپکی — اوقات تھی یہ رگ گلو کی

تصویر میں جس نے جان ڈالی — کیا بات ہی ان کی گفتگو کی

خاک اپنی بھری بگولے بنکر — مٹی ہے خراب جستجو کی

پھر عزم سفر ہے سمت پنجاب — یاد آئی ہے پھر کہیں کسو کی۔

دنیا سے نیاز چل بسا آج — آواز نہیں وہ ہائے و ہو کی

فقط

نہ جھکی بندۂ درگاہ سے اور آپ سے خیر
ہم الفت میں اگر ایسے ہی آئین ہوے

قمری و بلبل نالاں میں پڑے جو جھگڑے
سو دل غمزہ کے موجب تسکین ہوے

اشک آنکھوں سے قدم رکھ نہیں سکتے باہر
دولت شرم سے مانند سلاطین ہوے

جی ہی اچھا نہ رہا پھر تو عیاذاً باللہ
فائدہ کیا جو شناسا سے اراکین ہوے

تحفگی یہ کہ ملی آپ نے انشا مہندی
اور کپڑے تو مرے مفت میں رنگین ہوے

ان انگلیوں میں قول کے چھلے نظر پڑے
واللہ تم تو سخت چھبیلے نظر پڑے

دیکھا پری وشوں کو تو ان کے سر و نیہ آج
کچھ طرفہ رنگ رنگ کے شیلے نظر پڑے

جو نسیم صبح لپٹ گئی کسی گل کے دامن پاک سے
تو شعاع مہر نے اک چھری جڑی آکے اسکو شتاک سے

آج بجلی سے بنے مفت طبق سونے کے
یوں چمکتے ہیں پڑے جیسے ورق سونے کے

اس پریزاد کی گر یوں ہی سواری نکلے
ابھی برسانے لگے پھول شفق سونے کے

واہ کس لطف سے رات اسنے کہا گرمی میں
ہم نہیں ساتھ ترے کر کے عرق سونیکے

ہے جی میں قفل خانۂ خمار توڑیے
یعنی در بہشت کو یکبار توڑیے

جی چاہتا ہے لیکے بلائیں تمہاری آج
پوریں ان انگلیوں کی بھی لے یار توڑیے

انشا دکھا کے اور بھی اک جلوۂ غزل
بند نقاب شاہد اسرار توڑیے

یہ کیا کہ ان کے دل کو نہ تنہا توڑیے
سو بار جا کے جوڑیے سو بار توڑیے

ہاتھ آوے کچھ اگر نہ سررشتہ بگاڑ کا
تو لڑ کے انکے موتیوں کا ہار توڑیے

شوخی تو دیکھو آج یہی قصد ہے کہ خیر
جس ڈھب سے ہوسے خاطر دلدار توڑیے

سبزے کو روند ڈالیے یا ان کے باغ کی
نارنگیاں ہی چپکے سے دو چار توڑیے

انشا یہ روٹھ راٹھ ہی اک تاؤ بھاؤ کی
اس توڑ جوڑ کا نہ کبھی تار توڑیے

بوسہ جو دیتے نہیں مجکو تو جھڑکی ہی سہی
نہیں دروازہ جو کھل سکتا تو کھڑکی ہی سہی

وہ پری ہی نہیں کچھ ہوکے کڑی مجھسے لڑی
آنکھ نرگس کی بھی دو چار گھڑی مجھ سے لڑی

واسطے تیرے گرانگ محل ہے دشمن
تیری خاطر تو ہر اک چھوٹی بڑی مجھ سے لڑی

جھڑ لگا دی مری آنکھوں نے تو لو اور سنو
کنگنی باندھ کے کیوں مینہ کی جھڑی مجھسے لڑی

رات لڑ بھڑ وہ جو چپ ہو رہی تو انکی عوض
بولتی تھی وہ جو سونے کی گھڑی مجھسے لڑی
بیٹھے بیٹھے کہیں بلبل کو جو چھیڑا ہیں نے
تو نسیم اس کے بدل ہو کے کھڑی مجھسے لڑی
کون سی حوریاں کھیلنے جو تھی آئی
بوئے گل لیکے جو پھولوں کی چھڑی مجھسے لڑی
روٹھکر ان کے گلے میں جو لگا تو انشا
ہر اک اس دولڑی موتی کی لڑی مجھسے لڑی

اے پری تیرے مزے ایک بشر لیتا ہے
اور خدائی پڑا دیو تحسر لیتا ہے

دل میں بدولت آپ کے اک درد ہی سو ہے
وہ آہ سوزناک و دم سرد ہی سو ہے
مجنوں تو سوکھ ساکھ کے اک خار بنگیا
لیلےٰ کا چہرہ مثل گل زرد ہی سو ہے
انشا نشان قافلہ کی کچھ خبر نہ پوچھ
بانگ جرس ہی اور وہی گرد ہی سو ہے

نہ پیاس اپنی بجھی برف سے نہ شورے سے
بجھی تو نرگس ساقی کے آبخورے سے
نشے میں کیوں نکرو دل خش دکھا دینے
وہ دونوں دیدے تمے ناب کے کٹورے سے
بلا سے جام نہووے نہو کہ یاں ہم لوگ
جڑ جاگئے ہیں گھڑوں کے گھڑے سکورے سے
نہیں جو رات کو جاگے تو کیوں ابھر آئے
یہ لال لال کچھ آنکھوں میں ڈورے ڈورے سے
کل ان کے پانوں لگا دابنے تو یوں بولے
ہمارے سر کی قسم اور زور زورے سے

ہے آنکھو پہ ساقی کی مئے ناب کی پھبتی
پھب جائے نہ کیوں مکھڑے پہ مہتاب کی پھبتی

یارب ترا ہی ذکر بیاں جب نہ تب رہے
ہر دم کے ساتھ اک حرکت زیر لب رہے
بچپن میرے چھیڑے چھوٹے سے نہیں شوخ
سوتے ہی آپ رات نہایت کڈھب رہے
انشا بھلا وہ زاہد دیرینہ کیا کرے
خود جسکی تاک جھانک میں بنت العنب رہے

ہے شیخ کے سر ایسی ہی تلبیس کی ٹوپی
جس سے کہ پری کانپے ہے ابلیس کی ٹوپی
ہدہد کو خوشی تب ہوئی جبدم نظر آئی
ہاتھوں میں سلیمان کے بلقیس کی ٹوپی
پریوں کے گھروں میں وہی چوری کے مزے لیں
جن پاس ہو جنوں کے جواسیس کی ٹوپی
ممکن ہو تو دھر دیجیے بناکر ترے سر پر
زربفت مہ و زہرہ و برجیس کی ٹوپی
انشا مرے آقا کی سلامی کو جھکی ہے
سکان سراپردہ تقدیس کی ٹوپی

کیا چیز بھلا قصر فریدوں میرے آگے
کانپے ہے پڑا گنبد گردوں مرے آگے

مطلق متوجہ نہوں ہرچند گزر جائیں
صد قافلۂ لیلے و مجنوں مرے آگے

ہوں وہ جبروتی کہ گر دو حکما سب
چڑیوں کی طرح کرتے ہیں چوں چوں مرے آگے

بولے ہی یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں
بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے

مجرے کو مرے خسرو پرویز ہو حاضر
شیریں بھی کہے آکے بلا لوں مرے آگے

بیتابیٔ دل دیکھ کے سیماب سے پھر جائے
کف لائے اگر موجۂ جیحوں مرے آگے

ہیں شاہ خراساں کے غلاموں میں انشا
مصروف رہے موسیٰ و ہاروں مرے آگے

گرمی کی جو شکوہ تھی سب گرد ہو گئی
دو چار بوندیوں میں ہوا سرد ہو گئی

آگے تو اہل درد سے ربطِ درست تھا
پر اب طبیعت آپ کی بیدرد ہو گئی

اے نادرِ جہاں ترے یمنِ قدوم سے
وضعِ چمن بسانِ ابیورد ہو گئی

گر آب پاش آن کے لے ابرِ نو بہار
اوراقِ گل پہ جمع بہت گرد ہو گئی

بھری وہ آتشِ عشق اس دلِ فگار میں ہے
کہ لاکھ برق یہاں جس کے ہر شرار میں ہے

ملے شراب جو انانِ باغ کو کیونکر
کہ آپ پیرِ مغاں رنجشِ خمار میں ہے

کدھر سے آتی ہے آوازِ دوست اے مطرب
نہ نطق انگلیوں میں ہے نہ چوب و تار میں ہے

مجھے یہ آج پری پیکروں نے لکھ بھیجا
کہ آئیے چمن نرگس انتظار میں ہے

پھوہار مینہ کی خوش آیندہی بہت اسوقت
شراب پینے کا موقع اسی پھوہار میں ہے

بدل کے قافیہ انشا لکھ اور تازہ غزل
کہ یہ غزل جو سنائی سو کس شمار میں ہے

عجیب لطف کچھ آپس کی چھیڑ چھاڑ میں ہے
کہاں ملاپ میں وہ بات جو بگاڑ میں ہے

کھڑی جو کوئی کواڑوں کی اپنے آڑ میں ہے
تو کیا نمود جھمکڑی اسی دراڑ میں ہے

یہ مجھ سے کہنے لگے ایک شخص تھے جو الول
مزاج پوچھئے سچ مچ تو چولے بھاڑ میں ہے

ہزار طرح کی فکریں خراب کرتی ہیں
غرض نہ پوچھو کہ انساں کس لتاڑ میں ہے

گھبرائے شور سے دل بادل آج دیکھ انشا
کہ کس طرح سے پھنسی برق بھیڑ بھاڑ میں ہے

مت ہاتھ اٹھا اپنے تو بسمل کے گلو سے
تا آبِ دمِ تیغ لبِ زخم تو چوسے

تو سایہ فگن ہووے تو جوں سرو چراغاں
ظاہر ید بیضا ہو مرے ہر سرِ مو سے

آہ دل عاشق بھی دم گریہ کسی طرح
کچھ کم نہیں ملے فاختہ سرو لب جو سے
میں جھوٹ نہ بولونگا مجھے تم سے ہی الفت
بیٹھا طرف کعبہ ہوں اسوقت وضو سے
گر قتل شہید سے الفت کو یہ بولے
ہی بوئے شراب آتی مجھے ایسکے لہو سے

معلوم نہیں روٹھے ہیں کس آئینہ رو سے
پانی جو اترتا نہیں غنچوں کے گلو سے
چین آوے نہ کیوں ایسے پریزاد کی بو سے
بن مانگے دئے جن نے مجھے آنکھوں کے بوسے
اب کوئی ہما ہو تو اسے ذبح کریں ہم
تعویذ بہت لکھ چکے ہد ہد کے لہو سے
شیشے نہوں دس بیس تو مستوں کی تسلی
ساقی کوئی ہوتی ہے بھلا ایک سبو سے
انشا غزل اک اور قوافی میں بھی لکھ ڈال
داد اس کی بھی مانگ آکے ہر اک ریختہ گو سے

ہو توبہ شکن آج دلا تو سر نو سے
کپڑوں پہ چھڑک مے کو اڑا شمع کی لو سے
اے دل وہ خوشا کشت برومند کہ جسکو
خطرہ ہی نہیں تہلکۂ وقت درو سے
گر بیٹھے وہیں فصل خدا ساز پہ تکیہ
جب بن نہ پڑی بات کچھ اپنی تگ و دو سے
یاد آتے ہیں اک پیر مغاں کے مجھے ابرو
ہی اس سبب افراط محبت مہ نو سے
افواج گل و لالہ میں ہے زلزلہ انشا
اس باد بہاری کی سواری کے جلو سے

[1] میں تیرے صدقے نہ رکھ اے مری پیاری روزہ
مہندی رکھ لیگی تیرے بدلے ہزاری روزہ
نمش اور برف کے کوزوں کی ہوئی تیاری
آج کس شخص کی رکھی گی دولاری روزہ
دن دہاڑے اسے ابھی رات کو انشا اللہ
تیرے قربان گئی ہے مجھے واری روزہ

[2] جو نپ کیا ہو جو کسی سے گوئی ہر روز ملے
چاہئے ہفتہ میں دلسوز سے دلسوز ملے

چبھتی ہے یہ نگوڑی مسلسل کی اوڑھنی
لا دے وہی دداب مجھے ململ کی اوڑھنی
بن سر ڈھپے ہوے تجھے کیا چاہئے بھلا
بوٹے سے قد پہ اس بڑے آنچل کی اوڑھنی
انشا کے سونگھنے کے لیے اُن نے بھیجدی
جالیکی کرتی اور وہی ہلکی اوڑھنی

اختیاری تو نہیں آپ سے جو دوری ہے
سخت لاچار ہوں میں عالم مجبوری ہے

کب تلک ابر کے پرتو سے رہے کیلی دھوپ
بار الٰہا نکل آئے کہیں چٹکیلی دھوپ

کھل پڑے عالم مستی میں تو ہم سخت کھلے
لے نہ لے دختر رز ہاتھو تیرے تخت کھلے

فقط

[1] لہ از دیوان مرتبہ
[2] لہ از اشعار منتخبہ

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ میڈیکل انسپکٹر کرنل اگزام صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معززانگریزوں و میڈیکل کالج کے پروفیسروں و نامور ڈاکٹروں و ولیاں ریاست اور ولایت کے یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ کے اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ جملہ امراض کیلئے اکسیر ہے ضعف بصارت ۔ تاریکی چشم ۔ دھند جالا ۔ پڑبال ۔ پھولا ۔ سبل ۔ سرخی ۔ ابتدائی موتیابند ۔ ناخنہ ۔ پانی جانا ۔ خارش وغیرہ چند روز کے استعمال سے بینائی بڑھجاتی ہے اور عینک کی حاجت نہیں رہتی بلکہ بیسیوں برس تک کو یہ سرمہ مفید ہے ۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے مبلغ دو روپیہ ممیرے کا سرمہ سفید اعلی قسم کا فی تولہ تین روپئے خاص ممیرہ فی ماشہ بیس روپے مصری سرمہ فی تولہ چار آنہ محصولڈاک ذمہ خریدار

المشتہر ۔ پروفیسر میاں سنگھ اہلو والیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے

(۱) یہ ممیرے کے سرمہ کو جو مشتہر پروفیسر میاں سنگھ صاحب نے خود بنایا ہے آپنے خود بہت سے مریضوں پر استعمال کرکے دیکھا ہے اور میں اس امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ یہ نادر سرمہ ممیرہ کا نہایت ہی مفید اور آنکھوں کی بیماریوں کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے میں نے بیشک آج تک کوئی سرمہ اس سے زیادہ فائدہ بخش نہیں دیکھا آپ کو آنکھوں کی خواہ کبھی کسی قسم کی شکایت ہو تو بیدریغ اسکے استعمال کر سکتی ہیں میں بلاشک کہتا ہوں کہ ہر طرح پر مفید و فائدہ بخش ثابت ہوگا ۔ پانی آنا ۔ دھند ۔ خارش ۔ سرخی کیواسطے انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ثابت ہے اور مجھکو آپ کے تقدر ستے ذہنوں میں یہ سرمہ ایجاد کرکے ملک عزیز و قوم پر احسان کیا ہے ۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں امید ہے کہ ضروری کہ ملک کے تمام لوگ اسکے سرمہ سے فیضیاب ہوں اور فائدہ اٹھائیں اور ہر طرح کی بیماریوں سے بچیں ۔ حاصل کریں ۔ راقم

ایسسٹنٹ ۔ ۔ ۔ صاحب بہادر ڈاکٹر ۔ ۔ ۔ صاحب ۔ ۔ ۔

قیمت سالانہ ۶ روپے	رسالہ زمانہ کانپور	نمونہ ۶ آنہ

عمدہ لکھائی بہترین چھپائی ۔ اعلی کاغذ ۔ دلکش تصاویر مفید اور دلچسپ مضامین غرض ہر حیثیت اور ہر لحاظ سے اردو زبان کا

بہترین رسالہ ہے ۔

زمانہ کا حجم قریب سو صفحے ماہوار کے ہوتا ہے زمانہ کے ہر نمبر میں ہر قسم کی متعدد بہترین تصویریں ہوتی ہیں زمانہ میں سب قسم اور ہر مذاق کے بہترین مضامین ہوتے ہیں ۔

زمانہ ہر ماہ کے ٹھیک ۳۰ ۔ تاریخ کو شائع ہوتا ہے اس قیمت پر ملک کا کوئی ماہوار رسالہ متعدد مضامین و اتنی نفیس اور عمدہ تصویریں نہیں دیتا ۔

جنوری سے جون سنہ ۱۹۱۰ تک جو ششماہی جلد تمام ہوئی ہے اسمیں بہترین لکھائی چھپائی کاغذ کے ۔ صفحات ۔ ۔ ۔ مضامین نظم و نثر کا اور سات اعلی درجہ کی نفیس رنگین اور ۹۰ ہاف ٹون عکسی تصاویر ہیں اب کوئی مکمل جلد فروخت کیلئے نہیں رہی ۔ جولائی سے نئی جلد شروع ہوتی ہے آئندہ خریداری ابھی سے شروع ہونا چاہئے ورنہ پھر میں خریداری سے جلد مکمل نہ ملے گی ۔ المشتہر منیجر زمانہ کانپور

جدید ضابطہ دیوانی کی ایک جامع شرح

حصہ اول بزبان اردو قیمت دو روپیہ

مولفہ مولوی علی محمد صاحب بی اے ۔ ایل ایل بی ۔ ۔ ۔ اس شرح میں صرف نعات کی تشریح جو بری ہی انگریزی شرحوں کا مطالعہ سے

بے نیاز کر دیگی

دوسرا حصہ تیار ہو رہا ہے جو عنقریب شائع ہوگا پہلے حصہ کے خریدنے سے اسکی قیمت بھی دو روپیہ لی جاوے گی گویا مکمل شرح کی قیمت ۴ روپیہ ہو جائے گی ۔

منیجر نظامی پریس بدایوں سے طلب فرمائیے

فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی دواساز ان ڈٹرایٹ ملک امریکہ کی مشہور عالم ادویہ اسٹرنس کارڈیل آف کاڈلور آئل ایکسٹریٹ

مچھلی کے تیل کا [illegible] مع کشتہ فولاد۔ پاکیزہ۔ بلا بو۔ اوبطا مالش مرکب کھانسی کا اور کمزوری کا بہترین علاج [illegible] و [illegible]

اسٹرنس ہیڈیک کیور

ہر قسم کے درد سر کے واسطے بلا ضرر زود اثر اور یقینی فائدہ رساں دوا نقل مت خرید صرف اسٹرنس کی اصلی ہے۔ ۱۲ قرص ۱۴ر

اسٹرنس میتھیلائیڈس

کیسی ہی مثانے کی بیماری یا سوزاک ہو اس کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے ۲۰ گولیوں کی شیشی۔ قیمت دو روپئے ... ۲ر

اسٹرنس کولا

مقوی دماغ و اعصاب دافع سستی و کاہلی و تکان صرف تازہ اور بغیر خشک کی ہوئی گری سے تیار کیا جاتا ہے۔ خوشبودار خوشگوار ۵۰ خوراک [illegible]

اسٹرنس زائمول ٹوتھ پوڈر [illegible]

اگر دانت اچھی حالت میں نہوں تو لطف غذا نہیں ہضم نہ ہوئی تو لطف زندگی مفقود اس سفوف سے دانت مضبوط اور سفید سانس ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے۔ مسوڑے مضبوط اور خوشرنگ رہتے ہیں اور تمام منہ میں ایک نہایت فرحت انگیز خوشبو استعمال کے بعد باقی رہتی ہے قیمت ۱۲ ا۔ رسالہ رفیق مریضان جسمیں ان اور دیگر ادویہ تیار کردہ کارخانہ فریڈریک اسٹرنس لمیٹیڈ کمپنی ڈٹرایٹ ملک امریکہ کے شرح حالات ہیں اسٹرنس اینڈ ورتھائیزنگ ڈپو کشمیری دروازہ دہلی سے مفت اور بلا محصول طلب کرو۔

ہر شہر کے تمام انگریزی اشیاء کے دوکاندار فروخت کرتے ہیں

سید فضل الحسن حسرت موہانی نے اپنے اردو پریس علیگڈہ میں چھاپا اور دفتر اردوئے معلے سے شایع کیا۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۱

اُردوے معلیٰ

علیگڈھ

جلد ۱۱	بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ عیسوی	نمبر ۹

مرتبہ سید فضل الحسن بی اے حسرت موہانی

فہرست مضامین

قیمت رسالہ سالانہ مع محصولڈاک { بلا ضمیمہ ؏ / مع ضمیمہ ؏

اُردو پریس واقع علیگڈھ میں چھپا

رائنڈل صاحب کی بنائی نہایت مجرب ادویہ مرگال

انتہائی درجہ تک کے ضعف خون و تشنج کے مریضوں کے لیے اکسیر مصدقہ ڈاکٹر معالجات امراض مفال ۵۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپیہ (عہ)

بونیوال

طاقتو بنانے اور درد ضعف ۔۔ گرنت کی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کے واسطے بہت مفید کم ہمتی بدخوابی ضعف دل و دماغ کو نافع ۔۔ گولیوں کی قیمت (عہ)

گونوسان

مشہور تکلیف دہ جاں گداز مرض سوزاک کا حکمی علاج مشہور اور خاص معالج ڈاکٹران کا مصدقہ ۵۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپیہ (عہ)

یوہمبین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے نئے قطعی اور خاص علاج مصدقہ محققان مرض کو بھی خاصیت کرتی ۲۰ قرص کی قیمت ایک روپیہ چھ آنہ (عیصہ)

مندرجہ بالا ادویہ کے مفصل ۔۔۔ تیں ایک رسالہ مرآت آتش حالت میں چھپا ہوا مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسے برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو بمحصول ڈاک ارسال کیا جائے گا۔ اور مستند کردہ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو۔ اگر دقت ہو تو برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبداللہ خاں مہر لکھنوی

(۱۲۵۳ھ تا ۱۳۱۲ھ)

نام وخاندان عبداللہ خاں نام مہر تخلص، حاجی مصطفےٰ خاں صاحب خلف حاجی محمد بخش خانصاحب کے صاحبزادے تھے۔ مصطفےٰ خانصاحب کی ملکیت میں کچھ جاگیر ضلع بہرایچ میں تھی لیکن اُسے چھوڑکر اُنھوں نے لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔ ریل اس زمانے میں نہ تھی اس لیے مال کی آمد و رفت زیادہ تر کشتیوں کے ذریعے سے ہوتی تھی حاجی صاحب خیموں ریشم اور ولایتی سامان کی تجارت کرتے تھے۔ لیکن قدرت نے اُن کی ناموری کا دوسرا ہی ذریعہ تجویز کیا تھا جس کا ظہور مطبع مصطفائی کی شکل میں عجیب وغریب طریق سے ہوا۔

مطبع مصطفائی کا قائم ہونا لکھنؤ میں لیتھو پریس کے رواج کو ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا اس لیے مطابع کی محدود تعداد میں سے صرف دو ہی تین مطبع مشہور تھے مثلاً میر حسن دہلوی کا مطبع یا حاجی محمد حسین کا مطبع۔ حاجی محمد حسین صاحب نے کلام مجید چھاپنے کا اشتہار دیا جس کا ہدیہ فی پارہ ایک روپیہ کے حساب سے ۳۰ مقرر کیا۔ اس زمانے میں دولت اور قدردانی کی کمی نہ تھی اس لئے ختم طبع سے پہلے ہی بہت سے لوگوں نے ۳۰ ۵۰ جمع کردیئے ایسے لوگوں میں سے ایک مصطفےٰ خانصاحب بھی تھے جو دس جلدوں کا ہدیہ پیشگی جمع کرکے اپنی کسی تجارتی ضرورت سے کچھ روز کے لیے کہیں باہر چلے گئے۔ یہ ابھی سفر ہی میں تھے کہ کلام مجید چھپکر طیار ہوا اور قدردانوں کی کثرت سے تھوڑے ہی عرصے میں اسکی کل جلدیں ختم ہوگئیں۔ بلکہ آخر میں تو یہ نوبت پہونچی کہ لوگوں نے ۳۰ کی جگہ ۶۰ تک ندر کیے چنانچہ اسی سلسلے میں مصطفےٰ خانصاحب کی کل جلدیں متفرق طور پر تقسیم ہوگئیں سفر سے واپس آنے پر حاجی محمد حسین صاحب نے اُن کے روپے واپس کردیے اور عذر کیا کہ ساٹھ روپیوں کے مقابلے میں تیس روپیہ پر قانع نہ رہ سکا اور بھی دو ایک باتیں ایسی ہوئیں جو ان کو ناگوار گذریں اور اُسی وقت سے انھوں نے تہیہ کرلیا کہ خود ایک مطبع قائم کریں گے چنانچہ مطبع مصطفائی جاری ہوا۔ اور بدرجہ کامیاب ہوکر آج تک

اس مطبع میں چھپی ہوئی کتابیں صحت۔ خوبی طبع حسن کتابت غرضکہ ہر حیثیت سے بمثل تسلیم کیجاتی ہیں۔

مطبع مصطفائی کی کامیابی کا راز

اور کیوں نہ تسلیم کیجائیں جب کہ اس مطبع میں مرزا تسلیم مغفور منشی اشرف علی اشرف مرحوم اور منشی امیراللہ تسلیم کے سے باکمال کاتب اور عبداللہ خاں مہر کے سے مصلح سنگ موجود تھے۔ جن کے ہوتے ہوئے ایک طرح پر مطبع مصحح کی ضرورت سے بے نیاز ہوگیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابتدا میں اصلاح سنگ کا یہ دستور تھا کہ غلط حروف یا الفاظ کو پتھر پر سے مٹا کر اس جگہ صحیح عبارت کو کاپی کے رنگین کاغذ پر لکھکر از سر نو جماتے تھے جیسا کہ صفحہ دو صفحے یا زیادہ عبارت کے بگڑ جانے کی حالت میں اب بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ یہ طریقہ دقت سے خالی نہ تھا۔ اس دشواری کو مٹانے کیلئے بعد میں یہ ترکیب نکالی گئی کہ غلطیوں کو مٹا کر کاپی کی سیاہی سے پتھر ہی پر صحیح الفاظ الٹے حروف میں لکھے جانے لگے۔ اس معکوس کتابت کے رواج دینے والوں میں سب سے زیادہ ممتاز نام عبداللہ خاں مہر ہی کا ہے۔ ابتدا میں آئینے پر تختی لگا کر مشق معکوس نویسی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اس فن میں کامل استاد قرار پائے اس زمانے کے اور مشہور مصلح سنگ مثلاً میر حشمت علی انہیں کے شاگرد اور عبدالباری خاں شاگرد کے علاوہ غیر بھی تھے۔ المختصر یہ کہ مطبع مصطفائی کی تصحیح کا شہرہ بہت کچھ انہیں کے سبب سے ہوا۔

مطبع مصطفائی کا لکھنؤ میں قائم ہونا

ابتدا میں کچھ روز تک مصطفیٰ خاں صاحب بکمال اتقا و تدین مذہبی کتابیں چھپواتے تھے اور چھاپ کر وقف کر دیتے تھے۔ مطبع کی تجارتی حیثیت ان کے ترک سفر و تجارت کے بعد قائم ہوئی۔ اردو مطابع کی اس روزافزوں ترقی سے واجد علی شاہ اودھ کو بھی دلچسپی پیدا ہوئی چنانچہ آپ کے حکم سے ایک شاہی مطبع سلطان المطابع کے نام سے قائم کیا گیا اور اس کا انتظام کپتان مہدی علی خاں قبول کے سپرد ہوا۔ بادشاہ کی یہ خواہش تھی کہ لکھنؤ کے تمام عمدہ مطابع مطبع سلطانی کے تحت میں یکجا کر دیے جائیں۔ چنانچہ بعض اہل مطبع نے اس تجویز کو قبول بھی کیا لیکن مصطفیٰ خاں صاحب اس پر کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ بطور ترغیب مطبع سلطانی کی مہتممی بھی ان کو دیجاتی تھی

مگر انھوں نے اُسے بھی نامنظور کیا۔ اور آخر کار بادشاہ کی ناراضی مزاج کے خیال سے اپنا مطبع کانپور کو منتقل کر دیا۔ لیکن قبول وغیرہ سے قدیمی مراسم تھے انہوں نے سمجھا بجھا کر برائے نام ایک پریس کچھ روز کے لیے مطبع سلطانی میں بھجوایا جس پر کچھ کتابیں بھی چھپیں اور اس طرح بادشاہ کا تکدر خاطر رفع ہوا۔ پھر بھی انہوں نے کانپور کا مطبع بند نہیں کیا البتہ اس کا نام بدلکر مصطفائی سے نظامی کر دیا اور حج کو جاتے وقت اُسے اپنی بھائی عبدالرحمن خاں صاحب کے نام ہبہ کر گئے۔

مطبع نظامی کی وجہ تسمیہ محلات شاہی کے اندر بے تکلف آنے جانے کی غرض سے بادشاہ نے کمسن بچوں کی ایک پلٹن مرتب کرائی تھی جسکا نام شاہی تخلص کی مناسبت سے اختری پلٹن رکھا گیا تھا اس پلٹن کے جواب میں بیگمات شاہی نے بھی فرمایش کر کے اسی قسم کی ایک دوسری پلٹن بنوائی اور اس کا نام نظامی پلٹن مقرر کیا۔ ان دونوں پلٹنوں کی حکایتیں اُس زمانے میں عام طور پر زبان زد خاص و عام تھیں چنانچہ مصطفےٰ خانصاحب نے بھی جو اپنے دوسرے کانپوری مطبع کا نام مطبع نظامی قرار دیا، اس میں بھی یہی رعایت مد نظر تھی۔

مہر کے اخلاق و عادات حضرت مہر حد درجہ خوش خلق خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے طبیعت صناعی کیجانب بہت مائل تھی جس چیز کا شوق کرتے تھے اس میں کچھ نہ کچھ صنعت ضرور پیدا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ لڑکپن ہی کے زمانے میں ان پر فالج گرا تھا۔ جس کا اثر زائل کرنے کی غرض سے طبیبوں نے انہیں کنکوا اُڑانے کی ہدایت کی تھی۔ اب ان کی ایجاد پسند طبیعت بھلا دوسروں کے بنائے ہوے کنکوؤں سے کب خوشنود ہو سکتی تھی۔ خود ہی کنکوے بنانے لگے اور ایسے بناتے تھے کہ دیکھنے والے حیرت میں رہجاتے تھے۔ بعض بیتے دار پتنگوں کے پتے ان کے ہاتھ کے بنے ہوے اسوقت تک موجود ہیں جن پر جالی اور گلکاری کا کام اسقدر باریک اور نفیس بنایا ہے کہ دیکھنے والے کے منہ سے بے اختیار تعریف نکل جاتی ہے۔ مصوری اور نقاشی سے بھی ان کو ایک خاص مناسبت تھی۔ چنانچہ ان کی بنائی ہوئی بہت سی تصویریں قدردانان فرنگ بڑے شوق سے

ولایت لے گئے اس پر بھی متعدد طغرے، مکانوں کے نقشے، بیلیں، بوٹیں نیز چرندوں اور پرندوں کی تصویریں اسوقت تک اُن کے فرزند رشید منشی عبدالحلیم صاحب کے پاس موجود ہیں جن کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے پرندوں کی بعض بعض تصویریں تو حقیقت میں ایسی کھنچی ہیں کہ اصل و نقل میں جاندار اور بیجان ہونے کے سوا اور کوئی فرق نظر نہیں آتا آخر عمر میں کمال پیروی شریعت کے لحاظ سے جو تصویر بناتے تھے دو حصوں میں بناتے تھے۔ جن کو ملانے سے پوری تصویر بنجاتی تھی۔ یا کم ازکم تصویر کے درمیان دو خطوط کے بجائے بر فاصلہ ضرور چھوڑ دیا کرتے تھے

مختصر سوانح زندگی | ایک مرتبہ ڈھاکہ بھتے گئے تھے ورنہ تمام عمر انکی لکھنؤ ہی میں بسر ہوئی ڈھاکہ میں نواب عبدالغنی خاں نے بہت کچھ روکنا چاہا لیکن انہوں نے ملازمت سے یکقلم انکار کیا، منشی نولکشور بھی بیش قرار تنخواہ پر انہیں اپنے یہاں رکھنا چاہتے تھے مگر اسے بھی انہوں نے منظور نہ کیا۔ اصل یہ ہے کہ نوکری سے نفرت انہیں اپنے والد مرحوم سے ورثے میں ملی تھی ورنہ شرف الدولہ محمد ابراہیم خاں وزیر واجد علی شاہ کی پیشکاری تک سے بھی انکار کی بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اثنائے سفر ڈھاکہ میں کچھ دنوں کلکتے میں بھی قیام کا اتفاق ہوا۔ جہاں اس زمانے میں مولوی رشید النبی مرحوم وحشت رامپوری استاد حضرت لسانؔ کے دم سے شعر و شاعری کا بہت کچھ چرچا تھا۔ ایک مشاعرے میں حضرت وحشت نے اپنی غزل میں دو چار شعر ایسے پڑھے جن سے مہر کے متعلق شاعرانہ طنز و اعتراض کا بھی پہلو نکلتا تھا۔ یہ بات ان کو بہت ناگوار گذری نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے مشاعرے میں انہوں نے حسب ذیل غزل پڑھی: مجمع عام سے پڑھی جس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

کیوں خفا ہوکے ہیں آپ ڈرا لیتے ہیں
یہ تو فرمائیے ہم آپ کا کیا لیتے ہیں
آپ لسانی و تقریر کی کیا لیتے ہیں
ہم سخن ساز کو باتوں میں بنا لیتے ہیں
ناسخ صحن چمن میں بھریں آپ خرام
پال سے کبک دری چال اڑا لیتے ہیں
... ندا سے کرتے ہیں تو دل اپنا
دل پھر لینے کیلئے آنکھ چرا لیتے ہیں

سرکشی اُن سے کرے کوئی تو کس طور کرے — بار احسان و عنایت سے دبا لیتے ہیں
مہر ذرے سے ہی کم دیدۂ معذور کے پاس — اپنے بدیں کو بھی خفاش بنا لیتے ہیں
دخل کیا ہی غلطی ہو جو کہیں دیواں میں — جو غزل کہتے ہیں اے مہر سنا لیتے ہیں۔

دوسرا اور چوتھا شعر ملاحظہ طلب ہے۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وحشت دہر کی یہ سنگ ریزی بھی بہت جلد دور ہو گئی تھی چنانچہ اسی زمانے کی ایک دوسری غزل میں انکا مقطع یہ ہے ؎

اے مہر ہم ہیں مہر و محبت کے آشنا — دشمن نہیں حریف نہیں اہل کیں نہیں

تاہم جب تک یہ لکھنؤ میں رہے اپنے مشرقی احباب کی نکتہ چینیوں سے بے پروا نہیں رہے مثلاً ایک موقع پر لکھتے ہیں ؎

دیکھے ہوئے ہر ایک قدم پر رقیب ہیں — اے مہر ہوشیار یہ اپنا وطن نہیں

تصانیف مہر | حضرت مہر کی تصانیف سے دو دیوان اردو قلمی موجود ہیں۔ ہدیہ احباب نام ایک مختصر سی کتاب چھپ بھی چکی ہے جس میں اساتذہ کی غزلوں پر مخمس کے علاوہ کچھ انکے مختصر حالات بھی درج ہیں۔ حکیم مومن خاں کی مشہور غزل "تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو" کے ایک شعر پر ان کے لاجواب مصرعے بطور نمونہ نذر ناظرین ہیں۔

وہ قرار دل کی ہدایتیں وہ سرور عیش کی غایتیں — وہ ہر اک طرح کی حمایتیں وہ نوازشیں وہ عنایتیں
کبھی چھیڑ چھاڑ کی آیتیں کبھی داؤں کی نہایتیں — وہ نئے گلے وہ شکایتیں وہ مزے مزے کی حکایتیں
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

علاوہ بریں انہوں نے ایک تذکرہ بھی بطور مشاعروں کے پانچ جلدوں میں" جمع کرنا چاہا تھا جس کی جلد اول میں نقطہ الف کی ردیف ہے اور جلد دوم میں ب سے ف تک جلد سوم میں ق سے ی تک جلد چہارم میں نقطی اور جلد پنجم میں رباعیات تضمینات وغیرہ۔ ہر جلد کے متعلق متعدد عام اپنے و مشہور طرحیں مقرر کرکے بطور مشاعرہ چھوڑی تھیں تاکہ ان طرحوں میں اساتذہ گذشتہ و موجودہ کی غزلوں کا ایک مکمل مجموعہ تیار ہو سکے اس سلسلے میں بہت سی غزلیں جمع بھی ہوئی تھیں لیکن معلوم نہیں کہ آخر کار انکا کیا حشر ہوا۔ اگر یہ مجموعہ چھپ جاتا تو اپنی نوعیت کا یادگار ہوتا۔

سلسلہ شاعری | میر ناصر علی نصیر لکھنوی شاگرد مصحفی صاحب دیوان اور باخبر شاعر تھے۔ مہر ابتدا

پہلے مومن سے اصلاح لیتے تھے لیکن مرزا نسیم سے راہ و رسم پیدا ہونے کے بعد پھر اُن کی نگاہ میں نسیم کے سوا کوئی اُستاد نہ جچا۔ نسیم سے اصلاح لینا شروع کی اور پھر آخر عمر تک انہیں کا دم بھرتے رہے۔ اور ایک مہر ہی پر کیا موقوف ہے؟ لکھنؤ میں ارباب نظر و طالبان کمال میں سے ایسے کسی متخلص کا نام نہیں لیا جا سکتا جو مرزا سے ملنے کا خواہاں ہوا اور ملنے کے بعد ان کے خلق و مروت اور ان کے کمال فن دانی کی محبت سے گرویدہ ہو کر ہمیشہ کیلئے انہیں کا ہو گیا ہو۔ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کیمیا سے بھی شوق رکھتے تھے۔ لیکن بہت دوستوں اور شاگردوں کے قلوب کو مسحور و مسخر کر لینے کی جو کیمیا اُن کے قبضہ میں تھی ہمارے نزدیک وہ اس کیمیائے معروف سے کہیں زیادہ قیمتی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں کی مشق میں مہر کا یہ حال ہو گیا کہ اپنے استاد کے استاد شیخ ناسخ پر چوٹ کرنے اور علانیہ کہنے لگے کہ ؎

قدر داں فکر رسا ہے یہ پوچھو مہر تم کون کہتا ہے کہ ناسخ ہم سے بہتر ہو گیا

جب یہ غزل مرزا صاحب کے سامنے پیش ہوئی تو آپ مقطع کو دیکھ کر مسکرائے پھر کچھ دیر غور کرنے کے بعد اس کو بالکل کاٹ کر اس کی جائے مندرجہ ذیل مقطع درج کر دیا ؎

جان دوں اس شکر تاثیر محبت میں کہ مہر میری بیتابی سے وہ بیدرد مضطر ہو گیا

مرزا نسیم دہلوی تھے اور ان کا مذاق سخن اس عہد کے لکھنوی انداز سخن سے بالکل علیحدہ تھا لیکن اس اختلاف مذاق کے باوجود انہوں نے کبھی انصاف کو ہاتھ سے نہیں دیا چنانچہ ناسخ کے خیالات کی تعریف تو وہ کیا کرتے البتہ ان کو طرز ادا کی داد دینے سے انہیں محروم کرنا کبھی خود گوارا کیا نہ اپنے شاگردوں کو اس کی اجازت دی تھی کہ مرزا صاحب اپنے سب شاگردوں سے زیادہ مہر کو عزیز رکھتے تھے اور انہیں اپنا شاگرد رشید جانتے تھے اکثر غزلیں دیکھتے وقت اکثر ارشاد فرمایا کرتے کہ بنانے اور بگاڑنے میں صرف ایک نقطے کا فرق ہے بعض غزلیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں درحقیقت بنانا پڑتا ہے لیکن تمہارے کلام کی نسبت صرف بتا دینا کافی ہے کہ اسے یوں درست کر لو تو خوب ہے

انشاء اللہ آئندہ میں ہم مہر کی شاعری پر اپنی تنقیدی رائے لکھ کر اس مضمون کو ختم کریں گے۔ ضمن بیان میں استاد الاساتذہ مرزا نسیم کی طرز سخن کی خوبیوں کا نمونہ بھی پیش کیا جائے گا کیونکہ منشی عبدالحلیم صاحب کی عنایت سے مہر کا جو دیوان ہمکو دستیاب ہوا ہے اس میں منجملہ دیگر صفات سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ خود نسیم کی اصلاح سے مزین ہے جس سے مرزائے مرحوم کے انداز کلام کی حقیقت دریافت کرنے میں ہمکو بڑی مدد ملی ہے فقط

مشاہدات زندان نمبر ۹

راقم حروف کے چکی خانے میں داخل ہونے کے وقت دو برقنداز نگرانِ کار مقرر تھے ایک میر مظفر حسین صاحب فوق بکھوری اور دوسرا ضلع باندہ کا تھا تبدا اصیر حسین۔ میر صاحب کو تو دو ہی تین روز میں صرف میری وجہ سے جیل پریس کی نگرانی پر تبدیل ہو گئی تبدا سے البتہ بہت روز تک سابقہ رہا۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے نائب جیلر کا اشارہ پا کر بلا وجہ میری پیشی کرا دی تھی لیکن بعد میں اپنی غلطی پر نادم ہوئے۔ فی چکی دو قیدیوں کے حساب سے چکی خانہ میں جتنے قیدیوں کی ضرورت ہوتی ہے برقنداز اُس تعداد سے ہمیشہ دو ایک آدمی زاید ضرور رکھتا ہے تاکہ اگر کوئی قیدی دفعتاً بیمار ہو جائے یا اور کوئی وجہ پیش آ جائے تو کام بند نہ رہے۔ ان زائد آدمیوں کی نسبت برقنداز کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ اُن سے کوئی کام نہ لے یا لے بھی تو محض برائے نام مثلاً کسی کمزور قیدی کی مدد کر دینا یا کسی دیر میں کام ختم کرنے والے کا آٹا چھنوا دینا وغیرہ۔ اگر مخبری کا ڈر نہ ہوتا تو مجھے زاید لوگوں کے زمرے میں داخل کر لینے سے غالباً تبدا کو انکار نہ ہوتا لیکن نائب جیلر کے خوف سے اُس غریب کو کبھی میرے ساتھ رعایت کرنے کی ہمت نہیں ہوئی اور رمضان شریف کا پورا مہینہ مجھکو چکی ہی پیستے گذرا۔ تبدا اس مصیبت میں میرے ساتھ ہمدردی ضرور کرتا تھا لیکن مخبروں کی مخبری اور نائب جیلر کی برہمی کے خیال سے بیچارہ بالکل مجبور تھا۔ تبدا کے بعد معلوم ہے کہ منشی ایزد بخش برقنداز ہوئے انہوں نے کچھ دنوں تک تو تبدا ہی کی پیروی کی لیکن آخر کار اتنی رعایت کرنے لگے کہ جب کبھی موقع ہوتا تھا تو وہ مجھسے کام نہ لیتے تھے۔ دسمبر کے آخری اور جنوری کے ابتدائی ہفتوں میں اُن کی یہ رعایت مجھکو بہت غنیمت معلوم ہوئی کیونکہ ایسی سخت سردی میں بالکل برہنہ تن ہو کر چکی پیسنے کیلئے دن بھر کھڑے رہنا کارے دارد کا مضمون تھا۔ ایزد بخش کے بعد رکسول ضلع مظفر پور کے منشی عبد الحق آئے۔ یہ صاحب حضرت فوق کی طرح شاعر تو نہ تھے تاہم کچھ نہ کچھ شوق شعر و شاعری سے ضرور رکھتے تھے ایک مسودہ اپنے ہمراہ متفرق اشعار و غزلیات کا ایک مجموعہ بھی رکھتے تھے جسے جیل پریس کے کسی خوش مذاق قیدی نے اپنے دل بہلانے کیلئے مرتب کیا تھا۔ اپنا کام ختم کر چکنے کے بعد جب میں ان کے قریب جا کر کھڑا ہوا تو انہوں نے وہ بیاض مجھے بھی دکھائی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد کتاب کی شکل دیکھکر جتنی مسرت مجھکو حاصل ہوئی اس کا اندازہ کوئی آزاد شخص ہرگز نہیں کر سکتا لیکن افسوس کہ اس کی اطلاع بھی کسی معقول سے نائب جیلر کو بھی کر دی چنانچہ اُس نے دفعتاً کئی برقندازوں کے ہمراہ آ کر چکی خانے کا محاصرہ کر لیا اور فوراً فرداً فرداً ہر قیدی کو بالکل برہنہ کرا کر کے تلاشی لی مطلب تو اسکا مجھپر الزام لگانا تھا مگر جب میرے پاس کچھ نہ نکلا تو سارا وبال غریب عبد الحق کے سر پڑا۔ انہوں نے بہت کچھ معذرت کی لیکن نائب جیلر کی فطری بیرحمی پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا اور اُس نے دوسرے ہی دن سپرنٹنڈنٹ سے رپورٹ کر کے بیچارے کی برقندازی تڑوا دی اور معمولی قیدی بنا کر [illegible] نقد تھا

بیاض حسرت موہانی

غزل علامہ شبلی نعمانی ماخوذ از پنجاب ریویو بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۰ع

ز عیاری من ناآشنا بودہ است دانستم   تغافل‌ہائے بیجایش بجا بودہ است دانستم
پے مشق فریب آغاز کار از سادہ خواہد   نوازش‌ہائے آں شوخ از کجا بودہ است دانستم
ترا در نکہت زلفے دریغ از من نمے باشد   اگر کوتاہیے بود از صبا بودہ است دانستم
ستمہائے بتاں را خود بہ من خاطرنشیں سازد   نگار شوخ من مہر آشنا بودہ است دانستم
شکایت ہر کہ آرد بادہ مے بخشد بہ او ساقی   کہ ایں جا ہر مرض را یک دوا بودہ است دانستم
کند روبوسی او یک جرأت رندانہ مے خواہد   از ناکامی ما رسم زما بودہ است دانستم
قدم در راہ رندی مے نہد اما ہمی لغزد   مگر زیں پیش شبلی پارسا بودہ است دانستم

غزل جناب خان بہادر سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی ماخوذ از ادیب الہ آباد

نہ آئینے کا قصہ اور نہ حالِ شانہ کہتے ہیں   حقیقت میں جمالِ یار کا افسانہ کہتے ہیں
چھپاؤ لاکھ پر صورت پرستی سے نہیں خالی   جو ہیں اہلِ نظر کعبہ کو بھی بتخانہ کہتے ہیں
بسے ہیں کیسے کیسے ذی شرف گھر ذرے بیاباں میں   بڑے بے درد ہیں بستی کو جو ویرانہ کہتے ہیں
انھیں غزلوں پہ حال آتے ہیں یکجا ہم رند و ملکو   انھیں شعروں کو میکش نعرۂ مستانہ کہتے ہیں
تڑپنا ہے تو جاؤ جا کے تڑپو شاد خلوت میں   بہت دن پر ہم اتنی بات گستاخانہ کہتے ہیں

غزل جناب پنڈت برج نرائن صاحب چکبست لکھنوی ماخوذ ازاد

دل کیے تسخیر بخشا فیضِ عرفانی مجھے   حبِ قومی ہو گیا نقشِ سلیمانی مجھے
منزلِ عبرت ہے دنیا اہلِ دنیا شاد ہیں   ایسی دلجمعی سے ہوتی ہے پریشانی مجھے
کلفتِ دنیا مٹے ہم تو سخن کے فیض سے   ہاتھ دھونے کو ملے بہتا ہوا پانی مجھے
خود پرستی مٹ گئی قدرِ محبت بڑھ گئی   ماتمِ احباب ہے تعلیمِ روحانی مجھے
ذرہ ذرہ ہے مرے کشمیر کا مہماں نواز   راہ میں پتھر کے ٹکڑوں نے دیا پانی مجھے

از خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج پنشنر الہ آبادی

مجھکو شبِ فرقت میں قسمت نے بھی نہ پوچھا   تھا حال کچھ ایسا کہ خدا نے بھی نہ پوچھا

تنباکو یا تمباکو

(از خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب اکبر، جج پنشنر الہ آبادی)

اشتہار دلگداز اور نیز اشتہار لسان العصر میں تنباکو کا املا نون سے ہے۔ اگرچہ انگریزی سے عموماً لوگ تمباکو میم سے لکھنے لگے ہیں اور اس پر اعتراض کی ضرورت نہیں ہے لیکن صحیح اور با اصول نون ہی سے ہے۔ مجھ سے ایک صاحب نے دریافت کیا تھا میں نے بھی رائے ظاہر کی اور دیکھا تو شکسپیر کی ڈکشنری میں جو بہت تحقیق سے تالیف ہوئی ہے اور پرانا نسخہ ہے تنباکو نون سے ہے اور لکھا ہے کہ یہ لفظ توباکو یورپین ہے ان صاحب نے میری سند پر اصلاح سخن لاہور میں کوئی تحریر چھپوا دی تھی اب رسالہ اصلاح سخن لاہور بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۰ء میں جو ابھی شائع ہوا ہے مولوی رنجور صاحب نے اس کی تردید چھاپی ہے طرفہ تر یہ ہے کہ اڈیٹر صاحب نے بھی آمنّا و صدّقنا لکھا ہے۔ میں مولوی رنجور صاحب کی تحریر کا صاف مطلب نہیں سمجھ سکتا بات یہ ہے کہ عربی اور فرنچ نے توباکو کو لیا اور تنباکو لکھا (ب) سے پہلے جہاں میم کا تلفظ ہے۔ وہاں عموماً نون ہی لکھا گیا ہے جیسے شنبہ۔ دوشنبہ۔ عنبر۔ چنبر۔ قنبر۔ گنبد۔ دنبہ۔ منبر۔ طنبورہ۔ یہاں تک کہ لوگ ... سے جنبیلی۔ اور ضنبا کلی اور خنبل میں بھی یہ املا اختیار کیا۔ پھر امر کہ لفظ تنباکو فارسی میں لیا گیا اور اضافت کے ساتھ استعمال کیا گیا محتاج ثبوت نہیں ہے چنانچہ اسناد ذیل یہ ہیں۔ دیوان کلیم جس کا پرانا نسخہ بہ خط ملایت مولوی شبلی صاحب کے پاس موجود ہے اس میں یہ شعر درج ہے ؎

بزم عشرت روشنائی از کجا پیدا کند   آتش مے رفت و جایش دود تنباکو گرفت

اس میں صاف صریح نون سے املا ہے۔ بہری محمد ... یہ تذکرہ بہار عجم میں جو لغت کی ایک مشہور کتاب ہے اور مطبع منشی نولکشور میں چھپی ہے۔ لفظ تنباکو نون سے لکھا گیا ہے اور اساتذہ کے اشعار مندرج ہیں۔ آگے بڑھیے۔ دیوان ناسخ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور میں (جو ۱۰۔۱۵ سال ہوئے ہوں گے) یہ شعر حضرت ناسخ کا موجود ہے پہلے ہی دیوان میں)

منہ لگاتے ہی سنے قلیان بنی ہے نیشکر   دود تنباکو نسیم باغ رضواں ہو گیا

مولوی رنجور صاحب کو ظاہرا ان اسناد کی خبر نہیں ہے انہوں نے صرف شکسپیر کی ڈکشنری کو نون کا مؤید سمجھ کر لکھ دیا ہے کہ اور ڈکشنریوں میں میم سے بھی ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ایران میں

عربی لٹریچر کا دباو پڑا تھا لہذا یہ صورت پیدا ہوئی تھی۔ اب تو ایرانی لوگ امبہ لکھتے اور آم کہتے ہیں اور تنباکو کو تنباک کہتے ہیں یہ معلوم نہیں وہ کون لوگ ہیں اور مولوی صاحب کے بیان کا کیا ثبوت ہے اور کیا ایسے بیان کی بنا پر ہم اپنے اسناد کو چھوڑ دیں۔ مولوی رنجور صاحب فرماتے ہیں کہ پنڈت کہتے ہیں کہ یہ لفظ تانبا آکو ہے آکو کے معنی گہرا۔ چونکہ تانبے کا گہرا رنگ تنباکو میں ہے لہذا تنباکو کہلایا۔ اس مقام پر فوراً یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اگر تانبے سے مناسبت ہے تو نون سے لکھا جانا بلاشبہ صحیح ہے یعنی تانبا آکو۔ مولوی صاحب دفع دخل یوں فرماتے ہیں کہ ہندی یا سنسکرت میں تام اور تامر ہے تانبا لفظ نہیں ہے لیکن اس مقام پر حضرت رنجور نے اثبات کا خیال نہیں فرمایا کہ ہر گاہ دراصل تام ہے تو ہم نے تانبا کیوں لکھا۔ ان کہانے آیا جواب یہی ہے کہ تصرف زبان تو وہ تصرف تنباکو میں کیوں نہ قائم رہے۔ جو اسی مناسبت سے ہے پس مولوی صاحب کی دلیل بالکل غلط ہے بلکہ ان کی دلیل سے ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ لفظ تو تانبا آکو ہندی ہے تام کو تلفظ کیا گیا (جیسا کہ بعض کتب میں مندرج ہے) اور فارسی والوں نے اس کا تلفظ تب کر لیا اور تنباکو کہا۔ مولوی صاحب شروع تحریر میں فرماتے ہیں کہ جو آواز منہ سے نکلے جس طرح تلفظ کیا جائے اس کا نقش لفظ مکتوب ہے۔ بات تو ٹھیک ہے لیکن مولوی صاحب نے عدو دیگر اپنے کا خیال نہیں رکھا کیا بدرالدین اور صاحب علی کو ہم بدردین اور صاحب علی لکھ سکتے ہیں۔ الف لام کی آواز تو منہ سے نہیں نکلتی اور ہم لوگوں کی زبان روزمرہ میں صاد اور سین اور ث کی آواز میں کچھ امتیاز نہیں کیا جاتا۔ کیا مولوی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ ب ہم شبہ کو شمبہ لکھ سکتے ہیں اور آم کو فارسی لفظ قرار دے کر اضافت کے ساتھ لکھ سکتے ہیں۔ نہایت ادب سے کہا جاتا ہے کہ مولوی صاحب کی تحریر بالکل بے اصول ہے وہاں کوئی منطقی نتیجہ نہیں نکلتا جس کی بنا پر اردو لٹریچر میں کوئی تبدیلی جائز ہو۔ تا چہ مجبوری ہے خود مجبورم۔ ہندیاں غلہ را با علہ میخورند ومیگویند دال روٹی است اگر بازار کلکتہ میں حضرت رنجور نے کسی ایرانی سے تنباک اور آم سن لیا تو کیا محض اس روایت پر قوم اور ملک اپنے لٹریچر اور کتابوں میں ترمیم کرنے کو آمادہ ہو جائیگا۔ مولوی صاحب قابل ادب بزرگوار ہیں زیادہ سے زیادہ ہم ان کی تحریر کو اس امر کا فتوے سمجھ سکتے ہیں کہ تنباکو لکھنا بھی جائز ہے

لیکن اس نتوے کی ضرورت نہیں ہی لوگ بے تکلف بنا کو لکھتے ہیں ہمکو کچھ تعرض نہیں ہی البتہ جب املا صحیح و مستند پر اعتراض ہو تو یہ کہدینا ضروری ہی کہ لغت اور تصانیف شعرا میں لفظ بنا کو کا املا نون ہی سے ہی اور جو لوگ اردو کے باخبر حامی ہیں اور اصول و قواعد کی پابندی کو حفظ اتحاد تقریر و تحریر کے لیے ضروری اور مبنی بر مصلحت سمجھتے ہیں وہ اسی کے پابند ہیں مولوی رنجور صاحب کی تحریر کا نتیجہ تو یہ ہی کہ طوفان بے تمیزی پیدا ہو جائے اور مذہبی آزادی لٹریری کوچے میں گھسکر اس کو بے ضرورت ستیاناس کرے۔ فقط

غالب کا ایک شعر

(از حضرت شوکت بلگرامی)

اکثر دیکھا گیا ہی کہ دقت پسند طبائع مضمون کی تلاش میں کوسوں نکل جاتے ہیں اور سامنے کی باتیں انکو نہیں سوجھتیں۔ اگرچہ دیکھا جائے تو دلنشیں وہی باتیں ہوتی ہیں جو دن رات ہمپر گذرتی ہیں اور یہی شعر کی اصل غایت ہی کہ وہ دلنشیں ہو چنانچہ قدر مرحوم کہتے ہیں ؎

ہمنوا اسی شعر کو کہتے ہیں شعر۔ منہ سے وہ نکلا کہ اثر ہو گیا

یہ بات (یعنی کلام میں اثر) یا تو شعرا سے متقدمین کے کلام میں دیکھی گئی ہے یا دور آخر کے سرتاج میرزا غالب کے کلام میں پائی جاتی ہے اور یہی خصوصیت ہی جس نے ان کے کلام کو اوروں سے ممتاز بنایا ہی چنانچہ ان کا مطبوعہ دیوان ہمارے اس دعوے کا شاہد ناطق۔ میرزا کی ایک مشہور غزل ہی "قیس تصویر کے پردہ میں بھی عریاں نکلا"

بعد طبع دیوان اسی زمین میں میرزا نے ایک اور شعر کہا تھا جو میں نے اپنے پلنگ سے سنا ہی۔ یہ شعر دیوان میں نہیں ہی اس لیے نذر ناظرین کرتا ہوں۔ دیکھئے غالب مرحوم نے اپنی انتہا حسن پرستی اور انتہائی بے سروسامانی کو کس انداز سے بیان کیا ہے اور کیا خوب کہا ؎

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

تنقید رسائل و کتب

تاج سخن

(نوشتہ حضرت شوکت بلگرامی)

یہ دیوان اسم با مسمیٰ استاد سلطان دکن شاعر جلیل القدر حضرت جلیل جانشین حضرت امیر مرحوم کی تصنیف ہے جو نہایت نفیس چکنے کاغذ پر ۲۰۶ صفحوں پر ختم ہوا ہے شروع میں اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے مدحیہ قصیدہ سے تاج سخن کو زینت دی گئی ہے اس کے بعد ۲۲ صفحوں پر ردیفوں کی فہرست یعنی ہر غزل کا مطلع بقید صفحہ درج ہے یہ جدید اضافہ نہایت مفید ہے۔ صرف اس لیے کہ غزل کے ڈھونڈنے میں آسانی ہوتی ہے بلکہ اس سبب سے بھی کہ اکثر شعراء کو بعض اوقات یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ فلاں زمین میں کس کس کی غزلیں ہیں جس کے لیے دیوان الٹنے پڑتے ہیں اگر اسی طرح ہر دیوان کے شروع میں فہرست ہوا کرے تو یہ دقت رفع ہو جائے۔ آخر میں طبع دیوان کی تاریخوں کا ایک الگ مجموعہ ہے جو ۸۴ صفحوں پر ختم ہوا ہے اور چونکہ تاریخیں خاص خاص لوگوں کی کہی ہوئی ہیں اس لیے دلچسپی سے خالی نہیں اس طرح پورا مجموعہ ۳۱۰ صفحوں پر ختم ہوا ہے۔

جلیل کے کلام کی مختصر تعریف یہی کہ اگر ان کی غزل پر مصنف امیر لکھ دیا جائے تو کوئی تمیز نہیں کر سکتا کہ جلیل کا کلام ہے یا امیر کا۔ الغرض لکھائی چھپائی کاغذ اور کلام کے اعتبار سے تاج سخن دوسرا صحیفہ ہے خداوند عالم حضرت جلیل اور ان کے کلام کو شہرت جاوید و عمر خضر عطا کرے۔

یارب قبول عام ملے اس کلام کو دل کی جگہ بغل میں ہو دیوان جلیل کا

تقطیع کلاں۔ حجم ۵۶ صفحے لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ	نیرنگ خیال ریویو	قیمت سالانہ: مد خاص ۱۸ قسم عام ۱۲ مع محصول ڈاک

مولوی ظفر علی خانصاحب بی۔ اے اردو زبان کے ایک مشہور انشا پرداز ہیں جن کے زور قلم کے نمونے دکن ریویو کے ذریعہ سے مدت تک اہل نظر کی مسرت اور دلبستگی کا سامان مہیا کیا کئے ہیں۔ ترک ملازمت کے بعد آپ نے حیدر آباد کو خیرباد کہکر اپنے وطن میں سکونت اختیار کی ہے اور اردو ادب کی خدمت کا مستقل ارادہ رکھتے ہیں۔ پنجاب اخبار زمیندار کو آپ ہی کے اعجاز تحریر نے گویا حیات تازہ بخشی اور اب دکن ریویو کے قالب بیجان میں جان ڈالکر پنجاب ریویو کی دلفریب شکل میں جلوہ آرا کیا ہے۔ مولوی فضل حق صاحب آزاد ایڈیٹر پنجاب ریویو ... نیاز احمد صاحب ... کے

چند شعر نقل کرکے ہم بھی حضرت آزاد کی ہمنوائی کا فخر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مست آئی ہے امنگوں میں بھری آئی ہے　　جھومتی آج نسیم سحری آئی ہے
آنکھ نرگس کی پھڑکتی نہیں یوں رہ رہ کر　　فال اچھی ہے کوئی خوشخبری آئی ہے
تختے سنبل کے جہاں بیچ میں ہیں لکھی کرن پھول　　شانہ کرتی ہوئی آشفتہ سری آئی ہے
فیض ساقی نے ہتھیلی پہ جگالی مہندی　　شیشہ ہیں بھرا جاتا ہے پری آئی ہے
کھل پڑے پھول جہاں بات یہاں تک چلی　　آن نئی شان مرے طرز بیان کی نکلی
دھوم ہے ریزہ میں سنج چمن آتا ہے　　رنگ پر آج گلستان سخن آتا ہے
صفحہ گلزار ہے رفتار قلم ہے باد و　　چار سطروں میں بیاں لطف چمن آتا ہے
کمد واب سحری سے کہ خبردار رہے　　طرۂ زلف سخن لخلخہ زن آتا ہے
نام اس شان سے آتا ہے نگیں میں کس کا　　جیسے دربار میں سلطان دکن آتا ہے
وہ گلستان دکن اور وہ نایاب ہو　　اے ظفر تجکو مبارک ہو یہ بیجا ہو ہو

مجذوب کی برائش حضرت مجذوب حیدرآبادی نے لومڑی اور بلی کے ایک دلچسپ مکالمے میں بلی کی زبانی حضرت انسان کی درندگی کا سارا حال کھول کر رکھ دیا ہے کہ "خونخواری اسکی فطرت میں ہے ایک چھوٹا سا ٹلوا جس کی عمر پانچ برس سے زیادہ نہیں ہوتی ایک خوبصورت پھول کو توڑتا اور بلا وجہ اس کی نازک پتیوں کو نوچ نوچ کر ہوا میں اڑا دیتا ہے جب ذرا بڑا ہوتا ہے تو معصوم پرند کے انڈے توڑتا اور ان کے ننھے ننھے بچوں کو گھونسلوں سے نکال نکال تڑپا تڑپا کے مار ڈالتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور جب جوان ہوتا ہے تو جنگل کے بے گناہ جانوروں کا شکار کرتا اور ان کو مار کر اسقدر خوش ہوتا ہے جیسے کوئی اقلیم فتح کر لی۔ پھر طرہ یہ کہ جان لے کر ہی بس نہیں کرتا بلکہ ان کی کھالیں کھنچوا کر اپنے مکان میں بچھاتا اور دیواروں پر لٹکاتا ہے۔ خوبصورت اور نازک پرندوں کو مار کر ان کی کھالوں میں بھس بھروا کے اور گھروں کی محرابوں اور طاقچوں میں خوشنمائی کے لیے رکھتا ہے اور اسے اپنے مکان کی آرائش و زینت کہتا ہے یہ ہے انسان کی ... زینت"

نظم کا حصہ البتہ کمزور ہے لیکن اس امر کی تلافی اس طرح پر ہوگئی ہے کہ ... کی جو ایک غزل

اس پرچے میں بھی ہے جو سیکڑوں غزلوں پر بھاری ہے۔ ہم نے اس غزل کو زیر عنوان بے اثر نقل کردیا ہے۔ ناظرین اردوئے معلی اس کے مطالعے سے مسرت اندوز ہوں۔

"برکات اسلام" پر خود اڈیٹر صاحب کا مضمون گویا رسالے کی جان ہے جسے اسلوب بیان کی بلندی اور طرز تحریر کی استواری کا نمونہ کہنا چاہیے قدیم مذاہب عالم کی ارتقائی ترقی کے بعد اسلام کا ایک دین کامل کی حیثیت سے ظاہر ہونا نہایت خوبی سے ثابت کیا ہے کہ جس طرح سے تمام موجودات ذہنی و خارجی ایک حالت سافل سے ترقی کرتی ہوئی بتدریج مقامات عالیہ کی طرف صعود کرتی ہے۔ اور نشو و نما کے مختلف مدارج طے کرنے کے بعد اس منتہا سے بلوغ پر پہنچ جاتی ہے جس کے بعد مزید ترقی کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ انسان ہی کو دیکھو جو حجری شجری اور حیوانی مقامات میں سے گزر کر انسانی درجہ میں جا پہنچا ہے اور اب اپنے جوارح و اعضا اور ظاہری صورت کے لحاظ سے مزید ارتقا کی ضرورت سے مستغنی ہوگیا ہے اسی طرح مذہب کی ترقی بھی خاص حدود سے حسب منشا فطرت متجاوز نہ ہوسکتی تھی آدم کا دین ضیف جو علم الاسما کی ابجد خوانی کرتا ہوا بنی آدم میں شائع ہوا تھا قرنوں تک کبھی بدھ کی نروان کی بھٹی میں پختہ ہوتا رہا اور کبھی طور سینا کی چوٹی کے ربانی نور کی موجوں میں غوطہ کھاتا ہوا بالآخر مسیح ابن مریم کو ترکہ میں ملا۔ جس نے اخلاق روحانیت و معرفت کا یہ صدیوں کا چھنا ہوا عصارہ انجیل کے آسمانی گلاس میں ڈالکر دنیا کے سامنے پیش کیا لیکن پانسو ستر سال تک پیالہ فلیتن بنے رہنے سے اس میں طرح طرح کی کدورتیں شامل ہوگئیں۔ اور نفاست پسند طبیعتوں کو اس لائے درد آمیز کا پینا گراں گذرنے لگا۔ آخر مکہ کے ایک ساقی نے اسے خالص وحدانیت کی صافی میں چھان کر الیوم اکملت لکم دینکم کے قرابے میں بھرا اور اب یہ جام تا قیام عالم گردش میں رہے گا۔"

جلسے امتیاز مولوی عزیز مرزا صاحب کے مضمون "مسلم پالیٹکس" کو دی گئی ہے جس میں مولوی نصیر الدین صاحب اور مولا بخش کے مکالمے کی شکل میں مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کی تشریح رسالے کے ابتدائی بارہ صفحوں میں ختم ہوئی ہے۔ جس سادگی اور صفائی کے ساتھ مسلم لیگ کے اغراض بیان کئے گئے ہیں اس کی داد ہم ضرور دیں گے لیکن

ضمن بیان میں سود بینی اور سورآج کے متعلق جتنی باتیں مولوی صاحب نے لکھی ہیں افسوس ہے کہ اُن میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ مسلم لیگ کو الزام خوشامد سے بری ثابت کرنے میں بھی مولوی صاحب کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کے روح رواں مسٹر امیر علی اور پراونشل مسلم لیگ کے پریسیڈنٹ نواب عبدالمجید صاحب نے ہندوستان میں ابتدائی تعلیم کے عام بلا فیس اور آخرکار جبری کیے جانے کی مخالفت ایسی بودی لچر اور ناقابل قبول دلیلوں سے کی ہے جنکو دیکھنے کے بعد کوئی شخص ان کے طرز عمل کو وطن فروشی اور انگریزوں کی خوشامد کے سوا اور کوئی دوسرا نام نہیں دے سکتا۔ مسٹر امیر علی تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر عوام اہل ہند پڑھنے پر مجبور کیے گئے تو وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے، اور جونپوری نواب صاحب کو صرف یہ فکر دامنگیر ہے کہ تعلیم کے عام ہو جانے سے مزدوری کی شرح گراں ہو جائے گی۔ معلوم نہیں کہ ایسے عاقبت نا اندیش مدبروں سے ہندوستان کو کب نجات حاصل ہوگی۔

مسلمانوں کی پولٹیکل اہمیت کا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے منجملہ دیگر دلائل ایک یہ بھی دلیل پیش کی ہے کہ "کیا مسلمان خود اپنے بھائیوں کے مقابلہ میں افغانستان اور مصر میں تاج برطانیہ کی حمایت میں کبھی نہیں لڑے؟" ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی صاحب کی اسلامی حمیت اس بات کو کیونکر گوارا کر سکتی ہے کہ اغیار کی ماتحتی میں چند نوکریاں زیادہ حاصل کر لینے کی غرض سے مسلمان اسلامی اخوت کے سبق کو یکقلم فراموش کرکے اسلامی ممالک کی اعانت پر فخر کرنیکی بجائے اُلٹے اُن کی تخریب پر نازاں ہوں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ بادشاہ وقت کی نسبت اظہار وفاداری کو ہم بُرا نہیں کہتے۔ لیکن جب وفاداری کا یہ جذبہ حد مناسب سے گزر جائے تو کوئی ہوشمند اُسے پسند نہ کرے گا۔ مثلاً کنگ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کا تمام مسلمانوں نے باضابطہ ماتم کیا۔ بہت خوب کیا۔ لیکن یہ جو بعض لوگوں نے اسلامی اصول کے خلاف محض خوشامد اور چاپلوسی کی راہ سے مساجد میں شاہ آنجہانی کیلئے دعائے مغفرت مانگی اور اُن کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قرآن ختم کرائے اسکو مسلم لیگ کے بعض مربیوں کے سوا اور کوئی سچا مسلمان اچھا نہ کہے گا۔

لہ اس بحث پر ہم آئندہ نمبروں میں ایک علیحدہ مضمون لکھیں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

تقطیع کلاں حجم ۰۰ صفحے باتصویر | رسالہ ادیب الٰہ آباد | قیمت سالانہ مع محصول ڈاک للعہ

ماہ اگست ۱۹۱۱ء کا رسالہ ادیب ۔ نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے ۔ مضامین نظم و نثر کے علاوہ دو تین تصویریں بھی شامل رسالہ ہیں ۔ شیخ سعدی شیرازی کی رنگین تصویر ۔ شاہ عالم ثانی کا دربار ۔ مولوی سید علی حید صاحب طباطبائی ۔ بن باس اور برکھا رت خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں ۔ حصہ نظم میں منشی درگا سہائے صاحب سرور جہاں آبادی کے جادو نگار قلم نے پھولوں کی تصویر کشی میں جس لطافت اور نازک تشبیہوں سے کام لیا ہے ملاحظہ ہو

آہ او نغمے سے لبریز نازش صحن چمن — شعلہ احسن کی چھوٹی سی اک پیاری ہے تو

کچھ عجب عالم ہے تیرے حسن کے انداز کا — سرخ تو ورا ہے کسی چشم فسوں پرداز کا

گل بداماں ہے شفق میں شعلہ تنویر حسن — خون عاشق یا زمیں پر ہے گریباں گیر حسن

جلوہ گل ہے فضائے وادی پر خار پر — سرخ تکمہ ہے قبائے سبزہ کہسار میں

محضر خون شہیداں ہے ترا دامان سرخ — یا ہے خون کشتگان عشق کا عنوان سرخ

بادۂ گلگوں ترے چھوٹے سے پیمانے میں ہے — عالم نیرنگ افسوں تیرے میخانے میں ہے

جلوہ گلہائے رنگیں سے رنگا ہے — نازنیں ہے یا کوئی محو تماشا بہار

سبزۂ کہسار نے یا لعل ہے لگا کوئی — بن رہی ہے پھول یا دوشیزہ رعنا کوئی

"بن باس اور برکھا رت کی تصویر میں شری رام چندر جی سیتا جی اور لچھمن جی زمانہ جلاوطنی برسات کے موسم میں جنگل ۔۔۔ اور اسکے گرد ۔۔۔ میں ۔۔۔ ایک دلکش نظم لکھی

[illegible]

[illegible] ۔۔۔ کبھی ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ [illegible]

۔۔۔ [illegible]

کبھی ۔۔۔ کبھی ۔۔۔ کبھی ۔۔۔ [illegible]

کہ یہ ۔۔۔ ہے ۔۔۔ — یہ ہیں رام اور سیتا

حضرت شاد عظیم آبادی، پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی اور پنڈت بشن نرائن صاحب در لکھنوی کی غزلیں بھی اچھی ہیں انہیں سے بعض کا انتخاب زیر عنوان بیاض برائے ملاحظہ ناظرین نقل کر دیا گیا ہے

عصر جدید ۔۔۔ [illegible]

غزل حسرت موہانی در مدح مسٹر تلک بتقریب سالگرہ جناب ممدوح

اے تلک اے افتخار جذبۂ حب وطن — حق شناس و حق پسند و حق یقین و حق سخن
تجھ سے قائم ہے بنائے آزادیٔ بیباک کی — تجھ سے روشن اہل اخلاص و صفا کی انجمن
تجھ سے لوگوں نے لیا خود اعتمادی کا سبق — ہو گئے مستغنیٔ اعدا محبان وطن
سب سے پہلے تو نے کی برداشت اے فرزند ہند — خدمت ہندوستاں میں کلفت قید محن
دل میں ہے اک آگ حریت پرستی کی لگی — حب جاہ و مال باقی ہے نہ فکر جان و تن
ذات تیری رہنمائے راہ آزادی ہوئی — تھے گرفتار غلامی ورنہ یاران وطن

ق

تو نے خودداری کا پھونکا اے تلک ایسا فسوں — یک قلم جس سے خوشامد کی مٹی رسم کہن
ورنہ جور انگیزیٔ محکومیٔ اغیار سے — ہو گئی تھی چاپلوسی ہند والوں کا چلن
قدر آزادی سے واقف ہو گئے پیر و جواں — مٹ گئی لوگوں کے دل سے ہیبت دار و رسن
ناز تیری پیروی پر حسرت آزاد کو — اے تجھے قائم رکھے تا دیر رب ذوالمنن

ولہ۔ نوشتہ زندان فرنگ

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی — اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
جو چاہو سزا دے لو تم اور بھی کھل کھیلو — پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی
دشوار ہے رندوں پر انکار کرم یکسر — اے صاحب میخانہ کچھ لطف و عنایت بھی
دل بسکہ ہے دیوانہ اُس حسن گلابی کا — رنگین ہے اسی رو سے شاید غم فرقت بھی
خود عشق کی گستاخی سب تجھ کو سکھا لیگی — اے حسن حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی
برسات کے آتے ہی توبہ نہ رہی باقی — بادل جو نظر آئے بدلی مری نیت بھی
عشاق کے دل نازک اُس شوخ کی خو نازک — نازک اسی نسبت سے ہے کار محبت بھی
رکھتے ہیں مرے دل پر کیوں تہمت بیتابی — یاں نالۂ مضطر کی جب مجھ میں ہو قوت بھی
اے شوق کی بیباکی وہ کیا تری خواہش تھی — جس پر انہیں غصہ ہے انکار بھی حیرت بھی
ہر چند ہے دل شیدا حریت کامل کا — منظور دعا لیکن ہے قید محبت بھی
ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرت — پھر ضامن و محشر ہیں اقبال بھی وحشت بھی

غزل جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت متوطن کلکتہ

مرگ عاشق کی ہنسی ہے یہ کوئی ماتم نہیں
چشم اگر پرنم نہیں ہے زلف کیوں برہم نہیں

جلوہ گاہ حسن پر حیرت کا اک عالم رہا
آئینہ تک اس کے ناز عشوہ کا محرم نہیں

دردانا اور بیدردی یہاں تک بڑھ گئے
کھائے جاتا ہے مجھے غم اور مجھے کچھ غم نہیں

کوتے ہیں وہ مجھے اور میں ہوں انکی یاد میں
قائم ابتک ہے تعلق ربط گو باہم نہیں

یا چمن افسردہ ہے یا خود ہوں میں افسردہ دل
گل کوئی تازہ نہیں غنچہ کوئی خرم نہیں

ہے برابر التفات انکا ستم ہو یا کرم
یہ اگر پہلے زیادہ تھا تو وہ اب کم نہیں

ہے تغافل ہر گھڑی یہ بھی کوئی انداز ہے
آپ کے اس ناز پر تو مرنے والے ہم نہیں

قابل عزت ہے میرا چاک دل زخم جگر
یعنی ممنون رفو شرمندۂ مرہم نہیں

حسن آرایش ہے قربان پریشانی حسن
شانہ بیچارہ حریف گیسوئے برہم نہیں

لکھی وحشت یہ غزل فرمایش دیاں سے
ورنہ طبع شعر کا اگلا سا وہ عالم نہیں

غزل جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

دل کوچہ گرد زلف ہے خوف و خطر میں ہے
اندھیاری رات اور مسافر سفر میں ہے

اس کا بھی حال قافلے والوں نظر میں ہے
اک پاشکستہ ساتھ تمہارے سفر میں ہے

سگنے لگی ہے لیلی محمل نشیں کی سانس
یہ کس کے دل کی خاک غبار سفر میں ہے

سب چارہ ساز جمع ہیں اتنے کیواسطے
پیوست ایک تیر ہمارے جگر میں ہے

بالیں پہ میری کہہ کے گئے یہ کھولے بال
دیکھیں تو امتیاز اسے شام و سحر میں ہے

دھندلی سی روشنی ہے نگاہ مریض میں
جو کیفیت کہ اول وقت سحر میں ہے

دیکھو وہ آرہا ہے کوئی کوہ طور سے
لغزش قدم میں جلوہ جاناں نظر میں ہے

شوخی و اضطراب کے دیکھو تعلقات
جو کچھ ہے میرے دل میں تمہاری نظر میں ہے

سب کچھ خدا دکھائے نہ لیکن کبھی دکھا
وہ خاص کیفیت جو کسی کی نظر میں ہے

آغاز عشق میں کسے انجام کی خبر
میری نظر میں ہے نہ انہیں کی نظر میں ہے

چھوٹا ہے قید خانہ سے شوریدہ سر کوئی
پتھر کا ڈھوں کا جو ہر اک رہگذر میں ہے

سنئے مریضِ عشق کی تقریرِ خونچکاں
جو بات ہے بھری ہوئی رنگِ اثر میں ہے

پوچھے تھے میں نے خوں کے آنسو جو آنکھ سے
تصویرِ دل کھنچی ہوئی رومال تر میں ہے

کیسی ہے میری نبض کی رفتار یا خدا
کچھ اضطراب سا جو دلِ چارہ گر میں ہے

گھبرائیے نہ ختم ہی ہمارا شامِ غم
بس تھوڑی دیر اور طلوعِ سحر میں ہے

تاثیرِ جذبِ حسن کے دفتر ہیں سیکڑوں
سرمایہ جسقدر ہے یہی میرے گھر میں ہے

زندہ بچا تو ان کو دکھا دونگا ایک دن
وہ صوف لے عزیز جو زخمِ جگر میں ہے

غزل حضرت محشر لکھنوی

ادائے تیری دل لوٹا تو لوٹا
عدو کا ساتھ تھا چھوٹا تو چھوٹا

نہ کر پروا اے ضبط اے چشمِ پرنم
جگر کا آبلہ ٹوٹا تو ٹوٹا

کہا نتک انتظار وعدہ دوست
کہاوت ٹھیک ہے جھوٹا تو جھوٹا

نہ بھر نالے دل اب دشتِ جنوں سے
دیار اپنا اگر چھوٹا تو چھوٹا

پھرے جی بھر کے ہم دشتِ جنوں میں
جو چھالا پاؤں کا پھوٹا تو پھوٹا

لا سب کچھ تجھے کیا میں نے پایا
زمانہ بھر اگر چھوٹا تو چھوٹا

ہنسا ہے وہ بلائیں لے لو محشر
تکلف یار سے ٹوٹا تو ٹوٹا

جناب ضمیر الدین صاحب عرش گیاوی شاگردِ حضرت تسلیم

کلمہ ہے ادھر کی فکر ہے گا ہے ادھر کی ہے
ہستی غرض خراب جہاں میں بشر کی ہے

گلگیر کا خطر تو پتنگوں کی ہے خلش
آفت میں جان شام سے شمعِ سحر کی ہے

اجڑی پڑی ہیں تربتیں شاہانِ دہر کی
پھولوں کی چادریں ہیں نہ بتی اگر کی ہے

غنچہ ترس رہا ہے زبانِ کلام کو
محتاجِ باغِ دہر میں نرگس نظر کی ہے

ہوتا ہے زندگی کا کوئی دم میں فیصلہ
دن بھر کی بات ہے نہ پہر دو پہر کی ہے

قدرت نمائیاں تری روشن ہیں دہر میں
حاجت ہے شمس کی نہ ضرورت قمر کی ہے

قاتل وہ شوخ ہے تری یہ تیغ آبدار
بسملو نگہ کا غم ہے نہ حاجت جگر کی ہے

اے عرش تو خاک میں دلی کی سو رہو
ہٹ کر بھی خوابگاہ یہ اہلِ ہنر کی ہے

غزل جناب شفیع احمد شمسی تلمیذ حضرت شمشاد لکھنوی حضرت ہنر غازیپوری

کہتے ہیں تجھ سے کیوں ترے تیور بدل گئے
محشر میں بھی وہ چال قیامت کی چل گئے

مرتے ہے ہمارے تو شکوے ملال کے
ارمان ہو کے دل سے ہمارے نکل گئے

تم کو جو غم نہیں ہے تو ہم کو بھی غم نہیں
تم کیا بدل گئے ہو کہ ہم خود بدل گئے

سمجھے تھے ہم نہ کہتے ہیں واعظ نہیں کہو
یہ بات تھی کہ باتوں میں اُن کی بہل گئے

کھنچوائی پہلے شوق سے تصویر میرے ساتھ
لیکن پھر اپنے پہلو میں دیکھا تو جل گئے

غزل مولوی سید عبد الصمد حسن صاحب موہانی

تیری چتون ہی کہتی ہے کہ ہونا کیا ہے
داور حشر سے کیا کہیے کہ دعویٰ کیا ہے

ہونٹ کہتے ہیں کرشمہ ہے قضا کیا جیسے
ٹھوکریں کہتی ہیں اعجاز مسیحا کیا ہے

مجھ سے کیا پوچھتے ہو غیر سے نفرت کیوں ہے
خود سمجھ لو کہ رقابت کا تقاضا کیا ہے

سادگی دیکھیے کہتے ہیں شب وصل یہ وہ
آخر اس عرض تمنا کا نتیجہ کیا ہے

حشر میں محو تجلی ہوں تو وہ کہتے ہیں
نہیں معلوم تری آنکھوں نے دیکھا کیا ہے

ان سے کھلجاتے ہیں کیوں حسرت دل رکتی ہے
نگہ ناز سے آخر اسے پردا کیا ہے

تیری نیرنگی قدرت کے کرشمے ہیں سب
وحشت قیس ہے کیا جلوۂ لیلیٰ کیا ہے

غزل جناب حکیم باقر صاحب راز لکھنوی

یہ جو افسوس ناک حالت ہے
حضرت عشق کی بدولت ہے

دل کے نالوں سے اُن کے کوچے میں
شور ہنگامۂ قیامت ہے

کہیں گلزار جل کے خاک نہ ہو
گل و بلبل میں گرم صحبت ہے

کھینچکر تیغ وہ یہ کہتے ہیں
کون آمادۂ شہادت ہے

اک ذرا سا سوال ہے تم سے
اور کچھ عرض ہے نہ حاجت ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوانِ شاکی

میرٹھی معاصر غالب

جب رہنمائے خلق رسولِ عرب ہوا
آئی ندا کمال نبوت کا اب ہوا

رنگین رخ جناب سے رنگیں ہے روئے گل
شیریں لبوں سے شاہ کے شیریں طبع ہوا

اُلٹے قضا نے جب ورقِ دفتر وجود
سو بار لاکھ بار وہی منتخب ہوا

کس شان و احتشام سے کس دھوم دھام کو
معشوق پیشِ عاشقِ صادق طلب ہوا

حاشر کے غلاموں کو تشویش باز خواست
یہ بھی نہ ہوگی ان کو خبر حشر کب ہوا

سبطین کیلئے اسے یثرب دکھائیے
شاکی وگرنہ مفت ہمیں جاں بلب ہوا

ہوتا نہیں سرگرم اقامت سفر اپنا
موجِ شررستاں ہے یہ سب شورِ شرر اپنا

کیوں تہنیت مرگ کو ہیں دوست فراہم
آتا ہے مگر نامہ بر خوش خبر اپنا

اب رو بقضا ہیں غلط انداز نگاہیں
سر پیٹے لے شوق پریشاں نظر اپنا

غمزے کو ملا حکم دل آشوبیٔ عالم
او وعدۂ انصاف رہا حشر پر اپنا

کیا سمجھیے بدآموزیٔ غماز کا شکوہ
سچ یوں ہی مٹانا ہی تھا مدِ نظر اپنا

دوزخ کفِ خاکستر و جنت ثمرِ خام
ڈھونڈے ہے نشیمن دلِ بے بال و پر اپنا

پہلی ہی نظر سلسلہ جنبانِ جنوں تھی
کیا سوچتے آغاز میں نفع و ضرر اپنا

اس لطف سے دیکھوں کہ انھیں سے انھیں دیکھوں
احسان نہ رکھے میرے سر پر بصر اپنا

مطلوب سمجھتے ہیں سبھی آپ کو شاکی
از بسکہ پھرا پائے طلب دربدر اپنا

دیوانہ اسیرِ غمِ دنیا نہیں ہوتا
محتاج رفو دامنِ صحرا نہیں ہوتا

کیا کیا ستمِ عشق ہوا کیا نہیں ہوتا
پر دل وہ بلا ہے کہ شکیبا نہیں ہوتا

محجوبیت حرماں سے تصور بھی ہوا محو
آغوش ہم آغوشِ تمنا نہیں ہوتا

تشویش ابھی ہے کہ نہیں لب بلب جام — جب پی گئے اندیشۂ فردا نہیں ہوتا
درد انہمت ہے سینہ میں پر ایسا نہیں تمنا — ہوتا ہے جگر چاک پر اتنا نہیں ہوتا
ت کی مجھے بدگو کی شکایت نہیں یعنی — جو آپ کو اچھا کہے اچھا نہیں ہوتا

زور فلک سمجھ کے نہ محو طرب ہوا — یا اتنک تمھارے ملنے کا مجکو عجب ہوا
بے قصد گر خوبوں کے آنے نہیں دلے — ایسے مرے نصیب کہاں کیا سبب ہوا
وداں الوداع نازیہاں الفراق شوق — کب ہوشیار سرخوش جام طلب ہوا
ستایاں التفات ہے افتادگی مری — مجبوب درکنار فلک بے ادب ہوا
لو حال دل نہیں گے وہ دشمن کے سامنے — ہم کو تو یہ خوشی تھی کہ خنجر طلب ہوا
اصلی تیس غمزدوں کی ترے سینہ کو بیاں — ماتم کدے میں عالم بزم طرب ہوا
ہو گی لبقدر ربط بدآموزی رقیب — آنا تو فتنہ تھا مرا جانا غضب ہوا
ناکامیوں کے ساتھ تھا انبوہ آرزو — افسرده دل نہ وصل میں محو طرب ہوا
ستا کی کے انتقال کی کیا پوچھتا ہی تو — دو دن میں چار دن میں ابھو فتاب ہوا

نہ داد جور نہ فریاد خونبہا لایا — ترے شہید کو محشر عبث اٹھا لایا
کچھ ان کی زلف کی ہمت کچھ آہ دل کی کشش — عجب طرح سے انھیں بخت نارسا لایا
ستمگری کا برا ہو کہ نہ ہے قتل کا حکم — ملا رقیب کو تسلیم میں بجا لایا
جو آتے ہیں بولی کہیں خدائی میں — خط اُن کے نام کا جا کر انھیں منا لایا
نیازمند زمانہ کم نہ تھا لیکن — ترے زمانہ میں رنگ آسماں نیا لایا
ہزار شکر کہ بخت سعید شاکی کو — کشاں کشاں سوے درگاہ مصطفیٰ لایا

اس طرح آ گے رنگ حنا جہاں ستان تھا — شکر خدا کہ خون وفا رائگاں نہ تھا
پھل پھول نام کو نہیں کانٹے چبھا ہو — کیا گلشن جہاں کا کوئی باغبان نہ تھا
ک دیدہ پر آب کی کیا بود کیا نمود — ساغر حریف گردش چشم بتاں نہ تھا
بدتر ہے مرگ سے غم احباب خضر ہائے — رمز آشنائے زندگی جاوداں نہ تھا
کیا زہر داں مرگ جناں برغاں گئے — جز گرد اور کوئی پس کارواں نہ تھا

کیا خوانِ روزگار پہ ہم روزہ کھولتے
تمنا کی نوالہ ایک بھی بے استخواں نہ تھا

تشنہ ہر جزو بدن ہے ترے پیکانوں کا
واں زبانیں ادھر ہو وہ زباں دانوں کا

پھرے مکاں میں سراپائے امکاں دیکھا
کہاں کہاں تجھے ڈھونڈا کہاں کہاں دیکھا

سفینے کو ترے لطف و کرم پہ چھوڑ دیا
نہ رُخ ہوا کا نہ انداز بادباں دیکھا

گرے اسیروں کے سر خاک پر قلم ہو کر
نہالِ شوق کو آخر ثمر فشاں دیکھا

اگرچہ ڈھونڈھتے پھرتے ہیں سیکڑوں گاہک
متاعِ حسن خود آرا کو بے دکاں دیکھا

نوید قتل سے بے صبر مر ہی جائے گا
امید جو ہے تمنا کی کو شادماں دیکھا

تباہیاں کیا نہ کیا اور کیا نثار کیا
سوائے یار جو کچھ تھا فدائے یار کیا

اس احتیاط نے سب کو ندیم یار کیا
وقار نے ہمیں دنیا میں بے وقار کیا

اگرچہ حرف ہیں دو دل کے ایک ہی اک
ترے ستم نے مجھے تجھ سے شرمسار کیا

بلا سے جان گئی کوہکن مگر تو نے
بنائے قصرِ محبت کو استوار کیا

چمن طراز ہے کس گل کی نکہت آمد
کہ صورِ حشر نے بھی نالۂ ہزار کیا

رہے نہ صبح کو تیرا نشان اے شبنم
کہ تو نے دیدۂ بلبل کو اشکبار کیا

جو لے گیا تھا کلیم خدا کو وادی میں
اُسی کرشمے نے ہمکو بھی بے دیار کیا

بدیر شعرہ میں تمنا کی آئے خیر تو ہے
تمہارے آنے کا کیا کیا نہ انتظار کیا

اندوہ عشق باعث طرب ساز ہو گیا
انجام بھی نمونۂ آغاز ہو گیا

راتیں فراق کی نہ جفائیں رقیب کی
پروانہ کس دلیل سے جانباز ہو گیا

مد نگاہ شوق بھی کیا تازیانہ ہے
گلگونِ اشک اور سبک تاز ہو گیا

تاب نگاہِ گرم نہ لایا جمال یار
نظارہ حسن کو پر پرواز ہو گیا

تقدیر تھی مری تری تدبیر چارہ گر
یعنی مزاج اور بھی ناساز ہو گیا

ان کو یہ احتیاط کہ دوہری نقاب ہے
نظارہ کو یہ ناز کہ ممتاز ہو گیا

تمنا کی فدا ہوا ترے قدم پہ خوشا نصیب
تاریخ مرگ جملہ قد [1] فاز ہو گیا

[1] [illegible] قد فاز فوزاً عظیما

خوف اثر رقیب کے دل سے نکل گیا
اُن کے محل میں نالۂ دل بیمحل گیا

کہتے ہیں چمن کو رخِ جاناں کے برابر
قرآں کو سمجھتے ہیں گلستاں کے برابر
اس عشق و ادب کا برا ہو کہ مرے ہاتھ
رک جاتے ہیں جا کر ترے داماں کے برابر

نازش ہے نہ کچھ علم پہ نے فخر عمل پر
تکیہ ہے ہمارا کرم عفو و جل پر
ان آنکھوں نے مارا ہمیں اُن آنکھوں کے مارا
طوفاں ہے تقدیر پہ تہمت ہی اجل پر
جب تک نہ ترے حسن کی جلوہ مانی
گلگونہ نہ تھا عارض زیبائے ازل پر
اک کی نگہِ مست بھر کر دے ساغر
داغ مے گلرنگ ہی دامان ازل پر
دل کہتا ہے شاکی کہ لکھوا دے کبھی لیکن
بہتر ہے عمل نکتۂ ناقلؔ و دل پر

دام گیسو میں پھنسا تل دیکھ کر
گر رہے ہیں اے طائر دل دیکھ کر
رنگ لائی بدگمانی قیس کی
پردۂ رنگین محمل دیکھ کر
کس کی حیرت تھی طلسم ناز دوست
محو تھی محفل کی محفل دیکھ کر
نیست کیا ماندہ وہ تنہا ماندگی
التفات فیض شامل دیکھ کر
بت کہو تھا کس طرف سے خطاب
کیوں ہنسے سوئے حنا دل دیکھ کر
موتیوں سے بھر گیا حیرت کا منہ
ہنس پڑے وہ رقص بسمل دیکھ کر
کچھ تو رعب قرب سے بس پا ہوئے
رہ گئے کچھ بعد منزل دیکھ کر
اپنی طاقت پر مجھے رحم آگیا
اضطراب مرغ بسمل دیکھ کر
بعد چشم آیا نظر شاکی وہ منہ
کعبے پہونچے چاہِ بابل دیکھ کر

پہلے جان و دل دیں اہل وفا دیتے ہیں
آخر کار تھی دست دعا دیتے ہیں
کچھ تو آرام لب ہرزہ سرا دیتے ہیں
کان وہ جانب شمر یاد لگا دیتے ہیں
کبھی انساں نے آئینہ بنایا ہوگا
آپ انساں کو آئینہ بنا دیتے ہیں
یاد رکھتے ہیں دلے یاد نہ کرنا میرا
داد دیتے ہیں مگر دادِ جفا دیتے ہیں
کیا انہیں بھی مرے قاتل کا ہی شیوہ معلوم
تہنیت روح کو لاکھوں شہدا دیتے ہیں
عافیت سوز ہوئی تازہ پسند میری
آسماں داغ نیا رخ نیا دیتے ہیں

دفتر عیش الٹ دیتی ہے بادِ سحری
جھونکے پیغام پہ پیغام فنا دیتے ہیں
وقف ترکیب ہی ترکیب امورِ عالم
بوسے دشنام میں لپٹیں تو مزا دیتے ہیں
جلوہ شاکی جلوہ دیکھیں ہمیں کیا ملتا ہے
صلہ نعت رسول دوسرا دیتے ہیں

یہ بھی تو ایک اثر ہے کہ اُن کو خبر نہیں
کیوں کر کہوں کہ نالہ دل میں اثر نہیں
نے وصل میں قرار نہ آرام ہجر میں
ہر حال تری بلا ہے قیامت ہے سر نہیں
وعدہ کریں تو کیا جو ملاقات ہو تو کیوں
سب جانتے ہیں اُن کے دہان و کمر نہیں
چاہیں تو تری وضع کریں ہم بھی اختیار
کیا شہر میں حسیں نہیں کوئی مگر نہیں
شاکی لحد میں سوئے چل کر بہت بھرے
منزل یہ طے ہوئی تو پھر آگے سفر نہیں

کب نہیں جاتے خط اُن کو کب عتاب آتا نہیں
کچھ جواب آتا نہیں شاید جواب آتا نہیں
دانہ دانہ ہے سرشک دیدۂ بیجا صلی
کشت پر میرے ندامت سے سحاب آتا نہیں
بے حساب انعام دینا عاقبت لینا حساب
واعظو میری سمجھ میں یہ حساب آتا نہیں
منزل ہستی خطا کار اس طرح کرتے ہیں طے
راستے میں جادۂ راہِ صواب آتا نہیں

طوفان نا رسیدہ ہے جو ہم رنگ یم نہیں
مجھکو تو ایک موج تبسم بھی کم نہیں
اندک فزوں ہے تیری عنایت بے حساب
میرا یہ حوصلہ کہ مجھے کم بھی کم نہیں
اے شوق قتل تو ہی چھری بن کے ذبح کر
خنجر میں عکس ساعد جاناں ہے دم نہیں
کوتاہی نظر نے دکھائی رہِ دراز
کیا بتکدہ میں لطف حریم و حرم نہیں
اے برق یاس تو ہی کہیں اسکو خاک کر
کشت امید قابل ابر کرم نہیں
زہر نگہ دریغ نہیں مجھ سے بے سبب
وہ جانتے ہیں تم بھی مرے حق میں سم نہیں
کیا ہوا میں جو شاد کام نہیں
کسی مذہب میں غم حرام نہیں

جیسے زہر و تریاق یکساں نہیں
ہیں وہ رند آلودہ داماں نہیں
قباحت ہی البتہ دیدار عام
قیامت کی تشویش چنداں نہیں
ندا ہے سر چار سوئے وفا
جو گر کر اٹھے مرد میداں نہیں
زبانی عبث گرمیاں استعد
نظر شعلہ لطف پنہاں نہیں

وہ منصور کھینچا جسے دار پر … وہ مرد ار جو تم پہ قربان نہیں
سخن قوت شناکی حمد رزق غیر … مقدر پہ نہ نثار تاواں نہیں

یاقوت لب سے نسبت لعل یمن کہاں … یعنی یہ بول چال یہ طرز سخن کہاں
غربت کی شام سے مری آنکھوں کا خون ہے … اے آسماں سپیدۂ صبح وطن کہاں
توبہ نہ کی کہ تیری عنایت کا تھا یقیں … ہوئے عمل ضرور مگر سوء ظن کہاں
نے نامہ نے پیام نہ قاصد نہ گفتگو … اے یہ نہال غم وہ رسم کہن کہاں
شناکی نہ امتزاز در دل ہو نہ کوئی بہت … پہونچا کہاں سے اُٹھ کے ہمارا بدن کہاں

پردے سے انقلاب نہیں آب و تاب میں … جلوہ سے خود نقاب نہاں ہے نقاب میں
دیکھا جس اہل دید نے اُس شہسوار کو … سمجھا کہ پاے عمر ہے بیشک رکاب میں
گو فیصلہ ہوا مگر احتساب نہیں … کشمکش بلائیں ہیں کہ جہنم عذاب میں
تم کو نہ مجھ سے رنج نہ تم سے مجھے وہ لے … ہوتا ہے امتحان محبت عتاب میں
ساغر ہمارے نام کے نذر رقیب ہیں … دور فلک کا طور ہے دور شراب میں
بے جن کے نیند چشم دو ف کو حرام تھی … اب دیکھئے کو اُن کے ترستے ہیں خواب میں
شناکی کرین کچھے شسدر غم سے رہ گئے … جن ہاتھ پنج تن کا وصف ہی چار دکنا ہیں

دیتے نہیں رہرو حرکت پاے سفر کو … مرتے ہیں جوں شمع جلا کر تن و سر کو
پھونکا ترے جلوے نے یہ وبال نظر کو … توڑا تری شوخی نے تصور کی کمر کو
سرگرم فغاں ہی لب فریاد شب غم … چھڑکو مرے چھالوں پہ طباشیر سحر کو
اندیشۂ غربت کبھی اندوہ ملامت … ہوتے ہیں عجب رنج محبت میں بشر کو
اے نوح کہوں کیا برکت بے خطری کی … کشتی مری طے کر گئی گرداب خطر کو
مقطوع کیا قد نے ترے قاف قلم کی … محذوف کیا لب نے ترے کاف شکر کو
اب گرمی بازار قیامت کا ہی سودا … یاں دیکھ چکے ارزش کالاے ہنر کو
اکسیر ہے خاکِ در شاہنشہ یثرب … اس کحل جواہر کی تمنا ہی بصر کو
شناکی تری کیا بات نسوں میں کہ غزل کی … دلبند ہی ہر قافیہ دلچسپ ہر گو

سر محفل نقاب عارض تاباں اگر وا ہو
نظر پروانہ ہو پروانہ گل ہو گل تماشا ہو

اگر اعیانِ صورت میں نمایاں وہ خود آرا ہو
جہاں موسیٰ ہو موسیٰ جلوہ ہو جلوہ تجلا ہو

پریشاں ہو اگر زلف معنبر روے انور پر
خرد سودا ہو سودا شانہ ہو شانہ سویدا ہو

نہ ٹھکرا نعش عاشق کو مبادا اے وفا دشمن
ستم آفت ہو آفت فتنہ ہو فتنہ دوبالا ہو

تصور اُن کی افشاں کا بندھا ہاں جوش مینا
شراب آنسو ہو آنسو دانہ ہو دانہ ثریا ہو

تری فکر رسا کی تیز روی سے کیا عجب شاکی
قلم نشتر ہو نشتر دشنہ ہو دشنہ گزارا ہو

کسے روئیں جن اشکوں کو تری فرقت کا رونا ہو
کسے دیکھیں جن آنکھوں نے تری صورت کو دیکھا ہو

مرا جوش جنوں زنداں میں جب زنجیر فرسا ہو
اسیری دشت پیما ہو گرفتاری کو سودا ہو

بسر کی زندگی حرماں نصیبوں نے توقع میں
قیامت ہے اگر فرماندہ محشر بھی تم سا ہو

الٰہی ایسی خلوت ہو کہ بے حایل اُنھیں دیکھیں
نہ طغیانِ تمنا ہو نہ طوفانِ تماشا ہو

چلے ہم لو دل ناکام لیکر خلق سے شاکی
ہمیں کیا بعد مر جانے کے غیر اُنکا ہوا یا ہو

مشام آشنا تیرے گیسو کی نکہت ہو تو کیونکر ہو
علاج دردِ بے پایاں وحشت ہو تو کیونکر ہو

مزاج شاہ سے واقف ہیں یعنی اس کی مرضی ہے
سیاہِ غم دیار دل سے رخصت ہو تو کیونکر ہو

انھیں عادت کی پابندی کہ ساتھ اعدا کے بیٹھے ہیں
مجھے اس بات کا سودا کہ خجلت ہو تو کیونکر ہو

ستم ہے بعد قتلِ خلق فرمانا رقیبوں سے
بشر دنیا میں کوئی بے مروت ہو تو کیونکر ہو

خروش بحر ٹھہرا اتنا ڈرا تا ہی جو شاکی کو
اگر لب پر ترے مہر نبوت ہو تو کیونکر ہو

سر شوریدہ پائے خم بہ میخانہ میں بستر ہو
پھر آگے ہر چہ بادا باد پرسش ہو کہ محشر ہو

خدارا نرگس پرفن سے کہدو وہ نہ کچھ بولے
کہ مجکو ہو نہو دل کو تری تقریر باور ہو

تکلف برطرف آو طفیل رنگ یکسر تگی
کہ ہم بدتر سے بدتر ہیں جو تم بہتر سے بہتر ہو

مری نالش ہے یارب بالش عرض تمنا سے
کہ اک نقصہ جو اُن کے نام لکھوں ایک دفتر ہو

ہم ایسے باد پیما ہیں کہ ذرے سے بھی کمتر ہیں
تم ایسے سرو بالا ہو کہ گیسو کے برابر ہو

خیال جنبش مژگاں سے ہی بیخو ابی شاکی
لگے کیا آنکھ اُس کی جس کی ہر ہر رگ میں نشتر ہو

تمنا وصل کی چھوڑی غم ہجر بتاں کیوں ہو
بہار آئے نہ جس گلشن میں واں دل خزاں کیوں ہو

ہماری ناتوانی غم اٹھانے سے غلط ٹھہری
تمہیں عذر نزاکت ہے تو اتنے سرگراں کیوں ہو

تک یار ملامت ہوں گے رقیب دل جہت
ہمارا خون ہو لیکن بطرز امتحاں کیوں ہو

نسیم صبح کا ہی ہوں اقامت کا سیاحت کیا
نہیں خوگر مجوسی کی عدو میرا جہاں کیوں ہو

وہ اک بلبل نو غیں نوائے شاخ ہمہ می
لقب ثنائی کا تیرے طوطی ہندوستاں کیوں ہو

نا سور مندمل ہوا غم بھر ہو
اے چارہ گر خدا کیلئے میرے سر ہو

جانے جائے سان کوئی پردہ ہو
خوش ہوں کہ شام غم کی نمایاں سحر ہو

کیا کہاؤں تم بعید میں کا اگر ہو
شاید دعا کی طرح دوا میں اثر نہ ہو

ہے امتحان رحمت نا مستحق نواز
لاشہ میری نعش پہ تو نوحہ گر نہ ہو

وصمت قلیل قتل کے لاکھوں امیدوار
قاتل بخیل وار کدھر ہو کدھر نہ ہو

شب کی شرار میں تپ غم کی حرارتیں
کیا جانے جس کی جیب قبا میں شرر نہ ہو

ثنائی کے انتقال سے کتنے وہ خوش ہوئے
یہ سیر ہے اگر یہ خبر معتبر نہ ہو

اے جو تیری چشم نہ ہو سب گیرے نہ ہو
وہ سہ تمام خنجر و شمشیر سے نہ ہو

ہے مصلحت یہی کہ جہنم میں بھیج دیں
کوئی سوال آپ کے دلگیر سے نہ ہو

ان کو بھی آج میری طرح شوق وصل ہے
یہ بات ہی جدا ہے کہ تقدیر سے نہ ہو

اے شوخ غیب داں ہے خدا جب ہی کہیں
محشر میں برہمی تری تقریر سے نہ ہو

زخم زبان خلق سے بچنا بڑا نہیں
مانا کہ اور فائدہ تدبیر سے نہ ہو

آخر تمہیں تو چاہیے تھی بہلا اسطلا
کہ مجھ پہ جیسی کی تقریر سے نہ ہو

اندیشۂ فراق نے مجکو ڈبو دیا
کہتا ہوں سر جدا تری شمشیر سے نہ ہو

کرتی ہی بیخودی مری تدبیر سے طلب
جو کام چارہ سازی تقدیر سے نہ ہو

ثنائی اگرچہ قابل رحمت نہیں مگر
نومید جد شبیر و شبیر سے نہ ہو

ہنگام ذبح قاتل طرف نقاب اٹھائے
تب تک رونا دوں تو مجکو خوں بہائے

اے شور نالہ دل میں معتقد ہیں فرماں
یا سر کو کھائے یا بخت کو جگائے

جو بات دل میں گذرے لاؤ وہی زباں پر
ایسے سادہ لوح ہیں برفن ہم آدمی ہیں ہائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کہ ستمبر سنہ ۱۹ء میں اُردوئے معلیٰ کی دوبارہ زندگی کا ایک سال بخیر و خوبی ختم ہو گیا ہے اس موقع پر بہی خواہانِ اُردوئے معلیٰ کیلئے ایک خاص رعایت کا اعلان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ آخر اکتوبر سنہ ۱۹ء تک مندرجہ ذیل کتابیں **نصف قیمت** میں طلب کی جاسکتی ہیں۔ قدردانِ اُردوئے معلیٰ سے امید ہے کہ **اس موقع سے ضرور فائدہ اُٹھا** کر اسطرح پر رسالے کی مالی امداد فرمائینگے

نوٹ (۱) اشتہار میں اصلی قیمت درج کی گئی ہے۔ نوٹ (۲) محصولڈاک نصف قیمت کے علاوہ ہوگا۔ نوٹ (۳) اکتوبر سنہ ۱۹ء کے بعد رعایت باقی نہیں رہیگی۔ نوٹ کتابیں جلد منگائی جائیں درخواست اگر دیر میں آئیگی تو ممکن ہے کہ بعض کتابیں ختم ہو چکی ہوں

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	کیفیت
۱	دیوانِ غالب مع شرح از حسرت موہانی تقطیع ۲۰×۲۰ حجم تقریباً ۲۰۰ صفحے	عہ	مجلد مع مقدمہ و ضمیمہ جسمیں غالب کے سوانح زندگی اور انکی شاعری پر مفصل تنقید موجود ہے طبع ثانی کی صرف چند جلدیں باقی ہیں
۲	انتخاب اردوئے معلیٰ یعنی اردوئے معلیٰ علی گڑھ کی گذشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا انتخاب	عہ	اس انتخاب کی نسبت دعوی کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا دلچسپ مجموعہ کسی دوسری جگہ نہیں ملسکتا فہرست مضامین دوسری جگہ درج ہے ملاحظہ
۳	دیوانِ مصحفی مرتبہ حسرت موہانی	۸	یہ نایاب دیوان ہمارے دفتر کے سوا اور کہیں نہیں ملسکتا۔
[illegible]	دیوان میر سوز استاد مشہور	۳	مع مقدمہ از حسرت موہانی۔ یہ دیوان بھی اور کہیں نہیں ملسکتا
[illegible]	دیوان حضرت استاد جرأت	۴	״ ״ ״ ״ ״ ״
۶	دیوان قائم چاندپوری استاد مشہور	۴	یہ سودا کے سب سے بہتر شاگرد کا دیوان ہے جو اور کہیں نہیں ملسکتا
۷	دیوان شیفتہ استاد مشہور شاگرد مومن	۸	مع مقدمہ و ضمیمہ غزلیات فارسی از حسرت موہانی یہ بھی نایاب ہے
۸	انوار العیون فی اسرار المکنون	۸	ملفوظات و حالات حضرت مخدوم احمد عبد الحق ردولوی مع
۹	انڈین نیشنل کانگرس	۴	قابل دید از ملا عبد القیوم مرحوم
۱۰	رسالہ جواز سود	۳	از مولوی عبد الصمد صاحب بلندشہری
۱۱	محبانِ وطن از سردار اجیت سنگھ صاحب	۴	صرف چند جلدیں باقی ہیں۔
۱۲	اردوئے معلیٰ جلد نہم از جولائی تا دسمبر سنہ ۱۹ء	۱۰	״ ״ ״ ״
۱۳	اردوئے معلیٰ جلد ہشتم از جولائی تا مارچ سنہ ۱۹ء	۵	حجم ۵۰ صفحے یہ تینوں پرچے نہایت دلچسپ ہیں۔
۱۴	اردوئے معلیٰ جلد دہم از جنوری تا اپریل سنہ ۱۹ء	۷	صرف چند جلدیں باقی ہیں
۱۵	اردوئے معلیٰ از اکتوبر سنہ ۱۹ء تا ستمبر سنہ ۱۹ء یعنی دوبارہ اشاعت کی تاریخ سے اسوقت کی ۱۲ پرچوں کا مجموعہ	عہ	اردوئے معلیٰ کے جدید خریدار اگر اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے ورنہ بعد کو انہیں ضرور افسوس کرنا پڑیگا۔
۱۶	مجموعہ انتخاب دواوین آبرو۔ اختر۔ ولی۔ حاتم درد۔ انشا۔ و انتخاب مثنوی سوز و ساز وغیرہ	عہ	یہ سب دیوان سال بسال اردوئے معلیٰ کے ہمراہ بطور ضمیمہ شائع ہو چکے ہیں اور کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتے۔

المشتہر سید فضل الحسن حسرت موہانی اڈیٹر اردوئے معلیٰ شہر علیگڈھ

تقطیع ۱۰×۲۲ حجم تقریباً ۲۰ صفحے	# فہرست مضامین انتخاب اردوی معلّیٰ	قیمت اصلی ایک روپیہ علاوہ محصول

درخواست خریداری بنام منیجر اردوے معلّیٰ علیگڈھ شہر

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

ارے دوڑو جلدی دوڑو جیسے نے ڈاکٹر برمن کا عرق کافور لے آؤ۔ جب کسی کو ہیضہ ہوتا ہے اس کے گھر میں ایسے ہی پکار پڑجاتی ہے اور گھبرا کر ہی کہتے ہیں۔ کہ اگر پہلے ہی سے تھوڑا سوچو تو یہ تکلیف کیوں اٹھانا پڑے۔ کیوں نہیں ایک شیشی عرق کافور کی لیکر گھر میں ڈال رکھتے ہو۔ یہ اصلی عرق کافور چھبیس برس سے مشہور اور تجربہ کی ہوئی ہیضہ کی انمول دوا ہے۔ گرمی کے دست۔ پیٹ کا درد مروڑ اور متلی کیلئے اکسیر کا کام کرتی ہے قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵

عرق پودینہ ہر ایک بال بچہ دار کو یہ دوا گھر میں رکھنا چاہئے۔ یہ عرق ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے بنایا گیا ہے۔ اس کا رنگ ہی مثل پتی کے سبز اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی مانند رہتی ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروشوں نے بنایا ہے۔ ریاح کیلئے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ کا پھولنا ڈکار کا آنا پیٹ کا درد بدہضمی متلی اور اشتہا کا کم ہونا یہ سب ریاحی علامتیں جلد دور ہو جاتی ہیں۔ گود کے بچوں کے لیے اس سے بڑھکر دوسری دوا نہیں قیمت فی شیشی ۱ محصول ڈاک ۵

پیپر منٹ کا تیل پیٹ کا درد بدہضمی اور ریاح کے فساد میں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے یہ پیپر منٹ امریکہ سے منگایا جاتا ہے۔ ولایتی پیپر منٹ سے یہ کہیں بڑھکر بہتر اور مفید ہے اسی پیپر منٹ میں تارپین کا تیل ملاکر ایک کی تین شیشی بنا کے لوگ بازاروں میں چار آنہ چھ آنہ فی شیشی بیچتے ہیں قیمت فی شیشی آدھ اونس ۱۰ محصول ڈاک وغیرہ ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵

کلوروڈاین یہ انگریزوں کی مستند خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد مروڑ خواہ وہ کسی صورت سے ہو اس کے دو ایک بار استعمال کرنے سے صحت ہوتی ہے۔ اسہال آؤں کے دست ہیضہ مروڑ پیٹ میں درد یا اینٹھن کے لیے کلوروڈاین مفید دوا ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کی نامی دواخانہ سے یہ دوا بنوائی ہے جو کہ پیٹنٹ اور زیادہ قیمت کی کلوروڈاین کے بالکل برابر اور قیمت میں ارزاں ہے اس لیے بیفائدہ زیادہ دام دیکر پیٹنٹ کلوروڈاین نہ خریدیے کی التماس ہے بلکہ اس کی طرف توجہ فرمائیے اور اسکا استعمال شروع فرمائیں قیمت فی شیشی ۱۲ فی درجن ۹

مفصل حالات کی کتاب بلاقیمت ملتی ہے منگا کر ملاحظہ کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن۔ ۱۲ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

بدہضمی و کھٹی جلی ڈکار و نکل آنا

ضعف و فتور ہاضمہ

گردہ یا مثانہ کی گرمی کا ہونا

امتلائے کھانسی دمہ

بواسیر و اسہال پیچش

ہیضہ طاعون

قبض و تلی استسقا | نفخ شکم و پیٹ کا درد

تازہ سندات

جناب جی احمد پاشا صاحب ہیری ہیڈ اسیسٹنٹ بلور میڈیکل میسور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے نمک سلیمانی کو بارہا آزمایا یہ ایک نایاب چیز آپنے ایجاد کیا ہے خداوند کریم آپ کو انہیں برکتوں سے قریب ہند ... کے ہوتے کرمیں نے آپکے یہاں سے ایک شیشی نمک منگوایا تھا وہ ختم ہوگئی آپ بذریعہ ڈاک بذریعہ وی پی ایک بوتل نمک سلیمانی بھیجکر ممنون کیجئے۔

جناب میرزا محسن بیگ صاحب جاگیردار مقام دریا پور۔ لکھنؤ سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا نمک سلیمانی نے کئی مرتبہ منگوایا اس سے مجکو اور میرے عیال کو مختلف اوقات بہت کچھ فایدے ہوئے واقعی آپکا ایجاد کردہ نمک سلیمانی دوسرے نمکوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ اب آپ دو شیشی نمک سلیمانی بذریعہ وی پی فوراً بھیجدیجئے۔

دردِ قولنج و زیادتی پیاس | ہضم غذا کسوقت تخمہ یعنی بدن کا گرم ہونا

ڈاکٹر گیان پرشاد بہار گو میونسپل کمشنر کا بنا ہوا

قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۱؎
محصول ڈاک وغیرہ ۵؎

نمک سلیمانی

خواص مندرجہ حاشیہ کا مجرب علاج

قیمت فی بوتل ۸؎
محصول ڈاک وغیرہ ۳؎

ملنے کا پتہ ۔ نونہال سنگھ بہار گو مینیجر کارخانہ نمک سلیمانی کا گانات شہر ہانسی

ضعف دماغ و ضعف بصر | نقرس و درد گنٹھیا

تازہ سندات

جناب شیخ اسمعیل صاحب سٹیشن ماسٹر افسر بدول ڈسٹرکٹ ... سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا نمک سلیمانی مرسلہ پہونچا اور آپ کے نسخہ کے مطابق پایا واقعی یہ بہت مفید چیز ہے آپ مہربانی کرکے ایک بوتل نمک سلیمانی اور بھیجدیجئے۔

جناب محمد یعقوب خانصاحب انگلش ماسٹر گورنمنٹ اسکول سہارنپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپکا نمک سلیمانی آپ کے ایجنٹ سے خرید کیا میرا معدہ جو کہ بہت دنوں سے خراب ہوگیا تھا اس کے استعمال سے بالکل درست ہوگیا۔

عام کمزوری و کمی پیدایش خون | مستورات کے ایام کی خرابی

پیشاب کا بار بار و زیادہ مقدار میں ہونا

بلغم پردم سوزاک و سوزاک کا علاج

فساد خون داد و سہوان

بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر

بچوں کے دانت نکلنے کی تکلیف

گلے کی سوزش دانت کا درد

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

[illegible] میڈیکل کالج کے پروفیسروں و نامور ڈاکٹروں و [illegible] ولایت کے یونیورسٹی کے سند یافتہ ہیں ڈاکٹر [illegible] اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے ضعف بصارت تاریکی چشم [illegible] پڑوال پھولا ایس سرخی [illegible] وغیرہ چند روز کے استعمال سے بینائی بڑھجاتی ہے اور عینک کی حاجت نہیں رہتی بچوں کو لیکر بوڑھوں تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے [illegible] روپیہ ممیرے کا سرمہ مفید اعلیٰ قسم کا فی تولہ [illegible] خالص ممیرہ [illegible] روپیہ معمولی سرمہ فی تولہ [illegible] محصول ڈاک [illegible] المشتہر [illegible] مقام [illegible] ضلع گوجرانوالہ

اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے

[illegible] آپ [illegible] مریضوں پر استعمال کرکے [illegible] تصدیق کرتا ہوں کہ یہ [illegible] سرمہ ممیرہ کا [illegible] مفید [illegible] اپنے تجربہ میں آجتک کوئی سرمہ اس سے زیادہ فائدہ بخش نہیں [illegible] اس کے استعمال [illegible] ہر طرح پر مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوگا [illegible] انگریزی [illegible] ہوگا [illegible] کا شکریہ الفاظ میں ادا کرنا محال ہے [illegible] تمام لوگ آپ کے سرمہ سے [illegible] فائدہ اٹھا [illegible] ہر طرح کی بیماریوں سے نجات حاصل کریں۔ راقم
پنڈت گنگا رام صاحب [illegible]

قلمی کتابیں

ہمارے کتب خانہ تجارتی میں بعض قلمی کتابیں کمیاب موجود ہیں۔ تذکرہ شعرا مصنفہ سراج الدین علی خان آرزو فارسی قیمت سو روپیہ دیوان رنگین ریختی سعادت خاں رنگین کا ریختی دیوان مع رسالہ مصطلحات بیگمات عـــہ۔ کلیات [illegible] استاد جرأت کے ساتھ دیوان اردو صـــہ۔ طبقات شعرا اردو کے قدیم شعرا کا تذکرہ مصنفہ قدرت اللہ خاں [illegible]۔ باغ اردو۔ اردو کی گلستان سنہ ۱۲۱۶ کی لکھی ہوئی سو برس کی پرانی صہ۔ دیوان آزاد مشہور اردو شاعر کا دیوان عـــہ بوستان خیال جلد دوازدہم نایاب کتاب عـــہ دیوان بلیغ فارسی مستند شاعر کا کلام عـــہ

المشتہر
خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت احاطہ خانساماں لکھنو

اخبار مسلمان امرتسر

مخالفین اسلام کی طرف سے جو حملے اسلام پر چاروں طرف سے ہو رہے ہیں کسی سے مخفی نہیں اس لیئے اسلام کی تائید و مخالفین کی تردید کے لیے اخبار مسلمان جاری ہے جو ہر منگل کے دن امرتسر سے نکلتا ہے قیمت سالانہ عـــہ نمونہ کیلئے ۲ پائی پتہ مولوی فاضل ابو الوفا ثناء اللہ اڈیٹر مسلمان امرتسر

جدید ضابطہ دیوانی کی ایک جامع شرح

حصہ اول بزبان اردو قیمت دو روپیہ

مؤلفہ [illegible] صاحب بی اے۔ ایل ایل بی [illegible] اس حصہ میں صرف دفعات کی شرح ہے جو بڑی بڑی انگریزی شرحوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہے دوسرا حصہ تیار ہو رہا ہے جو عنقریب شائع ہوگا پہلے حصے کے خریدار [illegible] اس کی قیمت بھی دو روپیہ ہی ہوگی گویا مکمل شرح کی قیمت للعہ ہو جائیگی۔ منیجر نظامی پریس بدایوں سے طلب فرمائیے

فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی دوسا ... ڈٹرایٹ ملک امریکہ کی مشہور عالم ادویہ

اسٹرنس کا ڈلو آئل ایکسٹریکٹ ۱/۲

مچھلی کے تیل کا نہایت نفیس جوہر [illegible] پاکیزہ [illegible] کمزوری کا بہترین علاج ہے [illegible]

اسٹرنس ہیڈیک کیور

ہر قسم کے درد سر کے واسطے [illegible] فائدہ رساں دوا نقلی مت خرید و صرف اسٹرنس کی اصلی [illegible]

اسٹرنس میٹھیلاڈس

کیسی ہی پرانی کیوں نہ ہو [illegible] کے استعمال سے دور ہو جاتا ہے ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے [illegible] قیمت [illegible] روپے [illegible]

اسٹرنس کولا

مقوی [illegible] اعصاب [illegible] سستی [illegible] اور بغیر خشک کی ہوئی گرمی سے تیار [illegible] خوشگوار [illegible] خوراک [illegible]

اسٹرنس زائمول ٹوتھ پوڈر

[illegible] زندگی [illegible] دانت [illegible] سفید [illegible] خوشنما [illegible] اور تمام منہ میں [illegible] رسالہ [illegible] جس میں اور دیگر ادویہ تیار کردہ کارخانہ فریڈرک اسٹرنس [illegible] ڈٹرایٹ ملک امریکہ کے مشرح حالات ہیں اسٹرنس [illegible] بلا محصول طلب کرو۔

ہر شہر کے تمام انگریزی اشیاء کے دوکاندار فروخت کرتے ہیں

سید فضل الحسن حسرت موہانی نے اپنے اردوئے معلی پریس علیگڈھ میں چھاپا اور دفتر اردوئے معلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۱

اُردوئے معلیٰ

علیگڈھ

جلد ۱۱	بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء	نمبر ۱

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے

فہرست مضامین

اُردو پریس واقع علی گڈھ میں چھپا

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک { بلا ضمیمہ عہ / مع ضمیمہ ع }

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبداللہ خاں مہر کی شاعری

مہر کی شاعری کے ہم تین دور قرار دے سکتے ہیں - دور اول - دور دوم - دور سوم - دور اول کی شاعری خالص لکھنوی طرز کا نمونہ ہے جس میں رعایات لفظی کے ہجوم میں ہمہ اور کوئی خوبی نظر نہیں آتی - کلام پختہ ضرور ہے لیکن مطلق بے اثر جس سے ناسخ و رشک وغیرہ مشہور لکھنوی اساتذہ کے دواوین کی طرح [illegible] دوین لغت و تحقیق زبان میں تو بیشک بہت کچھ مدد مل سکتی ہے لیکن روح کو کبھی اس کے مطالعے سے کسی قسم کا حقیقی سرور حاصل ہو - یہ بالکل محال ہے - ملاحظہ ہو -

[illegible] سودا سوئے صحرا زہو ہوجائیگا [illegible] ۔۔۔ [illegible] برسے وحشت دل کا جنوں ہوجائیگا
[illegible] ذرہ [illegible] کشتی عمر رواں ۔۔۔ [illegible] تیغ [illegible] سے خوں ہوجائیگا
[illegible] سے پہلے رات بھر [illegible] ۔۔۔ [illegible] کے گھر کا ستوں ہوجائیگا
[illegible] مطرب سر کا [illegible] ۔۔۔ پیرہانہ [illegible] ارغنوں ہوجائیگا
ہم کو [illegible] سے [illegible] یاد رکھو ۔۔۔ سلسلہ زنجیر کا [illegible] جنوں ہوجائیگا
[illegible] پھنا [illegible] استوار ہو کر ۔۔۔ قتل کرنے [illegible] ہو کر
[illegible] حسرت [illegible] ۔۔۔ [illegible] آئیں [illegible] سے دلفگار ہو کر
[illegible] ۔۔۔ جسم [illegible] سے عیاں [illegible]
[illegible] ۔۔۔ [illegible]
[illegible] ۔۔۔ روح [illegible] مرغی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اور اس لیے لازمی طور پر آتش کے طرز خشک و بیرنگ کی پیروی پر اپنی ساری ہمت بیکار صرف کیا کرتے تھے۔ میرزا تسلیم سے ملنے کے بعد ان کی شاعری کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس عہد کی غزلوں میں اگرچہ انہوں نے طرز لکھنؤ کو یکقلم ترک نہیں کیا ہے تاہم انہیں جابجا خوبی ترکیب، رنگینی الفاظ، سادگی زبان اور دلفریبی بیان کے بھی نمونے موجود نظر آتے ہیں۔ گویا کلام ناسخ کے ریگستان خشک و بے آب میں آوارہ و سرگرداں پھرنے والوں کو کبھی کبھی مومن و تسلیم کے فردوس سخن کی طرف سے ہوائے سرد کے بھی دو چار جھونکے اپنی دلفزائی اور جاں شکیبی کا اثر دکھا جاتے ہیں۔ مثلاً

ہیں لوٹتی وہ شب ہجر تو شمع مہربانی کی — جو دیکھا شعلہ ہجر کا ہی چراغ بدگمانی پر
بوقت میکشی اب وہ شراب ناز لاتے ہیں — پلاتے جام صہبائے غرور نوجوانی کا
محبت نے مصیبت کی یہاں مٹی خراب یک — ملا نا خاک میں گیا تھا غبار ناتوانی کا

دیکھ قاتل کو ہوا پانی دل صد پارہ آج — چادر آب رواں ہے دامن نظارہ آج
لونگا تک بدگوا اٹھتی نہیں اللہ رے ضعف — آنکھ کا ڈورا بنا ہے رشتۂ نظارہ آج
بادہ گلگوں کی تابش نے مری جھپکائی آنکھ — آتش مے نے جلایا دامن نظارہ آج
دست نازک پر جو ساقی کے ہے جنبش بار بار — دختر رز کے واسطے ساغر بنا گہوارہ آج
جب تصور جب کر گیا بلا میں پھنس گیا — جستجو سے دل میں ہے پیک نظر آوارہ آج
اٹھ گیا پردہ ہوا سے دیکھ لی صورت تری — گنج بادآورد ہے یہ دولت نظارہ آج
روح مٹی ہے کہ بھاری بوجھ اٹھ سکتا نہیں — مہر مرقد ہیں آثار دل بسمل کا اشتارہ آج

سیہ خط مہر لب ہی عارض گلگون جاناں پر — لکھا ہے حاشیہ سعدی نے اوراق گلستاں پر
کسی میکش کی آنکھوں نے بھلایا سہل ستانی — کہو ساقی سے رکھدے شیشۂ مے طاق نسیاں پر
زمانے میں ہی بالکل دور دور میکشاں ساقی — سفیدی پھیر کر مینا کریں گور غریباں پر
ہجوم داغ میں عالم فراہم ہے تماشے کو — شرف ہے اپنے سینے کو کہیں سرو چراغاں پر
نہ ہوں کیونکر بغلگیر طرب بسمل کیا تو نے — مرے روز شہادت کو شرف ہے عید قرباں پر

کیا کیجئے رقم سند احتشام زلف — ہے دفتر جمال پہ طغرائے لام زلف

خدمت ہو غازۂ گل رخ کی نسیم کو ۔۔۔ موج ہوا چمن میں کرے انتظام زلف
موذی جو سر چڑھا تو بنا مار آستیں ۔۔۔ سر پر نہ چاہیے تھا بتوں کے مقام زلف
سودائے زلف چین جبیں نے مٹا دیا ۔۔۔ تاراج چینیوں نے کیا آ کے شام زلف
کب حسن عارضی پر لٹکتی ہے صبح و شام ۔۔۔ اسلام پر ہے طعنے سے بردم سلام زلف
لے تھے ایک اور غزل اس طرح میں لکھ ۔۔۔ گر مختصر ابھی ہے نہ طول کلام زلف

جھٹکے اٹھا رہے ہیں اسیران دام زلف ۔۔۔ آرام اب کہاں دل وحشی ہے رام زلف
بالوں کو اپنے رخ روشن پہ چھوڑ دو ۔۔۔ پھیلے میان چشمۂ خورشید دام زلف
تقریر کیوں نہ الجھی ہوئی ہو زباں رہے ۔۔۔ ہے درس میں رسالۂ سلم کلام زلف
زلفیں ہوا سے کب خط عارض پہ آ گئیں ۔۔۔ دے سبزۂ بہار کے منہ میں لگام زلف
آئے سیاہ دل ہیں رقیبوں کے اس پہ مہر ۔۔۔ پوشش میں ہے عبث حرم احترام زلف

محو شہید کے جمال یار آنکھیں ہو گئیں ۔۔۔ قاتل عالم تری تلوار آنکھیں ہو گئیں
تھا غضب کھو گئے اس لب پاں ہو کا ۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے خونبار آنکھیں ہو گئیں
خوش خرامی سے وہ بت آنکھوں کو سرمہ دے قدم ۔۔۔ رفتہ رفتہ رفتہ رفتہ آنکھیں ہو گئیں
سرمہ آلودہ نہیں لگاتے ہیں کہ پردہ میں بجائے ۔۔۔ جب کیا جب قابل گفتار آنکھیں ہو گئیں

عقل و ہوش و خرد و تاب و تواں دور رہے ۔۔۔ یعنی یہ لشکر اندوہ نشاں دور رہے
اپنے دلسوز کا پردہ کھلا خاموشی سے ۔۔۔ دامن شعلۂ تقریر و بیاں دور رہے
چشم بد دور لڑی کہ وہ ہم سے آنکھیں ۔۔۔ چشم زخم نگہ بد نظراں دور رہے
مہندی ملکی تو لگی سے لگا دو مسی ۔۔۔ آتش رنگ حنا سے یہ دھواں دور رہے

اہل نظر دیکھیں گے کہ ان غزلوں میں اگرچہ رعایت لفظی کی کثرت ابتدائی دور کی غزلوں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ لیکن ترکیب کی خوبیوں سے ان کے کلام میں رنگ امتیاز پیدا ہو چلا ہے اور طرز لکھنؤ سے گزر کر رفتہ رفتہ وہ نسیم کی پیروی قبول کرتے جاتے ہیں چنانچہ اشعار ذیل کے الفاظ سے تقلید نسیم کی ابتدائی حالت اور دور سوم کی مندرجۂ ذیل غزل سے اس کی آخری کیفیت ناظرین پر بخوبی روشن ہو جائے گی ملاحظہ ہو۔

کب نہاں پردے میں وہ رخسار روشن ہوگیا
شعلۂ طور اب چراغِ زیرِ دامن ہوگیا

آتشِ مے رونق افروزِ مجالس بن گئی
شمع مینا سے چراغِ جام روشن ہوگیا

مہر آتو آئے ہیں لیکن یہاں کچھ دن کے بعد
شعر لکھیں گے اگر کلکتہ مسکن ہوگیا

تماشا ہو نہیں سکتا تڑپنا روحِ بسمل کا
خدا جانے کہ غفلت میں ارادہ کیا ہے قاتل کا

تمہارے سامنے جتنے حسیں بیٹھے ہیں پھیکے ہیں
ملا ہے تم نے کیا چہرے پہ غازہ رنگِ محمل کا

نہ سیرِ باغ بھاتی ہے نہ جی لگتا ہے صحرا میں
عجب کچھ ڈھنگ ہے اے مہر میری حیثیت کا

قیدِ بلند و پست میں اپنا مکاں تھا
ہم تھے جہاں زمیں تھی نہ آسماں تھا

جو کرتے آہ کا مضمون دلِ غمناک سے پیدا
دھواں ہوتا ہمارے شعلۂ ادراک سے پیدا

وہ آنکھیں گردشِ ایام کو آنکھیں دکھاتی ہیں
فسونِ تازہ ہوتا ہے طلسمِ خاک سے پیدا

بہارِ وصل و مینوشی خزان و ہجر و دلسوزی
ہوئے کیا کیا تماشے گردشِ افلاک سے پیدا

تری چشمِ حیا بیں سے ہوئیں محجوبیاں حاصل
ہوئی کیفیتِ زہد ہے تریاک سے پیدا

ہمتِ فکر نے دکھلائی جولانی طبیعت کی
ہوئیں چالاکیاں اس توسنِ چالاک سے پیدا

کھلے چشمِ حقیقت میں تو سب برعکس ہے
بہارِ لالہ و گل ہو خس و خاشاک سے پیدا

تری چشمِ سیہ مست ادا ہی کچھ لطف دیتی ہے
بہارِ غنچۂ نرگس ہوئی ہے تاک سے پیدا

مری روشن کلامی نور بخشِ ہر دو عالم ہے
فروغِ مہر ہوگا شعلۂ ادراک سے پیدا

گل و سنبل ہوئے کیا کیا خس و خاشاک سے پیدا
تماشے طرفہ ہوتے ہیں طلسمِ خاک سے پیدا

وہ مسکن جو مجنوں دیکھتا دیوانہ ہو جاتا
عجب وحشت تھی اس دشتِ مصیبتناک سے پیدا

ہم [illegible] بیگناہی پر شہید آکر گواہی دیں
زبانِ معذرت ہو خنجرِ سفاک سے پیدا

تماشا قدرتِ خالق کا ہے آئینہ رخ میں
ہوئی ہے نور کی تصویر نورِ پاک سے پیدا

[illegible]
یہی ہوتا ہے چشمِ حلقۂ فتراک سے پیدا

تری آنکھوں میں [illegible] کمال دیدہ بازی سے
محبت کی ہے کیسے رہزنِ سفاک سے پیدا

[illegible] خوش آتی بوئے عطر بیز [illegible]
نسیم عطرِ گل ہے کس جگہ پوشاک سے پیدا

[illegible] اے مہر بخشش آئی [illegible]
تسلی ہے احادیثِ شہِ لولاک سے پیدا

جویائے فروغ رخ روشن تو نہیں ہم — آتش قدم وادیٔ ایمن تو نہیں ہم
دل سوختہ وہ ہیں کہ دل اس کا بھی جلے گا — مرکر سببِ شادیٔ دشمن تو نہیں ہم
لو قتل کرو کس لیے دکھلاتے ہو شمشیر — کچھ جوہریٔ جوہرِ آہن تو نہیں ہم
جلنا ترے اٹھنے کے سبب کب ہے ہمارا — افروختۂ جنبشِ دامن تو نہیں ہم
بلبل کی طرح فصل خزاں میں جو نہ تڑپیں — کچھ طائر رنگ رخ روشن تو نہیں ہم
دامن سے چھڑاؤ گے تو پچتاؤ گے صاحب — اکسیر ہیں خاکستر گلخن تو نہیں ہم

جور بنیادوں کے دیوانے ہیں ہم — اپنے جلادوں کے دیوانے ہیں ہم
ہمکو انساں نہیں کب گنتے ہیں وہ — جن پریزادوں کے دیوانے ہیں ہم
کچھ نہیں تاثیر سے مطلب اپنیں — اپنی فریادوں کے دیوانے ہیں ہم
بال کھولے دل پراگندہ کیا — تری ایجادوں کے دیوانے ہیں ہم
داغ فرقت میں عطا فرمائے مہر — انکی امدادوں کے دیوانے ہیں ہم

مطلب خزاں سے ہے نہ غرض ہے بہار سے — ہم دل اٹھا چکے چمن روزگار سے
آغاز عشق ہی وہ بڑھاتے ہیں رسم و راہ — ہم دل میں خوف کرتے ہیں انجام کار سے
بسمل جو ہیں تو ہم ہیں تڑپتے جو ہیں تو ہم — وہ خوش ہیں صیدگاہ میں سیر شکار سے
کلکتے سے بھی سیکھئے حاصل کوئی تو علم — سیکھیں گے سحر سامریٔ چشم یار سے
اے مہر یہ غزل وہ پر اعجاز گرم ہے — آتش اگر سنے نکل آئے مزار سے

اساتذہ لکھنؤ میں آتش کے کلام میں کہیں کہیں درد کی بھی چاشنی موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مہر نے انکا ذکر اس مقطع میں کیا۔ میرزا نسیم مرحوم بھی اپنے ایک مقطع میں انکی نسبت فرما گئے ہیں کہ ؎

کلام آتش مرحوم سے بھی نالہ پیدا ہے — نسیم آگاہ تھا کچھ وہ بھی درد آشنائی کا

ورنہ مومن و نسیم کے رنگ سے آشنا ہونے کے بعد پھر کسی لکھنوی شاعر کی وقعت ان کے دل میں باقی نہیں رہی تھی چنانچہ ایک مقطع میں انہوں نے صاف لکھدیا ہے ؎

مہر اسنے ناسخ و آتش کو رکھا طاق پر — شعر سمجھا جس کسی نے مومن مغفور کا

ذرا تو چونک غافل دیکھ شامت خواب راحت کی — نسیم صبح دیتی ہے خبر شام مصیبت کی
سزا میرے لیے بیجا نہیں ہے ہر مصیبت کی — خطا انکی نہیں میری کہ میں نے ان سے الفت کی
مبارک ہو تمہیں نوروز دیوانے تو کھل کھیلے — جنوں رنگ اپنا لایا ہے بہار آئی ہے وحشت کی
کفن پہ ہے تیرے قتیل ناز کا ہے نور کا تڑکا — یہ چھینٹیں ہیں لہو کی یا شفق صبح شہادت کی
ہنسانے دامن ہر غنچہ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا — تری پوشاک سے گل نے کبھی لی تھی نزاکت کی
کہاں اے مہر اب داد سخن ہم جا کے لیں کس سے — خدا بخشے نسیم دہلوی نے ہائے رحلت کی

اس غزل کے مقطع میں نسیم کا ذکر جس حسرت و افسوس کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے مرزائے مرحوم کی نسبت مہر کی دلی محبت اور ارادت کا کسقدر اندازہ کیا جا سکتا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رحلت نسیم کے واقعے نے دل پر اتنا ہی بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ اثر ہوا جتنا لوگوں کو اپنے کسی عزیز بزرگ کی موت سے ہوا کرتا ہے اور کیوں نہ ہوتا جب انکی شاعری کی تمام خوبیاں اور فن سخن کا سارا کمال انہیں مرحوم کی شاگردی کی بدولت تھا۔

دیوان مہر میں جابجا مرزا نسیم کی جو اصلاحیں بین السطور یا حاشیے پر درج ہیں انہیں بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سلاست الفاظ و نفاست بیان کے متعلق کوئی نکتہ ایسا نہیں ہے جو انہوں نے بصورت اصلاح اپنے شاگرد کو بتا نہ دیا ہو۔ مثلاً مہر کا مطلع تھا ؎

خط آیا آمد خط رخسار یار کا — ٹھانا نئے ورق انتشار کا

پہلے مصرع میں آیا کا الف دب کر نکلتا ہے اور دوسرے مصرع کا اسلوب بیان اچھا نہیں ہے نسیم نے ان دونوں کمزوریوں کو اس طرح رفع کیا ہے ؎

خط آئے آمد خط رخسار یار کا — لکھا کہیں نئے ورق انتشار کا

مہر ؎ اس درجہ ہے ہر مرغ چمن خوف میں صیاد — ہر موج رگ گل پہ ہے زنجیر کا دھوکا

ہے اور ہر کا تلفظ ایک ساتھ ثقیل ہے نیز یہ دونوں مصرعوں میں اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ نسیم کی اصلاح ملاحظہ ہو ؎

نسیم ؎ اس درجہ ہیں سب مرغ چمن خوف میں صیاد — ہر موج رگ گل پہ ہے زنجیر کا دھوکا

ثقل تلفظ سے مرزائے مرحوم کو سخت عداوت تھی جہاں کہیں اس کا شائبہ بھی دیکھتے فوراً درست کرتے تھے مثلاً

مہرؔ مسکرانے کا مرے زخم کے ایما یہ ہے — ایسا نازک تھا تو کیوں قتل کو جلاد آیا
نسیمؔ ایضاً ایضاً ایضاً — اس نزاکت پہ عبث ״ ״ ״
مہرؔ گرم مضموں سنکے میرے مر بیٹھے کیا سرد طبع — مہر جب نکلا کہاں پھر ماہِ کامل کا پتا
نسیمؔ ״ ״ ״ کیا ٹھہرتے ״ — ״ ״ ״ ״ ״ ״

مینا و مسیحا وغیرہ الفاظ کے ساتھ زندہ و غزالہ کا قافیہ زندا اور غزالا کی صورت میں لانا یہ بھی مرزا صاحب کو پسند نہ تھا۔ جہاں کہیں ایسا دیکھا ہے بلا تامل کاٹ دیا ہے۔

مہرؔ گر زلف کی لہر آئے نہانے میں مجھی شوخ — ہر موجۂ دریا پہ ہو زنجیر کا دھوکا
نسیمؔ زلفوں کی ترے لہر نہانے میں گر آئے — ״ ״ ״ ״
مہرؔ باغ میں غنچہ دہن آیا ہے! — بھولی پھرتی ہے صبا کیا باعث
نسیمؔ باغ میں ہوگا وہی غنچہ دہن — ״ ״ ״ ״

ان دونوں اصلاحوں سے صاف ثابت ہے کہ معشوق کے لیے صرف شوخ یا غنچہ دہن بغیر اس یا وہ وغیرہ کے لکھنا نسیم کے نزدیک بالکل ناجائز ہے۔

مہرؔ بینگے پھوٹ کے سب بلبلے دل کے اے ساقی — شراب منع ہوگی خوشۂ بے تاک سے پیدا
نسیمؔ ״ ״ کر ״ ״ ״ ״ — ״ ״ ״ ״ ״

"پھوٹ کے" کہنا غلط نہیں ہے بلکہ عام طور پر "پھوٹ کر" سے زیادہ فصیح سمجھا جاتا ہے لیکن اس خاص موقع پر "کے" کا سکون یائے مجہول کی ناتمامی آواز کے مقابلے میں کہیں زیادہ پسندیدہ و خوشگوار ہے۔ اہل نظر اس اصلاح کو دیکھیں اور نسیم کے کمال سخن اور سلامتی مذاق کی داد دیں فقط۔

مشاہدات زنداں

جیلخانوں میں عام طور پر اتوار کے روز تعطیل کا دستور ہے لیکن الٰہ آباد سنٹرل جیل میں چکی پیسنے والے کے سوا باقی اور قیدیوں کو اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کا موقع شاذ و نادر ہی ملتا ہے کیونکہ حکام جیل کی حرص قیدیوں کو ہفتے میں ایک دن کی بھی فرصت دینا گوارا نہیں کرتی۔ کیونکہ حکومت نے قیدخانوں کو اچھے خاصے کارخانوں کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے جنکا ایک روز کیلئے بھی

بند ہونا جیل کی مالی آمدنی میں کمی واقع ہونے اور اسلیے آخر سال پر حکام جیل کی حسن کارگزاری میں نقص پیدا کردینے کا موجب ہوسکتا ہے۔ مہذب ممالک میں مجرموں کی اصلاح خصوصیت کیساتھ مد نظر رہتی ہے لیکن ہندوستان میں [illegible] ان سے زیادہ سے زیادہ کام لینے اور انپر کم سے کم خرچ کرنے کے سوا اور کوئی اصول پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ اتفاقی طور پر پیٹ میں درد پیدا ہوجانے یا بخار آجانے کا عذر کرکے اگر کوئی شخص کام کرنے سے عذر کرے تو شفاخانے بھیجے جانے کے بجائے یقیناً اُسے اول تو دا[illegible] اور بعدا ان نائب جیلر کے ڈنڈوں کی سخت مار برداشت کرنا پڑیگی۔ قصہ مختصر یہ کہ اتوار کو بھی عموماً تقریباً کل قیدی یا تو اپنے اپنے کارخانوں کو کام کے لیے بھیجے جاتے ہیں یا کوئی اور بیگاری کام انہیں دیا جاتا ہے۔ اتوار [illegible] قید [illegible] محرم وغیرہ کو بھی تعطیل کا دستور ہونا ہو [illegible] مسلمانوں کے [illegible] مذہبی تہواروں کا کوئی مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ بقرعید کو مسلمان عموماً مجبور [illegible] [illegible] محروم رہے [illegible] محبوس قیدیوں نے یکجا ہوکر نماز پڑھی۔ راقم [illegible] مظفر حسین صاحب نے خاص طور پر سفارش کرکے تھوڑی دیر کی چھٹی دلادی تھی [illegible] مسلمانوں کے ساتھ تو ایسی بے اعتنائی اور عیسائیوں پر یہ مرحمت کہ بڑے دن کی تقریب میں قیدیوں کو چھٹی کے علاوہ فی کس آدھ آدھ پاؤ گڑ بھی تقسیم کیا گیا۔ یورپین اور یوریشین قیدی یوں بھی جس آرام سے رہتے ہیں اس کا ذکر ہم کسی گذشتہ پرچے میں کرچکے ہیں بڑے دن کو حکام جیل کی جانب سے ان سب کی دعوت کی جاتی ہے اور طرح طرح کی مٹھائیاں میوے و سگریٹ تقسیم کیے جاتے ہیں نماز پڑھا[illegible] [illegible] سے جو [illegible] جاتے ہیں تو قاعد[illegible] [illegible] [illegible] ادا کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ [illegible] [illegible] ہوسکتی ہے۔ اگر یہ ہو تو [illegible] قیدیوں کی [illegible] مسلمان ان کو انگریزوں کی خوشامد [illegible] [illegible] کوشش سے کب فرصت [illegible] [illegible] اعتراض کرنیگا [illegible] ایسے [illegible] ہونے لگا [illegible] کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ قیدی

ان تمام ابتریوں کی شکایت افسران جیل سے کرکے ان کے انسداد کی فکر کیوں نہ کی؟ اس کا جواب
طول طویل ہے وارڈر یا نائب جیلر سے کسی قسم کی شکایت کرنا بالکل فضول ہے کیونکہ جو کچھ
سختیاں جیل میں ہوتی ہیں وہ یا تو خود ان کے اشارے سے ہوتی ہیں یا کم از کم ان پر انہیں کچھ
اعتراض نہیں ہوتا۔ رہا سپرنٹنڈنٹ جیل۔ اس تک اول تو کسی کی رسائی نہیں ہوتی۔ یا اگر کبھی
پریڈ وغیرہ کے موقع پر کچھ کہنے سننے کا موقع بھی ملتا ہے تو نائب جیلر کی غضب آلود نگاہ کے
اثر سے "غدر" کرنے والے کے ہوش و حواس ابتدا ہی میں غائب ہو جاتے ہیں۔ تب پر بھی
اگر کسی نے جی مضبوط کرکے کچھ عرض کیا تو سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر اس کا مطلب انگریزی
میں نائب جیلر سے دریافت کرتے ہیں جو اس قیدی کی شکایت کو اپنی تفسیروں اور تشبیہوں کے
ساتھ اس شکل میں پیش کرتا ہے کہ اکثر اس غریب کو لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً الہ آباد
کے سبحان نے عذر کیا کہ میرے ہاتھ کا گٹا اترا ہوا ہے اس لیے مجھ کو آسان کام دیا جائے
نائب جیلر نے بحیثیت ترجمان اس بیان میں اپنی جانب سے اتنا اور بڑھا دیا کہ میرے خیال
میں یہ شخص بہانہ کرتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ چکی جو اس کی مشقت تھی تبدیل ہوئی نہیں
البتہ ایک ماہ کے لیے بیڑیاں اس کے پیروں میں اور ڈال دی گئیں۔ چھیدی ضلع الہ آباد
کے جلیل کی ایک انگلی تنگر شین میں کسی طرح سے کٹ گئی۔ اس کی نسبت بھی نائب جیلر
نے یہ بات جڑ دی کہ اس نے کام سے جان بچانے کے لیے اپنا ہاتھ خود زخمی کر لیا ہے۔ نتیجہ
یہ ہوا کہ بے میعادی بیڑیوں کے علاوہ تین مہینے کے لیے چکی ان کے نام لکھ دی گئی
یعنی ایک ہاتھ سے چکی پیستے تھے اور نائب جیلر کی جان کو روتے تھے۔ طرفہ تر یہ
کہ کوئی شخص خود اپنا حال سپرنٹنڈنٹ سے انگریزی میں نہیں عرض کر سکتا۔ کیونکہ انگریزی
سے انگریزی میں گفتگو کرنا گستاخی محمول کیا جاتا ہے۔ میں نے ایک بار جیل کی واقفیت
نائب سپرنٹنڈنٹ سے انگریزی میں کرنا چاہا تھی کہ ایک ہندوستانی وارڈر اس کے اثنا
[illegible] حملہ [illegible] ہوا [illegible] ہوش اڑ گئے۔ شکایت کرنے والے کی بے ہودگیوں کا خاتمہ نہیں
نہیں ہو جاتا بلکہ شکایت کرنے کے بعد نائب جیلر یا وارڈر ہمیشہ کے لیے اس کا دشمن ہو جاتا ہے اور
اس کا نام شورہ پشتوں کی فہرست میں درج کر لیا جاتا ہے۔ سال میں دو بار انسپکٹر جنرل صاحب

بھی جیلخانوں کا معائنہ فرماتے ہیں۔ ان کی فریاد رسی اور انصاف پسندی کا افسانہ اور
بھی زیادہ عجیب و غریب ہے جیل میں آپکی آمد کا ہنگامہ قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ
مہینہ پہلے سے آپ کے ملاحظہ کیلئے قیدیوں کو "جیل کی قواعد" سکھائی جاتی ہے۔ سلامی کی
بنانے کی پریڈ۔ بارک بندی پریڈ۔ کھانے کی پریڈ۔ پاخانے کی پریڈ۔ متعدد پریڈوں کی مشق
ناواقف قیدیوں کو پاگل بنا دینے سے دن بھر کام کرنیکے بعد بھی مغرب تک اس قواعد کی مصیبت
سے ناک میں دم آجاتا ہے۔ قواعد کے دوران میں اگر کبھی نائب جیلر صاحب تشریف لے آئے تو گویا
ایک وبلا نازل ہوئی۔ ہنٹر آپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور بیرحمی آپ کے دل میں۔ ذرا بھی
کسی سے کوئی غلطی ہوئی کہ آپ نے بلا تکلف ایک ہنٹر رسید کیا۔ انسپکٹر جنرل کے
آنے سے ایک روز قبل آپ وارڈروں کے ذریعے سے ہر بارک میں منادی کرا دیتے ہیں
کہ جس کسی کو کچھ عذر کرنا ہو وہ ہمیں سے بیان کرے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ
اگر کسی نے انسپکٹر جنرل سے کسی قسم کی کوئی شکایت کی تو اس کے لیے اچھا نہ ہوگا۔ قیدی
بھی عموماً جیلخانے کی راہ و رسم سے واقف ہونے کے بعد شکایت کرکے خواہ مخواہ مبتلائے
مصیبت ہونے سے پرہیز کرتے ہیں۔ انسپکٹر جنرل صاحب فرض ادا کرنیکے
طور پر بکمال تیز گامی سارے جیل کا چکر لگا جاتے ہیں اور کوئی قیدی چوں تک نہیں کرتا۔
دوسرے دن رجسٹر معائنہ میں آپ کو یہ عبارت لکھی ہوئی نظر آئے گی کہ "سب قیدی
خوش ہیں کسیکو کچھ شکایت نہیں۔ انتظام سب اچھا ہے"۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص
ازراہ بیباکی نائب جیلر و سپرنٹنڈنٹ جیل کی خفگی سے بے پروا ہوکر کھانے کی خرابی وارڈروں
کی سختی اور حکام جیل کی بیرحمی کی داستان "جنرل" سے کہہ بھی سنائے تو کیا ہوتا ہے "این
خانہ تمام آفتاب است"۔ محکمہ جیل کے ایک ادنیٰ ملازم سے لیکر انسپکٹر جنرل
تک سب کے سب بیرحمی اور بے پروائی کے یکساں رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں
انسپکٹر جنرل کی عدیم الفرصتی اول تو کسی فریادی کی فریاد کو باطمینان سننے کی اجازت ہی نہیں دیتی
لیکن اتفاق سے اگر آپ متوجہ بھی ہوتے ہیں تو اس توجہ کا نتیجہ عموماً سوا اس کے
اور کچھ نہیں ہوتا کہ عذر کرنے والا اسی وقت کوٹھری میں بند کر دیا جاتا ہے۔ دوسرے

دن جنڈیل صاحب توجہ دیتے ہیں لیکن اُس غریب کی شامت آجاتی ہی کیونکہ جنڈیل سے
بلا اطلاع حکام عذر کرنے کے باعث اس سے سخت بازپرس ہوتی ہی اور اس نام جھگڑے کے
بعد زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہی کہ وہ قیدی کسی دوسری جیل کو روانہ کردیا جاتا ہی جہاں
جاتے ہی یقینی طور پر اس کا نام شورہ پشتوں کی فہرست میں درج کرلیا جاتا ہوگا - انسپکٹر جنرل
کے دورہ کو زندانی اصطلاح میں جنڈیل کہتے ہیں - قیدیوں کو جنڈیل سے زحمت اور پریشانی
کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں پہنچتا - یہی وجہ ہی کہ وہ لوگ اس سے بلائے ناگہانی کی طرح لرزاں
و ترساں رہتے ہیں - البتہ دورانِ معائنہ میں دو ایک روز کھانا نسبتاً ضرور اچھا ملتا ہے
یعنی معمول کے خلاف روٹیوں کا آٹا مٹی اور چونے کی آمیزش سے پاک ہوتا ہی اور تمام کو
چولائی کے ساگ یا ڈنٹھلوں کے بجائے ترکاری کے بھی درشن ہوجاتے ہیں قلیوں کی صورت نظر آتی ہے
مجسٹریٹ علی گڈھ نے میرے مقدمہ میں سزا دہی کے جملہ اختیار ختم کردیے تھے یعنی دو سال
قید سخت اور پانچسو روپیہ جرمانہ زیادہ کا اگر انہیں اختیار ہوتا تو شاید اس سے بھی دریغ نہ کرتے ہائیکورٹ
سے قید کی میعاد گھٹ کر دو سال سے ایک ہی سال رہگئی لیکن جرمانہ بدستور قائم رہا جسکے

سے ۵ جیل والوں کی بیدردی کا یہ افسانہ رحالی ازمبالغہ ہے - ثبوت کے لیے صوبہ جات متحدہ کی کونسل
میں اردوی معلی کے "مشاہدات زندان" کی نسبت آنریبل بابو گنگا پرشاد صاحب ورما کا سوال اور
حکومت کی جانب سے اسکا مہمل جواب ملاحظہ طلب ہی - بابو صاحب نے دریافت کیا تھا کہ آیا گورنمنٹ
کی نظر سے اردوی معلی کے یہ مضامین گذرے ہیں اور آیا ان کی بابت کچھ تحقیقات کیجاتی ہے - انسپکٹر جنرل
صاحب نے بہ کمال غرور و بے پروائی جواب دیا کہ گورنمنٹ کے نزدیک ان مضامین کی کوئی وقعت نہیں ہے
اور اُن کے متعلق نہ کوئی تحقیقات کیگئی ہی نہ آیندہ کیجائیگی - یہ جواب جن پُر غرور الفاظ اور جس تمکنت کے ساتھ
میں دیا گیا ہی اُس پر نظر کرکے ارباب انصاف خیال فرمائیں کہ اگر خدانخواستہ اس پُر غرور اور متکبر اعلیٰ افسر
سے کہیں کرنل صاحب بہادر سے ایک قیدی کی حیثیت سے پڑتا تو اسکا کیا نتیجہ ہوتا - خوش قسمتی سے حسرت
اسوقت آزاد اور اُنکے قبضہ اقتدار سے باہر ہی - ورنہ قیدی ہوکر آپ خدا جانے کیا غضب ڈھاتے
غرض آپ حاکم ہیں اور ہم لوگ محکوم جو چاہے کیجیے - لیکن یاد رکھیے کہ جبر و خود سری کے ساتھ
غرور و تمرد زوال کی یقینی علامتوں میں سے ہی - سیعلمون الدین ظلموا ای منقلب ینقلبون

نوٹس میں جیسا کہ ہے کی قید سخت و ملا کر تو باقی اغلب ڈیڑھ برس کی سزا باقی رہی جس کا ہم حسب مطمئن تھے
کہ کم از کم ڈیڑھ برس تک تو یہ شخص ہمارے دوستوں کی جتنی تحقیق اس کے ساتھ چاہیں کر لیں چنانچہ
انہوں نے اسے قید سے لیکر دس ماہ تک برابر چکی پیسوانا غالباً اسی اطمینان کی بنا پر تھا۔ اگر یہ میعاد قائم
رہتی تو ڈیڑھ سال برابر چکی پیسا کرتی۔ لیکن دوران قید میں والد مرحوم کے انتقال کی وجہ سے
ما یفضل حسب کو مجبوراً کسی نہ کسی صورت سے زر جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو جو قلیل
جائداد ان کو ہونی تھی وہ بھی مجسٹریٹ علیگڈھ کے حکم سے نیلام کر دی جاتی۔ اور سرکاری
نیلام جس بیدردی اور بے پروائی کے ساتھ کیا جاتا ہے اس کا نمونہ اسی مقدمہ میں ہو چکے
ہیں سطر ہو چکا تھا کہ زر جرمانہ کے عوض میں اردوئے معلیٰ کا کل کتب خانہ جس کی مجموعی قیمت تین
چار ہزار روپیوں سے کسی طرح کم نہ تھی صرف ساٹھ روپے میں نیلام کر دیا گیا۔ اہل حرفہ کے
متعلق یہ قانون ہے کہ حکم نیلام سے ان کے پیشے کے اوزار مستثنیٰ سمجھے جاتے ہیں پھر سمجھ
میں نہیں آتا کہ اخبار نویسوں اور مصنفوں کی دوست کتابوں کے ساتھ اس قدر بے رحمی کیوں روا رکھی
جاتی ہے کہ ان کی نایاب و بیش بہا کتابیں نا قدردانوں کے ہاتھ کوڑیوں کے مول فروخت
کر دی جاتی ہیں۔ جرمانہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس قدر ملزم سے ادا ہو سکے۔ علیگڈھ میں یہ شخص
آسودہ تھا اور اس سے صاحب مجسٹریٹ علیگڈھ بھی ناواقف نہ ہوں گے کہ اڈیٹر اردوئے معلیٰ
ایک قلیل آمدنی پر بسر کرتا تھا۔ ایسی حالت میں اس پر ۵۰۰ روپیہ جرمانہ کرنا اصول انصاف
و انسانیت کے کہاں تک موافق یا مخالف ہے۔ اس کا فیصلہ ہم ناظرین کے ذمہ چھوڑتے ہیں
اس جرمانہ کی بدولت کتب خانہ اردوئے معلیٰ کی جو حالت ہوئی اس کا بیان نہایت
دردناک ہے۔ ان کتابوں کو راقم حروف نے معلوم نہیں کن کوششوں اور دقتوں سے
بہم پہنچایا تھا۔ جن کتابوں میں بہت سے ایسے نایاب اور قلمی نسخے دواوین شعرا
وغیرہ کے تھے جن کی نقل بھی کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ ان سب کو پولیس کے
جاہل جوان گٹھڑیوں میں بھر بھر کر اس طرح سے لے گئے جیسے کہ لوگ لکڑی یا بھس لیجاتے
ہیں۔ ان کتابوں کی فہرست تیار ہونے کا نوبت دور تھا۔ کسی نے ان کو شمار تک نہ کیا
اس کے بعد ان کا جو حشر ہوا ہے اس کا ذکر کرتے ہمارا دل دکھتا ہے۔ اسلیے

اس سے قطع نظر ہی مناسب ہے۔ اس جبر و ظلم کا انصاف خدا کے ہاتھ ہے۔ سلسلہ کلام کہاں سے
کہاں جا پہونچا۔ اصل ذکر اس بات کا تھا کہ زر جرمانہ کے دفعتاً ادا ہو جانے سے قید کی میعاد
صرف ایک سال رہ گئی اور پوری مشقت کرنیوالے قیدیوں کو تین ماہ فی برس کے حساب سے
حکومت کی جانب سے جو رہائی ملتی ہے اُسے بھی شامل کر لینے کے بعد سزا کا باقی میں صرف
ایک ماہ بلکہ کچھ اس سے بھی کم باقی رہ گیا۔ اب تو منتظمین جیل کے کان کھڑے ہوئے اور انہیں

له تعجب ہے کہ یہ افسر بالکل صحیح تھا کہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں انسپکٹر جنرل
جیل خانجات نے میرے متعلق آنریبل بابو گنگا پرشاد صاحب ورما کے ایک سوال کا جواب ایسے
مبہم اور پر فریب لفظوں میں دیا ہے جس سے ان کا منشاء ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح ہمدردان [illegible] کی ناواقفیت
سے فائدہ اٹھا کر میرے اس انکار کو بھی بے سبب ثابت کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک موقع
پر ملزم نے خود کسی دوسری مشقت کے قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ انسپکٹر جنرل صاحب کا یہ مبہم
جملہ اپنے پر فریب مفہوم کے ذریعے سے لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا کرنا چاہتا ہے کہ گویا اڈیٹر اردوئے معلی
نے چکی کی مشقت کو از خود دوسری مشقتوں پر ترجیح دی ورنہ حکام جیل اُسے دوسرا کام دینے پر آمادہ
تھے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اصل واقعہ اور انکار کا صحیح موقع وہی ہے جس کا ذکر اس مضمون میں
کر دیا گیا ہے۔ انسپکٹر جنرل صاحب کی [illegible] کے علاوہ ان کے بیان کی [illegible]
انسپکٹر جنرل صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ روزانہ ایک من غلہ پیسنے کا بیان غلط ہے عام قیدیوں کی
طرح اڈیٹر اردوئے معلی کو بھی پندرہ سیر گیہوں اور بیس سیر چنے پیسنے کو ملتے تھے۔ نیز یہ کہ سپرنٹنڈنٹ
جیل کو اختیار ہے کہ جس قیدی کو جس سخت مشقت کے لائق دیکھے اس پر لگا دے۔ اس مختصر بیان
سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اڈیٹر اردوئے معلی کے ساتھ کوئی خاص
سختی نہیں کی گئی بلکہ عام قیدیوں کی طرح چونکہ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اُسے صرف چکی پیسنے کے لائق
سمجھا اس لئے اس سے برابر چکی پسوائی گئی۔ حالانکہ یہ تمام تر غلط ہے۔ کیونکہ کسی ایک قیدی کا
پوری میعاد تو کیا نصف میعاد تک چکی پیسنا بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ چوتھائی میعاد کے گذرنے پر
عام قیدی بہ حسب قاعدہ ورنہ زیادہ سے زیادہ نصف میعاد گذر جانے پر [illegible] دیا جاتا ہے

میرے ساتھ اپنے برتاؤ کی سختی کا بھی کچھ کچھ احساس ہونے لگا چنانچہ ایک روز خلاف معمول شام کے وقت بارک بند کرنے کے موقع پر نائب جیلر نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کو کوئی دوسری مشقت دی جائیگی۔ سے پسند کروگے۔ انہیں لوگوں کو جناب موصوف کے اس غیر معمولی اظہار لطف و کرم پر کمال تعجب تھا لیکن راقم حروف کو ان کی نیت کا حال معلوم ہو گیا تھا کہ چند روز کیلئے کسی کارخانے میں بھیجنے سے اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں ہے کہ مجھ سے تمام میعاد چکی پیسنے کے الزام سے بچنے کی صورت اور قسم کھانے کی بھی سبیل نکل آئے۔ پس میں نے تبدیلی مشقت کے اس عجیب تحفے کو قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیا

جس کا کام صرف دوسرے قیدیوں کی نگرانی کا رہ جاتا ہے۔ کیا انسپکٹر جنرل صاحب کی صداقت شعاری صوبجات متحدہ کے تمام جیلوں میں ایسے چند قیدیوں کے نام بھی پیش کر سکتی ہے جن سے بلا وجہ اور بلا قصور ساری میعاد چکی پسوائی گئی ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کرنیل صاحب کا بیان یقیناً غلط سمجھا جائیگا۔ دوسرے یہ کہ روزانہ ایک من غلہ پیسنے کا ذکر کر کے گویا ڈیزرٹ اردوئے معلیٰ نے دروغ بیانی سے کام لیا ہے حالانکہ اس میں کچھ بھی غلطی نہیں ہے غلہ تو ایک ہی من پیسنے کو ملتا ہے۔ البتہ ایک چکی پر دو آدمی پیستے ہیں۔ کیونکہ وزنی چکیاں ایک آدمی کی چل ہی نہیں سکتیں۔ اس حساب سے بیشک بقاعدہ تقسیم فی کس ۲۰ سیر غلہ پڑتا ہے لیکن از روئے تجربہ کچھ زیادہ فرق محسوس نہیں ہوتا۔ کیونکہ جتنی دیر میں ایک شخص بیس سیر غلہ پیستا ہے اتنی دیر میں دو شخص ملکر ۴۰ سیر نہیں پیس سکتے۔ ایک چکی پر دو قیدیوں کے کام کرنے کا تفصیل ہمارے گذشتہ مضامین میں موجود ہے۔ جسکے مطالعے کا گورنمنٹ کو اقرار ہے۔ مگر ان سے بچکر ایک رسمی فقرے کو لیکر ہم کو غلط بیانی کا ملزم قرار دینا اصول دیانت کے سراسر خلاف ہے۔ رہا گیہوں کے پندرہ سیر اور چنوں کے بیس سیر ملنے کا افسانہ اسمیں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں ہے۔ الہ آباد سنٹرل جیل میں گیہوں و چنوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا بلکہ قاعدے کے خلاف گیہوں بھی فی کس ۲۰ سیر کے حساب سے یعنی ایک ہی من پیسنے کو ملتے ہیں جسکی وجہ سے قیدیوں کیلئے عذاب جان ہو جاتا ہے کیونکہ چنوں کی نرمی کے مقابلے میں گیہوں کی سختی پیسنے والوں کے چھکے چھڑا دیتی ہے۔ ایک من گیہوں میں صرف پاؤ بھر چوکر باقی دینے کا حکم ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ پہلی دفعہ دوسری مرتبہ چھاننے سے جتنا چوکر نکلتا ہے اسے دوبارہ اور سہ بارہ پیسنا پڑتا ہے اور اس طرح بہ حساب اوسط ایک من کی بجائے ڈیڑھ من کے قریب پیسنا پڑ جاتا ہے۔ کیا انسپکٹر جنرل صاحب ان واقعات کی بھی تردید کر سکتے ہیں؟ ہمارا ارادہ ان جزوی معاملات کو اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا نہ تھا لیکن کرنل صاحب کے طرز بیان سے مجبور ہو کر ہمیں بھی "دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید" کے مقولے پر عمل کرنا پڑا۔

انتخاب بیاض حسرت موہانی

ما بابے فغانی ؒ

دل بیقرار و دیدن دیدار مشکل است ۔ گر تو ترحمے نکنی کار مشکل است
وائے کہ تلخ شد دوا بر دل پر گزند ما ۔ مرگ بودنہ زندگی دارو سودمند ما
بہار و لالہ ما بے مے بپیالہ گذشت ۔ پیالہ نکشیدیم و دور لالہ گذشت
انجم نشست و کوکبہ سور شد بلند ۔ صد نیزہ درحوالی نور شد بلند
معشوق در کنار و دل ما روشنی بخش ۔ زان آتشم چہ سود کہ از دور شد بلند

ملک فطرت کاشی

از بہار دیگراں گلہائے باغم تازہ شد ۔ ہر کہ را دیدم کہ انسے داشتہ ، غم تازہ شد
بسکہ خود بے بہرہ ام شادم ز عیش دیگراں ۔ ہر کرا جامے بلب دیدم دماغم تازہ شد

کمال اسمٰعیل

بے پا و سران دشت خون آشامی ۔ مردند ز حسرت و غم ناکامی
محنت زدگان وادی عشق ترا ۔ ہجران کشد و اجل کشد بدنامی

تنقید رسائل و کتب

تقطیع ۲۶×۲۲ حجم علاوہ اشتہارات ۲۰ صفحے

قیمت سالانہ مع محصول صرف للعہ چار روپیے

اخبار مشرق گورکھپور

حکیم برہم صاحب کی زیر نگرانی اخبار مشرق نے خاطرخواہ ترقی کرکے اخباری مجلس میں اپنے لیے صف اول میں جگہ پیدا کر لی ہے۔ اس اخبار میں اکثر مضامین ایسے شائع ہوتے ہیں جنکا مثل دوسرے اخباروں میں تو کیا ماہوار رسالوں میں بھی نہیں ملسکتا مثلاً حضرت بسمل ہوشیارپوری نے زیر عنوان تخلص ایک عجیب بحث اٹھائی ہے کہ اردو شاعروں کو آبرو جرات نسیم۔ صابر حسرت و شوکت وغیرہ مونث الفاظ کی بجائے مردانہ تخلص رکھنا چاہیے مضمون نگار کی "جدت طرازی" کی ہم بھی داد دیتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس ضمن میں انہوں نے جتنے اصول بیان کیے ہیں وہ سب کے سب غلط ہیں مثلاً انکا یہ کہنا کہ "متقدمین شعرائے اردو نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ تخلص کی وجہ سے کوئی مالا ینفک نقص لٹریچر میں پیدا نہو" ایک دعوے بلا دلیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ شاہ حاتم کے شاگردوں میں قدرت و بقا میر سوز کے شاگردوں میں نوازش و ترقی میر تقی

میر کے شاگرد ویس تھا اور میر ضیا استاد میر حسن تھے۔ جعفر علی حسرت کے تقریباً کل شاگرد مثلاً جرأت۔ محبت۔ قدرت۔ میر ممنون کے استاد میر قمر الدین منت وغیرہ میر درد کے شاگرد مرزا حاتم۔ حسین وغیرہ سیکڑوں مسلم الثبوت اساتذہ ایسے گذرے ہیں جنھوں نے اس باب میں کوئی خاص خیال مد نظر نہیں رکھا ہے۔ حضرت کیفی کا یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ اس معاملے میں دہلی نے لکھنؤ والوں سے زیادہ احتیاط کی ہے۔ متقدمین میں آبرو۔ ہدایت۔ آرزو۔ درد۔ متاخرین میں بہت۔ ظفر۔ ذوق۔ حالی شاگردان شاہ نصیر۔ تسلیم۔ حسرت۔ لیکن شاگردان مومن مشہور ساتذہ سے علاوہ بلا شبہ اور بیسیوں ایسے شاعر نکل سکتے ہیں جنھوں نے تخلص کے متعلق تذکیر و تانیث الفاظ کا مطلق لحاظ نہیں کیا ہے۔ پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دعویٰ کس بنا پر کیا گیا ہے کہ لکھنؤ میں جب نوابی دور کے تعیش نے تذکیر و تانیث کا ظاہری امتیاز مٹا دیا تو صبا۔ نسیم۔ آتش۔ جرأت۔ امانت وغیرہ تخلص پیدا ہونے لگے لیکن اس اثر کے زائل ہوتے ہی دبیر۔ انیس۔ مونس۔ امیر۔ جلال وغیرہ ہم اساتذہ باکمال نے کل نے برمبنائے اصلاح کی بنا پر مردانہ تخلص کو ترجیح دی۔ اس تمام تحریر سے مضمون نگار کی ناواقفیت اور کمی معلومات کے سوا اور کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً مومن جو صبا و نسیم کے ہمعصر تھے ان کی نسبت یہ کہنا کہ نوابی دور کے اثر تعیش کے زائل ہونے کے بعد انہوں نے مردانہ تخلص اختیار کیا صریحاً غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ دہلی کی طرح لکھنؤ میں بھی کسی نے اس امر کی جانب کوئی خاص توجہ نہیں کی ورنہ "اثر تعیش" کے زائل ہونے کے بعد تک ان کے ہاں صبا و نسیم تخلص۔ آگاہ و عاشق اور دریا کے شاگرد جلال کی موجودگی کا کیا سبب قرار دیا جائیگا تاہم اگر آئندہ لوگ اس بات کا لحاظ رکھا کریں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن جو تخلص اب مشہور ہو گئے ہیں ان کی تبدیلی کے لیے ہمکو کوئی کافی وجہ نظر نہیں آتی۔ آخر میں ہم اتنا اور کہیں گے کہ اگر حضرت کیفی کے اصول کو زیادہ وسعت دیجائے تو بہت سے لوگوں کو اپنے نام بھی تبدیل کرنا پڑیں گے کیونکہ خوشی محمد۔ ظفر علی یا فتح محمد وغیرہ اکثر نام اردو زبان کے مقررہ قاعدے کی رو سے باعتبار تانیث مضاف مونث ہی قرار پائیں گے کیا یہ حضرات اپنا نام بدلنے پر راضی ہوں گے۔ فقط۔

معجزۂ محبت ایک نہایت عجیب دلچسپ جو پہلی کسی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا گیا اور جناب محمد عبد الرضا ایڈیٹر رسالہ صحیفہ حیدرآباد دکن نے عربی سے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے۔ عشق کی تاثیر سے ایک حسین لڑکی ایک جنگلی انسان پروردہ جیسا ایک بھیڑیے نے پرورش کیا ہو اور پھر اس کو انسان کی جنبۂ اصل کی بدولت

ہ مثلاً تذکیر و تانیث جیسا مصنف نے تجویز کیا ہے ... [illegible] ... یہ مسئلہ ہے -

حصہ نظم

غزل حضرت شاہ عبد العلیم صاحب آسی سکندر پوری مدظلہ العالی

پوچھتے ہو کہ سرِ وحدت کیا
ماسوا کی بھلا حقیقت کیا ہے

ملنے والوں سے راہ پیدا کر
اور ملنے کی اُس کے صورت کیا

جاتے ہو جاؤ ہم بھی رخصت ہیں
ہجر میں زندگی کی مدت کیا

واعظو اُس کو دیکھ لو پہلے
پھر کہو حور کیا ہے جنت کیا

نہ گرے اُس نگاہ سے کوئی
اور اُفتاد کیا مصیبت کیا

نقد ہستی نثار یار کرے
یہ نہیں ہے تو پھر محبت کیا

عاشقی میں ہے محویت درکار
راحت وصل و رنج فرقت کیا

باغ رضواں بھی باغ ہے آخر
سیر گل کے لیے ریاضت کیا

گوشہ گیری حدیث نفس کے ساتھ
دل ہی مجمع میں ہو تو عزلت کیا

کوئی تیرے سوا کہیں ہے بھی
ہمدمی کی مجھے سے علت کیا

یوں ملوں تم سے میں کہ میں بھی نہ ہوں
دوسرا جب ہوا تو خلوت کیا

آسی مست کا کلام سنو
وعظ کیا پند کیا نصیحت کیا

غزل حضرت ضامن کنتوری

امتحان حسن ترکیب بیاں گردش میں ہے
خامۂ مانی کی صورت ہر زباں گردش میں ہے

بزم میں ہے جرعہ ریز عشوہ چشم مست یار
خیر باد اے کشتی میخوارگاں گردش میں ہے

حال کیسا رقص صوفی ہے دلیل بیخودی
بادۂ الفت سے ہو کر سرگراں گردش میں ہے

عشق مضطر جب سے دل میں بیقراری بڑھ گئی
کیا تماشا ہے مکیں ساکن مکاں گردش میں ہے

یوں ہی کیا کم تھی برستی تیغ نگاہ ناز کی
آسماں کیوں صورت سنگ فساں گردش میں ہے

وہ گدا ہوں جانتا ہوں آپ کو سلطان وقت
سر پہ جب تک چتر نیلی پرنیاں گردش میں ہے

آرزو کے پیچھے دوڑی تھی جو وحشت آج تک
ہمت اب مثل غبار کارواں گردش میں ہے

کوچۂ الفت کہاں وحشت کہاں ضامن مرا
جب بھی وحشت ہو کے دل کا ہمعنان گردش میں ہے

غزل حسان الہند جناب نواب رضوان علیخانصاحب رضواں مرادآبادی

جا کے بیٹھا نکر اے بت تو مسلمانوں میں / تری الفت خلل انداز ہے ایمانوں میں

دل معشوق بھی عاشق پہ پگھل جاتا ہے / شمع گھل گھل کے جلی جاتی ہے پروانوں میں

کسی مورت کی نہ آجائے طبیعت تیری / آپ اکیلے نہ پھرا کیجئے بت خانوں میں

ساقیا جلد پلا مے کہ بڑی دیر سے مست / ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں میخانوں میں

عید کا دن ہے گلے ملکے چھری پھیر بھی دو / جوش تکبیر شہادت کا ہے قربانوں میں

سبزہ خط میں ہی اُن کے لب لعلیں کی نمود / پھول لالہ کا کھلا ہے یہ ہرے ہاروں میں

معرکہ جیت لیا مورچہ مارا رضواں / آج ڈنکا ہے ترے نام کا میدانوں میں

غزل جناب سید مسعود صاحب افسر مالک دواخانہ شاہجہانی دہلی تلمیذ حضرت شاکر

غیروں کا تصور بھی مرے دل میں نہیں ہے / جو مد نظر ہے تری محفل میں نہیں ہے

مٹ جائے وہ حسرت جو مرے دل میں نہیں ہے / وہ شمع ہو گل جو تری محفل میں نہیں ہے

مرکس کے رہی خواہش تمنائے شہادت / خنجر بھی تو یارب کف قاتل میں نہیں ہے

خنجر ہیں ترے دم ہی تو سب کچھ ہے ستمگر / کیا غم ہے جو دم سینۂ بسمل میں نہیں ہے

کیوں خاک اڑاتا ہے پس ناقہ لیلےٰ / اے قیس جو دل میں ہے وہ محمل میں نہیں ہے

کیا بات ہے اُن کی تجھے پایا گیا قاصد / ملنے کا ارادہ بھی ہے یا دل میں نہیں ہے

آئینہ ہے یہ ہمت ارباب کرم کا / کشکول گدائی کف سائل میں نہیں ہے

ظاہر ہے یہ بدعہدی پیمان وفا سے / جو تیری زباں پر ہے ترے دل میں نہیں ہے

دل بھر گیا کھا کھا کے غم ہجر کچھ ایسا / اب وصل کی حسرت بھی مرے دل میں نہیں ہے

بنجائے رخ گل پہ عرق قطرۂ شبنم / اتنی بھی کشش سوز عنادل میں نہیں ہے

ایسا ہے کشیدہ کہ تصور سے بھی ہے دور / عکس رخ روشن بھی مرے دل میں نہیں ہے

بادِ مژہ یار ہی پھر رک گئی شاید / پہلی سی کھٹک آج مرے دل میں نہیں ہے

دشوار سے دشوار ہے جینا ہمیں افسر
مر جانے کی مشکل کوئی مشکل میں نہیں ہے

غزل جناب تفضیل حسین صاحب فطرت متوطن کلکتہ

مستیٔ شوق بھی ہے حوصلہ راز بھی ہے
ہے نفس نالہ کناں دل میں نہاں راز بھی ہے

گریۂ یاس اکیلا شب فرقت میں نہیں
بے نیازی کی جو عادت کا گلہ اُنسے کیا

کیوں نہ ہمتائی عیسیٰ کا ہو دعوےٰ مجکو
اُس سے ملنے کی ہوس اے دل مشتاق رکھ

بوالہوس سب تو نہیں آؤ ذرا سیر کریں

اے جنون دل شیدا یہ کچھ انداز بھی ہے
پردگی چاہیے آخر کہ یہاں ساز بھی ہے

ساتھ سا تھا اسکے مرا طالع ناساز بھی ہے
ناز سے کہنے لگے اس پہ مجھے ناز بھی ہے

کہتے ہیں وہ کہ ترے شعر میں اعجاز بھی ہے
سر پہ تیرے فلک تفرقہ انداز بھی ہے

سنتے ہیں ان میں کوئی فطرت جانباز بھی ہے

غزل جناب مولوی سید امین احسن صاحب بسمل مہانی

حسن کی کامگاریاں نہ گئیں
عشق بیکس کی خواریاں نہ گئیں

زخم پر زخم کھائے دل نے مگر
خوش نگاہوں سے یاریاں نہ گئیں

جور ان کے ہیں نام اس کا ہے
چرخ کی پردہ داریاں نہ گئیں

شرم سے اور کھل گئی رنگت
رائگاں جاں نثاریاں نہ گئیں

کھل گیا عشق پھر بھی اے بسمل
حسن سے رازداریاں نہ گئیں

غزل جناب منشی اٹل بہاری لعل صاحب مختار علیگڈھ

رہا ہے کب کوئی دنیا میں دم بھر شادماں ہو کر
کہیں چھپتی ہے عشق و مشک کی خوشبو نہاں ہو کر

یہی جوش وحشت ہے تو پھر جیب و گریباں کیا
وہ جاتے سنے کہیں پر جولت گھر میرا نکلے

پس مردن وہ مجکو یاد کرتے ہیں زہے قسمت
حقیقی عشق کی عشق مجازی پہلی منزل ہے

ملا ہے کب کسی کو چین زیر آسماں ہو کر
مجھے رسوا کرے گی مری خاموشی زباں ہو کر

اڑے گا دامن صحرا ابھی الله دھجیاں ہو کر
نصیب اپنے کھلے ہیں نصیب دشمناں ہو کر

جگہ پائی ہے اُنکے دل میں یادِ رفتگاں ہو کر
چلو سوئے خدا اے زاہدو کوئے بتاں ہو کر

یہی دل رشکِ حسرت ہے یہی دل کی تمنا ہے
کہ گذرے عمر باقی خادم ہندوستاں ہو کر

غزل جناب منشی محمد ممتاز علی صاحب آہ تلمیذ حضرت امیر مینائی مرحوم

ادھر تو لے گیا انکار ادھر ہاں حزیں نکلی
قضا سنتے تھے جسکا نام وہ تیری نہیں نکلی

تمہاری یاد تو پہلو سے بھی بن کر حسیں نکلی
کہ وہ محمل نشیں نکلی تو یہ خاطر نشیں نکلی

نئی جان آگئی بسمل میں پاکر داد جانبازی
مسیحا بنکے قاتل کی زبان سے آفریں نکلی

بھلا حسن وفا کی داد چھپتی کہیں چھپائے سے
زباں کو آپنے روکا نظر سے آفریں نکلی

جگر کو دل سے پہلے لب تک بھی آنے نہ دیا
فغاں میری تو کچھ تجھ سے بھی بڑھکر نازنیں نکلی

ہمارے عشق نے تم پر [illegible]
ہماری بھی طبیعت اصل میں نازآفریں نکلی

زمانے [illegible] کی ملنے [illegible] کہ کچھ [illegible]
مگر ہونے کو بھی جب [illegible] دلنشیں نکلی

مرادیں آئیں [illegible] خیر [illegible] مگر
جنازہ ہوگا مری حسرت ہنس نکلی نہیں نکلی

قیامت تک جو چھپائے [illegible] تو ہوگا وہ نظر آیا
نگاہ واپسیں اپنی نہایت دوربیں نکلی

غزل حسرت موہانی

آنکھوں کو انتظار سے گریہ [illegible] کر چلے
تم یہ تو خوب کارِ پسندیدہ کر چلے

بے بس دل کو پھر سے وہ شوریدہ کر چلے
بیدار سارے فتنۂ خوابیدہ کر چلے

اظہار التفات کے پردے میں اور بھی
وہ عقدہائے شوق کو پیچیدہ کر چلے

ہم بیخودی سے چھپ نہ سکا رازِ آرزو
سب اُن سے عرض حالِ دل و دیدہ کر چلے

ہم او غیر آکے اُڑائی مری ہنسی
خوب آپ خاطرِ دل رنجیدہ کر چلے

تسکین اضطراب کو آئے تھے وہ مگر
بیتابیوں کی روح کو بالیدہ کر چلے

اہل نظر کو بیخبر دو جہاں کیا
ایسی کچھ اک نگاہ وہ دزدیدہ کر چلے

تھا عشق پہ بھی کوئی گنجینہ مراد
ویران دل میں ہم جسے پوشیدہ کر چلے

اس شان سے اُٹھے وہ کہ سب اہل بزم کے
پائے قرار و صبر کو لغزیدہ کر چلے

یہ طرفہ ماجرا ہے کہ حسرت سے مل کے وہ
کچھ جان و دل کو اور بھی شوریدہ کر چلے

اے صانع دل و جاں کب تک بید جراں
تیغ ستم کشیدہ حلق حسرت بریدہ
ہو جائے کچھ یہ عالم اے لذت طپیدن
کیا اعتبار پایا بے اعتباریوں سے
شاکی کی یہ غزل ہے ہر حرف بے بدل ہے

گر تو نوید لطف دم احتضار دے
سمجھے عذاب خنجر زہرابدار دے
ناگاہ اور ہمیں خبر وصل یار دے
وہ آئیں حشر آئے اجل آئے صبر آئے
اندیشے سو طرح کے ہیں قاصد کو بھیجکر
سم بھی مضر نہیں اگر اصلاح ہو سکے
تمکین شکوۂ ناز ہے لیکن نہ استعداد
شاکی اسی کے در کا ملازم ہے جو سخی

صدمہ حلہ جاتا ہوں بچے کوں و مکاں سے
جور فلک و کاہش جان وغم جانان
ہر بات میں ہوتی ہے رقیبوں کی ترقی
اللہ رے گرانی ناکی جنس محبت
کیا کام ہے مٹا دینے کو یہ شعبدہ شاکی

عقدہ آب دم تیغ ستم ربا رہو سے
حسن مطلق سے رہا دل کو تعلق برسوں
رشک ہوتا ہے محبت میں نہ اتنا لیکن
نہ فریب نظر یار نہ بے رحمی ضعف
سچ بتاؤ ہمیں تم رات کہاں تھے شاکی

یا عشق کو اٹھا لے یا حسن کو مٹا دے
اٹھکر نہ دست قاتل ان کو گلے ملا دے
قاتل کو میں دعا دوں قاتل مجھے دعا دے
ممکن نہیں کہ ہم کو نظروں سے تو گرا دے
نالاں عبث دغل ہے دولت جسے خدا دے

کن منتوں سے جان ترا خاکسار دے
قاتل ثواب جان کے صدقہ اتار دے
وہ آسماں کہ موت نہ بے انتظار دے
کوئی تو داد محنت شبہائے تار دے
کیا جانے کیا جواب وہ نخوت شعار دے
غم بھی بڑا نہیں جو خدا غمگسار دے
جان آرزو سے تیر میں تیرا شکار دے
سائل کو ایک نان کے بدلے قطار دے

بے صبری دل سے کبھی بیتابی جاں سے
ان سب کی دوا صبر سو آئے وہ کہاں سے
پڑ جاتی ہے تقریر میں جان تیرے بیاں سے
بدظن ہے زباں سود سے اور سود زیاں سے
کاکل کی طرح تیغ بھی کھینچی ہے میاں سے

خوب سیراب ترے تشنۂ دیدار ہوے
دل سے چھٹکر ترے گیسو میں گرفتار ہوے
خوش وہ ہم سے ہوے ہم زیست سے بیزار ہوے
شکوے اتنے تھے کہ مہر لب اظہار ہوے
آج مذکور تمہارے سر بازار ہوے

نہ اعجاز محبت کا یقین دل میں رہے
گر نہ ہوتے خاکسار ی پردہ تر دامنی
بسکہ تھا آنکھوں میں ثنائی کے جمال احمدی

نئی چال آسمان بادپیما روز چلتا ہے
نہ صبح و شام سے نیرنگیاں تیں عیاں ہوتیں
الہی وہ نہ آتے تھے نہ آتے ہیں نہ آئیں گے
محبت کی بساط خاک پر ہی مجلس افروزی
ترے لایق نہیں گردو ثنائی ان قوافی کو

دونوں میں کیا کشاکش بے اختیار ہے
اپنی ہوا میں آپ ہی پروانہ جل بجھا
ثنائی شکایتوں کا نہ لے نام شکر کر

رخ لالہ گوں کا خیال ہے سر زلف غالیہ فام ہے
کوئی اس نمود پہ کیا مرے کہ نئی اس بہار کو کیا کہے
مری نعش رشک سے گر گئی کہ خطاب جانب غیر تھا
دل شیشہ میں نظر آتی ہے ہمیں زاہد وہ جو سرخ شے
نہ طواف کعبہ کا شوق ہے نہ حریم قرب کی جستجو

صبا جو ناز کناں جا بجا نکلتی ہے
نہ حسرت دل اندوہ زا نکلتی ہے
اداشناس سمجھتے ہیں پایۂ گفتار

شمع بجھتی ہے نمودار سحر ہوتی ہے
تیرے نظارے سے باز آئیں فدائی حاشا
سرمہ ہوجاتی ہیں آنکھوں میں نگاہیں جلکر
آشنا چاہتیں ستائی نہ طرفدار مجھے

گھر میں تھے اور کہتے ہیں غیروں کی محفل میں رہے
موج ندی بار کیوں پا ہوس ساحل میں ہے
شام سے تا صبح ہم ورد مزمل میں رہے

نہ عادت ان کی چھٹتی ہے نہ رنگ اپنا بدلتا ہے
کوئی معشوق دونو وقت پوشاکیں بدلتا ہے
پھر آنکھیں منتظر کس کی ہیں پھر دل کیوں اچھلتا ہے
فروغ شمع گردوں سے کہاں پروانہ جلتا ہے
نکلتا ہے ٹہلتا ہے اگلتا ہے مسلتا ہے

دل ہی نشان کے پار نشان دل کے پار ہے
عشق ہوس فروش کا انجام نار ہے
انکا خیال مونس شب ہائے تار ہے

یہی دیر ہے یہی کفر ہے یہی صبح ہے یہی شام ہے
نہ شمیم گل کو قیام ہے نہ سرور مل کو دوام ہے
جو سنا ہو ثنائی خوش بیاں یہی عاشقی کا کلام ہے
یہی بزم کی چشم و چراغ ہے یہی روح عارف جام ہے
مرا کام خدمت بتکدہ مرا نام ننگ انام ہے

کبھی کبھی ترے کوچے میں جا نکلتی ہے
نہ تن سے جاں بلا آزما نکلتی رہے ہے
سخن پہ جان سخن آشنا نکلتی ہے

حالت کشتۂ غم نوع دگر ہوتی ہے
قطع سر ہوتے ہیں پھر قطع نظر ہوتی ہے
رخ جاناں پہ کسے تاب نظر ہوتی ہے
یا علی کہتے ہی دشمن پر ظفر ہوتی ہے

فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان شمس العلما نواب سید امداد امام صاحب

اثر عظیم آبادی

فقیری میں مجھے بخشا خدا نے اوجِ سلطاں کا
گدا مجھکو بنایا آستانِ شاہِ مرداں کا

نمودِ شکلِ ہستی کن فکاں کی کارسازی ہے
ظہور ہر دو عالم ہے اشارہ تیرے زباں کا

گنہگاروں کی آنکھیں قلزمِ اشکِ ندامت ہیں
نہیں دشوار اے زاہد چھڑانا داغِ عصیاں کا

فلک آئینہ داری جو رمہرویاں کی کرتا ہے
شفق ہے عکس خون آلودہ رخسارِ شہیداں کا

کسی کی دید پر موقوف اپنی زیست ہے ناصح
مرا آزار نظر انداز رکھتا ہے رگِ جاں کا

چھپے گا دامنِ محشر میں خورشیدِ قیامت بھی
غضب ہوگا عیاں ہونا ہمارے داغِ پنہاں کا

نشاں نقشِ قدم کا بھی نہ پایا تا دمِ آخر
عبث ہمنے کیا پیچھا اثر عمرِ گریزاں کا

وصلِ بتاں میں خوفِ فراقِ بتاں نہ تھا
گویا کہ اپنے سر پہ بھی آسماں نہ تھا

پیشِ رقیب پرسشِ دل تمنے غضب کی
دشمن تھا پردہ دار نہ تھا رازداں نہ تھا

عبرت دلا چکی تھی ہماری ستم کشی
مطلق شبِ وصال عدو شادماں نہ تھا

بگڑے ہوے رقیب سے وہ آئے میرے گھر
اس حسنِ اتفاق کا کوئی گماں نہ تھا

سرشارِ بیخودی تھے اثر بزمِ یار میں
کیا جانیں ہم رقیب کہاں تھا کہاں نہ تھا

تیرا پیکاں مرے سینے سے نہ تنہا نکلا
لختہائے دلِ مجروح کو لیتا نکلا

ہم مسلماں ہیں مگر دل ہے بلا کا کافر
آنکھیں بھر آئیں جہاں ذکرِ بتوں کا نکلا

اپنی ہوتی ہے نکو محفلِ رنداں برہم
تو ہی اے شیخ بڑا حق کا شناسا نکلا

شوق نے حسرتِ دیدِ بتِ پاکس کا
شعلۂ طور مرا داغِ تمنا نکلا

قول کر رہ گئے شمشیرِ دو دم کیا معنی
تو تسلی ہمیں منت رہا نہ ہمارا نکلا

خلشِ تیرِ مژہ دل سے بجانے پاسے
پھر کہاں لذتِ ایذا جو یہ کانٹا نکلا

اپنے مرنے سے عدو موردِ بیدادی اب
مجھ سے اے مرگ بڑا کام ہمارا نکلا

وائے تقدیر کہ ... دشمن ... یہاں کے حضور
میں بداندیش عدو چاہنے والا نکلا

مر گیا ہائے آخر چھوڑ کے سر پتھر سے
عشقِ گیسوئے صنم جان کا سودا نکلا

جان دینا عاشقِ جانباز کو مشکل ہو گیا
لیکن اس سے بیوفا تو ہی بتا حاصل ہو گیا

مٹ گئے جسکو ... ... اب شیریں کی ...
سچ بتا اس انگبیں میں زہر بھی شامل ہو گیا

خط میں لکھتے ہیں کہ آئیں گے لیں ہوئی ...
اس عنایت میں مرادِ غیر بھی شامل ہو گیا

دل ہے سینہ میں کہ ہے سیماب بر آتش اثر
ماہیِ بے آب ہے یا طائرِ بسمل ہو گیا

تیری جانب سے مجھ پہ کیا نہوا
خیر گذری کہ تو خدا نہوا

کیوں ترا آشنا عدو ٹھہرے
جب ترے غم سے آشنا نہوا

مر کے اس کی گلی کی خاک ہوا
میں فنا ہو کے بھی فنا نہوا

... مجھے عدو کے لیے
حیف تو صبر آزما نہوا

اے اثر تجھکو پھر گلا کیا ہے
جب کسی کا وہ بیوفا نہوا

نخلِ الفت میں نمودار ثمر کچھ نہوا
بارور باغِ جہاں میں یہ شجر کچھ نہوا

غیر کی شب کو شبِ قدر بنایا تو نے
تجھ سے میرے لیے اے رشکِ قمر کچھ نہوا

کر لے خونابہ فشانی بھی اگر دل چاہے
اشک ریزی سے تو اے دیدۂ تر کچھ نہوا

لاکھ سمجھایا ... ... عشق میں جان
ناشنو تھا اسے کہنے کا اثر کچھ نہوا

جھوٹے وعدوں پر ... جائیں کیا
جانتے ہیں تم کو دھوکا کھائیں کیا

پرسش اپنے قتل کی ہونے لگی
داورِ محشر کو ہم بتلائیں کیا

... پشیمانی ... ... رخصت
قتل کر کے مجھکو وہ پچھتائیں کیا

... پھر بھی وہی عشرت کے دن
انقلابِ دہر سے گھبرائیں کیا

دل کو کھوئے ایک مدت ہو گئی
اے اثر اب ڈھونڈھنے سے پائیں کیا

مقدر میں زاہد جو تھا مل گیا
مجھے تو بتوں میں خدا مل گیا

اُسے جانِ شیریں کی پروا نہیں
جسے دردِ دل کا مزہ مل گیا

ذرا دل کو دیکھو تو اے ہمدمو — کدھر جا کے یہ بیوفا مل گیا
جدائی میں روتا ہوں آٹھوں پہر — مجھے خوب یہ مشغلہ مل گیا
ترا شعر کوئی سنا جب اثرؔ — مزا میرؔ کے شعر کا مل گیا

یہ جو گھر تیرا آنا جانا تھا — وہ بھی اے یار کیا زمانا تھا
جو نہ سمجھے کہ عاشقی کیا ہے — اُس سے بیکار دل لگانا تھا
آئے تھے بخت آزمانے ہم — آپ کو تیغ آزمانا تھا!
تو نے رہنے دیا پس دیوار — ورنہ اپنا کہاں ٹھکانا تھا!
دل نہ دیتے اُسے تو کیا کرتے — اے اثرؔ دکھ ہمیں اُٹھانا تھا

ہمیں اے بلبلو وقت اماں موسم ہی بت جھڑ کا — نہ اندیشہ ہی گلچیں کا نہ ہے صیاد کا دھڑکا
نیا کچھ رنگ نکلا روے آتشناک دھونے سے — تماشا ہی بجھانے سے یہ شعلہ اور بھی بھڑکا
ہم اپنی زندگی میں شیر میدان محبت تھے — ترا توسن جو اے قاتل ہماری قبر سے بھڑکا
صبا سے آمد فصل بہاری کی خبر سنکر — ہر اک مرغ قفس کیا کیا نئے سیر چمن پھڑکا
اثرؔ تو نے بھی پایا ہے مزاج حضرت آتشؔ — جوانوں میں جواں بڈھوں میں بڈھا لڑکوں میں لڑکا

شیشہ سے کہاں بادۂ احمر نے اُٹھایا — جو لطف کہ لب سے ترے ساغر نے اُٹھایا
عشاق کے آگے جو ہوا یار قد آرا — غل پڑ گیا سر فتنۂ محشر نے اُٹھایا
اُس داغ کی صورت بھی نہیں لالہ نے دیکھی — اے گل جسے میرے دل مضطر نے اُٹھایا
انگشت نمائی سے بچی ان کی نزاکت — الزام کمر زلف معنبر نے اُٹھایا
کیا چاندنی چھٹکی مرے گھر میں جو شب وصل — چہرہ سے نقاب اس مہ انور نے اُٹھایا
اب دیکھئے کیا تازہ بلا آتی ہے سر پر — انداز نیا یار کے تیور نے اُٹھایا
مومنؔ کے سوا اور اثرؔ کون اُٹھاتے — جو رنج علیؑ کے لیے بوذر نے اُٹھایا

چاندنی میں دور ہو جام شراب ناب کا — ہے غنیمت ساقیا عالم شب مہتاب کا
کس کو آئے نیند میرے نالۂ شبگیر سے — ہر ستارہ میں ہی نقشہ دیدۂ بیخواب کا
سرکشوں کی عاجزی ویسی ہی جیسے اے اثرؔ — پانو پر دیوار کے سر مارنا سیلاب کا

مشکل تکلیف کو بھی عیش کا ساماں سمجھا / داغ ہائے تن سوزاں کو چراغاں سمجھا
مجھے دیکھا جو کبھی دیر کبھی مسجد میں / گبر نے گبر مسلمان نے مسلماں سمجھا
دل مجروح ہے کس درجہ حریص آزار / دست قاتل کو جو دیکھا تو نمکداں سمجھا
بحقیقت نظر آئی جو بقائے موہوم / اپنی ہستی کو عدم کا سر و ساماں سمجھا
گلرخوں کے لکھے اوصاف یہاں تک کہ اثر / جسنے دیکھا مرے دیواں کو گلستاں سمجھا

جیتا کا نہ مسیح سے بیمار عشق کا / کیا درد لاعلاج ہے آزار عشق کا
سن لو تو یہ جرم خدا کو بھی ہے پسند / کب قابل سزا ہے گنہگار عشق کا
ہم خاکیوں کے سر پہ یہ بار گراں گرا / روحانیوں سے جب نہ اُٹھا بار عشق کا
دل دیکے قید رنج سے آزاد ہو گیا / چھوٹا جہاں کے غم سے گرفتار عشق کا
دونوں جہاں کے رنج و الم کا ہی نام عشق / اے دل نہ نام لیجیو زنہار عشق کا
آنکھوں سے خوں جو آتا ہے آنسو کی جگہ / کاری لگا ہی دل پہ اثر وار عشق کا

غم اُٹھانے سے عشق کم نہ ہوا / کارگر غیر کا ستم نہ ہوا
اپنے مرنے کا غم نہیں مجھکو / غم یہی ہے کہ تجھکو غم نہ ہوا
جام جم ہے اثر ترا دیواں / پھر نہ کہنا کہ جام جم نہ ہوا

انہیں پایا مگر تنہا نہ پایا / جو یوں پایا تو کیا پایا نہ پایا
جسے دیکھا ترا سرشار دیکھا / جسے پایا ترا دیوانہ پایا
جب آئے تو لگکر دشمن کے لپٹے / وہ ویسے جیسے اُنہیں ویسا نہ پایا
غلط پردازیاں ہیں شاعروں کی / دہان یار کو عنقا نہ پایا
جلی اے شمع لیکن تو نے کچھ بھی / مزا سوز محبت کا نہ پایا
بہت ہشیار سنتے تھے اثر کو / مگر ہم نے اُسے دیوانہ پایا

دم بھر کا بھی آرام مقدر نہ ہوا تھا / ہم پر وہ ستم ہے کہ کسی پر نہ ہوا تھا
جز خضر تمنا دل وحشی کو ہمارے / صحرائے طلب میں کوئی رہبر نہ ہوا تھا
ناچیز کو افتاد بناتی ہے گرامی / گوہر بھی کبھی قطرہ تھا گوہر نہ ہوا تھا

اے تاجور تاجورِ عرصۂ گیتی
دارا نہوا تھا کہ سکندر نہوا تھا

کیوں شکوۂ تکلیف اثر لائے زبان پر
آرام کی خاطر دلِ مضطر نہوا تھا

دل میں زاہد کے بھری ہے ہوسِ جامِ شراب
بوالہوس کہنے لگے اُسے یا مگسِ جامِ شراب

محتسب توڑ نہ یوں شیشۂ دل رندوں کا
ہوں گے آخر یہی فریادرسِ جامِ شراب

ساقیا رند بلانوش ہوں پی جاؤں گا
دُرد ہو یا کہ ہو خاشاک و خسِ جامِ شراب

محتسب راہزنِ قافلۂ عیش ہوا
نہیں آتی جو صدائے جرسِ جامِ شراب

یار مے پینے کو کہتا ہے پس و پیش نہ کر
اے اثر خوب نہیں پیش و پسِ جامِ شراب

یا تھے ہم راحت گزینِ بسترِ دیبائے دوست
یا نصیبِ عیشِ دشمن ہو گئیں شب ہائے دوست

عرشِ اعظم کیا ہے پیشِ رتبۂ والائے دوست
دل جسے کہتے ہیں اہلِ دل وہی ہے جائے دوست

غم نہیں گر کشتۂ دشمن کرے تو اے فلک
خاک ہو کر بھی ہمیں رہنا ہے زیرِ پائے دوست

آشنائے لب کروں کیوں رازِ عشقِ نہاں
اپنے حالِ دل سے واقف ہے دلِ دانائے دوست

جس طرف چاہے نگاہِ شوق نظارہ کرے
نقش جہت میں ہے عیاں حسنِ جہاں آرائے دوست

بار پایا آج کیا تو نے حریمِ یار میں
تجھ سے آتی ہے صبا بوئے روان افزائے دوست

شاد کیا ہوں رشک سے ہے اپنے مرجانے کی بات
مرگِ دشمن پر وہ فرمائیں زبان سے ہائے دوست

دیدۂ باطن سے گھر بیٹھے تماشا کیجئے
پردۂ دل میں نہاں ہے چہرۂ زیبائے دوست

داد کا طالب نہ ہونا اے اثر روزِ جزا
تجھ کو لازم ہے خیالِ عزتِ فردائے دوست

چھٹتا نہیں چھوڑا اسے ظالم کسی طرح
اٹکا ہے تجھ سے کیا دلِ ناداں بری طرح

سمجھا نہ میرے درد کو ظالم کسی طرح
دل کی کہانی اس کو سنائی کئی طرح

وہ گل کہاں چھپا ہے کہ جس کی تلاش میں
آوارہ پھر رہی ہے صبا بھی مری طرح

جب سے لیا ہے تو نے دلِ مضطرب مرا
تو بھی ہے بیقرار ستمگر مری طرح

شاعر کو پیش آتی ہیں کیا کیا نہ دقتیں
مومن کی ہوتی ہے جو نکالی ہوئی طرح

استاد کی غزل پہ غزل کیا کوئی لکھے
دعوائے ہمسری نہیں مجھ کو کسی طرح

دشمن مذاق کا ہوں نہ ناسخ کا دوست ہوں
عادت نہیں کہ چھیڑ نکالوں کوئی طرح

غالب کو مانتا ہوں کہ اُستاد میر تھا
کافر ہوں اسمیں ہو جو مجھے شک کسی طرح

لیکن اثر جو دیدۂ حق بیں سے دیکھیے
کوئی غزل سرا نہوا میر کی طرح

موسیٰ نہ لائے تاب رخ یار دیکھکر
نازاں ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھکر

سیری نہیں نصیب ہمیں تیری دید سے
پھر تجھکو دیکھ لیتے ہیں ہر بار دیکھکر

پھر دل کو ذوق لذت ایذا ہوا اثر
اُس دلشکن کو درپئے آزار دیکھکر

شب فرقت بسر کریں کیونکر
نہ کٹے تو سحر کریں کیونکر

اُن کی تیغ نگہ کا مارا ہوں
میری جانب نظر کریں کیونکر

کچھ ہم اپنی خبر نہیں رکھتے
اُن کو اپنی خبر کریں کیونکر

گو ستمگر سہی پہ یار تو ہے
اس کا شکوہ اثر کریں کیونکر

شوریدگی قیس کے عالم پہ نظر کر
لیلیٰ کوئی دن وادی مجنوں میں گذر کر

پھر مرے دل کو ہوئی وحشت بیاباں دیکھکر
تلوے کھجلانے لگے خار مغیلاں دیکھکر

بل بے اپنے دیدۂ خونابہ افشاں کی بہار
پانی پانی ہو گیا ابر بہاراں دیکھکر

مایۂ ہمدردی جاں ہے درونِ اہل درد
ہے بجا نے ہو جو نالاں دلکو نالاں دیکھکر

ہو نہ بدظن ہم سے اُے صیاد جاتی ہے بہار
پھر قفس میں آئیں گے سیر گلستاں دیکھکر

تاب کیا لاتا کلام برق دم کی اے اثر
ہو گیا فی النار حاسد اپنا دیواں دیکھکر

جب نسیم صبح کہتی ہے کہ اے مرغ قفس
جوش پر فیض بہاری ہے چمن میں اِس برس

کیا تمنا سیر گلشن کی ترے جی میں نہیں
کیا ترے دل میں نہیں ہوتی رہائی کی ہوس

اس سے تب رو کر یہ کہتا ہوں کہ اے باد صبا
ہوں گرفتار قفس چلتا نہیں کچھ اپنا بس

جب قلق بڑھتا ہے اپنے دل کو یہ کہتا ہوں میں
سیر گلشن کے لیے اتنا نہ اے ناداں ترس

ہے اسیری میں اثر ورد زباں یہ قول رند
دل گرفتہ ہوں مجھے یکساں ہے گلزار و قفس

کیونکر ہوتی دل کو اس دلربا کی خواہش
ناصح ہے سب پہ بالا رب العلا کی خواہش

رہتی ہے تجھکو اسکی زلف دوتا کی خواہش
خواہش بھی ایسی خواہش اے دل بلا کی خواہش

ظالم وہ کون دل ہے جسمیں نہیں بھری ہے
تیرے ستم کی حسرت تیری جفا کی خواہش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کہ ستمبر سنہ ۱۰ء میں اُردوئے معلی کی دوبارہ زندگی کا ایک سال بخیر و خوبی ختم ہو گیا ہے
اس موقع پر بہی خواہان اُردوئے معلی کیلئے ایک خاص رعایت کا اعلان کیا جاتا ہے
وہ یہ کہ آخر اکتوبر سنہ ۱۰ء تک مندرجہ ذیل کتابیں نصف قیمت میں طلب کی جا سکتی ہیں۔
قدردانِ اردوئے معلی سے امید ہے کہ اس موقع سے ضرور فائدہ اُٹھا کر ایک طرح پر رسالے کی مالی امداد فرمائینگے

نوٹ (۱) اشتہار میں اصلی قیمت درج کی گئی ہے۔ نوٹ (۲) محصولڈاک نصف قیمت کے علاوہ ہوگا۔ نوٹ (۳) اکتوبر سنہ ۱۰ء کے بعد رعایت باقی نہیں رہے گی۔ نوٹ کتابیں جلد منگالی جائیں درخواستیں اگر دیر میں آئینگی تو ممکن ہے کہ بعض کتابیں ختم ہو چکی ہوں

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	کیفیت
۱	دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی تقطیع ... حجم تقریباً ۴۰۰ صفحے	عہ	مع مقدمہ و ضمیمہ جس میں غالب کے سوانح زندگی اور انکی شاعری پر مفصل تنقید موجود ہے۔ طبع ثانی کی صرف چند جلدیں باقی ہیں
۲	انتخاب اردوئے معلی یعنی اردوئے معلی کی گزشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا انتخاب	عہ	اس انتخاب کی نسبت دعوی کیساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایسا دلچسپ مجموعہ کسی دوسری جگہ نہیں ملسکتا۔ فہرست مضامین دوسری کتابچے میں ملاحظہ
۳	دیوان مصحفی مرتبہ حسرت موہانی	۸	یہ نایاب دیوان ہمارے دفتر کے سوا اور کہیں نہیں ملسکتا۔
۴	دیوان میر سوز استاد مشہور	۳ر	مع مقدمہ از حسرت موہانی۔ یہ دیوان بھی اور کہیں نہیں ملسکتا
۵	دیوان حسرت استاد جرات	۴ر	" " " " " " " "
۶	دیوان قائم چاندپوری استاد مشہور	۴	یہ سودا کے سب سے بہتر شاگرد کا دیوان ہے جو اور کہیں نہیں ملسکتا
۷	دیوان شیفتہ استاد مشہور شاگرد مومن	۸ر	مع مقدمہ و ضمیمہ غزلیات فارسی از حسرت موہانی یہ بھی نایاب ہے
۸	انوار العیون فی اسرار المکنون	۸ر	ملفوظات و حالات حضرت مخدوم احمد عبد الحق ردولوی
۹	انڈین نیشنل کانگرس	۴ر	قابل دید از ملا عبد القیوم مرحوم
۱۰	رسالہ جواز سود	۳ر	از مولوی عبد الصمد صاحب بلند شہری
۱۱	محبان وطن از سردار اجیت سنگھ صاحب	۴ر	صرف چند جلدیں باقی ہیں۔
۱۲	اردوئے معلی جلد نہم از جولائی تا دسمبر سنہ ۰۵ء	۱۰ر	" " " "
۱۳	اردوئے معلی جلد ہشتم از جولائی تا مارچ سنہ ۰ء	۵	حجم ۶۰ صفحے یہ تینوں پرچے نہایت دلچسپ ہیں۔
۱۴	اردوئے معلی جلد دہم از جنوری تا اپریل سنہ ۰ء	۷ر	صرف چند جلدیں باقی ہیں
۱۵	اردوئے معلی از اکتوبر سنہ ۰۹ء تا ستمبر سنہ ۱۰ء یعنی دوبارہ اشاعت کی تاریخ سے اسوقت کے پرچوں کا مجموعہ	عہ	اردوئے معلی کے جدید خریدار اگر اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے تو بعد کو انہیں ضرور افسوس کرنا پڑیگا۔
۱۶	مجموعہ انتخاب دواوین کبیر۔ جعفر۔ ولی۔ عاجز درد۔ رند۔ فرخ زادہ مثنوی سوز و ساز وغیرہ	عہ	یہ سب انتخاب سال بسال اردوئے معلی کے ہمراہ بطور ضمیمہ شائع ہو چکے ہیں اور کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتے۔

المشتہر سید فضل الحسن حسرت موہانی اڈیٹر اردوئے معلی علیگڑھ

سالانہ قیمت سالانہ مع محصولڈاک صرف عہ مع ضمیمہ دواوین ۵ر نمونہ فی پرچہ ۱ر

اردو ترجمہ

مغربی تبت

(سرحدی مقبوضات برٹش گورنمنٹ)

ہندو اور بودھ مذہب والوں کے متبرک مقامات اور وہاں کی باشندوں کی رسوم مذہبی اور حکومت کا بیان مصنفہ مسٹر شیرنگ صاحب بہادر ایم اے ایف آر جی۔ ایس انڈین سول سروس ڈپٹی کمشنر الموڑہ جنہوں نے مغربی تبت کی سیر کی تھی اور اس ملک کے حالات ایک کتاب میں جمع کیے تھے اب اس سفرنامہ کا اردو ترجمہ اس مطبع میں چھپکر طیار ہوگیا ہے۔ یہ کتاب درحقیقت نہایت دلچسپ ہے اور اس کی دلاویزی ان تصاویر سے اور زیادہ ہوگئی ہے جو اس کتاب میں متعلق ان حالات کے شامل کی گئی ہیں اس کتاب میں سترہ باب ہیں اور ان کے بیانات عجیب لطف رکھتے ہیں چنانچہ باب اول میں تمہید ہے دوسرے باب میں علاقہ اسکاٹ اور قدیم باشندگان راجیز کا بیان ہے تیسرے باب میں اک پاک زمین کے مقدس افسانے ہیں چوتھے بھوٹیوں کے عام حالات اور پانچویں میں اہل تبت بودھ اور بھوٹیوں کے مذہب کا مقابلہ چھٹے باب میں توہمات باطلہ کا ذکر ہے ساتویں اور آٹھویں باب میں اہل تبت اور بھوٹیوں کے مراسم شادی اور غمی کے حالات ہیں نویں باب میں راستہ تجارت تبت کا بیان ہے دسویں باب میں مغربی تبت یا علاقہ ماری میں اہل تبت کے انتظام کا بیان اور گیارھویں باب میں مان دھاتا پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کا تذکرہ ہے تیرھویں میں ملک تبت کے مذہب اور گورنمنٹ کا بیان ہے چودھویں باب میں مانسرور اور کیلاش پربت کے حالات ہیں پندرھویں باب ویسراؤں کے بیان میں اور سولھویں آمیزن عورت کی سلطنت سے متعلق ہے سترھویں باب میں مغربی تبت کے دروں اور مغربی بھوٹیوں کا بیان ہے اور یہی یہ کتاب کا خاتمہ ہے مصنف صاحب نے تمام حالات ملک تبت کو ایسے دلچسپ پیرایہ میں لکھا ہے کہ بے اختیار دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور بغیر ساری کتاب دیکھے اشتیاق پورا نہیں ہوسکتا الغرض جس قدر خوبیاں اس کتاب میں موجود ہیں یعنی دلچسپی مضامین و سلاست عبارت نفاست [illegible] خوش اسلوبی خوشخطی کاغذ کی نفاست چھاپہ کی صفائی جلد کی خوشنمائی تمام خوبیوں سے کتاب آراستہ و پیراستہ ہے باینہمہ اس کتاب کی قیمت علاوہ محصولڈاک عہ ہے شائقین تاریخ کو عموماً اور رئیسوں کو خصوصاً اس

المشتہر۔ نولکشور پریس لکھنؤ۔ صیغہ بک ڈپو۔

بدہضمی و کھٹی جلی ڈکار و [illegible] آنا	قبض و کمی اشتہا
ضعف و فتور ہاضمہ	نفخ شکم و پیٹ کا درد
گردہ و مثانہ کی گرمی کا ہونا	
امتلائے کھانسی دمہ	
بواسیر و دستہال پیچش	
ہیضہ طاعون	

تازہ سندات

جناب جی محمد پاشا صاحب ہیڈ اسسٹنٹ بلور ہسپتال میسور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے نمک سلیمانی کو بارہا آزمایا جنگ نایاب چیز آپنے ایجاد کیا ہے خداوند کریم آپ کو اسمیں برکت دے قریب پندرہ یوم کے ہوئے کہ میں نے آپکے یہاں سے ایک شیشی نمک منگوایا تھا وہ ختم ہوگئی اب دو شیشی ڈاک بذریعہ وی پی ایک بوتل نمک سلیمانی بھیجکر ممنون فرمایئے۔

جناب میرزا محسن بیگ صاحب جاگیردار مقام دریا پور حکمپورا سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا نمک سلیمانی میں نے کئی مرتبہ منگوایا اس سے مجکو اور میرے بیوی کو مختلف اوقات بہت کچھ فایدے ہوئے واقعی آپکا ایجاد کردہ نمک سلیمانی دوسرے نمکوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ اب آپ دو شیشی نمک سلیمانی بذریعہ وی پی فوراً بھیجدیجئے۔

درد قولنج و زیادتی ریاح	ہضم غذا کبوقت تبخیر یعنی بدن کا گرم ہونا

ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو میونسپل کمشنر کا بنا ہوا

نمک سلیمانی

عوارض معدہ و جگر کا مصدقہ علاج۔

قیمت فی بوتل ۔ عہ — محصول ڈاک ۱۲/

قیمت فی شیشی ۔ ۵ — محصول ڈاک ۲/

ملنے کا پتہ۔ نونہال سنگھ بھارگو منیجر کارخانہ نمک سلیمانی گلگشت بنارس

ضعف دماغ و ضعف بصر	نقرس و درد گنٹھیہ

تازہ سندات

جناب شیخ اسمعیل صاحب اسٹیشن ہاؤس افسر ہدوں ڈسٹرکٹ کڑاپا سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا نمک سلیمانی وصول ہوگیا اور آپ کے اشتہار کے مطابق پایا واقعی یہ بہت مفید چیز ہے آپ مہربانی کرکے ایک بوتل نمک سلیمانی اور بھیجدیجئے۔

جناب محمد یعقوب خانصاحب انگلش ماسٹر گورنمنٹ اسکول سہارنپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپکا نمک سلیمانی آپ کے ایجنٹ سے خریدا۔ چونکہ میرا معدہ جو کہ بہت دنوں سے خراب ہوگیا تھا اس کے استعمال سے بالکل درست ہوگیا۔

عام کمزوری و کمی پیدائش خون	مستورات کے ایام کی خرابی
پیشاب بار بار و زیادہ مقدار میں ہونا	
[illegible] ورم ہونا و مسوڑھوں کا [illegible]	
فساد خون و داد سہوان	
بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر	
بچوں کے دانت نکلنے کی تکلیف	
گلے کی سوجن دانت کا درد	

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

عرق کافور

لیے ڈور دوڑ جلدی دوڑو جیسے نے ڈاکٹر برمن کا عرق کافور لے آؤ جب کسی کو ہیضہ ہوتا ہے اس کے گھر میں ایسے ہی پکار پڑ جاتی ہے اور گھبرا کر یہی کہتے ہیں۔ کہ گھر بیٹے ہی سے تھوڑا سوچ تو یہ تکلیف کیوں اٹھانا پڑے۔ کیوں نہیں ایک شیشی عرق کافور کی لیکر گھر میں ڈال رکھتے ہو۔ یہ اصلی عرق کافور جو برس برس سے مشہور اور تجربہ کی ہوئی ہیضہ کی انمول دوا ہے۔ گرمی کے دست۔ پیٹ کا درد مروڑ اور متلی کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے قیمت فی شیشی عصم محصولڈاک ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵ ر

عرق پودینہ ہر ایک بال بچہ دار کو یہ دوا گھر میں رکھنا چاہیئے۔ یہ عرق ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے بنایا گیا ہے۔ اس کا رنگ بھی مثل پتی کے ہرا اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی مانند ہوتی ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے نہایت سے نامی دوافروشوں نے بنایا ہے۔ ریاح کیلئے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ کا پھولنا ڈکار ۔ نا پیٹ کا درد بدہضمی متلی اور اپھارا کا کم ہونا یہ سب ریاحی علامتیں جلد دور ہوجاتی ہیں۔ چھوٹے بچوں کے لیے اس سے بڑھکر دوسری دوا نہیں قیمت فی شیشی ۸ ر محصولڈاک ۵ ر

پیپرمنٹ کا تیل پیٹ کا درد بدہضمی اور ریاح کے فساد میں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے یہ پیپرمنٹ امریکہ سے منگایا جاتا ہے۔ ولایتی پیپرمنٹ سے یہ کہیں زیادہ بہتر اور مفید ہے اسی پیپرمنٹ میں تاپین کا تیل ملاکر اسکی تین شیشی بناکے لوگ بازاروں میں چار آنہ فی شیشی بیچتے ہیں قیمت فی شیشی آدہ اونس محصولڈاک وغیرہ ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵ ر

کلوروڈاین یہ انگریزوں کی مستند خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ وہ کسی صورت سے ہو اس کے دو ایک بار استعمال کرنے سے صحت ہوتی ہے استعمال بچوں کے دست پیچش مروڑ پیٹ میں درد یا اپھن کیلیے کلوروڈاین مفید دوا ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کی نامی دواخانہ سے یہ دوا بنوائی ہے جو کہ پیٹنٹ و زیادہ قیمت کی کلوروڈائن کے بالکل برابر اور قیمت میں ارزاں ہے اس لیے بیفائدہ زیادہ دام دیکر پیٹنٹ کلوروڈاین نہ خریدنے کی التماس ہے بلکہ اس کی طرف توجہ فرمائیں اور اسکا استعمال شروع فرمائیں قیمت فی شیشی (۶ ر) فی درجن الیعہ مفصل حالات کی کتاب بلاقیمت ملتی ہے منگا کر ملاحظہ کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن۔ نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کمیکل اگزامنر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب
معزز انگریزوں اور میڈیکل کالج کے پروفیسروں اور نامور
ڈاکٹروں اور والیان ریاست اور ولایت کے یونیورسٹی کے
سند یافتہ یوروپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ کے اس سرمہ کی
تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ جملہ امراض کیلئے اکسیر ہے ضعف
بصارت و تاریکی چشم دھند، جالا، پڑوال پھولا سبل سرخی
ابتدائی موتیابند۔ ناخنہ پانی جانا سوزش وغیرہ چند روز کے
استعمال سے بینائی بڑھجاتی ہے اور عینک کی حاجت نہیں رہتی
بچوں سے لیکر بوڑھے تک یہ سرمہ یکساں مفید ہے قیمت
فی تولہ عہ سال بھر کیلئے کافی ہے مبلغ عہ ممیرے کا سرمہ سفید اعلیٰ
قسم کا فی تولہ عہ) خالص ممیرہ فی ماشہ عہ دیسی مصری سرمہ فی
تولہ چار آنہ محصولڈاک ذمہ خریدار

المشتہر پروپرائٹر میاں سنگھ ہلو والیہ مقام ٹبالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے

میں نے ممیرے کے سرمہ کو جوکہ سردار میاں سنگھ صاحب نے خود بنایا ہے
آپ خود اور بہت مریضوں پر استعمال کر کے دیکھا ہے اور میں اس
امر کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ یہ نادر سرمہ ممیرے کا
نہایت ہی مفید اور آنکھوں کی بیماریوں کے واسطے اکسیر کا
حکم رکھتا ہے میں نے اپنے تجربہ میں آجتک کوئی سرمہ اس سے
زیادہ فایدہ بخش نہیں دیکھا۔ آپ کو آنکھوں کی ذراسی بھی
کسی قسم کی شکایت ہو تو میں زور سے اس کے استعمال
کرنیکی سفارش کرتا ہوں کہ ہر طرح پر مفید اور فایدہ بخش ثابت
ہوگا یانی آنا دھند خارش سرخی کیواسطے انگریزی دوئیا سے زیادہ
فایدہ بخش ثابت ہوگا ۔۔۔ مقدرستے ۔۔۔
ایجاد کر کے ملک و قوم پر بڑا احسان کیا ہے اسکا نکریہ الفاظ میں
محال ہے ضرور ہے کہ ملک کے تمام لوگ ایسے سرمہ سے مستفید ہوں اور
فایدہ اٹھائیں اور ہر طرح کی بیماریوں سے نجات حاصل کریں۔
راقم ڈاکٹر گنگا رام صاحب بہادر ڈاکٹر ۔۔۔ صاحب بہادر ۔۔۔ پشاور

قلمی کتابیں

ہمارے کتب خانہ تجارتی میں بعض قلمی کتابیں کمیاب موجود ہیں
تذکرہ شعرا مصنفہ سراج الدین علی خاں آرزو فارسی قیمت سو روپیہ
دیوان رنگین ریختی سعادت خاں رنگین کا ریختی دیوان عہ
رسالہ مصطفیٰ بیگمات عہ کلیات حسرت استاد جرأت کے عہ
دیوان اردو عہ طبقات شعرا اردو کے قدما شعرا کا تذکرہ
مصنفہ قدرت اللہ خاں عہ باغ اردو۔ اردو کی گلستان
سنہ ۱۲۱۲ کی لکھی ہوئی سو برس کی زبان عہ دیوان آزاد مشہور
اردو شاعر کا دیوان عہ بوستان خیال جلد دوازدہم فارسی
کمیاب کتاب عہ دیوان بلیغ فارسی مستند شاعر کا کلام عہ

المشتہر
خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت احاطہ خانساماں لکھنو

اخبار مسلمان امرتسر

مخالفین اسلام کی طرف سے جو حملے اسلام پر چاروں طرف سے
ہو رہے ہیں کسی سے مخفی نہیں اس لیے اسلام کی تائید اور
مخالفین کی تردید کے لیے اخبار مسلمان جاری ہے جو ہر منگل
کے دن امرتسر سے نکلتا ہے قیمت سالانہ عہ نمونہ کیلئے ٹکٹ آنا چاہیے
مولوی فاضل ابو الوفا ثناء اللہ اڈیٹر مسلمان امرتسر

جدید ضابطہ دیوانی کی ایک جامع شرح

حصہ اول بزبان اردو قیمت (عہ) دو روپیہ
مولفہ مولوی علی اوسط صاحب بی اے ایل ایل بی منصف غازیپور
اس حصہ میں صرف دفعات کی شرح ہے جو بڑی بڑی انگریزی
شرحوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہے دوسرا حصہ تیار ہو
رہا ہے جو عنقریب شایع ہوگا پہلے حصے کے خریداروں سے
اس کی قیمت بھی دو روپیہ لی جائیگی
لکھو یا مکمل نسخہ کی قیمت للعہ ہو جائے گی منیجر
نظامی پریس بدایوں سے طلب فرمایئے۔

فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی دواسازان ڈیٹرایٹ ملک امریکہ کی مشہورِ عالم

اسٹرنس کا ڈلور آیل اکسٹرکٹ

مچھلی کے تیل کا نہایت نفیس جوہر مع کشتہ فولاد۔ پاکیزہ بلا بو اور بلا مالش مرکب کھانسی اور کمزوری کا بہترین علاج ۱۲ و ۱۲ر

اسٹرنس ہیڈیک کیور

ہر قسم کے دردِ سر کے واسطے بلا ضرر زود اثر اور یقینی فائدہ رساں دوا نقل مت خرید و صرف اسٹرنس کی اصلی ہی ۱۲ قرص ۱۴ر

اسٹرنس میٹھیلا مڈس

کیسی ہی مثانے کی بیماری یا سوزاک ہو اس کے استعمال سے دور ہو جاتا ہی۔ ہمیشہ کامیاب ہوتی ہی ۲۰ گولیوں کی شیشی قیمت دو روپے (عہ)

اسٹرنس کولا

مقوی دماغ اعصاب دافع سستی و کاہلی و تکان صرف تازہ و بغیر خشک کی ہوئی گری سے تیار کیا جاتا ہی۔ خوشبودار خوشگوار ۵۰ خوراک (ہے)

اسٹرنس زائمول ٹوتھ پوڈر

اگر دانت اچھی حالت میں نہوں تو لطف غذا نہیں ہضم نہوں تو لطف زندگی مفقود اس سفوف سے دانت مضبوط اور سفید سانس ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہی۔ مسوڑے مضبوط اور خوش رنگ رہتے ہیں اور تمام منہ میں ایک نہایت فرحت انگیز خوشبو استعمال کے بعد باقی رہتی ہی قیمت ۳ رسالہ رفیق مریضاں جس میں دیگر ادویہ تیار کردہ کارخانہ فریڈرک اسٹرنس مینڈ کمپنی ڈیٹرایٹ ملک امریکہ کے مشرح حالات ہیں اسٹرنس ایڈورڈ ٹائرنگ اور کشمیری دروازہ دہلی سے مفت اور بلا محصول طلب کیجئے و ہر شہر کے تمام انگریزی اسٹیشن کے دوکاندار فروخت کرتے ہیں

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۱

اردوئے معلی

علی گڑھ

نمبر ۱۱ | بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء | جلد ۱۱

مرتبہ
سید فضل الحسن حسرت موہانی۔ بی۔ اے

فہرست مضامین:

اردو پریس واقع علی گڑھ میں چھپا

قیمت سالانہ مع محصولڈاک { بلا ضمیمہ عہ
مع ضمیمہ ے }

رائنڈل صاحب کی بنائی ہوئی نہایت مجرب ادویہ

مرگال

انتہائی درجہ تک کے فساد خون و آتشک کے مریضوں کیلئے اکسیر مصدقہ ڈاکٹر معالجات امراض
۴۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپیہ (عہ)

بورنیوال

طاقت بڑھانے اور درد اعصاب دور کرنے کی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کے واسطے نہایت مفید ہے کم ہمتی۔ بدخوابی ضعف دل و دماغ کو نافع ۴۲ گولیوں کی قیمت (عہ)

گونوسان

مشہور تکلیف دہ جاں گداز مرض سوزاک کا حکمی علاج مشہور اور خاص معالج ڈاکٹران کا مصدقہ ۴۰ گولیوں کے شیشی کے (عہ)

یوہمبین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لئے قطعی اور بلا ضرر علاج مصدقہ محققان امراض کم کبھی خطا نہیں کرتی ۴۲ قرص کی قیمت (عہ)

مندرجہ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام **آب و آتش** حال میں چھپا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے **لے برکت اینڈ کمپنی دہلی** سے طلب کرو بلا محصول ڈاک ارسال کیا جائے گا۔ اور مندرجہ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو۔ اگر دقت ہو تو **لے برکت اینڈ کمپنی دہلی** سے طلب کرو۔

جام شہادت

مجموعۂ نوحہ جات سید کاظم علی شوکت

جو دبیز سفید کاغذ کے تقریباً تین سو ۳۰۰ صفحوں پر نہایت خوشخط چھپا ہے لکھائی چھپائی کاغذ کلام ہر کے اعتبار سے یہ اپنے طرز کا پہلا مجموعہ ہے جو بہ امید قدردانی مومنین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے

ملنے کا پتہ

بوساطت اڈیٹر اردوئے معلّی علیگڈہ

سید کاظم علی شوکت (بلگرامی)

مہر سپہر بلاغت میر محمد جعفر صاحب لکھتے ہیں "فصاحت زبان سلاست بیان کیساتھ خلاقی مضمون آپکا خاص حصہ ہے آجتک نظر حقیر سے ایسے پر تاثیر و مرصع نوحے نہ گذرے تھے جزاکم اللہ خیر الجزا

تاج الفصحا جناب مرزا علی محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے نوحوں کا مجموعہ حقیقت میں اپنے طرز کا پہلا مجموعہ ہے۔ آجتک کسی کے نوحوں میں یہ رنگ زبان دیکھا نہ طرز بیاں خداوند عالم آپکو اس کا اجر او مومنین کو قدردانی کی توفیق عطا فرمائے

مولانا حالی

کی یہ رائے نہایت صحیح ہے کہ انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جس قدر ان کی بے تکلفانہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا ہے۔ اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب انکا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور ان سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا تو اب انکی ملاقات محض ان کی خط و کتابت پر منحصر ہے اور بس"

اسی اشتیاق نے ہمارے مہربان جناب مولوی احسن اللہ خان صاحب ثاقب ... کو آمادہ کر دیا کہ وہ استاد مرحوم حضرت امیر کے مکتوبات کو ایک جگہ فراہم کر کے حق شاگردی ادا کریں۔ چنانچہ جناب موصوف کی بے انتہا کوشش سے ایک معقول مجموعہ مکتوبات کا جمع ہو گیا اور اس کے ابتدا میں منشی صاحب کے مفصل حالات زندگی درج کر کے جناب موصوف نے شراب سخن کو دوآتشہ کر دیا ہے۔ قدردانان زبان اردو سے عموماً اور [illegible] سے خصوصاً امید کی جاتی ہے کہ وہ اسکی قدردانی فرما کے مولف کی حوصلہ افزائی فرمائینگے

یہ مجموعہ موسوم بہ خطوط منشی امیر احمد زیر طبع ہے جو انشاء اللہ ایک مہینہ میں طبع ہو جائیگا اس کی قیمت علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ (عہ) رکھی گئی ہے۔ مگر

صرف ان صاحبوں سے جو قبل طبع خریداری کی درخواست فرمائیں گے محصولڈاک نہیں لیا جائیگا

خواہشمند ذیل کے پتہ پر منگانی چاہئے۔

علیگڈھ۔ بوساطت اڈیٹر اردوئے معلیٰ

شوکت بلگرامی

مرزا اچھو بیگ عاشق لکھنوی

(از ۱۲۳۱ھ ء تا ۱۳۰۴ھ ۱۸۹۱ء)

نام و خاندان } مرزا محمد مرتضیٰ نام عاشق تخلص عرف مرزا اچھو بیگ قدیم باشندۂ لکھنؤ مرزا نسیم کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ مرزا عطاء اللہ بیگ معروف بہ نواب حسین علی خاں بہادر اٹک سے لکھنؤ تشریف لائے تھے آپ کے نانا مرزا اسد علی بیگ بادشاہ اودہ کی فوج میں کمیدان تھے۔ مرزا صاحب بچپن سے بائیس سال کی عمر تک نانا ہی کے ہمراہ رہے اور اسوقت تک بجز سپاہگری اور کوئی مشغلہ نہیں رہا۔

علمی لیاقت اور مشق سخن } بائیس سال کی عمر تک معمولی درسیات اور قرآن پاک کے سوا مرزا صاحب نے اور کچھ نہیں پڑھا۔ مرزا اسد علی بیگ شوریدہ پشت زمینداروں کی سرکوبی اور اُن سے مالگذاری وصول کرنے کی غرض سے جو مہمیں لیجایا کرتے تھے ان میں عموماً مرزا اچھو بیگ بھی شامل ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے مشاغل جنگ وجدل کو کسب علم و ہنر سے کوئی واسطہ نہو سکتا تھا۔ لیکن آخرکار مرزائے مرحوم کی فطری استعداد موانعات ظاہری پر غالب آئی اور انہوں نے ۱۸۳۵ء کے بعد بطور خود کافی علمی لیاقت پیدا کر کے مشغلۂ شعر و سخن کی جانب بھی توجہ شروع کی اور رفتہ رفتہ اس فن شریف میں بھی اسقدر قدرت بہم پہنچا لی کہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کا نام اردو زبان کے اساتذہ و محققین کی فہرست میں داخل ہو گیا تھا۔

وضع قطع } دراز قامت فربہ اندام۔ صحیح و شدید القویٰ جسم و قوت کے اعتبار سے شاعروں میں ناسخ ثانی کے نام سے مشہور تھے۔ رنگ البتہ ناسخ کے خلاف گندمی تھا کھلتا ہوا۔ دوپلی ٹوپی انگرکھا گھٹنا لکھنؤ کی معمولی وضع آپ کو بھی مرغوب تھی لیکن آخر عمر میں کبھی کبھی کوٹ پتلون بھی پہن لیتے تھے

اخلاق و عادات } لطیف و ظریف خوش بیان و خوشگفتار۔ ہونٹوں سے بھی ظرافت کو دریغ نہ کرتے تھے۔ آپ کی گفتگو ایک خاص انداز تھا کی

شعر ہی پر ہر شخص فریفتہ ہو جاتا تھا۔ جس طرح وضع و لباس کے باب میں آپ طرز قدیم
و جدید کے جامع تھے اُسی طرح آپ کے حلقۂ احباب میں بھی جہاں ایک جانب منشی
اشرف علی مرحوم اشرف اور منشی امیر اللہ تسلیم پرانی وضع کے لوگوں کو درجۂ امتیاز
حاصل تھا وہیں دوسری طرف بابو جوالا پرشاد برق۔ ڈپٹی محمد حسین مرحوم۔ مسٹر حامد علی خاں
بیرسٹر اور منشی سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ کی موجودگی سے نئی روشنی کا بھی جلوہ
صاف نظر آتا ہے۔ آپ کے صلح کل اور مرنجاں مرنج ہونے کی یہ حالت تھی کہ
کہ آخر وقت تک بلکہ مرنے کے بعد بھی لوگوں کو آپ کے مذہب کی اصلیت متحقق نہ ہوئی
کہ آپ شیعہ تھے یا سنی۔ مرزا صاحب کے آبا و اجداد بیشک سنی المذہب تھے۔
لیکن خود اُن کی بعض تحریروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی طبیعت کا میلان شیعہ
مذہب کی جانب زیادہ تھا واللہ اعلم۔ پچاس سال کے سن میں آپ نے ایک وصیت
نامہ تحریر کیا تھا کہ میری نماز شیعہ سنی دونوں فریق پڑھیں۔ سوم۔ دہم چہلم وغیرہ
کچھ نہ ہو البتہ خیرات جتنی ہو سکے باوقات مختلف کی جائے۔ عورات کی عزاداری نہ ہو۔
منشی بالمکند گپتا اڈیٹر اخبار بھارت متر کلکتہ بھی آپ کے خاص شاگرد اور ایک حیثیت سے
آپ کی بے تعصبی و ہر دلعزیزی کے زندہ یادگار تھے۔ افسوس کہ اُن کی عمر نے وفا نکی
ورنہ اُنہوں نے اردوئے معلی میں اپنے اُستاد کے مفصل سوانح عمری لکھنے کا وعدہ کیا تھا

متفرق حالات } اپنے نانا صاحب کے وقت میں مرزا صاحب بھی شاہی توپخانے میں
ملازم تھے چنانچہ اُس عہد کی یادگاروں میں سے شکار کا شوق آخر
تک باقی رہا۔ ایک تلوار اور ایک بندوق ہمیشہ پاس رکھتے تھے نشانہ آپ کا بہت کم خطا
کرتا تھا لیکن زوجۂ ثانی نواب حسینی بیگم سے عقد کے بعد پھر آپ نے کبھی ملازمت
نہیں کی۔ نہ اسکی ضرورت لاحق ہوئی۔ نواب علی حسن خاں خلف نواب صدیق حسن
صاحب مرحوم کے طلب کرنے پر دوبارہ آپ بھوپال تشریف لے گئے۔ لیکن نوکری وہاں
بھی نہیں کی۔ منشی نولکشور مرحوم کا بھی ہمیشہ اصرار رہا مگر آپ نے کبھی رضامندی نہیں ظاہر کی۔

ادبی خدمات } یہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ آغاز عمر میں مرزا صاحب کو فنون

سپہگری کے تھا ملے ہیں شعر و سخن تو درکنار معمولی نوشت و خواند کی جانب بھی کچھ زیادہ توجہ نہ تھی۔ آپ کے نظم و نثر کے تمام کارنامے ہنگامہ ۵۷ء کے بعد کے ہیں۔ مرزا تسلیم مرحوم بھی اسی زمانے میں دہلی سے لکھنؤ تشریف لائے تھے ان کی صحبت اور شاگردی نے سمند ناز پر تازیانے کا کام کیا۔ اور آپ کے ادبی مذاق کی خوبیوں نے روز افزوں ترقی کے ساتھ پایان کار وہ مرتبہ حاصل کیا کہ آپ نثر نگاری میں یکتائے روزگار اور سخن سنجی میں اُستاد قرار پائے۔ لکھنؤ کے مشہور ظریف اخبار اودھ پنچ میں اسکی ابتدا سے لیکر اپنی آخر عمر تک ۳۳ سال برابر "ستم ظریف" کے فرضی نام سے ایسے دلچسپ مضامین لکھتے رہے جنکا ادبی و تنقیدی حیثیت سے بے مثل و نظیر ہونا آجتک اہل قلم کے حلقے میں مسلّم سمجھا جاتا ہے۔ تذکرہ شعرا کے مانند جب کبھی اردو زبان کے نثر نگاروں کے حالات بھی مرتب کیے جائیں گے اسوقت حضرت عاشق کا نام یقیناً طبقہ اول کے انشا پردازوں کی فہرست میں ممتاز نظر آئے گا۔ لکھنؤ کی زبان اور محاوروں کی جتنی تحقیق [illegible] مرحوم کو تھی اسکا اندازہ انکی [illegible] ہوتا ہے محاورات کے دیکھنے سے بخوبی کیا جا سکتا [illegible] ہے کہ ترک نے اس لغت کی [illegible] ورنہ اگر اسکے باقی تین حصے بھی [illegible] اردو زبان میں مستند [illegible] ایک مجموعہ مرتب ہو جاتا۔ مولوی حکیم الدین [illegible] وہیں انکو اپنے علم ادب کے متعلق اودھ پنچ سے آپ کے بعض مضامین کو نقل کر کے "چشمہ بصیرت" نام ایک کتاب کی صورت میں چھپوا دیا تھا مگر وہ اب [illegible] میلاد شریف نظم اور مثنوی نیرنگ خیال معروف کے علاوہ آپ کا ایک مجموعہ دیوان مشتمل بر جملہ اصناف سخن آپ کے خلف رشید مرزا محمد صدیق صاحب صادق[1] کے پاس موجود ہے

[1] یادش بخیر حضرت صادق بھی شعر اچھا کہتے ہیں۔ تاج محل والے نواب مولوی اصغر حسین صاحب کے ماہوار مشاعروں میں آپ اپنے والد کے ہمراہ شریک ہوکر برابر غزل پڑھتے تھے۔ اس مشاعرے کی غزلیں زیادہ تر سید محمد مصطفےٰ عرف لڈن صاحب مرحوم خورشید کے گلدستہ انتخاب میں چھپا کرتی تھیں۔ آپ کی مثنوی نیرنگ عشق ۹۷ء میں چھپکر مقبول ہو چکی ہے۔ ۹۸ء میں بہار گلشن نام ایک مجموعہ غزلیات اساتذہ کا بھی آپ نے چھپوایا تھا اس مجموعے میں آپ کی بہت سی غزلیں موجود ہیں۔ منہ

باقی بر صفحہ دیگر

اولاد و شاگرد — مرزا صاحب نے تین شادیاں کیں پہلی بیوی سے مرزا محمد صدیق صاحب صادق اور تیسری بیوی سے علی جعفر عرف نواب جان اسوقت تک موجود ہیں۔ پہلی بیوی سنی اور دوسری اور تیسری شیعہ مذہب تھیں آپ کے متعدد شاگردوں میں سے مرزا محمد صدیق صادق حافظ عبدالاحد ماہ خلف عبداللہ خاں مہر مرحوم اور شیخ احمد حسین صاحب اصغر تعلقدار گنڈارہ زیادہ مشہور ہیں مولوی معصوم محشر اڈیٹر تحفۂ عشاق۔ ایسے مرزا صاحب کے ایک عبدالباقی خاں بقا۔ محمد نبیہ بشیر اور منشی بالمکند گپتا اڈیٹر بھارت متر کو بھی آپ ہی سے تلمذ تھا۔

عاشق کی شاعری

سادگی اور صفائی حضرت عاشق کی شاعری کا خاص جوہر ہے جسکی سلاست میں اردو محاورہ کو ایک دلپذیری کی اس بے تکلف شان کے ساتھ جلوہ گر کرتے ہیں کہ انصاف کی نظر ... دینے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ مثلاً

کیا جانئے مزاج کو اس بت کے کیا ہوا — اتنی سی بات منہ سے نکالی گلا ہوا
اللہ ہی حشر کو ہو یہ حساب پاک — اعمالنامہ دونوں طرف ہی لیا ہو
کچھ منہ سے بولو وصل میں اے بت خدا کیلئے — بیٹھا ہے کیوں سکوت میں پتھر بنا ہوا
تیری نہیں نے شیشۂ دل چور کر دیا — ساقی مرا تمام نشہ کرکرا ہوا
گو بے نشاں ہے پر کہیں ملجائیگا پتا — عاشق مکان یار کو چل پوچھتا ہوا

مژدہ میخواری کا لائے بادل — لے لو وہ آئے وہ آئے بادل
کیسی پھولی ہے شفق نار بجی — رنگ کچھ اور نہ لائے بادل
آج بدلی ہے نہائی دھوئی — کس غضب کے نکھر آئے بادل

وعدۂ امروز و فردا یاد کیوں کرنے لگا — ٹالے بالے اور ستم ایجاد کیوں کرنے لگا
ہجر کی شب گریہ ہوئے مبتلا و اعوضبط کے — بیقراری اور دل ناشاد کیوں کرنے لگا
کاٹ ڈالے ہے جو صادق جسکو نزع کے پہاڑ — خودکشی وہ صورت فرہاد کیوں کرنے لگا

زہر لگتی ہے یہ ٹھنڈی گرمی ؛ منھہ نہ برسے تو نہ آے بادل
بھیگ جائیں ترے میکش ساقی آج بے برسے نہ جائے بادل

دل و جاں کھوکے رخ یار کا جلوہ دیکھو آج گھر پھونک کے عاشق یہ تماشا دیکھو
عرض مطلب پہ دیا آپنے کیا خوب جواب حال یہ ! حوصلہ !! اور تماشا دیکھو
جان دینے لگے دشمن مری دیکھا دیکھی جو نہ دیکھا تھا کبھی اب وہ کرشمہ دیکھو
مجھسے سننے میں برائی ہے بھلا فرض کیا استخارا تو غلط راہ نہ دے گا دیکھو
وقت کی بات ہے عاشق اسے ہم جانتے ہیں دم نکلنے کا نہیں زہر بھی تم کھا دیکھو

بلبل کا فصل گل تک نشیمن نہیں تو تھا صحرا کی جس مقام پہ گلشن نہیں تو تھا
بلبل کی بھول موسم گل میں ہے یادگار کہتی ہے ہر شجر پہ نشیمن یہیں تو تھا
پہلو سے انکے اٹھتے ہی دل کا پتا نہیں عاشق وہ میری جان کا دشمن یہیں تو تھا

سب میں عاشق ترے مشہور ہیں ہم کیا کریں نام سے مجبور ہیں ہم
بار غم کا متحمل نہیں دل ؛ اتو بیگار ... مزدور ہیں ہم
جلوۂ عارض جاناں کے حضور شمعیں کہتی ہیں کہ بے نور ہیں ہم
جلوہ افگن ہے جو وہ برق جمال بام دیتا ہے صدا طور ہیں ہم
دل خطا وار محبت ہے حضور عذر اتنا ہے کہ معذور ہیں ہم
حسرت بوسۂ لب میں عاشق اب تو مرتے ہیں لب گور ہیں ہم ۔

مجبور و مشہور کے ساتھ گور کا قافیہ مرزا تسلیم کی شاگردی کے اثر سے ہے گو وہ مرحوم نور دور وغیرہ کے ساتھ غزل میں گور و مور کے قافیوں کو بلا تکلف نظم کرتے تھے

جان لینے پر تلے ہیں خوبصورت آجکل ڈھیروں بکتا ہے سودا سے محبت آجکل
میں ہوں اک دنیا میں قیس و کوہکن کی یادگار عاشقی کا نام ہے میری بدولت آجکل
سچ ہے عاشق انتشار ٹیکس میں کیا فکر ہو اپنے قابو میں نہیں اپنی طبیعت آجکل

مضمون ٹیکس کے ضمن میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مرزا صاحب پالیٹکس سے بھی بیگانہ نہ تھے ۔ آپ مرحوم انڈین نیشنل کانگرس کے کئی جلسوں میں بحیثیت ڈیلیگیٹ

شریک ہوئے اور آخر تک حریت کے طرفدار رہے اور حق یہ ہے کہ شاعر اگر بے تعصب اور
آزادی پسند نہو تو اسکی شاعری پر حیف ہے۔

جگر میں اٹھتی ہے رہ رہ کے ٹیس کیا ہوگا | کچھ آج کل سے بھی ہے درد بیش کیا ہوگا
مزاج آگ کا تیلا رقیب کی صحبت | وہ بدمزاج بھلا اب [illegible] کیا ہوگا

مرزا صاحب کی غزلوں میں استاد نسیم کی شاعری کا طرز بہت کم بلکہ نہیں پایا جاتا البتہ قصائد کی تشبیب و مثنوی نیرنگ خیال کے اکثر اشعار اسی رنگ میں ڈوبے ہیں ملاحظہ ہو

از قصیدہ مشتمل بر اظہار تباہی شہر و [illegible] بعد [illegible] ۱۸۵۷ء

ہو لیں صرف خزاں تف جفائے [illegible] | [illegible] ٹکڑا [illegible] ہے جنت نشاں
مغنیے بیکار سنائے ہیں پیر میکدہ [illegible] | بند تھی دیدۂ [illegible] ساقی کی دکاں
ساقیوں کو بادہ نوشوں سے ہوا [illegible] | [illegible] نکلوا [illegible] ہے

از قصیدہ دیگر در مدح جنرل اعظم الدین خاں [illegible]

مرتا ہوں تیرے صدقے اے ساقی [illegible] | [illegible]

یہ سب قصائد مرزا احمد صدیق [illegible] لکھنوی نے مطلا و مذہب کرکے اور بھی دلکش بنا دیا ہے۔ مثنوی کے بھی چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ

اے رنگ طراز نقش ہستی | اے [illegible] اور [illegible]
ہے یار میں مثل نور میں ضو | [illegible] کی جھلک چراغ کی لو
ملتا نہیں یوں تو جستجو سے | ہے پاس مگر رگ گلو سے
اے ساقی دستگیر ہشیار | [illegible] ہوش سے خبردار
یا رب دل پر جنوں عطا کر | [illegible] رنگ خوں عطا کر
ہو جس کی مراد نامرادی | سمجھے غم دہر کو جو شادی
الفت کا نہ چھوٹنے پائے پیشہ | دیوانہ بنا رہوں ہمیشہ
عالم میں رہے الٰہی آباد | فرماں فرمائے حیدرآباد
حیرت کی شبیہہ تھا جو قصہ | نیرنگ خیال نام رکھا

امیر کا ابتدائی اور انتہائی کلام

ہر چیز کی ابتدا چونکہ بہت خفیف ہوتی ہے اس لیے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن جب وہ باتیں منتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اُس وقت ہماری آنکھیں ان ابتدائی خفیف باتوں کو ڈھونڈھتی ہیں جنھوں نے اُن کو معراج کمال پر پہنچایا۔ اس کا خیال تو اکثر لوگ کرتے ہیں کہ "بچپنا یہ ہے تو اسکا شباب کیا ہوگا" لیکن ایسے لوگ بہت کم نکلیں گے جو عمر رفتہ کی یاد تازہ رکھیں اور اس سے سبق لیں۔ چونکہ میرا افسردہ اور مرا ہوا دل اسی لیے بنایا گیا ہے کہ گزشتہ ہوؤں کی یاد میں رویا کرے اور ان کے انجام کو سوچا کرے اس لیے سوا اسکے اور کوئی مضمون مجھے ملتا ہی نہیں کہ ان کی باتیں کروں اور سر دھنوں۔ اس کے قبل اردوئے معلی کے کسی پرچہ میں "انیس کا ابتدائی اور انتہائی کلام" نذر ناظرین کر چکا ہوں اور آج ایک دوسرے مسیحائے سخن یعنی حضرت امیر مینائی مرحوم و مغفور کا ابتدائی او انتہائی کلام سناتا ہوں۔

میرے جلیل القدر دوست حافظ جلیل حسن صاحب جلیل بیان فرماتے تھے کہ حضرت کو بچپن ہی سے شاعری کا چسکا تھا یہ خبر جب ان کے والد ماجد کو پہنچی تو ایک دن شب کو جبکہ منشی صاحب مرحوم بیٹھے پاؤں دبا رہے تھے اُن کے والد ماجد نے پوچھا "میاں ہمنے سُنا ہے کہ تم شعر کہتے ہو ذرا ہم بھی سنیں کہ ہمارا امیر کیسے شعر کہتا ہے" یہ سُنکر امیر مرحوم پہلے تو بہت انکار کرتے رہے مگر شفیق باپ کے محبت آمیز اصرار سے مجبور ہو کر عرض کیا کہ گھر میں سب لوگ کہا کرتے ہیں کہ برسات گزری جاتی ہے اور بارش نہیں ہوتی اسی مضمون کو کہا ہے اور اس تمہید کے بعد یہ شعر جو حضرت نے اسی زمانہ میں تصنیف فرمایا تھا عرض کیا کہ

ابر آتا ہے مہربار برستا نہیں پانی ۔۔۔ اس غم سے ہے یار دم سے اشکوں کی روانی

یہ سن کے شفیق باپ نے تعریف سے دل بڑھایا کہ بھئی شعر تو بہت صاف ہے اور مضمون بھی بچا لیکن تمہارا سن ابھی اس مشغلہ کے لیے موزوں نہیں پہلے اچھی طرح پڑھ لکھ لو اسکے بعد شعر کہنا۔ یہ روایت اُس زمانہ کی ہے جب منشی صاحب پندرہ برس کے تھے ممکن ہے

کہ اس کے قبل اُنہوں نے اور بھی شعر کہے ہوں لیکن عموماً لوگونکو جو اُنکی شاعری کا حال معلوم ہوا وہ اسی واقعے سے اسلیے اگر ہم اس شعر کو امیر کا ابتدائی کلام کہیں تو بیجا نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ بچے کے پاؤں پالنے میں معلوم ہوتے ہیں بالکل سچ ہے۔ اگر ہم اس شعر کی خوبی معلوم کرنا چاہیں تو اسکی آسان تدبیر یہ ہے کہ یہی مضمون [illegible] قافیہ میں [illegible] کو دیکھیں میرا خیال ہے کہ اس امتحان کے بعد ہر شخص کو یہ کہنا پڑے گا کہ سالے کز نکوست از بہارش پیداست۔ پندرہ برس کے لڑکے کا خیال تو آپ سن چکے اب دیکھیے کہ بہتر برس کا مشاق سخن کیا کہتا ہے۔ ۱۳۱۸ہجری کا واقعہ ہے کہ جب امیر مرحوم نے حیدر آباد کا سفر کیا جو حقیقتاً اُنکا سفر آخرت تھا تو راہ میں ایک مسدس اعلیحضرت حضور نظام [illegible] تصنیف فرمایا تھا جو چھپ چکا ہے اور وہ بھی اُنکا آخر کلام سمجھا جا سکتا ہے لیکن حقیقتاً اس کے بعد بھی انہوں نے ایک غزل کے چند شعر کہے تھے جنکا مقطع جو حقیقت میں امیر مرحوم کی شاعری کا مقطع ہے اُنکا انتہائی کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ

شاعری میں آمیر کی خاطر [illegible] زبان چھوڑ گئے

افسوس ہے کہ میر رہے نہ اُنکی زبان حالی نہیں رہے ہیں ہائے مجھے اُستاد مرحوم کا یہ کہنا کسی طرح نہیں بھولتا کہ سے آج جو سرگذشت ہے کل اُنکی کہانیاں بنیں گی

شوکت بلگرامی

انتخاب بیاض حسرت موہانی

شوکت بخاری

بدیدہ نور [illegible] خاک جلوہ گاہ توام ۔۔۔ زگل خراج ستانم غبار راہ توام

چو گل لباس مرا [illegible] ۔۔۔ ازیں شرف کہ نظر [illegible] نگاہ توام

[illegible] اسمٰعیل

از کفر [illegible] زلف [illegible] ایمان [illegible] ۔۔۔ [illegible] چشمہ حیوان [illegible]

چون کبک خرامندہ [illegible] ۔۔۔ [illegible] جان [illegible]

[illegible]

تو نخلِ حسنی و جز ناز و فتنہ بار تو نیست
چہ ناز و فتنہ کہ در چشم پر خمار تو نیست

ہزار میوہ زبستانِ آرزو چیدم
یکے بہ لذت پیکان آبدار تو نیست

گرم بجور و جفا میکشی نمی رنجم
کہ مست حسنی و اینہا باختیار تو نیست

غزالی مشہدی

بیا کہ شاہدِ گل شمع بوستاں گردید
چمن ز جور دشاں روضۂ جناں گردید

کسے کہ بادہ و ساقی نشست بر لب جو
میان برگ گل از چشم بد نہاں گردید

مشاہدات زندان نمبر ۱۱

زمانہ قید کے ابتدائی ایام کی سختی ضرب المثل ہے کہ قیدیوں کے ان چند دنوں کی بےچینی سالہا سال کے کرب و اضطراب سے بھی بڑھ جایا کرتی ہے۔ ابتدا میں جیل کی تکلیفوں سے نیا سابقہ پڑتا ہے اس لیے نوگرفتاران مصیبت کو کچھ روز تک مشاہدات زنداں میں عذاب دوزخ کا نمونہ نظر آیا کرتا ہے مگر رفتہ رفتہ بمصداق "برسر اولاد آدم ہرچہ آید بگذرد" طبیعت ان سب ذلتوں کی خوگر ہو جاتی ہے اور مایوسی قیدیوں کے دل میں ایک ایسا سکون پیدا کردیتی ہے جسکی مدد سے وہ راضی برضائے الٰہی ہو جاتے ہیں ورنہ اگر ابتدائی بیقراری کا عالم بدستور قائم رہے تو ان غریبوں کی زندگی دشوار ہو جائے دو سال۔ پانچ سال۔ سات سال بلکہ چودہ چودہ سال تک کی دراز میعادیں لوگ باآسانی کاٹ دیتے ہیں لیکن آخر میں جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہماری قید کا صرف ایک مہینہ باقی ہے۔ صرف پندرہ دن باقی ہیں۔ صرف تین دن باقی ہیں۔ صرف ایک دن باقی ہے۔ اسوقت کسی کا صبر و سکون برقرار نہیں رہتا۔ قواعد جیل کی رو سے قیدیوں کے ٹکٹوں پر رہائی کی تاریخ کچھ روز پہلے متعین کر کے درج کردی جاتی ہے جس کے لیے قیدی جاکر سپرنٹنڈنٹ کے روبرو طلب کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر سپرنٹنڈنٹ صاحب ازراہ کرم کبھی کبھی قیدیوں کو دو چار دن کی رہائی اپنی طرف سے مرحمت فرمایا کرتے ہیں۔ راقم حروف کو چونکہ شروع ہی سے کسی قسم کی رعایت نہ ملی تھی اس لیے اس موقع پر بھی دوسرے معمولی قیدیوں کی طرح سپرنٹنڈنٹ صاحب کے لطف و کرم کی بدولت تاریخ مقررہ سے قبل رہا ہونیکی کوئی امید نہ تھی۔ اتفاق سے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے خلاف معمول

مجھے طلب کیے بغیر حساب کر کے ۳ جولائی سنہ ۹ ع تاریخ رہائی مقرر کر دی جس سے اس خیال کی پوری تصدیق ہو گئی۔ راقم حروف کو بزرگان دین کی عقیدت کے ساتھ جو فطری انس ہے اسکی بدولت زندان فرنگ میں بھی کچھ قلبی قوت اور روحانی آزادی اور اطمینان میسر رہا اور ضمناً جو باطنی فیوض حاصل ہوئے الفاظ کے ذریعے سے انکی حقیقت صحیح طور پر بیان ہو سکتی ہے نہ انکے ذکر کا یہ محل ہے اس لیئے ان سے قطع نظر ہی مناسب ہے۔ البتہ آخر زمانہ قید کا ایک واقعہ ایسا ہے جس کے اظہار میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ردولی کا عرس شریف ماہ جمادی الثانی کی درمیانی تاریخوں میں ہوتا ہے سنہ میں یہ تاریخیں ماہ جولائی کی ابتدائی تاریخوں سے مطابق واقع ہوئی تھیں۔ اتفاق سے میں نے ایک روز سوتے وقت حساب کیا تو معلوم ہوا کہ میری رہائی کا دن ٹھیک اسی تاریخ کو مقرر ہوا ہے جو عرس شریف کا آخری روز ہوگا۔ مجھکو چونکہ حاضری آستانہ حضرت شیخ العالم سے سعادت اندوز اور فیض پذیر ہونے کا اکثر اتفاق ہو چکا تھا اسلیئے بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اگر رہائی کی تاریخ دو یا ایک روز قبل بھی مقرر ہوتی تو شرکت عرس کا موقع مل سکتا تھا۔ لیکن تاریخ رہائی کے ٹکٹ پر درج ہو جانے کے بعد دوبارہ تبدیل ہو سکنے کا اسوقت میرے دل میں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ پھر بھی صبح اٹھتے ہی سب سے پہلی بات جو مجکو معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجھے غیر معمولی طور پر دفتر کی بجائے نئی تکلیف میں طلب کیا ہے۔ نئی تکلیف میں پہونچکر منشی صاحب سے معلوم ہوا کہ صاحب بہادر میرے استقلال اور "نیک چلنی" سے بہت خوش ہیں اور اس لیئے اپنے اختیار سے غالباً وقت مقررہ سے کچھ قبل ہی مجھے رہا کر دیں گے۔ اس مژدہ جانفزا کے سننے سے مجھکو بھی بہت مسرت ہوئی اور یقین ہو گیا کہ شب گذشتہ کی آرزو اب ضرور پوری ہوگی۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجکو دیکھتے ہی حکم دیا کہ ہم ان کو پندرہ دن کی رہائی اپنی جانب سے دیتے ہیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور میں تاریخ مقررہ سے پندرہ روز پہلے رہا ہو کر شام تک الہ آباد میں ٹہر کر مکان روانہ ہوا۔ اور وہاں دس دن قیام کرنے کے بعد باطمینان تمام ردولی روانہ ہوا۔ ممکن ہے کہ اس واقعے کو لوگ حسن اتفاق پر محمول کریں۔ لیکن راقم کے نزدیک یہ سب کچھ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولوی رحمتہ اللہ علیہ کے باطنی تصرف اور توجہ کا نتیجہ تھا۔ اللہ آباد منزل جیل

کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر ہڈسن عجیب و غریب مزاج کے شخص تھے جنکو کل قیدی ہڈسن بابا کے نام سے یاد کرتے تھے۔ "گلے بے لباسے برہنہ و گلہ بے بدشناسے خلعت دہندہ" کے افسانے آپ کے "دربار پیشی" کے متعلق اکثر قیدیوں کی زبانی سننے میں آتے تھے۔ سخت گیری اور تندخوئی اُن کی ضرب المثل تھی جس سے قیدی تو قیدی جیل کے تمام آزاد ملازم بھی ہر وقت ترساں رہتے تھے لیکن ایک خاص وصف اُن میں ایسا تھا جسنے انکے جملہ عیوب کو چھپا دیا تھا وہ یہہ کہ قیدیوں کو "تاوقت رہائی" عطا کرنے میں جیسی فیاضی ان سے ظاہر ہوتی تھی غالباً کسی دوسرے سپرنٹنڈنٹ سے نہوتی ہوگی۔ جس کی بدولت اکثر سات سات سال کے قیدی پانچ ہی پانچ سال بلکہ کچھ اس سے بھی کم میعاد کاٹ کر رہا ہوگئے۔ الہ آباد جیل کی خرابیوں اور اپنی نسبت حکام جیل کی سختیوں کے باوجود مسٹر ہڈسن کی بعض انتظامی خوبیوں کی تعریف نکرنا بعید از انصاف ہوگا۔ مثلاً صفائی اور ظاہری جسمانی صحت کا لحاظ جیسا الہ آباد ڈسٹرکٹ جیل میں ہوتا ہے ویسا کسی دوسری جگہ نہیں ہوتا جسکا معمولی ثبوت یہ ہے کہ اس جیل میں قیدیوں کے کپڑے موسم سرما میں بھی "جوں" سے پاک رہتے ہیں۔ درآنحالیکہ عام طور پر "زندان" اور "جوں" لازم ملزوم سمجھے جاتے ہیں۔ ملازمان جیل کی زدوکوب اور سختی جو زیادہ تر قیدیوں سے حصول زر کی غرض سے ہوتی ہے اُسکی بھی شکایتیں الہ آباد جیل میں مسٹر ہڈسن کے خوف سے بہت کم سننے میں آئیں اور میعاد قید میں تخفیف کر دینے کا حال ہمنے پہلے ہی درج کر دیا ہے۔ قید کی تکلیفوں میں سے سب سے بڑی تکلیف اُس روحانی بے چینی کو سمجھنا چاہیئے جو ارتکاب جرائم کے لازمی نتیجہ کی صورت میں یقیناً ہر یکبارۂ قیدی کے عارض حال ہوتی ہے میں چونکہ بعنایت ایزدی اس تکلیف سے آزاد تھا اسلیئے ظاہری سختیوں کے برداشت کرنے میں مجھکو کچھ زیادہ دقت محسوس نہیں ہوئی اور رہا ہونے پر ایسا معلوم ہوا کہ گویا ایک سال تک مجھے کسی غیر ملک کا سفر درپیش تھا جہاں سے اب میں اپنے وطن کو واپس آرہا ہوں۔ وطن پہونچکر جہاں اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملنے کی خواہش تھی وہیں اپنے جدید دوستوں سے جدا ہونے کا کسیقدر افسوس بھی ضرور تھا کہ اُن میں سے چند کے سوا باقی سب سے پھر کبھی ملاقات ہونے کی کوئی امید نتھی۔ میرا یہ افسوس تو خبر رہائی کی خوشی سے مغلوب ہوگیا تھا۔ لیکن اُن گرفتاران بلا کو میری جدائی نہایت

شاق تھی جنہیں سے بعض کی آنکھیں تو مجھسے جدا ہوتے وقت بے اختیار اشک افشانی میں مصروف تھیں اللہ تعالیٰ اُن سب کو جلد اس مصیبت سے نجات دے۔ جیل میں مختلف مقامات سے آئے ہوئے قیدیوں کے اختلافِ عادات و اخلاق، زبان و لہجہ کی دلچسپ کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے پھر ان میں سے ہر شخص اپنے ساتھ اپنے عجیب و غریب واقعات زندگی کی ایک مختصر سی تاریخ بھی رکھتا ہے جو اکثر اوقات مصنوعی کہانیوں سے بھی زیادہ دلپسند ہوا کرتی ہے۔ راقم حروف بارک بند ہونے کے بعد سے سونے کے وقت تک اپنا وقت اکثر انہیں افسانوں کے سننے میں بسر کرتا تھا۔ مرحوم عبداللہ غازی آبادی اپنے "گی کے روزگار" کی ایسی ایسی حیرت انگیز حکایتیں بیان کرتے تھے کہ سننے والے دنگ رہ جاتے تھے۔ ان کے پاس ایک دیگچی اور اس کے ساتھ کوئی شئے اس قسم کی تھی جس کے اثر سے وہ خرید کے وقت ۵ سیر کی بجائے باآسانی ۶ سیر تک گھی بغیر کسی قسم کے ظاہری فریب کے لے سکتے تھے یعنی اس میں ہاتھ کی صفائی کو مطلق دخل نہ تھا۔ کیونکہ خود تولتے بھی نہ تھے بلکہ بیچنے والوں ہی سے تلواتے تھے۔ پھر جب خود فروخت کرتے تھے تو ۶ سیر کی جگہ ۵ ہی سیر اسی ترکیب سے دے دیتے تھے۔ ذاکر بر قندازنے اُن سے بقسم اقرار لیا تھا کہ رہا ہونے پر "گھی کا روزگار" ہمیں بھی سکھا دینا مگر افسوس کہ دفعتاً رہائی سے صرف ایک ماہ قبل انہوں نے درخت پر سے گر کر انتقال کیا۔ انہوں نے میرے ساتھ جس انسانیت اور محبت کا برتاؤ کیا اسکی کیفیت درج رسالہ ہو چکی ہے۔ رہا ہونے پر میں نے سب سے پہلے ان کی قبر پر جاکر فاتحہ پڑھنا چاہا۔ مگر افسوس کہ قبر کا صحیح نشان نہ مل سکا۔ اب بھی ہر سال شبرات کے موقع پر اپنے دیگر مرحوم اعزا و احباب کے فاتحہ کے ساتھ عبداللہ مرحوم کا فاتحہ بھی میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔

زید پور ضلع ہمیرپور کے منشی نندلال سابق ولیج پوسٹ ماسٹر فن زراعت سے بھی بخوبی واقف تھے وہ اکثر محکمہ ڈاک کی خفیہ کارروائیوں اور فن زراعت کے اصول پر طویل لکچر دیا کرتے تھے۔ اردو معمولی اور ہندی خوب جانتے تھے راقم حروف نے ہندی لکھنے پڑھنے کی مشق انہیں کی ملوک پور ضلع بارہ بنکی کے گرجن کو رمی پاٹن دین کے مشہور گروہ سے

تعلق رکھتے تھے اور ان کی بہادری کے قصے اکثر سنایا کرتے تھے۔ غریبوں بیکسوں اور بیواؤں کے ساتھ پاٹن دین کے سلوک کی حکایتیں بھی دلچسپی سے خالی نہوا کرتی تھیں پاٹن دین جس کسی سے ایک بار مدد کا وعدہ کر لیا کرتے پھر اس سے کسی حالت میں روگردانی نکرتے تھے۔
چودہری مہدی حسن صاحب رئیس ضلع بارہ بنکی کا بھی اکثر لوگوں کو حد سے زیادہ مداح پایا۔ چودھری صاحب کے مقدمے کے دلچسپ حالات تنداپاسی اور عبد الکریم ملازم جناب ممدوح کی زبانی سننے میں آیا کرتے تھے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ حکومت کی جانب سے ان پر ضرورت سے زیادہ سختی کی گئی۔ واللہ اعلم۔
ضلع پیلی بھیت کے منشی ہدایت اللہ کبوتر بازی کے فن میں کامل تھے۔ کبوتروں کے تمام اقسام اور پھر ان سب کی خصوصیات اور حالات کے بیان سے وہ کبھی نہ تھکتے تھے۔ میری غزلوں کو وہ بڑے شوق سے لکھ کر یاد کر لیتے تھے۔
ضلع الہ آباد کے پنڈت جگت دھاری چترال کی مہم میں شریک ہو چکے تھے جس کے تمام مفصل حالات سے وہ بخوبی آگاہ تھے۔ اقوام سرحد کے افعال و عادات اور معرکہ چترال کے واقعات کا ذکر وہ نہایت جوش کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ ضلع جھانسی کا سنواں کھنگار مہم تبت میں شریک رہا تھا۔ اور اپنے فوج میں بھرتی ہونے کے وقت سے لیکر مہم تبت کے بعد گھر واپس آنے تک کے کل حالات تھوڑے تھوڑے روز سنایا کرتا تھا۔ مہم تبت کے دوران میں سرکاری رپورٹوں سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ انگریزوں کا نقصان بہت قلیل ہوا۔ لیکن سنواں کے قول کے مطابق تبتیوں کی بنا کردہ برف پوش خندقوں میں گوروں کی صفیں کی صفیں گر کر ایسی غایب ہو جاتی تھیں کہ پھر اُن کا پتا نہ لگتا تھا۔ اہل تبت کے رسم و رواج اور وہاں کی عورتوں کے دلچسپ حالات کو سنواں خاص لطف کے ساتھ بیان کیا کرتا تھا۔
امروہے کے منشی ایزد بخش صاحب کا حال ہم لکھ چکے ہیں۔ چکی خانے کی برقندازی سے پہلے یہ درزی خانے میں تھے جہاں کے سارے پوست کندہ حالات ان کی زبانی اکثر سننے میں آتے تھے۔

منشی نول بہاری سے غلہ گودام کا کچا چٹھا معلوم ہوا کرتا تھا۔ جس کے ظاہر کرنے کی ہم میں ہمت نہیں ہے۔ کیڈ گنج الہ آباد کے گیشن اہیر روزانہ صبح کو بھجن وغیرہ گایا کرتے تھے۔ راقم حروف کو ان کو اکثر بھجن اور ہندی گیت بغایت مرغوب تھے خصوصاً وہ جو سری کرشن کی تعریف میں ہوتے تھے۔ مثلاً

دیکھ ری مائی تیرے دوار اک بالا جوگی آیا — رنگ بھبوت گلے مرگ چھالا سیس ناگ لپٹایا
لے بھکچھا نکلیں نند رانی موتن تھال بھرایا — بھکچھا لیکے لوٹ جا بابا میرا بالک دیکھ ڈرایا
نا چاہوں میں دولت دنیا نا چاہوں میں مایا — اپنے گوپال کا درس کرا دے درس ہیت میں آیا
لے موہن نکلیں نند رانی آنچل اوٹ چھپایا — پانچ پھیر پیکرما کر کے سنگھی ناتھ بجایا
جیہہ درشن سر نر منی ترسیں — جسودا گود کھلایا۔

تقطیع ۲۰×۲۲/۸ حجم تین جز لکھائی چھپائی کاغذ پسندیدہ	## تنقید رسائل وکتب رسالہ اولڈ بوائے بنارس	قیمت سالانہ مع محصولڈاک (۱۳؍)

ماہ ستمبر سنہ سے اس نام کا ایک دلچسپ ماہوار رسالہ بنارس سے نکلنا شروع ہوا۔ اڈیٹر صاحب پہلے پرچہ میں لکھتے ہیں کہ "یہ سوتوں کو اپنی لطف آمیز باتوں سے جگائے گا پژمردہ دلوں میں روح پھونکے گا نئے اور پرانے اولڈ بوائز میں رابطہ اتحاد قائم کریگا" اولڈ بوائز سے علیگڈھ کالج کے اولڈ بوائز مراد ہیں۔ اب تک یہ اس رسالہ کو علیگڈھ سے نکلنا چاہئے تھا لیکن مسٹر شوکت علی کے قیام کی بدولت بنارس نے علیگڈھ کو اس ایتیاز سے محروم کر دیا مسٹر محمد علی اس رسالے کے دوسرے نمبر میں اس سے اس طرح خطاب کرتے ہیں کہ

"زمانہ ہمکو بھلا چکا تھا وہ پھر فسانے سنا دیے تونے — ہوئے تھے جو دل سے محو نقشے پھر دوبارہ دکھا دیے تونے
بہت سنبھلکر بگڑ گئے تھے ہزاروں ملکر بچھڑ گئے تھے — بہت بگڑے ہوئے سنبھالے بہت بچھڑے ملا دیے تونے
مگر یہ طرفہ ہی ابر رحمت چلا ہی کاشی سے سمت گوکل — یہ کیسی گنگا بہائی الٹی یہ کیا کرشمے دکھائے تونے"

پہلے پرچہ میں مسٹر محمد امین نے کالج کے کھیلوں کی تاریخ کا پہلا نمبر بہت خوب لکھا ہے۔ مسٹر شوکت علی کا مضمون "علیگڈھ کے کھلنڈرے" رسالہ کی جان ہے جسکے طرز بیان کی بے تکلفی اور دلپذیری کی نسبت غالباً اسیقدر کہنا کافی ہوگا کہ اس مضمون کو پڑھتے وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا خود مسٹر شوکت علی سامنے کھڑے ہیں اور تیزی کے ساتھ خوش طبعی کے لہجے میں اسطرح گرم سخن ہیں کہ "ایک حیثیت سے ہمارے کالج کا مقابلہ ہندوستان کا کوئی کالج

نہیں کر سکتا لاؤ! ہمارے کالج کے نئے "کھلنڈرے" تو کہیں سے لاکر دکھا دو! یہ عجیب و غریب خلقت ہیں
پڑھتے ہی رہتے ہیں کھیلتے ہی ہیں۔ شرارت میں بھی شہرۂ آفاق ہیں۔ لڑنے بھڑنے کو بھی ہر وقت تیار ہیں موقع پڑتا ہے
تو ایسی دھواں دھار تقریر کرتے ہیں کہ لوگوں کو حیران کر دیں مضامین اس زور کے لکھتے ہیں کہ تہلکہ پڑ جاتا ہے
کرکٹ۔ فٹ بال۔ ہاکی تھوڑے تھوڑے سب کھیل جانتے ہیں اگر ضرورت پڑے تو اسٹیج پر اگر ایسا ایکٹ کرتے
ہیں کہ الفرڈ کمپنی کے منیجر کے منہ میں پانی بھر آئے" ان دو کاموں کے علاوہ طالب علمی کے زمانہ میں ہم
"کھلنڈروں" سے زیادہ عمدہ طریقے سے وقت کا ضائع کرنا کوئی نہیں جانتا تھا" اب ذرا کھلنڈروں
کے گرو سید عباس حسین بلیس بڈ ہولی کی کیفیت بھی سن لیجئے آپکے کمرہ کی شان ہی نرالی تھی نہایت عمدہ کرسیاں
اور میزیں تھیں مگر سب ٹوٹی ہوئی کم از کم ایا بارہ حقے نئے اور پرانے ہوں گے۔ الماری میں میروں پینے
کا تمباکو اور چلمیں بھری ہوئی تھیں نوکر دو تھے اور دونوں ہر وقت چلمیں بھرنے یا آنے والوں کو کھلانے
پلانے میں مصروف رہتے تھے۔ ہم سب کا وہ اڈا تھا۔ مالک کمرہ بیٹھنے کے کمرہ میں مشکل سے نظر آتا تھا۔
گرمی جاڑہ برسات۔ زیادہ اندر کے سونے کے حصے میں گذرتا تھا۔ اور وہاں ہمیشہ مجمع رہتا تھا۔ پنجہ۔ کلائی
کشتی اور ورزشوں کا چرچا تھا۔ اور یہ سب نہیں تو عباس حسین کی باتیں اور خوش آوازی ہمارے
لیے کافی تھی۔ ماعنلہ روپیہ ماہوار جیب خرچ انکو ملتا تھا اور وہ سارا اکا سارا بھوکے دوستوں کے کھلانے
پلانے میں صرف ہوتا تھا۔ "علیگڈھ میں کون ایسا کھلنڈرا تھا جسکو بھوک نہ لگتی ہو" ماشاء اللہ کیا ہم
لوگوں کی خوراکیں تھیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ پانچ آدمی تیسرے پہر کو کرکٹ کھیلنے جانے سے پیشتر
سولہ سو کی ڈبل روٹیاں عباس حسین کے کمرہ میں عبدالرحمن روٹی والے سے لیکر اوڑا گئے
تھے اور اگر کوئی اور زیادہ مزہ دار چیز ہوتی تو نہ معلوم کسقدر کھاتے۔ اور اسکے تھوڑے دیر بعد شام
کو پھر ڈائننگ ہال میں بھوک بھوک کا غل تھا۔ اور منیر خاں عیوض خاں خوب! انعام کی لالچ میں
اور گھونسوں کے ڈر سے کھانے پر لاتے تھے مگر خدا معلوم کیا ماجرا تھا کہ فرمائش بند
نہیں ہوتی تھی ہم کھلنڈروں کے بڑے مہربان و رہبر ڈاکٹر شفاعت اللہ صاحب اور عظیم الدین تھے جنکے پاس ہر
صبح کو ہمکو جانا فرض تھا ہم سب کو ایسی بیماری لاحق ہو گئی تھی کہ اسکا علاج سوائے ابلا دُھبنی مرغی اور دودہ ڈبل روٹی
اور کچھ نہ تھا اگر ایک کو ڈاکٹر صاحب نے اچھا کر دیا تو جھٹ اس نے وہ مرض مہلک دوسرے دوست کو منتقل کر دیا غرضیکہ پلاؤ
بھنا مرغ اور کچھ میٹھا کھانا ہمکو ملنا ضرور تھا۔ اس زمانہ میں کالج نہایت درجہ فیاض تھا اور ہم جیسے بیماروں کو تو ی

کھانیکیلئے علیحدہ نقدہ وصول نہیں کرتا تھا۔ہماری بیماری کا خاص نام ضرورت سے زیادہ تندرستی ہے۔
قدیم ہندوستان کی تہذیب یعنی ہندوستانکے مشہور فاضل مسٹر آر سی۔ دت۔ کی بیمثل تاریخ "دی سولیزیشن آف انشینٹ انڈیا" کی کتاب ولکا اردو ترجمہ جسکے شروع میں لائق مترجم مولوی لایت احمد صاحب نے ۵ صفحوں کی اپنی جانب سے ایک مفید و مبسوط مقدمہ مع مختصر سوانح عمری مسٹر دت شامل کرکے کتاب کی خوبی کو دوچند کردیا ہے اسکے بعد مصنف کی لکھی ہوئی تمہید کا ترجمہ ۴۸ صفحوں میں اور پھر اصل کتاب کا ترجمہ ۱۲ صفحوں میں تمام ہوا ہے مصنف اور مولف کی ہافٹون تصویریں بھی موجود ہیں غرضکہ کتاب کا مجموعی حجم ۲۰×۲۰ کی بڑی تقطیع کے ۵ اجزو سے کم نہیں ہے اور لکھائی چھپائی کاغذ کی خوبیوں کے لحاظ سے عہ قیمت بالکل مناسب ہے اصل کتاب کی عمدگی کے لئے مصنف کا نام کافی ضمانت ہے رہا ترجمہ اسکی بابت ہم قابل مترجم کو انکی کامیابی پر مبارکباد عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے اس دشوار گذار راہ کو بڑی آسانی کے ساتھ طے کیا ہے۔ درخواست خریداری بنام جناب فدا علیخاں صاحب ٹرانسلیٹنگ کمیٹی گھاٹ دروازہ جے پور روانہ کرنا چاہیئے۔

دیوان وحشت ہے جسکا مفصل اشتہار رسالے کے آخر میں درج ہے شائقین سخن اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں اور درخواست خریداری بنام جناب رضا علی صاحب وحشت ۱۴ کرایہ روڈ کلکتہ جلد روانہ کریں

حصۂ نظم

غزل جناب مولوی حکیم عبد الہادی خانصاحب وفا رامپوری

دونوں کا ساتھ عالم وحشت اثر میں ہے
میں ہوں سفر میں عمر رواں بھی سفر میں ہے

ہے ہی پسر دہری ابتلائے روزگار
میں خاک میں ہوں گرمی فریاد گھر میں ہے

چھائے ہوئے اسیکے ہیں کنعان مصر و طور
پھر ولولہ وہی نگہ پردہ در میں ہے

گلہائے ناز کھلتے ہیں تم کو خبر نہیں
جوش بہار پردۂ خواب سحر میں ہے

مانند برگ لالہ و گل اڑتے ہیں شرر
جوش بہار برق تری رہگذر میں ہے

خواب شباب ناز ہے تکیں کو تھامنا
طرف نقاب دست نسیم سحر میں ہے

تقدیر کا بگاڑ مری سرنوشت میں ہے
تدبیر کا بناؤ کف نامہ بر میں ہے

نام وفا مٹاتے ہو جرم وفا ہے کیا
اک بے ہنر بھی مجمع اہل ہنر میں ہے

غزل جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب کول ساقی تخلص دہلوی

ساقی جام عشق ہے پیر مغان میکدہ
مست الست ہیں کے مغبچگان میکدہ

حلقہ دور جام ہے سر خوشی مدام ہے
آج صلائے عام ہے جرعہ کشان میکدہ

موسم برشگال ہے سبز ہر اک نہال ہے
ساغر مے حلال ہے سرو قدان میکدہ

غیبت سر در عشق ہے غیبت حضور عشق ہے
جلوہ نور عشق ہے آج میان میکدہ

وجد میں ہے کوئی یہاں رقص میں ہے کوئی وہاں
کرتے ہیں نعرہ و فغاں پیر و جوان میکدہ

سوز نہاں ہوا عیاں سوختہ جاں ہے چٹیاں
لب پہ ہے جان ناتوان عشوہ گران میکدہ

نشہ شوق کا اثر ہو جو گیا ہے سر بسر
پوچھتا ہے ہر ایک سے شہر راہ و نشان میکدہ

ہوش ہوے تمہارے گم پی جو گئے ہو خم کے خم
دیکھتے ہی نہیں ہو تم رنگ جہان میکدہ

جو ہے یہاں وہ مست ہے ساغر مے بدست ہے
ساقی مے پرست ہے روح روان میکدہ

غزل مولانا عرش گیاوی شاگرد استاد تسلیم لکھنوی

ہمارے جامہ ہستی کو اک دن چاک ہونا تھا
ہوے تھے خاک سے پیدا ہمیں پھر خاک ہونا تھا

ازل سے مرغ دل کو خطرہ صیاد کیا ہونا
کہ اس کو تو اسیر حلقہ فتراک ہونا تھا

شب وصلت نہ اٹھتا بیچ سے کیوں شرم کا پردا
ہمیں کس کھیل کھیلنا تھا آپ کو بے باک ہونا تھا

ہوا لے دامن جاناں نہ اپنی خاک تک پہنچی
کریں کیا ہم کو ممنون ہوا پاک ہونا تھا

عدو کیونکر نہ آجاتا یکایک بزم عشرت میں
تجھے بشاش ہونا تھا مجھے غمناک ہونا تھا

سیہ بختی ازل سے اور قلم میری بھی ہمدم ہے
مرے سینے کو بھی پیراہن صورت چاک ہونا تھا

نہ روؤں عرش کیوں مرگ جلال الدین حیدر پر
مجھے مرگ پسر میں مرتے دم غمناک ہونا تھا

غزل جناب منشی لطیف احمد صاحب اختر مینائی

دل بچے کیونکر نگاہ ناز سے
الاماں اس تیر بے آواز سے

خفتہ بختوں کی بھی سن لینا ذرا
تم کو فرصت ہو جو خواب ناز سے

غنچے چٹکیں گے نسیم سے باغبان
ہم کریں [illegible] آواز سے

صبح کو کلیاں چٹک کر رہ گئیں
ان کو چونکاتی ہیں خواب ناز سے

یاد گیسو میں اسیروں کی فغاں — مل گئی زنجیر کی آواز سے

ناز کرتا ہوں کہ ہے مجھکو نیاز — ایک بے پروا سراپا ناز سے

عشق کا انجام جو مشہور ہے — ہے وہی نقشہ بیاں آغاز سے

اور کچھ دل کی خبر مجھکو نہیں — اس نے دیکھا تھا نگاہ ناز سے

سیر گلشن سے ہے کام اے بیخودی — باز آئے ہم پر پرواز سے

دل میں آتا ہے کہ بخت خفتہ کو — روئیے حسرت بھری آواز سے

آپ نے اختر کو اپنا کر لیا — شوخیوں سے ناز سے انداز سے

غزل جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی

ہوا گر چشم تصور کو ہوس دیدار کی — دل میں حسرت کی جگہ پیدا ہو صورت یار کی

چشم تر سے کھل گئی حالت دل بیمار کی — اشک کا قاصد خبر لایا سمندر پار کی

اپنے اپنے رنگ میں ڈوبے ہیں شیخ و برہمن — آجتک سلجھی نہ گتھی سبحہ و زنار کی

آن رہی حسرت دبی یہ کہکے پہلو سے اٹھا — حالت اب دیکھی نہیں جاتی دل بیمار کی

وہ اٹھاتے منھ سے نقاب اے بیخودی یہ کیا کیا — جاگنے ہی پر تھی قسمت دیدۂ بیدار کی

کوہکن کے خون کا دامن پہ دھبہ رہ گیا — کہہ رہی ہے اوصاف سرخی لالۂ کہسار کی

آنکھ پھیری آپ نے عمر دل جلتی ہوئی — بس چھری کیطرح پھرتی ہے نظر سرکار کی

سرخی چشم سخنگو کہہ رہی ہے شب کے راز — سچ ہے کہنے سے زباں رکتی نہیں میخوار کی

غنچۂ دل کے لیے ہی خار غم پیدا ہوے — آرزو ہی رہ گئی ہمکو گل بے خار کی

اٹھ گئے یوسف مگر دیکھو کرشمے عشق کے — آجتک حالت وہی ہے گرمی بازار کی

میں جو لکھوں شربت دیدار ہے میری دوا — ہنس کے کہتا ہے وہ ظالم رائے کیا بیمار کی

دل ہی دل میں آزردہ پھرتی ہے اترائی ہوئی — چپکے چپکے کہہ رہی ہیں کچھ نگاہیں یار کی

کس قیامت کا ہے سرمہ کیا سیلی آنکھ ہے — کیا سُبک تلوار ہے کیا آب ہے تلوار کی

کیوں نہ شوکت میر نکتہ داں کا فیض ہے
آسماں سے کرتی ہے باتیں زمیں اشعار کی

غزل جناب تفضل حسین صاحب فطرت متوطن کلکتہ

بجی ہوئی گلشن میں جب نالے بہار آئی
یہ طبع غزلخواں بھی بلبل کو لگا لائی

اس طرح سے جیتے ہیں گویا نہیں جیتے ہیں
یارب نہ کسی کا ہو کوئی کبھی شیدائی

لے گریۂ مایوسی ؛ تو چپ بھی نہیں ہوگا
پر قلقل مینا کی محفل سے صدا آئی

اے چشم نکلی جو ! اب مجھ سے کہاں رہ کر
وہ حسن خود آرا ہے آپ اپنا تماشائی

آشفتہ و حیراں ہے بے مونس و ہمدم ہے
کچھ داد محبت کی فطرت نے مگر پائی

غزل حافظ ولایت اللہ اکبر شاہجہانپوری ۔ از گیا شاگرد حضرت عرش

شمع ساں روؤں تو پھر چشم تر کوئی نہو
مثل پروانہ جلوں تو نوحہ گر کوئی نہو

اس شجر تک لیکے چل اے بے پروبالی مجھے
شاخ و گل کوئی نہو برگ و ثمر کوئی نہو

دشت غربت کے مزوں کی کیا خبر تم کو مجھے
یہ وہ سمجھے جسکا میری طرح گھر کوئی نہو

شمع و پروانہ گل و گلشن شراب و رقص و یار
ہے ستم ہوں شب کو سب وقت سحر کوئی نہو

ابر وہ کیا کھ کے تربت پر ہماری جلد ہے
پہونچے اُس گھر تک دعا کیا جسمیں در کوئی نہو

غزل جناب عبدالرزاق صاحب بہار احمد آبادی شاگرد صول داروغہ جیلخانہ ریاست کھمبات

دل میرا روتا ہے اندوہ بلا سے پہلے
مینہ برستا ہے مرے گھر میں گھٹا سے پہلے

کہدو وہ آئیں عیادت کو نہ ہمراہ رقیب
ورنہ آ جائے گی میری موت قضا سے پہلے

انکو کہنے کو زمانہ ہے وفادار مگر
کہنے کی تم سے وفا میری وفا سے پہلے

میری فریاد کے سننے کی تمنا تھی ہمیں
اس لیے شوق تھا بلبل کی صدا سے پہلے

اب وہ آتے ہیں عیادت کو یہ مژدہ سنکر
در کو پی گئے ہم آج دوا سے پہلے

مجھ سے یہ کہکے سزا دیتے ہیں اف ری انصاف
کیوں ہوئی تجھ سے وفا میری جفا سے پہلے

پھر نہ ان کافروں کو دل کبھی تم دیتے بہار
پوچھ لیتے جو کسی مرد خدا سے پہلے

غزل جناب نواب شمشیر بہادر صاحب اخگر جاگیر دار اعظم ریاست جیگرہ سنہ اللہ یا

چمن میں جاکے ہمیں کیا بہار بھی تو نہیں
نہ ہو بہار کوئی گلعذار بھی تو نہیں

کوئی الجھنے کو صحرا کا خار بھی تو نہیں
ادھر رہا ہوں کہ دامن میں تار بھی تو نہیں

یہ اچھی ضد ہے نہ کہیں گے ہم لسان ما کی — تمہاری راہ میں میرا مزار بھی تو نہیں
بہار دیکھتے ہم اس میں غنچہ دل کی — گلے میں آپ کے پھولوں کا ہار بھی تو نہیں
گئے تو لیتے گئے دل کو بھی کہ پہلو میں — وہی نہیں ہیں دل بیقرار بھی تو نہیں
یہ شرم ہے کہ اُسے میں سب کہ دونگا — میری خطاؤں کا اخگر شمار بھی تو نہیں ۔

غزل جناب سید نظام الدین شاہ صاحب دلگیر اکبر آبادی

شبیہہ یار کھینچیں منہ کہاں بہزاد و مانی کا — سراپا آئینہ حیرت کا ہی نقشہ جوانی کا
وہ میرا گھر سمجھکر خانہ دشمن سے پھر آئے — میرا مطلب نکل آیا بھلا ہو بدگمانی کا
کیے سیراب زخم ۔ اے تیر قاتل آب پیکاں سے — طریقہ تو نے سمجھا ہی برتا میزبانی کا
چلا ہے نجد کی جانب جو پہنچا نا قہ لیلے — غبار قیس کو عہدہ ملا ہی ساربانی کا
غزل میری یہی دلگیر کچھ توصیف دل — مگر مشہور رہوں اہل سخن کی قدر دانی کا

غزل حسرت موہانی

خوبرویوں سے یاریاں نہ گئیں — دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں
عقل صبر آزما سے کچھ نہ ہوا — شوق کی بے قراریاں نہ گئیں
ق
دن کی صحرا نوردیاں نہ چھٹیں — شب کی اختر شماریاں نہ گئیں
ہوش یاں سد راہ علم رہا — عقل کی ہرزہ کاریاں نہ گئیں
تھے جو ہم رنگ ناز ان کے ستم — دل کی امیدواریاں نہ گئیں
حسن جب تک رہا نظارہ فروش — صبر کی شرمساریاں نہ گئیں
طرز مومن میں مرحبا حسرت — تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں

مے و مینا سے یاریاں نہ گئیں — میری پرہیزگاریاں نہ گئیں
مر کے بھی تاک راہ رہوست — زلفت شعاریاں نہ گئیں
شکباری سے سوز دل نہ مٹا — آہ کی شعلہ باریاں نہ گئیں
حسن ان عم میں نہ چھٹیں — عشق بے تازہ کاریاں نہ گئیں
سب چھوڑ بیٹھے مگر حسرت — درد مندیاں نہ گئیں ۔

فقط

ے خالق دو عالم یہ کیا معاملہ ہے — اُن کو جفا کی خواہش مجھکو وفا کی خواہش
پامال جو رہے ہیں باغ جہاں میں ورنہ — تیرے قدم سے نکلی کیا کیا حنا کی خواہش
ہے موت ہی مسیحا ہے درد ہی مداوا — تیرے مریض غم کو کیا ہو شفا کی خواہش
منہ دیکھکر کسی کا خاموش رہ گیا میں — پہنچی کہاں زباں تک مجھ بینوا کی خواہش
ہمنے اثر سنا ہے اہل رضا کو کہتے — اپنی وہی ہے خواہش جو ہے خدا کی خواہش

ے بوالعجب کہ جاں کی نہیں تن کو اطلاع — راکب کی ورنہ ہوتی ہے توسن کو اطلاع
دو چار دن میں فصل بہاری کا کوچ ہے — اسکی نہیں ہے بلبل گلشن کو اطلاع
[illegible] کی ہے بال سنوارے ہیں یار نے — سنبل کو ہے خبر نہ ہے سوسن کو اطلاع
سینہ کو چاک کرکے اثر کیا دکھائے — ہے داغ دل سے اس مہ روشن کو اطلاع

بدلا ہوا ہے جب سے چمن کی ہوا کا رنگ — [illegible] چمن میں ہے بلبل رنگیں نوا کا رنگ
رنگیں مزاج رکھتے ہیں ہر بات کی تمیز — ہم جانتے ہیں آپ کے ناز و ادا کا رنگ
سنتے ہی میری عرض ہوا لال اُنکا مونھ — [illegible] دیکھا [illegible] مدعا کا رنگ
[illegible] لہ شہید ہے تری دستار سرخ [illegible] — [illegible] خون ہے دیکھئے تیری قبا کا رنگ
بیشک کوئی ولی تھا اثر [illegible] — [illegible] سے خاص ہے اس پارسا کا رنگ

اتنا ہی کوئی خستہ [illegible] کہ ہم — بلبل بھی نالہ کش ہے مگر اسقدر کہ ہم
بے جوہروں کا دعوی توقیر ہے عبث — دنیا میں قدر پاتے ہیں اہل ہنر کہ ہم
بالائے بام آپ کے سونے سے ہمکو کیا — اس سے فروغ یاب ہے چشم قمر کہ ہم
جادو سے چشم سے ہمیں دیوانہ کر دیا — اس میں قصور وار ہے تو فتنہ گر کہ ہم
تیری گلی میں اے مہ تاباں شب فراق — سرگرم نالہ غیر رہا رات بھر کہ ہم
آئے کرم سے پیش ستم کے جواب میں — کرتا ہے یوں عدو سے کوئی درگزر کہ ہم
روئے سخن کا ہم سے گلا کیوں ہے غیر کو — کہتے ہو بات چیت میں تم منہ ادھر کہ ہم
کوئی گل [illegible] ہے گلزار میں کہ تو — آوازہ کش ہے بلبل شوریدہ سر کہ ہم
کہتے نہ تھے کہ دل کا لگانا عذاب ہے — اب بیقرار ہجر میں تو ہے اثر کہ ہم

ہے ذکر [illegible] محشر کے سامان میں
[illegible] بہار ہے

مرے [illegible] بیاں سے اک جہاں تصویر حیرت ہوگیا
مرقع یار کا [illegible] ہمارے دیواں میں

آنکھ جادو نے ارباب نظر کو مار رکھا ہے
کرشمہ [illegible] کے ساتھ اس کی چشم قتاں میں

سبھی گل رنگ [illegible] انتخاب
[illegible] حالت میں

بالیوں ذکر اس نے دشنہ تو نہ برق تیغ
جو پایا تونے نشتر جگر میری رگ جہاں میں

[illegible] صیاد گلچیں باغباں سب کی [illegible]
[illegible] بلبل نے طرح آشیاں ڈالی گلستاں میں

[illegible] سے پانی ہی [illegible] نے [illegible]
[illegible] زلف پیکاں میں

ہوئی جاتی ہی یارب پر کیونکر ہمیشہ دل سے
[illegible] تو جھ ایسی نہیں اس [illegible] شرمائیں

[illegible] راہ کعبہ میں اثر کا ہمسفر ہے کی
وہ کافر [illegible] سورتے [illegible] مسلمائیں

دیا تونے وہ دل خدایا ہمیں
[illegible] نے [illegible] رلایا ہمیں

یہانتک بتوں نے ستایا ہمیں
[illegible] خدا یاد آیا ہمیں

ترا نام لیکر [illegible]
[illegible] دم اگر ہوش آیا ہمیں

یہ بیتابیاں غیر کے واسطے
تجھے دیکھکر صبر آیا ہمیں

اثر شکل ایسی ہوئی ہجر کی
[illegible] دیکھ اپنے پرایا ہمیں

وہ سرو خرامان ادھر آئے تو جانیں
طوبائے تمنا میں ثمر آئے تو جانیں

یعقوب صفت منتظر یار ہیں [illegible]
وہ یوسف گم گشتہ جو گھر آئے تو جانیں

اوصاف کمر لکھنے میں کہ ہی شعرا کو
ہاتھ ان کے جو مضمون کمر آئے تو جانیں

مرغان قفس گوش بر آواز ہیں لیکن
گلشن کی صبا لیکے خبر آئے تو جانیں

آئے ہیں مداوا کے لیے عیسی مریم
اس ان کی دوا دل کو اثر آئے تو جانیں

گل تمہارے عذار ہیں دونوں
رنگ روئے بہار ہیں دونوں

نغمہ و مے کا ذکر مت چھیڑو
ہجر میں ناگوار ہیں دونوں

انکی تیغ نگہ کو مت پوچھو
جگر و دل فگار ہیں دونوں

دیدہ و دل ہیں جان کے دشمن
ورنہ آپس میں یار ہیں دونوں

دیکھے دل ہم تو وہ اُسے لیکر ــ اے اثر بیقرار ہیں دونوں

اثر آتا ہے الم جب دلِ ناکام نہیں ــ گوشِ دلہاے تناں نور و الزام نہیں
طلبِ عفو نہیں اہلِ ستم سے شایاں ــ عذرِ تقصیر بجز خجلت الزام نہیں
وہ ظرافت سے اثر ہمسے کہا کرتے ہیں ــ لذتِ بوسہ بہ از لذتِ دشنام نہیں

کیا تجھے کام بجز نالہ و فریاد نہیں ــ مشغلہ اور کوئی اے دلِ ناشاد نہیں
مدتِ عمر جنوں عمر سے کچھ تھوڑی ہے ــ [illegible] جائیں کہ گھر یاد نہیں
حکمت آموز نہیں اہلِ جفا کی تعلیم ــ [illegible] و استاد نہیں
طلبِ درد سے غافل نہوے دلِ ہمدم ــ واقفِ لذتِ غم و ستم ایجاد نہیں
شکوہ غربت کا اثر کیجئے ہو غالب کیطرح ــ تمکو بھی یارانِ وطن یاد نہیں

سُنا حالِ دل پر کہا کچھ نہیں ــ مرے کان دھر کر سُنا کچھ نہیں
کیا خوب جو کچھ خدا نے کیا ــ تو تم سے ہمکو گلا کچھ نہیں
حسینو کہیں گل سے خوشتر ہو تم ــ مگر تم میں بوے وفا کچھ نہیں
نہ گل پر ہی جوبن نہ بلبل کو جوش ــ چمن کی وہ اگلی ہوا کچھ نہیں
بتوں کی پرستش کہاں تک اثر ــ مگر تجھکو خوفِ خدا کچھ نہیں

شام کو جب چراغ جلتے ہیں ــ دل جلے سیر کو نکلتے ہیں
مضطرب کیا ہو رہروانِ عدم ــ کچھ تو ٹھہرو کہ ہم بھی چلتے ہیں
کون ان کو اثر وہاں پہونچائے ــ حضرتِ دل جہاں بہلتے ہیں

لوگ جب تیرا نام لیتے ہیں ــ ہم کلیجے کو تھام لیتے ہیں
بادہ بھی مست نانہ ہوتا ہے ــ جس ادا سے وہ جام لیتے ہیں
جانکر میر کا کلام اثر ــ لوگ تیرا کلام لیتے ہیں

ہر بات پر وہ کرتے ہیں تکرار کیا کہیں ــ جھگڑا اثر بپا کئے رہتے ہیں بیکار کیا کہیں
ہر دم وہ دل کو دیتے ہیں آزار کیا کہیں ــ ہم زندگی سے رہتے ہیں بیزار کیا کہیں
وہ دل کا مول کرتے ہیں جیسے مشتی ہیں ہم ــ کھوتا ہے مالِ مفت خریدار کیا کہیں

دیتے نہیں سوال کا جیسی کوئی جواب
اچھی نہیں ہے حالت بیمار کیا کہیں

میری بھلی بھی اُن کو بری لگتی ہے اثر
جیسے ہیں وہ عدو کے طرفدار کیا کہیں

رات کیا کیا نہ بڑھا دردِ جگر مت پوچھو
کس خرابی سے کٹے چار پہر مت پوچھو

ہمدمو کہہ تو چکے حالِ دلِ خوں گشتہ
اب ہمیں تاب نہیں بار دگر مت پوچھو

محفلِ غیر میں سے گئے چہرہ گلشن
رات جس رنگ سے وہ آئے نظر مت پوچھو

چہرہ غیر ہے آئینہ ہمارے غم کا
ہمپہ جیسی ہے عنایت کی نظر مت پوچھو

کچھ خدا جانتا ہے جیسی بسر ہوتی ہے
زندگی ہے کہ مصیبت ہے اثر مت پوچھو

وضعِ احباب جہاں وجہ محن ہے ہمکو
شامِ غربت سے بتر صبحِ وطن ہے ہمکو

اشک ریزی سے تری بزم میں اے غیرتِ ماہ
صورتِ شمع کہاں تابِ سخن ہے ہمکو

جورِ احباب و تمنائے سیاحت سے اثر
قصدِ ترکِ وطن و سیرِ دکن ہے ہمکو

وہ جس وفا ہم ملے یار کو
کہ ہو ناز جس پر خریدار کو

بھلا اب تو دل میں نظر آئے آپ
بہت ہم ترستے تھے دیدار کو

جو برعکس ہے آپ کا قول و فعل
ہم اقرار سمجھیں گے انکار کو

دوا کیا پلاتے ہو اے ہمدمو
اذیت نہ دو دل کے بیمار کو

بہت ابر رونا پھرا ملک ملک
نہ پہونچا مری چشم خونبار کو

چمن میں جو نالے ہمارے سنے
غشی لگ گئی بلبلِ زار کو

اثر بے زری میں کرو رہن ہے
ہم اپنی فضیلت کی دستار کو

الجھی سلجھی رہنے دو کیوں آفت سر لاتے ہو
دل کی الجھن بڑھتی ہے جب زلفوں کو سلجھاتے ہو

آنکھیں جھپکی جاتی ہیں متوالے کیسے ہو
جاگے کس کی سنگت میں جو نیند کے اتنے ماتے ہو

دل سے اثر کیا کہتے ہو جانکا سودا عشق بحث
تم بھی تو دیوانے ہو دیوانے کو سمجھاتے ہو

نہ شمشیرِ جفا شوق سے سر رکھتے تو
لیکن اغیار ہمارا سا جگر رکھتے تو

کیا اسیرانِ قفس سیر کے خواہاں ہوتے
آمدِ فصلِ بہاری کی خبر رکھتے تو

مجرمِ عشق سہی دل تھا مگر مایۂ ناز
آبرو اس کی تم اے دیدۂ تر رکھتے تو

دیکھے دل ہو گئے بیدل یہ کیا کیا تمنے
مال کھوٹا ہی سہی تو بھی اثر کیجئے تو

کیوں رہی حیراں نہ دست سیمبر میں آئینہ
قدرت حق دیکھتا ہے اپنے گھر میں آئینہ

محو حیرت کسقدر ایسا دل بحر دوں ہوا
بنگیا آنسو کا قطرہ چشم تر میں آئینہ

دیکھ اے قاتل صفائے حسن کی تاثیر ہے
صاف خنجر بنگیا تیری کمر میں آئینہ

جب سے دیکھا ہی ترے روئے مصفا کو صنم
سنگ خاک آلودہ ہی اپنی نظر میں آئینہ

یوں ہی گر اسکی سخن سنجی ترقی پر رہی
کیوں نہ بن جاوے تو اے دست اثر میں آئینہ

دل سے کیا پوچھتا ہی زلف گرہگیر سے پوچھ
اپنے سرشار کے احوال تو زنجیر سے پوچھ

میری جانبازی کے جوہر سے نہیں تو واقف
کچھ کھلے ہیں تری شمشیر پہ شمشیر سے پوچھ

پرسش حال کو جاتی ہی کہاں اے لیلے
قیس کا حال ہی کیا قیس کی تصویر سے پوچھ

یوں تو استاد فن شعر بہت سے گزرے
کسکو کہتے ہیں غزل گوئی اثر میر سے پوچھ

ہے جوش بہار اب کے برس اور زیادہ
بیتاب ہیں مرغان قفس اور زیادہ

ہوشیار ہو مجنوں کہ قریب آگئی لیلے
آنے لگی آواز جرس اور زیادہ

کیا ذکر عدو سے تھی غرض بوجھ گئے ہم
ارشاد کی حاجت نہیں بس اور زیادہ

جب اپنے ترسنے کو بیاں کرتے ہیں انسے
کہتے ہیں وہ ہنسکر کہ ترس اور زیادہ

بڑھتی ہے سوا غم سے طبیعت کی روانی
مہمیز سے ہو تیز فرس اور زیلدہ

پیری میں اثر شامت اعمال سے اکثر
ہوتی ہے جوانی کی ہوس اور زیادہ

دولت نہیں ملتی ہی کہ عزت نہیں ملتی
جس چیز کی طالب ہی طبیعت نہیں ملتی

مدت سے جو دل ہی تری بیداد کا خوگر
بے رنج سے جان کو راحت نہیں ملتی

ہے وار پیاپے جو تری تیغ جفا کا
ظالم مجھے دم لینے کی فرصت نہیں ملتی

ثابت ہوا فرہاد تری کوہکنی سے
کچھ کیجئے مزدوری الفت نہیں ملتی

سینہ تو مرا راز محبت سے بھرا ہے
اغیار سے خالی تری صحبت نہیں ملتی

اس عہد میں کیا حال برا ہی شرفا کا
سرکار میں دو دن کی خدمت نہیں ملتی

کیا حال دل زار اثر تجھکو سنائے
بیچارے کو گفتار کی طاقت نہیں ملتی

سمجھکے دل نے مزے یار کی جفا کیلیے
دہان زخم کیلئے شور و شب [illegible] کیلیے

تری سرشت ہی اے یار بیوفائی کی
وفا نہ تیرے لیے ہی نہ تو وفا کے لیے

خبر جو لیگئی گلشن میں تیری آمد کی
بہار شوق میں گل نے قدم [illegible] لیے

انہیں خبر نہیں اکسیر خاکساری کی
جو خاک چھانتے پھرتے ہیں کیمیا کے لیے

یارب ترے کرم کی موافق ہوا ملے
کشتی مری نجات کے ساحل سے جا ملے

پوچھا گیا جو روز ازل کس کو کیا ملے
چلائے ہم کہ ہمکو دل مبتلا ملے

یارب یہی سزا ہمیں روز جزا ملے
جنت میں [illegible]

ملنا اسی کو کہتے ہیں اے بخت نارسا
خنجر کی [illegible] میں [illegible] کیا ملے

بدمست جائیں داور محشر کے سامنے
[illegible] ہمیں [illegible] ملے

ظالم تری جفا میں نہیں عذر کچھ [illegible]
[illegible] عذر جفا سے

عجلت سے رفتگاں عدم کی ہم [illegible]
[illegible] جا ملے

واحسرتا وہ بزم وہ صحبت نہیں رہی
وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی

جب دوستوں کو ہم سے [illegible] نہیں رہی
ہم کو بھی اُن سے جائے شکایت نہیں رہی

کار مسیح شدت آزار نے کیا
اچھا ہوا علاج کی حاجت نہیں رہی

دل وضع احتیاط سے اے آہ تنگ تھا
اب شاد ہی کہ ضبط کی طاقت نہیں رہی

دل کو غنی طلب سے کیا یاس نے انر
واحسرتا کہ وصل کی حسرت نہیں رہی

آواز صور کون سنیگا۔ خمار سے
میکش تو اُٹھنے والے نہیں ہیں مزار سے

امسال ڈر ہی جوشش فصل بہار سے
شاخیں نہ پھٹ پڑیں کہیں پھولوں کے بار سے

گلشن میں آمد آمد فصل بہار سے
دل بلبلوں کے جانے لگے اختیار سے

پیری میں دل کو ربط ہی اک گلعذار سے
اپنی خزاں بھی کم نہیں فصل بہار سے

جفائیں ہوتی ہیں گھٹتا ہی دم ایسا بھی ہوتا ہے
مگر ہم پر جو ہی تیرا ستم ایسا بھی ہوتا ہے

عدو کے آتے ہی رونق سدھاری تیری محفل کی
معاذ اللہ انساں کا قدم ایسا بھی ہوتا ہے

رکاوٹ ہی خلش ہی چھیڑ ہی ایذا پہ ایذا ہے
ستم کے بعد کرتے ہیں کرم ایسا بھی ہوتا ہے

دل مجبور آخر انتہا ہے ہر نحوست کی
مگر شکوہ ہماری بے سبب کی بدگمانی کا

ہمیں بزم عدو میں وہ بلاتے ہیں تمنا سے
نہو درد جدائی سے جو واقف اسکو کیا کہئے
کبھی کچھ ہوتا رہتا ہے اثر اسکی خدائی میں

جب ہوں زبان خلق پہ پرچے ہمارے
ناصح غم فراق میں ہم رو رہے یوں لہو
کرتا ہوں عاشقی میں صنم تو بکن کے کام
سینہ سے آملو کہ نہیں طاقت فراق
کیونکر ہمیں قرار کا پہلو ملے آ تیرا

رسوا جہاں میں خلق میں بدنام کر چکے
مرنے پہ بھی رہا جو یہی اضطراب [illegible]
بدنامیوں کا خوف اگر یوں نکار ہا

دل کسیکو اگر دئے ہوتے
کاش اے رحم داور محشر
کلئے کیونکر اثر بہار کے دن

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
کیا رکیں خضر سے ہم چشم ہد ایسے دل
میں ہوں اے قیس وہ مجنوں کہ بچشم حیرت
تجھسے اے ناصح ناداں یہ سمجھنے کا نہیں
شہسواری سخن کا جسے دعویٰ ہو اثر

نہ صرف گل کی بدولت چمن میں آگ لگی
بتوں کی شعلۂ رخسار کی حرارت سے

کبھی مسعود ہوتے ہیں ہم ایسا بھی ہوتا ہے
محبت میں ترے سر کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے
کرم ایسا بھی ہوتا ہے ستم ایسا بھی ہوتا ہے
ہمیں وہ دیکھکر کہتے ہیں تم ایسا بھی ہوتا ہے
کریں دعویٰ خدائی کا صنم ایسا بھی ہوتا ہے

صیاد ہم قفس [illegible] ہیں دل کو مار کے
ہوتے ہوا سے [illegible] دل اختیار کے
کچھ کم نہیں پہاڑ سے دن انتظار کے
اس وقت کام آؤ دل بیقرار کے
ہم ہاتھ میں پڑے ہیں دل بیقرار کے

تم اپنا کام دیدۂ ناکام کر چکے
ہم بیقرار قبر میں آرام کر چکے
تب آپ عاشقی میں اثر نام کر چکے

یوں نہ بیکار ہم جیئے ہوتے
ہم گناہ اور بھی کیئے ہوتے
مے سے توبہ اگر کیئے ہوتے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے
کہیں دشت محبت کا وہ رستا دیکھے
پھاڑ کر پردۂ محمل مجھے لیلےٰ دیکھے
اور کوئی دل بیتاب کو سمجھا دیکھے
توسن طبع مرے سامنے چمکا دیکھے

پلاس پھوٹتے ہی نکلے بن میں آگ لگی
روان شیخ و دل برہمن میں آگ لگی

نہیں یہ رنگ فروزاں ہے آتش غیرت
ترے لبوں سے عقیق یمن میں آگ لگی

ہرا بھرا نہو کیوں نخل عشرت خسرو
نہال آرزوے کوہکن میں آگ لگی

مرے کلام شرربار کے اثر سے اثر
عدو کے دعوی شعر و سخن میں آگ لگی

کب بعد مرگ حاجت شمع مزار ہے
دل پر ہمارے داغ شب انتظار ہے

برق فروغ حسن ہے ناکامی نگاہ
نظارہ سوز عارض تابان یار ہے

کھینچا ستم سے ہاتھ جو اس نے تو غم نہیں
اے دل یہ کیا ہے کم کہ وہ غفلت شعار ہے

کس بے کسی میں۔ اے مرے مالک پڑی بچا
دل پر ہی اختیار نہ قابو میں یار ہے

گرمی مرے کلام میں کیونکر نہو اثر
سوز غم دروں سے نفس شعلہ بار ہے

فلک تجھ سے بچکر کدھر جائے کوئی
تو سر پر ہی ظالم جدھر جائے کوئی

قیامت کا قد ہے بلا کی ہیں آنکھیں
بجا ہے اگر تجھ پہ مر جائے کوئی

رہے خاک ہو کر اسی سرزمیں کی
تمہاری گلی میں اگر جائے کوئی

یہ کہدو کہ ہم کو بھی ہمراہ لے لے
عدم کی جو لانے خبر جائے کوئی

خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے
ستم زیردستوں پہ کر جائے کوئی

جام مے منہ سے لگا دے ساقی
لب لب ہاتھوں سے پلا دے ساقی

رنج کو دل سے بھلا دے ساقی
مجھے بیہوش بنا دے ساقی

کر چکے خانہ خمار تہی
میکشو اب نہیں کیا دے ساقی

لب میں ذکر سنوں کوثر کا
کوئی دم خدا کو بلا دے ساقی

مے پرستی ہے گلشن کی ہوس
زلف چہرے سے ہٹا دے ساقی

ہوش آنے لگے جس دم مجھکو
تھوڑی سی منہ میں چوا دے ساقی

کیا یہ مستانہ اثر کی ہے غزل
مے پرستوں کو سنا دے ساقی

پہلے تو نہ تھی شدت درد جگر ایسی
رہتی تھی غشی مجھکو نہ دو دو پہر ایسی

مرغان قفس مر گئے دم بھر میں پھڑک کر
کیا لائی صبا جا کے چمن سے خبر ایسی

اس گل سے لگا آئے گی یوں میری لپٹ سے
امید نہ تھی تجھ سے نسیم سحر ایسی

قیمت عہ **دیوان وحشت** قیمت عہ

یعنی

مجموعہ کلام اردو و فارسی جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت

مژدہ باب نظر کو مژدہ ہو کہ یہ دیوان جو فصاحت و بلاغت کی جان ہے جسمیں قدیم و جدید طرز شاعری کی بہترین مثالیں موجود ہیں جسکی زبان کی نسبت مشاہیر عصر متفق ہیں کہ دہلی اور لکھنو کی زبان کا عمدہ نمونہ ہیں اور جو قریب قریب کل اصناف سخن پر محتوی ہے نہایت حسن و خوبی کیساتھ چھپکر شائع ہو گیا ہے اسکا شائع ہونا صرف شاعری بلکہ ہم یوں کہنا چاہئے کہ اردو لٹریچر کی دنیا میں ایک اہم واقعہ خیال کیا جاتا ہے جسمیں معانی کیساتھ سلاست بیان بیان کیساتھ جدت اور پسندیدگی الفاظ نے ایک طلسم شگرف باندھا ہے کہ جسکو دیکھکر نکتہ سنجان سخن نے بے اختیار تحسین و آفرین کی صدا بلند کی ہے۔

شمس العلما مولانا حالی فرماتے ہیں... ایسے کیا اردو اور کیا فارسی دونوں زبانوں میں ایسے دیوان چھپکے شائع ہونے کی بہت ہی کم امید ہے آپ ہمارے قدیم اہل کمال کی یادگار اور انکا نام زندہ رکھنے والے ہیں

شمس العلما مولانا شبلی... آپکے کلام میں حیثیت الاغلب جدت [illegible] رت [illegible] پختگی ہوتی ہے غالب و مومن کی ترکیبیں ایسے خوب [illegible] برتی ہیں

حضرت ظہیر دہلوی یادگار ذوق مرحوم... آپکا کلام بلاغت نظام دیکھکر مجھے لا یزال کسی شاعر کا کلام نظر میں نہیں جچتا غالب ثانی ہو نے میں آپکے کوئی کلام نہیں خدا کی قدرت ہے ایسے ایسے با کمال ہندوستان میں چھپے ہوئے ہیں [illegible] دفتر

حضرت شوق قدوائی لکھنوی مصنف "شوق ترانہ شوق" شاید ہی کوئی شعر ہو جو جدت مضمون طرز فصاحت اور نمک یا حسن سے پر اثر جدید سے خالی ہو... ہر شعر قابل دیکھنے اور داد دینے کے ہے

شمس العلما نواب سید امداد امام صاحب اثر عظیم آبادی... میری دست میں بالیقین آپ مجتہدان فن ہیں

مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی لکھنوی... آپکے کلام کی داد دینا سخن ناشناسی کی دلیل ہے

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا لاہور... آپکی غزلیں [illegible] اور [illegible] خاص مرغوب [illegible] فارسی کلام میں آپکی طبیعت کا عمدہ نمونہ ہیں [illegible] آپکا ایک مستقل تر ہے دیکھنے والے [illegible] آپ کے کلام میں [illegible]

(مستند رسائل و اخبارات مثلاً اردوئے معلی علیگڈہ مخزن لاہور دلگداز لکھنو [illegible] معیار لکھنو [illegible]

[illegible] مشرق گورکھپور [illegible] متفق ہو کر [illegible] ظاہر کی [illegible] دیوان اعلی درجہ کی سخن طرازی کا نمونہ **ملنے کا پتہ**

مصنف کے پتے پر [illegible] ڈاکخانہ بالیگنج کلکتہ سے یا [illegible] سے ملیگا، ہندوستان کے مشہور کتب فروشوں کے ہاں بھی

المشتہر - احقر محمد غنی حیدر مالک و مہتم ستارۂ ہند پریس [illegible] بیالو [illegible] روڈ ڈاکخانہ [illegible] کلکتہ

مرکب عشبہ کے اکتالیس فوائد

جسکی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں اور ڈی کلکٹروں نے کی ہے

جسکی تصدیق کئے ایک سو دس مریضوں نے استعمال کرکے [illegible] کی ہیں

فائدہ (۱) وہ یہ ہیں جب کسی کو آتشک یا سوزاک ہو چکا ہو [illegible] کے بعد جسم پر سیاہی آجائے چہرہ اور جسم پر سیاہ داغ پڑ جائیں یا جوڑ دکھیں اور ہڈیوں میں درد ہو تو [illegible] استعمال کرنے سے تمام [illegible] دور ہو جاتے ہیں

فائدہ (۲) جسکی تصدیق [illegible] مختلف [illegible] عمر کے لوگوں نے کی [illegible] معدہ کی خرابی جگر [illegible] ہو جاتے تھے دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے چہرہ [illegible] اور مردہ پن پیدا ہوتا جاتا تھا [illegible] معدہ [illegible] کبھی دست کبھی قبض ہو جاتی تھی اور وہ سب اس کے استعمال سے دور ہو گئے

فائدہ (۳) جسکی تصدیق دو سو مریض آزما کر کرتے ہیں خون گندہ ہونے سے چہرہ پر یا تمام جسم پر دانے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ پیدا ہو کر [illegible] جہاں وہ پانی لگتا تھا زخم ہو جاتے تھے

فائدہ (۴) جسکی تصدیق ۵۴ آدمی کرتے ہیں ان کی رانوں کا چہرہ [illegible] سخت خارش ہوتی تھی ہر وقت [illegible] اور ان سے بدبو آتی تھی

فائدہ (۵) جسکی تصدیق ۱۱ مریض کرتے ہیں [illegible] مختلف حصہ جسم میں بغل اور گردن میں [illegible] گلٹیاں پڑ جاتی تھی اس کے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آئندہ پیدا ہونے سے بچا ہو گئیں

فائدہ (۶) جسکی تصدیق [illegible] مریض کرتے ہیں [illegible]

فائدہ (۷) جسکی تصدیق ۵۴ آدمی کرتے ہیں [illegible] تمام بدن [illegible] جس سے [illegible] دن بدن [illegible]

فائدہ (۸) جسکی تصدیق چار سو عورتیں استعمال کے بعد کرتی ہیں [illegible] ایام حیض میں سر میں سخت درد ہوا کرتا تھا [illegible] استعمال سے ایام ماہواری [illegible]

الغرض یہ مرکب آتشک چینی اور عشبہ وغیرہ کا سب سے بہتر ہے

یہ [illegible] بہت سے انگریزی نسخے [illegible] ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ [illegible] اس ملک کے [illegible] بنائے جاتے ہیں جس سے زیادہ [illegible] ہوتا ہے [illegible] سریع العمل فائدے دکھلاتے ہیں اس جوہر [illegible] اندرونی بہت اچھا اثر [illegible] جس سے تمام چہرہ کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں

یہ مرکب عشبہ [illegible] سال [illegible] مختلف [illegible] تجربہ کیا گیا ہے اگر آپ کو [illegible] شکایت ہو تو آپ تجربہ کرکے ہمارے بیانات کی تصدیق کیجئے ثبوت کے لیے اس جوہر کے استعمال سے پہلے بدن کو وزن کرکے لکھوا اور پھر ایک ماہ [illegible] وزن کر لیں وزن ڈیوڑھا ہو جائیگا اور چہرہ کا رنگ [illegible] صاف ہونے سے کندن کی طرح دمکنے لگے گا

قیمت شیشی کلاں ایک ماہ کے نسخے [illegible] روپیہ (عہ) قیمت شیشی خورد ڈیڑھ روپیہ (عہ)

پتہ شفاخانہ [illegible] زبدۃ الحکما حکیم ڈاکٹر غلام نبی [illegible]

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصلی عرق کافور

ارے دو روپے جیسے نے ڈاکٹر برمن کا عرق کافور لے آؤ۔ جب کسی کو ہیضہ ہوتا ہے اس کے گھر میں ایسی ہی پکار پڑ
اور گھبرا کر یہی کہتے ہیں کہ اگر پہلے ہی سے تھوڑا سو پونے تو یہ تکلیف کیوں اٹھانا پڑے۔ کیوں نہیں ایک شیشی
عرق کافور کی لیکر گھر میں ڈال رکھتے ہو۔ یہ اصلی عرق کافور کی لیکر گھر میں ڈال رکھتے ہو۔ یہ اصلی عرق کافور
چھبیس برس سے مشہور اور تجربہ کی ہوئی ہیضہ کی انمول دوا ہے۔ گرمی کے دست۔ پیٹ کا درد مروڑا اور
متلی کے لیے اکسیر کا اثر رکھتی ہے قیمت فی شیشی ۱ر ۵ر ۴ر، محصولڈاک ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵ر

اصلی عرق پودینہ نمبر

عرق پودینہ ہر ایک بال بچہ دار کو یہ دوا گھر میں رکھنا چاہیئے یہ عرق ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں
سے بنایا گیا ہے۔ اس کا رنگ بھی اصل پتی کے سبز اور خوشبو بھی تازہ پتیوں کے مانند
رہتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروشوں نے بنایا ہے۔ ریاح کے لیے ایک نہایت
مفید دوا ہے۔ پیٹ کا پھولنا ڈکار کا آنا۔ پیٹ کا درد۔ بدہضمی متلی اور اشتہا کا کم ہونا یہ سب ریاحی
علامتیں جلد دور ہو جاتی ہیں۔ گود کے بچوں کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسری دوا نہیں ہے قیمت فی شیشی

محصولڈاک ۵ر

اصلی پیپرمنٹ

پیپرمنٹ کا تیل پیٹ کا درد بدہضمی اور ریاح کے فساد میں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے
یہ پیپرمنٹ امریکہ سے منگایا جاتا ہے۔ ولایتی پیپرمنٹ سے یہ کہیں بڑھکر بہتر اور مفید ہے اسی پیپرمنٹ میں
تارپین کا تیل ملا کر ایک کی تین شیشی بنا کے لوگ بازاروں میں چار آنہ فی شیشی بیچتے ہیں قیمت فی شیشی
آدھ اونس ۱۰ر محصولڈاک وغیرہ ایک شیشی سے چار شیشی تک ۵ر

کلوروڈاین

کلوروڈاین یہ انگریزوں کی مستند خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑ خواہ وہ کسی صورت میں ہو
اس کے دو ایک بار استعمال کرنے سے صحت ہوتی ہے۔ اسہال آؤں کے دست پیچش مروڑ پیٹ میں
درد یا ہیضہ کے لیے کلوروڈاین مفید دوا ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے نامی دوا خانہ سے یہ دوا بنوا کر
جو کہ پیٹنٹ اور زیادہ قیمت کی کلوروڈاین کے بالکل برابر اور قیمت میں ارزاں ہے اس لیے یہ عالمہ زیادہ
دام و یکہ پیٹنٹ کلوروڈاین نہ خریدنے کی التماس ہے بلکہ اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ اور اس کا استعمال
شروع فرمائیں قیمت فی شیشی ۶ر فی درجن للعہ روپیہ مفصل حالات کی کتاب بلا قیمت بھیجی ہے منگا کر ملاحظہ
فرمائیے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ ۔ ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ میڈیکل آفیسر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں و میڈیکل کالج کے پروفیسروں اور نامور ڈاکٹروں
اور ڈلیاں یافتہ ولایت کے یونیورسٹی کے سند یافتہ ہیں
ڈاکٹروں ودو لیاں یافت ولایت کے یونیورسٹی کے سند یافتہ
ہو نیں ڈاکٹروں نے بعد تجربہ کے اس سرمہ کی تصدیق فرمائی
ہے یہ سرمہ جملہ امراض کیلئے اکسیر ہے ضعف بصارت و تاریکی چشم
دھند جالا پڑوال پھولا سبل سرخی ابتدائی موتیابند ناخنہ
پانی جانا سوزش وغیرہ ور کے استعمال سے بینائی بڑھ جاتی ہے
اور عینک کی حاجت نہیں رہتی بچوں سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ
یکساں مفید ہے قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے مبلغ ع
ممیرے کا سرمہ سفید اعلیٰ قسم کا فی تولہ ۲ روپے خالص ممیرہ
کی ناشپیں دیسی مصری سرمہ فی تولہ چار آنہ محصولڈاک ذمہ خریدار
المشتہر پروپرائٹر میاں سنگھ اہلووالیہ مقام ضلع گورداسپور پنجاب

اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے

یعنی ممیرے کے سرمہ کو جو کرسرداسنگھ صاحب نے تیار کیا ہے آپ
خود اور بہت مریضوں پر استعمال کرکے دیکھا ہے میں بہت ہی
خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ یہ نادر سرمہ ممیرے کا سچا ہے
مفید اور آنکھوں کی بیماریوں کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے
میں اپنے تجربہ میں آجتک کوئی سرمہ اس سے زیادہ فائدہ بخش
نہیں دیکھا آپ کہ آنکھوں کی کسی قسم کی ذراسی بھی کسی قسم کی شکایت ہو
تو میں ان سے اس کے استعمال کرنیکی سفارش کرتا ہوں کہ ضرور
بہر مفید و فائدہ بخش ثابت ہوگا یانی آنا دھند خارش سرخی
کیونکہ انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوگا
اور سچ سچ مجھے اسقدر ستے دام میں یہ سرمہ ایجاد کرکے
ملک و قوم پر بڑا احسان کیا ہے اسکا شکریہ الفاظ میں معنی محال ہے
ملک کے عام لوگ آپکے سرمہ سے فیضیاب ہوں اور فائدہ اٹھائیں اور
ہر طرح کی بیماریوں سے نجات حاصل کریں
پنڈت [illegible] بہادر [illegible]

رسالہ اردوی معلّٰی

کاغذ ولیسی سفید لکھائی چھپائی پسندیدہ حجم ۴۴ صفحے ماہوار
قیمت سالانہ مع محصول صرف ع نمونہ کیلئے تین ٹکٹ بھیجو کا
مجموعہ ۴ مع محصولڈاک [illegible] [illegible]

یعنی صحیح و فصیح اردو کا ماہوار رسالہ [illegible] کے قدرے
رہا ہونے پر اکتوبر سنہ ۹ [illegible] ہوا ہے
بدستور لٹریچر اور پالٹیکس۔ درخواست خریداری بنام
سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے اڈیٹر اردوی معلّٰی
نوٹ (۱) اردوی معلّٰی کے ساتھ ضمیمہ ہر ماہ اساتذہ قدیم
و جدید کے دواوین میں سے ایک کا انتخاب شائع ہوتا ہے
رسالہ کی قیمت مع دواوین ع سالانہ مع محصول ہے
نوٹ (۲) عہ یا عنہ یکمشت دیکر ہر شخص اردوی معلّٰی یا
اردوی معلّٰی مع ضمیمہ کا دوامی خریدار بن سکتا ہے

قیمت انتخاب اردوی معلّٰی عہ

یعنی اردوی معلّٰی کی گذشتہ پانچسال کی دس جلدوں کے
بہترین مضامین نظم و نثر کا انتخاب جس کی نسبت وثوق
کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا دلچسپ مجموعہ کسی دوسری
جگہ نہیں ملسکتا۔ قیمت صرف عہ

گلدستہ حسرت

یعنی مجموعہ غزلیات حسرت موہانی نوشتہ شعرائے رنگین بدل دید
قیمت مع محصولڈاک صرف ۲

اخبار مسلمان امرتسر

فی زمانہ مخالفین اسلام کی طرف سے جو حملے اسلام پر چاروں طرف سے
ہو رہے ہیں کسی سے مخفی نہیں اس لیے اسلام کی تائید اور
مخالفین کی تردید کے لیے اخبار مسلمان جاری کیا ہے جو ہر
[illegible] امرتسر سے نکلتا ہے قیمت سالانہ عا نمونہ کیلئے ٹکٹ بھیجئے
مولوی فاضل ابوالوفا ثناء اللہ اڈیٹر مسلمان امرتسر

سید فضل الحسن حسرت موہانی نے اپنے اردو پریس علیگڈھ میں چھاپا اور دفتر اردوئے معلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۵۱

اُردوے معلی

علیگڈھ

نمبر ۱۲ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۰ء | جلد ۱۱

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے

فہرست مضامین

اُردو پریس واقع علیگڈھ میں چھپا

قیمت سالانہ مع محصولڈاک } بلا ضمیمہ عہ / مع ضمیمہ ۶ر

حیاتِ تسلیم کامل

خاکسار ضمیر الدین احمد عرشؔ مقیم گیا کفش بردار جناب شیخ امیر اللہ صاحب تسلیمؔ لکھنوی یادگارِ مومنؔ و نسیمؔ دھلوی نے حیاتِ تسلیم مطبوعہ لاہور کے تکمیل کی کوشش کی ہے شعرائے دیرینہ سال و احبابِ حضرتِ تسلیم و دیگر تلامذہ تسلیم واجب التعظیم سے عرض ہے کہ آپ صاحبوں کو واقعات واقفیت جو کچھ استاد تسلیم یا ضمناً نسیم دہلوی مرحوم و مومن خانصاحب وغیرہ کی ہو جو اب تک کسی تذکرہ میں درج نہیں بصحت تمام و بہ تصدیق لا کلام خاکسار کے پاس خوشخط لکھکر بھیجدیں کہ بحوالہ نام نامی آپ صاحبوں کے شکریہ کے ساتھ درج حیاتِ تسلیم کامل کر دیجائے۔ تین مہینے تک آپ حضرات کا انتظام کر کے کتاب بغرضِ طبع جناب مولانا حسرت صاحب اڈیٹر اُردوئے معلی کے پاس بھیجدیجائے گی۔ شاگردانِ جنابِ تسلیم بھی اپنی مختصر حالات معہ منتخب کلام کے بھیج سکتے ہیں کہ انکو ضمناً درج کردوں فقط **المشتھر** ضمیر الدین احمد عرشؔ۔ گیا۔ معروف گنج

اسرارِ رنگون

برہما کے دار الخلافہ رنگون میں مختلف اقوام کے باہمی میل جول کی اصلی تصویر وہانکے باشندوں کی اصلی حالت کا صحیح مرقعہ اور عشق و محبت کے واقعی حالات۔ اس ناول میں بیان ہوئے ہیں۔ سچے واقعات کی اصلی کیفیت اور ناول کے تمام اشخاص متعلقہ کی جیتی جاگتی تصویریں پیش نظر آجاتی ہیں حجم ہونے دو سو صفحہ سے زاید تقطیع کلاں کاغذ لکھائی اور چھپائی بیحد زیب۔ اسپر قیمت صرف عہ محصولڈاک خرچہ ویلو بذمہ خریدار شائقین درخواست خریداری بھیجنے میں جلدی کریں۔ ورنہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا۔ **المشتھر** منیجر الرفیق پوسٹ بکس ۳۶۱ (رنگون)

الوارث

اس نام کا ایک صوفیانہ مشرب ماہوار رسالہ ماہ جنوری ۱۹۱۱ء سے مطبع حکیم برہم گورکھپور سے چھپکر نکلیگا۔ جسکے مالک جناب منشی عزیز اللہ صاحب رئیس گورکھپور ہونگے زرچندہ (عہ) سالانہ منشی صاحب موصوف کے نام گورکھپور محلہ الہداد پور کے پتہ سے آنا چاہیئے۔ مضامین دفتر

شریعت و طریقت کے [illegible]

بھی مقرر ہوگا فقط خاکسار۔ سید غفور شاہ حسامی الوارثی "اسلامک تھیاسوفیکل مشنری"

اڈیٹر۔ الوارث۔ شہر گورکھپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاباں

(سنہ ۱۷۲۰ء تا سنہ ۱۷۴۵ء)

نام وسلسلہ شاعری میر عبدالحی نام تاباں تخلص حضرت علی موسی رضا علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔ شاہ حاتم نے اپنے دیوان کے دیباچے میں جہاں اپنے سب تلامذہ کے نام لکھے ہیں ان کو بھی اپنے شاگردوں میں شمار کیا ہے لیکن اصل میں "یہ شاگرد محمد علی حشمت کے تھے جو ان کو چاہتے تھے اور ہوسکتا ہے کہ دونوں کو شعر دکھلاتے ہوں" لیکن صاحب گلشن بیخار کا قول ہے کہ "تا لہ کہ موزوں میکرد بگوش سودا میرسانید و بنسبت شاگردیش چمن چمن برخویشتن می بالید" نساخ نے بھی سخن شعرا میں شیفتہ کی تقلید کی ہے اور تاباں کو مرزا سودا کا شاگرد ٹھہرایا ہے حالانکہ اس دعوے کا غلط ہونا متحقق ہے۔ میر تقی میر نے ان کو حشمت کا شاگرد لکھکر اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ "زبان رنگینش پاکیزہ تراز برگ گل گلستان سخن را نازک دماغ بلبل۔ ہرچند عرصہ سخن او ہمیں در نقطہائے گل وبلبل تمام ست اما بسیار برنگینی میگفت۔ نسبت شعر استاد او را رتبہ شاگردی او نبود۔"

وضع قطع اخلاق وعادات اُردو شاعروں کا کوئی تذکرہ ایسا نہیں ہے جسمیں انکے حسن صورت کی تعریف مبالغے کی حد تک نہ کی گئی ہو۔ آزاد تذکرہ آب حیات میں ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ "یہ ایک نوجوان شریف زادہ حسن خوبی میں اسقدر شہرۂ آفاق تھا کہ خاص و عام اُسکو یوسف ثانی کہتے تھے۔ گوری رنگت پر کالے کپڑے بہت زیب دیتے تھے۔ اسلئے ہمیشہ سیہ پوش رہتا اسکے حسن کی یہانتک شہرت پھیلی کہ بادشاہ کو بھی دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ معلوم ہوا کہ مکان حبش خاں کے پھاٹک میں ہے۔ اور وہ بڑا دروازہ جو کوچۂ مذکور سے بازار لاہوری دروازہ میں نکلتا ہے۔ اُسکے کوٹھے پر نشست ہے زمانہ کی تاثیر اور وقت کے خیالات کو دیکھنا چاہیے کہ بادشاہ

خود سوار ہو کر اُس راہ سے نکلے۔ انہیں بھی خبر ہو گئی تھی۔ بنے سنورے اور بازار کی طرف موڑھا بچھا کر آ بیٹھے۔ بادشاہ جب اُس مقام پر پہنچے۔ تو اسلئے کہ ٹھہرنے کو ایک بہانہ ہو۔ وہاں آبِ حیات مانگا۔ اور پانی پیکر دیکھتے ہوئے چلے گئے۔"

میر تقی میر نکات الشعرا میں لکھتے ہیں کہ "تاباں نوجوان بامزہ بود سید نجیب الطرفین۔ بسیار خوش فکر خوبصورت خوشخو سے پاکیزہ سیرت۔ معشوق عاشق مزاج تا حال در فرقۂ شاعراں ہمچو شاعرِ خوش ظاہر از کمن بطون عدم بعرصۂ ظہور جلوہ گر نشدہ بود۔"

میر حسن صاحب مثنوی نے اپنے تذکرہ شعرا میں انکا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ میاں[1] عبدالحی المتخلص بہ تاباں در وقت محمد شاہ بادشاہ مشہور و معروف است در وقت خویش نظیرے نداشت۔ سید زادہ بود بجمال حُسن و وجاہت تمام عالم فریفتۂ حُسن اُو بود بلکہ گرم بازاری ریختہ از آں شعلہ رو دو بالا شد۔ اکثر اشخاص ایں فن را وسیلہ ساختہ دخیل صحبت او میشدند۔ شاعر بامزہ و رنگین طبع بود۔ چہرۂ کلامش با حُسنِ یوسفی و احسن القصص بیانش با گرمیٔ عشق یعقوبی۔ عاشقِ معشوق مزاج بہ یک طفلے سلیمان نام تعشق داشت۔"

"حکیم[2] میر قدرت اللہ قاسم نے اپنے تذکرے میں اسکا حال اسطرح پر لکھا ہے کہ خوباں جہاں طریق دلبری اور شیوہ ستمگری کا اور آئین خوبی اور رسم محبوبی کی اس شخص سے تعلیم پاتے تھے ۔ . . . ایک بزرگ جو کہ معتبر اور سچا اور قابل اعتماد ہے اسکی زبانی سُننے میں آیا کہ اس شخص کا یہ دستور تھا کہ شام کے وقت امردانِ شیریں ادا اور لڑکے ملیح و خوبصورت اُسکے گھر سے زر و زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو کر حسب الطلب اُمرائے قزلباش . . . . مہمان جاتے تھے۔" لیکن ہمارے خیال میں قاسم کا یہ بیان ایک ایسا بہتان ہے جسکی کوئی اصل نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ کسی قدیم تذکرے میں شراب نوشی کے سوا اور کوئی عیب ان کی ذات کے ساتھ منسوب ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ بہت ممکن ہے کہ قاسم نے جس شخص کی نسبت مندرجہ بالا روایت کی سماعت

[1] و [2]: تذکرۂ ڈی ٹاسی مترجمہ منشی کریم الدین صاحب دہلوی

نقل کی وہ کوئی دوسرا ہی تاباں ہو۔ اور نام کا اشتراک غلط فہمی کا باعث ہوا ہو۔ ڈی تاسی سے بھی غالباً اسی قسم کی غلطی سرزد ہوئی ہے جو تاباں کے متعلق لکھتا ہے کہ "دہ میاں ۱۸۰۰ء کے لکھنؤ میں موجود تھا لیکن بوڑھا ہوگیا تھا" حالانکہ یہ بالکل غلط ہی اور کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ان کا جوان مرجانا سب کے نزدیک مسلم ہے۔ میر تقی میر لکھتے ہیں "آخر آخر کہ اول جوانی او بود۔ اینقدر مداومت شراب میکرد کہ ملاقات ہمہ یاراں موقوف شد۔ چوں ہفت ہشت روز ودیعت حیات سپردن او باقی ماند یک مرتبہ توبہ کرد و بہ ہمہ آشنایان خود رقعہ ہا نوشت کہ عزیزاں من توبہ کردہ ام شما شاہد و خبر گیران من باشید۔ چراکہ شراب از کثرت استعمال مزاج من شدہ بود ازگذاشتن ایں ازہم گزشتن من نیز نزدیک می نماید۔ آخر الذکر ہماں شد کہ گفتہ بود معشوق عجیبے از دست روزگار رفت افسوس افسوس"

تاباں حضرت میرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مرزا صاحب اُن کو بہت عزیز رکھتے تھے لیکن بر سر محفل ان کے ساتھ سرگوشی و اختلاط کی حکایتیں جناب آبحیات کی فکر و ایجاد کا نتیجہ معلوم ہوتی ہیں ورنہ درحقیقت ان کی اصلیت کا عقلی یا کتابی کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

تاباں کی شاعری

تاباں کی شاعری میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں ہے۔ عام طور پر ان کے کلام کا وہی رنگ ہے جو شاہ حاتم۔ میرزا مظہر۔ یقین۔ حزیں وغیرہ دیگر قدیم شاعروں کی سخن سرائی کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ میر و مرزا کی غزلوں کے نمونے بھی دیوان تاباں میں موجود ہیں۔ فرق صرف اتنا ہی کہ انکے اشعار کی زبان کسیقدر زیادہ پرانی معلوم ہوتی ہے مثال کے لئے ہم انکے چند متفرق اشعار اور غزلیں درج کرتے ہیں۔

از تذکرہ میر تقی میر

محفل کے بیچ سنکے مرے سوز دل کا حال　　بے اختیار شمع کے آنسو ڈھلک پڑے

رکھتا تھا ایک جی سو ترے غم میں جا چکا
آخر تو مجھکو خاک میں ظالم ملا چکا

مرتے ہیں آرزو میں اسوقت آن پہنچو
ٹک تمکو دیکھ لیں ہم جلدی سے جان پہنچو

ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے
تجھے بیمروت مروت کہاں ہے

مری گور پر لوگ رکھتے ہیں گل کو
تری دلربائی کی غیرت کہاں ہے

بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے

پیتا نکے شہر ناپرساں میں کب کوئی داد کو پہونچے
مگر واں اپنے بندونکی خدا فریاد کو پہونچے

ہوتا ہوں ترا جو اشتیاق ساقی
بیخود ہو پکارتا ہوں ساقی ساقی

ہی مجھکو خمار شب کا لا صبح ہوئی
شیشے میں جو کچھ کہ ہو ہی باقی ساقی

ماخوذ از تذکرہ میر حسن

خزاں تک تو صیاد رہنے دے ہمکو
کہاں یہ چمن اور کہاں آشیانا

ترے غم سے یانتک تو نسیان ہے مجھکو
ادہر بات کہنا اودہر بھول جانا

عجب حال ہی تاباں کا تیرے
کہ رونا رات دن اور کچھ نہ کہنا

تو بھلی بات سے بھی میری خفا ہوتا ہی
آہ یہ چاہنا ایسا ہی برا ہوتا ہے

کہتی ہیں اثر ہیگا گریے میں یہ ہیں باتیں
اکدن بھی نہ یار آیا روتی ہی گئیں راتیں

از گلشن بیخار شیفتہ

تو دیکھ مجھکو نزع میں مت کڑہ کہ میرے بعد
تجھسے بہت ہیں ایک نہوگا تو کیسا ہوا

انجان ہو تو اسسے کوئی دردِ دل کہے
جو جانتا ہو میں اسے آگاہ کیا کروں

کروں دعوے خوں میں قاتل سے اپنے
کب آئیگی یارو قیامت کہاں ہے

دیکھ قاصد کو مرے یار نے پوچھا تاباں
کیا میرے ہجر میں جیتا ہے وہ غمناک ہنوز

غزلیات متفرق

ذرا اے گل نہ آیا رحم کچھ صیاد کے دل میں
رہی حسرت چمن کی بلبل ناشاد کے دل میں

جلایا تو نے یہیں گھر کو کیں نکالے نہ شیرینے
یہ کیا بات آگئی اس عاشق ناشاد کے دل میں

اسے یہ کام تھا جو بات کہکر بھی دیا اپنا
نہ آیا کچھ بھی دھڑکا جا لگا فرہاد کے دل میں

کوئی عاشق ہوا اُسپر تو اُسکو قتل کرتا ہے
ترحم کچھ نہیں تاباں مری جلاد کے دلمیں

ابرو ترے نے مجھپہ کیا وار بے طرح
دل میں مرے لگی ہے یہ تلوار بیطرح
ممکن نہیں کہ عشق کے ہاتھوں سے جی اُٹھے
پیدا ہوا ہے مجکو یہ آزار بے طرح
بگڑی کو اُسکی بیچ پیئے گا شراب آج
زاہد کی فکر میں ہے وہ میخوار بے طرح
ممکن نہیں قفس سے کہ گل تک پہونچ سکے
بلبل ہوئی ہے اب کی گرفتار بے طرح

عشق کیا شے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہیئے
کسطرح جاتا ہے دل بیدل سے پوچھا چاہیئے
کیا تڑپنے میں مزا ہے قتل ہو پیارے کے ہاتھ
اُسکی لذت کو کسی بسمل سے پوچھا چاہیئے
جسنے اُسکا زخم کھایا ہو اُسے معلوم ہو
تیغ ابرو کی صفت گھائل سے پوچھا چاہیئے
آہ و نالے کی حقیقت دیکھتا ہوں عشق میں
کیا گذرتی ہوگی تاباں دل سے پوچھا چاہیئے

نہیں کوئی دوست اپنا یار اپنا مہرباں اپنا
سناؤں کسکو غم اپنا الم اپنا بیاں اپنا
قفس میں تڑپتے ہیں یہ عندلیباں سخت بیکس ہیں
نہ گلشن دیکھ سکتے ہیں نہ اب آشیاں اپنا
مجھے آتا ہے رونا ایسی تنہائی پہ اے تاباں
نہ یار اپنا نہ دل اپنا نہ تن اپنا نہ جاں اپنا

رہتا ہوں خاک و خوں میں سدا لوٹتا ہوا
میرے غریب دل کو الٰہی یہ کیا ہوا
میں اپنے دل کو غنچۂ تصویر کی طرح
یارب کبھو خوشی سے نہ دیکھا کھلا ہوا
ہم بیکسی پہ اپنی نہ رو دیں تو کیا کریں
دلسا رفیق ہائے ہمارا جدا ہوا

جفا سے اپنے پشیماں نہ ہو ہوا سو ہوا
تری بلا سے مرے کیا یہ جو ہوا سو ہوا
سبب جو میری شہادت کا یار سے پوچھا
کہا کہ اب تو اسے گاڑ دو ہوا سو ہوا
نہ پائی خاک بھی تاباں کی ہمنے پھر ظالم
وہ ایکدم ہی ترے روبرو ہوا سو ہوا

سن فصل گل خوشی ہو گلشن میں آئیاں ہیں
کیا بلبلوں نے دیکھو دھومیں مچائیاں ہیں
آئینہ روبرو رکھ اور اپنی چھب دکھانا
کیا خود پسندیاں ہیں کیا خودنمائیاں ہیں
کہتے تھے ہم کسی سے تم بن نہیں ملیں گے
اب کسکے ساتھ پیارے یہ دلربائیاں ہیں
عاشق سے گرم ملنا پھر یار سے [illegible]
کیا بے مروتی ہے کیا بیوفائیاں ہیں
اپنا یار ہو جو تاباں ترا ستمگر
آسیب تری گلی نے [illegible]

قومیت اور خودداری

(مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ کے بعض خواہوں نے مجلس اصلاح نام ایک مفید انجمن بحث و مباحثہ قائم کی ہے۔ اس انجمن کے جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۹ اگست سنہ ۱۹۱۸ء میں چودھری الطاف الرحمٰن صاحب قدوائی نے مندرجہ بالا بحث پر ایک مختصر مگر دلچسپ تقریر کی تھی جسے ہم بطور نمونہ درج رسالہ کرتے ہیں)

صاحبو۔ میرے متعلق قومیت اور خودداری پر تقریر کرنا ہے۔ میرے نزدیک ان خصوصیات میں شخصیت کی حفاظت، پاس وضع، فخر و مباہات، قومیت اور خودداری شامل ہیں ان سب کا تعلق قوم اور اسکی ترقی کے ساتھ بہت کچھ ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس تعلق کو ایک واضح مثال کے ذریعہ سے آپ حضرات کے روبرو پیش کروں۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ اکثر انگریزی دواؤں میں الکحل کی آمیزش ضرور ہوتی ہے اسکا اثر مریض کی طبیعت پر کچھ ہو یا نہو کیفیت دوا اور اسکے مزاج کی حفاظت الکحل کے ذاتی خصوصیات سے ہے ایسی ہی خودداری اور حفاظت شخصیت ہے کہ اس سے ہر فرد متاثر ہو یا نہو قومی ترقی کی حفاظت میں اسکو پورا دخل ہے۔ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ قومیت ترقی کی روح ہے زندہ قومیں وہی ہیں جنمیں خودداری کا احساس موجود ہے۔ خودداری کو ترقی کے ساتھ ایسا ربط ہے کہ جتنی ترقی یافتہ جو قوم ہوتی ہے اتنا ہی اسمیں خودداری کا مادہ موجود ہوتا ہے جس طرح کوئی قوم اپنی ترقی کی وجہ سے دیگر اقوام کے ملکوں پر غلبہ پاتی ہے اسیطرح خودداری دوسروں کی شخصیت پر فتحمند ہوتی ہے۔ جو قوم کہ اعلیٰ درجہ پر نہیں پہونچی لیکن رو بہ ترقی ہے اسمیں اقل درجہ یہ ہے کہ خودداری کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ ہاں وہ اقوام جو ترقی سے تنزل کیجانب گر رہے ہیں ان کی خودداری بھی تعصب سے بدلی جا رہی ہے۔ ہمارے روبرو ان کی مثالیں موجود ہیں جن سے ہم عبرت حاصل

کر سکتے ہیں ہماری حکمراں قوم کی خودداری اور پاس وضع بھی ہماری عقلوں سے بلند و بالا تر ہے۔ جو قومیں میدان ترقی میں ہمارے ساتھ دست و گریباں ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ وہ رو بہ ترقی ہیں ان میں قومیت کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اُنکے سر برآوردہ حضرات اپنے قوم میں خودداری پیدا کرنے کی سعی میں مصروف ہیں۔ زندہ اقوام کے سمجھدار لیڈر اس امر کو باعث فخر نہیں سمجھتے کہ وہ اپنی شخصیت کو مٹا دیں۔ وہ شخصیت کو اپنے بزرگوں کی میراث سمجھتے ہیں اور اُسکو ہاتھ سے دیدینے کو اپنی سبکی اور ذلت تصور کرتے ہیں۔ شخصیت قوم کی تہذیب اور تہذیب قوم کی ذہانت کا لب لباب ہے۔ یہ امر فرو گذاشت کرنے کے قابل نہیں ہے کہ محض کسی قوم میں پیدا ہونا شخصیت نہیں ہے بلکہ اُسکے خصوصیات کا حاصل کرنا شخصیت ہے اگرچہ وہ معمولی امور کیوں نہوں یہی باعث ہے کہ زندہ اقوام کے ہوشیار لیڈر کھانے پینے کی اشیا نشست و برخاست کے طریقے وضع و قطع صفائی و طہارت ان سب کو شخصیت میں شمار کرتے ہیں۔ ہمار خودداری اجازت نہیں دیتی ہے کہ شخصیت کے اثبات میں ہم کسی دوسرے قوم کے ہوشیار سر برآوردہ شخص کے اقوال سے تائید کریں اور پھر جبکہ ہم اپنے عندیہ میں میدان ترقی میں اُنکے مساوی اور مقابل ہیں اور مساوات کے حالت میں ایک قوم کی شخصیت دوسری پر اثر نہیں کرتی ہے اور ہماری شخصیت ہمارا مذہب ہے اور مذہب شخصیت پیدا کرنیکا زبردست ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ ان وجوہات سے ہم عقلائے عالم کے اقوال سے قطع نظر کرکے محض اسلامی ہدایات کو بیان کرتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائیگا کہ خودداری اصول اسلامیہ میں سے ہے۔

صاحبو۔ علمائے اسلام کا یہ خیال کہ طرز جدید، قوم غالب کے اثر سے ہم میں آیا ہے اور وہ شخصیت کی ہلاکت کا باعث ہے تمام عقلائے زمانہ کی رائے کے موافق ہے۔ جن لوگوں نے کسی ضرورت، لکھی سے یا رائے کی غلطی سے خودداری اور شخصیت کے مٹانے کی فکر کی وہ اگر اس [illegible] ہوتے تو میں بلا تامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اپنی رائے سے عدول کرتے اور [illegible] ہوتے پشیمانی

ظاہر کرتے۔

اسلام کی ہدایت ہے کہ ایک ادنیٰ غلام مسلمان پسندیدہ مشرک سے بہتر ہے اُسیکو خودداری کہتے ہیں اور یہی قرآن پاک کی ہدایت ہے ولعبد مومن الخ۔ نبیٔ عربی صلوات اللہ علیہ نے ہمکو دیگر اقوام کے اعتقاد اور رسوم دینیہ سے احتراز کا جسطرح حکم دیا اُسی طور پر امور رعادیہ میں بھی اُن کی مشابہت کو ممنوع ٹھرایا اور ان سے اجتناب کا حکم دیا۔

دیکھئے لباس ضروریات زندگی میں سے ہے جسے دینی اعتقاد سے کوئی تعلق نہیں لیکن محض خودداری قائم رکھنے کے لیئے اُسمیں حضور نے جا بجا دیگر اقوام کی مخالفت کا حکم دیا اور مشابہت سے منع فرمایا مسلم میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا یہ کپڑے کافروں کے کپڑوں میں سے ہیں اُن کو نہ پہنو اور ارشاد فرمایا کہ پاجامے پہنو اور تہمد باندہو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ابوداوٗد نے روایت کی ہے کہ فرق ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر پگڑیاں باندہنا ہے کہ مسلمانوں کو پگڑیاں بغیر ٹوپی کے نہ باندہنا چاہیئے کیونکہ مشرکین ایسا ہی کرتے ہیں۔ خط وخال زینت کے متعلق ظاہر ہے کہ شارع کا کوئی حکم تحفظ اعتقاد کیوجہ سے نہیں بلکہ تحفظ قومیت اور خودداری کے لحاظ سے ہے۔ بخاری اور مسلم روایت کرتے ہیں کہ ارشاد ہوا مخالفت کرو مشرکین کی اور داڑھی بڑہاؤ اور لبیں گھٹاؤ۔ نسائی میں ہے کہ اپنے بڑہاپے کو متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو اور بخاری اور مسلم یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ اپنی داڑہیوں میں خضاب نہیں کرتے تم اُن کی مخالفت کرو۔

کھانے پینے کا طریقہ میز کرسی کے مشابہ جب آپ کے روبرو مذکور ہوا اور آپ سے خواہش کی گئی کہ آپ اختیار کریں تو آپ نے اپنی خصوصیت قایم رکھنے کے لئے خود اختیار کرنے سے انکار کیا اور دوسروں کو منع فرمایا اور صاف اس امر کی جانب متوجہ کیا کہ قومی خصوصیات چھوڑ دینے سے گویا اپنی قوم سے نکلجانا اور دوسرے اقوام میں داخل ہو جانا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ تم مشابہت سے پرہیز کرو کہ جو جس قوم سے

مشابہت کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہو جاتا ہے۔ ترمذی ایک عام اور شامل حدیث روایت کرتے ہیں کہ لیس منا من تشبہ بغیرنا لاتشبہوا بالیہود ولنصاری۔ ہم میں سے وہ نہیں ہے جو ہمارے اغیار کی مشابہت کرے۔ مشابہت نہ اختیار کرو یہود اور نصاری کی۔

یہ اور ایسے ہی دوسرے احادیث ہیں جنسے علمانے استنباط کرکے یہاں ارشاد فرمایا ہے کہ مشابہت کفار کی اُن کے مذہبی امور میں اور اُن کی مشابہت کو باعث عزت سمجھکر اختیار کرنے میں سخت وبال ہے۔ اور یہ حرام ہے اور کیسے حرام نہو کیونکہ یہ خصوصیت اور خودداری کے منافی ہے اور خودداری کا نہونا اور قومیت کا جاتا رہنا قوم کی ہلاکت ہے۔ البتہ ضرورت سے اور فائدہ دینی و دنیوی کی غرض سے جو کچھ اختیار کیا جائے وہ ممنوع نہیں اور کیوں ممنوع ہوا سوجہ سے کہ وہ خصوصیت اور خودداری پر اثر نہیں کرتا ہے بلکہ عقلمندی اور حکمت ہے جس کے حاصل کرنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔

حضرات۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری طبیعتیں دنیا کی نعمتوں اور زندگی کی راحتوں کی خواہشمند ہیں مگر ہمارے امراض نفسانی اسکی صلاحیت نہیں رکھتے کہ اس سے فائدہ اُٹھا کر اعتدال پر قایم رہ سکیں۔ ہماری حالت نادان مریض کی سی ہے۔ اور ہمارے مرشد انام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُنکے جانشین عظام علمائے کرام اطبا حاذق اور تیماردار ان شفیق کے مانند ہیں۔ اگر ہمکو صحیح اور سالم رہنا ہے تو چاہیے کہ اُن کے ارشاد کی تعمیل کریں اور اُن کے ہدایات کی پیروی کریں۔ چاہے وہ پسند خاطر ہوں یا نہوں۔ نہیں تو صحت دشوار ہے۔ اور موت سامنے موجود ہے۔

خاک شو مردانِ حق را زیر پا	خاک بر سر کن جسد را ہمچو ما
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ	خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

محمد الطاف الرحمن قدوائی ساکن بڑا گاؤں ضلع بارہ بنکی

بیاض حسرت موہانی

محتشم کاشی

خنک آن نسیم بشارتے کہ ز غائب از نظری رسد — پس از انتظار مدتے خبرے ز بیخبرے رسد
خوشم آنچنان بہ بلائے او کہ بزیر پائے جفائے او — اگرم شود ز برائے من ستمے کہ بردگرے رسد
نرسد شتاب بوصال او بہ الم کشان خمار غم — مگر از قضا مدے شود کہ بہ محتشم قدحے رسد

میلی ہروی

من بیخبر از خویش و دل از کار فتادہ — گویا کہ بسویم نظر یار فتادہ
در کوئے تو افسانۂ میلی بزبانہا — از آمدن و رفتن بسیار فتادہ

چو مرا بہ بزم بیند ز میاں کنار گیرد — عجب است کیں قدرہا ز من اعتبار گیرد
بہ ہوس نہ ناصح آید ز پئے نصیحت من — کہ بایں بہانہ او ہم سر رہ یار گیرد

مست شراب عشقم و پیمانہ متہم — زیں مے حباب لب بلب و میخانہ متہم
تو یا کہ امنی و بہ میخوارگی ترا — دارند آں دو نرگس مستانہ متہم

ابن یمین

روز محشر عاشقاں را با قیامت کار نیست — کار عاشق جز تماشائے جمال یار نیست
سالہا ابن یمیں بر بستر غم خفتہ است — اے طبیبا گوشۂ چشمت برین بیمار نیست

حیاتی گیلانی

نسیم بادہ دہ صبح گلفروش آمد — پیالہ گیر کہ مشرق سبو بدوش آمد
سرے پر از مے و جانے پر از ہوا و نشاط — بیا کہ مرغ ہوا نیز در خروش آمد

ساقی بیا کہ صحبت آرزوے مستاں — اے زلف را بہاراں اے روے را گلستاں
از چشم و روے ساقی ز رنگ و بوے بادہ — گردید صبح صادق پر شام مے پرستاں
تو شمع روے را بر افروز تا نور بر فروزد — گلشن ز رو شگفتہ روشن ز تو شبستاں

حیدر کلوچ

در عاشقی ز ہجر بنالم کہ باد لم — ہجراں نکرد آنچہ امید وصال کرد

مشاہدات زندان ۱۲

ضلع جونپور کے منشی محمد رضا سات سال کے لئے بند تھے۔ انکی مذہبی عقیدت اور خلوص کو دیکھکر راقم حروف کو اکثر رشک ہوا کرتا تھا۔ اس مجبوری کی حالت میں بھی ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کو کسی نہ کسی طرح سے شیرینی منگا کر وہ حضرت غوثؓ کی نیاز ضرور دلاتے تھے جیل میں باہر سے کسی چیز کو اندر لیجانے کی سخت ممانعت ہے یہانتک کہ معلوم ہوجانے پر قانون کی خلاف عمل کرنے والے کو چھ ماہ تک کی سزا ہوسکتی ہے لیکن ان سب موانعات کے باوجود منشی محمد رضا نے کبھی اپنے معمول میں فرق نہیں آنے دیا۔ وظیفہ وظائف کا بھی اُن کو بہت شوق تھا۔ اکثر دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد چکی خانے میں میرے پاس آتے تھے اور ذوق و شوق کی گفتگو کے بعد نمک، ہری مرچیں گڑ یا شیرینی بطور تحفہ ضرور پیش کرتے تھے۔ نعت و منقبت کے اشعار سے انہیں نہایت محبت تھی۔ اکثر غزلیں مجھسے سُنکر زبانی یاد کرلی تھیں جنکو رات کے وقت بعد نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ حسن اتفاق کہ میرے رہا ہونے سے دس ہی پندرہ دن قبل ہماری بارک کا ایک برقنداز کم ہوگیا جسکی جگہ منشی محمد رضا صاحب آئے۔ اس تبدیلی پر ہم دونوں بہت خوش ہوئے۔ صبح صادق کے وقت وہ مجھے بیدار کردیا کرتے تھے اور نماز فجر ہم دونوں ملکر بکمال شادمانی ادا کیا کرتے تھے۔ جب کبھی وہ زمانہ یاد آجاتا ہے تو طبیعت بیچین ہوجاتی ہے کہ نماز صبح میں سرور قلب کی وہ کیفیت کیونکر حاصل ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے جناب رسالتؐ کی شان کوئی شعر پڑھا ہو اور انکی آنکھیں پرنم نہوگئی ہوں۔ ؎

وصلی اللہ علیٰ نور کزو شد نورہا پیدا　　زمیں از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

کالپی کے منشی عبدالحمید افسانہ گوئی کے فن میں کامل تھے چار پانچ مہینے تک انکا ساتھ رہا روز کوئی نہ کوئی نیا قصہ وہ ضرور کہتے تھے۔ اسیر بھی ان کی لعابنوں کا سرمایہ ختم نہوا۔ شاہجہانپور کے چُنا اُستاد دلبھی ہانکنے کا کام جانتے تھے

جیل کے کاموں میں "موبخ فرش" ایسے ہنر کوئی نہ بنا سکتا تھا۔ اکثر انکو کُڑ انعام ملا کرتا تھا۔ اس میں سے بکمال فراخ حوصلگی استاد میرا حصہ علحدہ نکال رکھتے تھے اور کام سے واپس آکر نذر کیا کرتے تھے۔

سوامی شوانند بھی اسی "موبخ فرش" کے کارخانے میں ہاتھ بٹا کرتے تھے اسلئے ان سے جو کچھ پیام سلام ہوا کرتا تھا وہ اُستاد ہی کے ذریعے سے ہوتا تھا۔

ضلع فیض آباد کے بابا سُر جو داس ہندی کے عالم اور سنسکرت سے بھی واقف اپنے کسی چیلے کے فریب کی وجہ سے چار سال کے لئے قید تھے۔ انہوں نے بھی جیل میں اپنے فقیری معمولات میں فرق نہیں آنے دیا۔ روزانہ بھجن اور سادھن وغیرہ کے علاوہ شام کو گنیش وغیرہ چند لوگوں کو رامائن کا سبق دیا کرتے تھے۔ میں بھی اکثر انکے درس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ صفائی کا بابا صاحب کو بہت خیال تھا چنانچہ روزانکے چیلے اُنکے ڈھولے کے اردگرد دور تک لیپ پوت کر صاف کر رکھتے تھے انکے ماسٹر دو زائد خوراکیں بھی مقرر تھیں۔ راقم حروف کے حال پر باباجی بہت مہربان تھے یہاں تک کہ خاص اپنے چبوترے کے برابر والے چبوترے پر مجھے رہنے کی اجازت دی تھی اور میرے مسلمان ہونیکا مطلق خیال نکیا تھا۔ صبح صادق سے بہت قبل اُٹھکر وہ بھی اپنے وظیفے میں مصروف ہو جاتے تھے۔

جھانسی کی طرف کے پنڈت سیتا رام مسٹر تلک کے معتقد تھے اور اسلئے میرے بھی بڑے مدّاح تھے۔ انکا کام انگریزی دفتر میں تھا۔ جہاں سے مجھکو اکثر پولیٹیکل خبریں اُنہیں کے ذریعے سے ملا کرتی تھیں۔ مثلاً بنگال سے نوجوانان وطن کی جلاوطنی مجمل حال اول اول اُنہیں سے معلوم ہوا۔

ضلع الہ آباد کے بہاری برقنداز کو انگریزی پڑھنے کا شوق تھا۔ روز شام کو وہ مجھسے سبق لیا کرتے تھے۔ بہار خانے میں انکی مشقت تھی جہاں سے روز تھوڑی سی پیاز اور نمک مرچ میرے لئے لانا انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔

کوزہ جہاں آباد کے ایک اور قیدی بہاری نام نے بھی اکثر نازک موقعوں پر

میری بہت مدد کی مثلاً جسروز نائب جیلر نے منشی عبدالحق صاحب برقندار چکی خانہ کے ساتھ سارے چکی خانے کی بھی تلاشی لی اُسوقت اُنکا سارا شبہ میری جانب تھا کہ یہی کچھ نہ کچھ لکھا کرتا ہے۔ اتفاق سے ایک غزل کا سودہ میری ٹوپی میں تھا اور میں پریشان تھا کہ کیا کروں۔ بہاری نے مجھسے فوراً پوچھا کہ آپکے پاس کوئی کاغذ تو نہیں ہے اگر ہو تو مجھکو دیدیجئے کہ میں اُسے چھپالونگا اور اگر میرے پاس نکل بھی آئیگا تو میں آپ کے عوض سزا برداشت کرنے پر بخوشی راضی ہوں۔

غرضکہ وہ پرزہ اُسنے لیکر معلوم نہیں کہاں غائب کیا کہ برہنہ تلاشی لئے جانے پر بھی کہیں دستیاب نہوا۔ لیکن نائب جیلر کے جانے کے بعد پھر کہیں سے نکالکر مجھکو واپس کردیا۔

ضلع بجنور کے منشی شام سنگھ آریہ سماج کے ایک پرجوش ممبر تھے۔ مزاج انکا نہایت گرم تھا۔ چنانچہ اسی گرم مزاجی کی بدولت علیگڑہ ڈیری فارم سے اُنپر مقدمہ چلا تھا۔ مجھسے علیگڑہی ہونے کی بناپر وہ پُرانی تکلیف میں خاصکر ملنے آئے اور پھر اپنی رہائی کے وقت تک ہر قسم کی مدد کرتے رہے۔ منشی رام سروپ اور سوامی شوآنند کے ساتھ بھی اُنہوں نے ایسا ہی کچھ سلوک کیا۔

جیلر برقنداز قوم کا پاسی الہ آباد کا باشندہ تھا۔ اور ذاکر کے جانے کے بعد آخر تک ہماری بارک کا برقنداز رہا۔ جیسا شریفانہ سلوک جیلر نے میرے ساتھ کیا اسپر نظر کرکے اکثر میں خیال کرتا تھا کہ طینت کی نیکی اور بدی کو ذات پات کے قیود سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تعلیم کا شوق بھی جیسا میں نے جیلر میں دیکھا ویسا کسی دوسرے شخص میں نہیں دیکھا۔ یاد بخیر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی کی اردو ریڈر کو پڑہ پڑہ کر اُسنے اردو میں اچھی خاصی مہارت پیدا کرلی تھی۔ اکثر آموختہ مجھکو سنایا کرتا تھا اور فارسی عربی الفاظ کے معنی دریافت کیا کرتا تھا۔

غرضکہ ایک سال کے عرصے میں ہزاروں ایسے واقعات پیش آئے اور ایسے سیکڑوں لوگوں سے ملاقات ہوئی جنکا مختصر حال لکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہوتا۔ لیکن سلسلہ کلام کی غیر معمولی طوالت پر نظر کرکے ہم

تنقید رسائل و کتب

سرور جہاں آبادی کی بیوقت موت

منشی درگا سہائے سرور جہاں آبادی اُردو زبان کے ایک ایسے بلند پایہ شاعر تھے جنکی لاجواب نظمیں اکثر اُردو رسالوں کی زیبائش کا سرمایہ ہوا کرتی تھیں ہماری نظر سے انکی کوئی نظم ایسی نہیں گذری جسکے پڑھنے کے بعد ہمارے ویسے بے اختیار تحسین و آفریں کی صدا بلند نہوئی ہو۔ ہمکو سرور کی ذات سے بہت کچھ امیدیں تھیں لیکن افسوس کہ انکی بیوقت وفات نے ان سب کا خون کردیا ع۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ منشی دیاشنکر نسیم کی مرگ بے ہنگام کے بعد یہ دوسرا سانحہ ہے جسکا ماتم دنیائے ادب کے ہر گوشے میں برپا ہوگا۔ اور آیندہ اُردو شاعروں کے جتنے تذکرے لکھے جائینگے ان سب میں سرور کے نام کے ساتھ اِن کی جوانمرگی پر ہر تذکرہ نویس ضرور اظہار افسوس کریگا۔

اگر سرور کی زندگی وفا کرتی تو خدا جانے انکی شاعری کا مرتبہ کہاں سے کہاں تک پہونچتا۔ اس قلیل مدت عمر میں بھی جو کچھ وہ لکھ گئے ہیں وہ بقائے دوام کی سند حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔

کلام سرور کے قدردانوں پر فرض ہے کہ ان کی تمام نظموں کو یکجا کرکے انکی اشاعت کا بندوبست کریں تاکہ ارباب نظر کی شادمانی کا یہ بیمثال سرمایہ برباد ہونے سے محفوظ رہے۔ اور جس طرح سے نسیم کا نام مثنوی گلزار نسیم کی بدولت زندہ ہے اسیطرح سرور کی یاد اس مجموعے کے ذریعے سے دلوں میں تازہ رہے۔

جسوقت مرگ سرور کی اطلاع میرے ذریعے سے حضرت ثاقب مدیر قند پارسی اور حضرت شوکت بلگرامی کو ہوئی تو ان دونوں صاحبوں نے بھی بہت افسوس کیا جسکا اثر اسوقت تک ہم لوگوں کے قلوب پر باقی ہے۔ ملاحظ ہو۔ کہ حضرت شوکت نے کیا خوب تاریخ وفات کہی ہے

آنکہ در قالب جہاں آباد مثل روحِ رواں اقامت کرد

رخت بربست ازسرا وجود | چوں بریدعدم اشارت کرد
آہ درگاست نہاگ خوش گفتار | زود ازما وداع صحبت کرد
سال ہجرش چو خواست حسرت | گفت شوکت سرور رحلت کرد

۱۳۲۸

کاغذ الوی نقش تعلیق ۲۲×۱۸ **رسالۂ عصمت دہلی** قیمت چار جز ششماہی چھ پانچ پسند ہو سالانہ تین معمول

یعنی شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے اردو میں پاکیزہ خیالات ۔ علمی اور ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے اور ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہل قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے طبعزاد مضامین اور مشہور مقامات اور مناظر کی تصویروں سے بھی مزین ہوتا ہے ۔ مولوی محمد عبدالراشد الخیری کی نگرانی میں اس رسالے نے تھوڑے ہی عرصے میں اسقدر ترقی کی ہے کہ اپنی وضع کے تمام دوسرے رسالوں سے اسکا گو سبقت لیجانا مسلم قرار پا گیا ہے ۔ ہم اس رسالہ کی روز افزوں ترقی کے لیے خواہشمند ہیں ۔ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء کے پرچے میں مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی کی مشہور نظم گور غریباں (ترجمہ گرے کی ایلیجی) شائع ہوئی ہے جسکے چند بند اس موقع پر ہم بھی نقل کرتے ہیں

وداع روز روشن ہے گجر شام غریباں کا
قدم گھر کیطرف کس شوق میں اٹھتا ہے دہقاں کا
قطار اک سامنے ہے مولسریونکے درختوں کی
ہر اک پیڑ کے بن دو گز کفن گز بھر زمیں پائی
نفس باد سحر کا نالۂ پر درد بلبل کا
رہی بے فائدہ مستونکی ہو حق شور قلقل کا
نہ چولہے آگ روشن ہے نہ اب انکے گھڑے پانی
بی بی کو شام انتظار اب ہے نہ حیرانی
وہی ہیں یہ کہ جیتے جی جنہیں مہلت نہ تھی دم بھر
وہی ہیں یہ جو وقت [illegible] جلاتے گیت گا گا کر
فضا جانتے تھے ان لوگوں میں [illegible] جو ہر فن [illegible]

چراگاہوں سے چلے قافلے اب بے زبانوں کے
یہ ویرانہ ہے میں ہوں اور طائر آشیانوں کے
وہاں قبریں ہیں کچھ مٹی کی جیسے ڈھیر ہوتے ہیں
بسانیوالے جو اس گاؤں کے تھے سب وہ سوتے ہیں
ہوئے بیکار سب انکو اٹھا سکتا نہیں کوئی
ہیں ایسی نیند کے ماتے جگا سکتا نہیں کوئی
نہ گھر والو نکو اب کچھ کام ہے فکر شبستاں کا
نہ بچے دوڑتے ہیں اب کہ بیٹھیں آکے اماں سے
وہی ہیں یہ [illegible] تھے ہی تھے بیشتر ان کے
بچے [illegible] تھے بہتر جن سے
[illegible] معلوم [illegible]

خدا ہی کو خبر ہے کیسے کیسے ہونگے صاحبدل | خدا معلوم ہونگے بازوئے زور آزما کیسے
بہت سے گوہر شہوار باقی رہ گئے ہوں گے | کہ جنکی خوبیاں سب مٹ گئیں تہ میں سمندر کی
ہزاروں پھول دشت و در میں ایسے بھی کھلے ہونگے | کہ جنکے مسکرانے میں ہے خوشبو مشک اذفر کی

مقدر نے انہیں مصروف رکھا قلبہ رانی میں | وگرنہ حکمرانی کا بھی جلوہ یہ دکھا دیتے
عجب کیا شہرۂ آفاق ہوتے خوش بیانی میں | اور اپنے کارنامے اہل عالم کو سنا دیتے

رہے محروم نیکی سے نہ بچے ہر اک برائی سے | نہ زور مردم آزاری نہ شور فتنہ انگیزی
نہ دولت کی طمع میں بے گنا ہونکے گلے کاٹے | نہ کی خلق خدا کے ساتھ بیرحمی و خونریزی

نہ دیکھاں استخوانہائے شکستہ کو حقارت سے | یہ ہے گور غریباں اک نظر حسرت سے کرتا جا
نکلتا ہے یہ مطلب لوح تربت کی عبارت سے | جو اس رستہ گزرتا ہے تو ٹھنڈی سانس بھرتا جا

کوئی زانو کسیکا ڈھونڈھتا ہے دم نکلنے کو | کہ دیکھے اشک گرتے چاہنے والے کے دامن میں
کسیکی ہے یہ خواہش دوست کاندھا دیں جنازے کو | پھر اس پر فاتحہ کی آرزو ہے کنج مدفن میں

حقیقت غور سے دیکھے جوان سب بے نوالوں کی | تو ایسا ہی نظر آنے لگے انجام کار اپنا
انہی کیطرح جیسے مل گئے ہیں خاک میں ہم بھی | یونہیں یکساں حال آنکلا ہے اک دوستدار اپنا

پس سے ایک دہقاں کہن سال آ کے کہتا ہے | کہ ہاں ہاں خوب واقف ہم ہیں دیکھا ہے اسے اکثر
پھر اسکے بعد دل ہی دل میں کچھ غم کھا کے کہتا ہے | کہ اب تک پھرتا آنکھوں میں ہے پھرنا اسکا سبزی پر

وہ اسکا نور کے تڑکے ادھر گلگشت کو آنا | وہ پو پھٹنے سے پہلے آکے پھرنا سبزہ زاروں میں
وہ کچھ کم دن رہے اسکا لب جو کیطرف جانا | وہ اسکا مسکرانا دیکھکر شور آبشاروں میں
اب آغوش لحد میں سو رہا ہے چین سے دیکھا | گیا افسوس لیکن یہ جوان ناکام دنیا سے
دکھایا جاہ و شہرت نے نہ بھولے سے بھی منہ اپنا | پھر ایسے نامرادوں کو بھلا کب کام دنیا سے

ہر اک کے درد دکھ سے اسکو رہتا تھا سدا مطلب | ہو ممکن تو یاری کی نہیں تو اشکباری کی
دیا دوست ہی کیسا تحفہ طینت میں کرم یا رب | میں تیری شان کے قربان کیا اچھی تلافی کی

خدا بخشے اسے بس دوست کا رہتا تھا وہ جویا | تو نکلا دوست اک آخر خداوند کریم اس کا
اب اسکی نیک و بد کا ذکر کرنا ہی نہیں اچھا | کہ روشن ہے خدا پر عالم امید و بیم اس کا

فقط

حصہ ششم

غزل حضرت شاہ عبدالعلیم آسی سکندرپوری مدظلہ العالی

مشتاق ترک لذت گفتار کیوں کرے / دیدار ہی کے واسطے اصرار کیوں کرے
گردن ہو اور بار کرم یہ کہاں قبول / اپنا ہی سر نہ کیوں ہو گرانبار کیوں کرے
طاقت نہو جو دیکھنے والو نکے آہ کی / یوں کوئی اپنی وضع طرحدار کیوں کرے
ترچھی نگاہ تیغ جدائی سے تیز ہے / عاشق کی مرگ سہل وہ دشوار کیوں کرے
مومنی اگر ملیں تو یہ ہے پوچھنے کی بات / دل ہی نہو تو حسرت دیدار کیوں کرے
کھایا مجھے بھی غم نے عوض کا گلہ نہیں / غم اسلیئے تو ہے مرے غمخوار کیوں کرے

آسی کو بھی بنا ہی کے چھوڑا شراب نوش
جو پارسا ہو صحبت میخوار کیوں کرے

غزل جناب مولوی حکیم عبدالہادی خاں صاحب وفا رامپوری

چلے ہنگامۂ کثرت سے کیا دامن کشاں ہوکر / دو عالم پیچھے آتے ہیں غبار کارواں ہوکر
بھرا آتا ہے دل اک قلزم خون بیاں ہوکر / گھٹا جاتا ہے دم آخر کو صبر بیزباں ہوکر
مٹا جاتا ہے وقف گردش ہفت آسماں ہوکر / وہ دل جو رہگیا تھا نقطۂ پرکار جاں ہوکر
شرف پایا ہے مداح رسول دوجہاں ہوکر / مری عجز قلم نے سر اٹھایا آسماں ہوکر
اگر آجائے اک جھونکا نسیم بے نیازی کا / نوید امن بھی آئے تو مرگ ناگہاں ہوکر
ابھی شوخی نے ذکر وعدہ چھیڑا تھا مرے رو کا / رگ امید میں پھر رہگیا نشتر رواں ہوکر
وہی تم ہو کہ رہتے ہو مرے دلمیں قلق بنکر / وہی تم ہو کہ آئے ہو رگ ہستی میں جاں ہوکر
مبارک ہو بہار زندگی کو جلوہ آرائی / جما نقش شکست رنگ عمر جاوداں ہوکر
تہ لب موجزن ہیں سینکڑوں دریائے مجبوری / خموشی کہہ رہی ہے جنبش نبض بیاں ہوکر
ستم اے سادگیہائے تمنا لٹ گیا آخر / دل بیدست و پا نذر فریب امتحاں ہوکر
غضب اے گریہ ہائے بیجا بجھ گیا آخر ق / چراغ خانۂ امید چشم خونفشاں ہوکر
جو تم دلمیں ہو پھر کونین سے باہر ہے وہ خلوت / وہاں ناموس وحدت پھر رہی ہے پاسباں ہوکر

ہماری آب و گل میں درد ہی راحت کہاں ہمکو
کہ ہم بیت الحزن سے نکلے ہیں روحِ فغاں ہوکر

ہدایت راہ معنی آفریں ہر غالب و مومن
لٹا جاتا ہوں میں بھی نقش پائے رہرواں ہوکر

وہ قیدی ہوں وفادارِ وحشت مجھکو دیتا ہے
نفس آذر فشاں ہوکر قلم آتش زباں ہوکر

غزل جناب رضا علی صاحب وحشت کلکتہ

ہوئے ہیں گم جسکی جستجو میں اسیکی ہم جستجو کرینگے
بلا ہی محروم جسنے ہمکو اسیکی ہم آرزو کرینگے

گئے وہ دن جبکہ اس چمن میں ہوا نشو و نما تھی ہمکو
خزاں کو دیکھا نہیں ہے تونے کہ خواہش رنگ و بو کرینگے

حکایت آرزو ہی نازک زباں کیا نماک کہہ سکیگی
لب خموش و نگاہِ حسرت سے دلکی ہم گفتگو کرینگے

جگر جو آنکھوں میں دیدی تھی تو اسنے تھی چشم زار اری
کیا خبر تھی کہ اشک بیہے بہر کو بے آبرو کرینگے

ابھی تو گم کردہ راہ خود ہیں محبت کی جستجو میں
اگر کبھی آپ میں ہم آئے تو اسکی بھی جستجو کرینگے

اس انجمن میں کہ چشم ساقی کفیل ہو لطفِ زندگی کا
وہ بادہ خواری میں خام ہونگے جو فکر جام و سبو کرینگے

طہارت ظاہری سے حاصل نہو سکیگی صفائے باطن
نہا کے ہم خون توبہ وحشت برغم زاہد وضو کرینگے

غزل جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

فروغِ عالم ہستی ہی گویا ضبطِ غم میرا
بھری ہیں چند آہیں جسکو وہ سمجھے ہیں دم میرا

یہ کہتے کہتے لب میں گر پڑا مجلس میں ساقی کی
سنبھالو بادہ نوشو لڑکھڑاتا ہی قدم میرا

یہ شوق بدلہ گفتاری یہ ذوق خامہ فرسائی
نہ تھمتی ہی زباں میری نہ رکتا ہے قلم میرا

مرا ماتم فقط ارزو نوحِ غم خانۂ ہستی
رہی آباد دنیا بھی رہا جبتک کہ غم میرا

مرا جینا ہی کیا جینا مرا مرنا ہی کیا مرنا
برابر ہے مجھے ہستی ہو میری یا عدم میرا

مکانِ غیر میں یہ زاہدو نسے بحث بیجا ہی
نہ ہی بیت الحرام اونکا نہ ہے بیت الصنم میرا

امانت کو تم اپنی ساتھ لیتے جاؤ اچھا ہی
ذرا ٹھہرو سرہانے سے اکھڑ جانے دو دم میرا

نہیں جز وہم میری ہستی فانی زمانے میں
مگر پھر بھی ہی شایاں انکو وجود کا لعدم میرا

عزیز اب کونسا وقت آگیا ہو نیوالا ہے
کہ وہ خود بیٹھے جیتے ہیں بالیں آکر دم بدم پہلے

غزل جناب حبیب النبی خانصاحب صولت باشندہ کلکتہ مقیم کوئینز ورلڈ ممالک متحدہ

پکڑ لے ہاتھ اٹھکر تو ہی بنکے دستِ کرم میرا
کھینچتا ہی نقاب تو مجھکو ستم میرا

بہائے شبنم آسا اشک حسرت اپنی آنکھوں سے — سُنے حالِ مصیبت گر نسیم صبحدم میرا
سُلائے گی لحد میں مجھکو پا کر بیکسی میری — اُٹھائیگا جنازے کو مرے گلا دیدۂ غم میرا
بنے گی سرمہ خاک اپنی برائے دیدۂ عبرت — بنے گا خضرِ راہ سالکان نقشِ قدم میرا
مزا آئے تو کیا آئے مجھے اس زندگانی میں — عدو جمعیت دلکا ہی فکر بیش و کم میرا
تسلی دیتے جاتے ہیں مجھے احباب گو پیہم — ہوا جاتا تحمل اس پر بھی ابتر دمبدم میرا
تو اپنے قول پر قایم میں مجبور اپنی طینت سے — تبایان زدہ ہے زبانہیں کرم تیرا ستم میرا
نہ چھوٹے گی نہ چھوٹے گی کبھی ساقی تری چوکھٹ — نہ اُٹھیگا نہ اُٹھیگا کبھی یاں سے قدم میرا
بھروسا ہی تو ہے مجھکو تری مشکل کشائی پر — مدد سے تیری آساں ہو تو ہوگا راہم میرا
اُسیدن مشکلیں آساں ہونگی میری اے صولت — نکل جائیگا جسدن قالبِ خاکی سے دم میرا

غزل جناب پنڈت جواہر ناتھ صاحب کول ساقی تخلص دہلوی

ہمارا شیفتہ دل بن گیا ہی مظہرِ شوق — نگاہ جلوہ تماشا ہوئی جو رہبرِ شوق
ہوا ہے رنگ اثر جذبِ شوق بلبل میں — وہ نوبہار چمن ہی فروغ منظرِ شوق
خرام ناز کے وارفتہ ہوگئے مشتاق — بہار جلوہ ہوا ہی وہ فتنہ پیکرِ شوق
ملا ہے شوق سے رم آج کھولکر آغوش — ہوا جو جیسے ہم آغوش وہ ہمن برِ شوق
تجلی رخ دلدار میں ہی جذب کا رنگ — سلوک جذبِ محبت میں ہی قلندرِ شوق
ہوا ہی جلوۂ صورت کے شوق میں جو شہید — سبیل عشق میں منصور ہے مظہرِ شوق
ہوا بلند خیالونکو ارتقا کا خیال — اُڑینگے بام فلک تک لگاکے شہپرِ شوق
بہار عشق ہے یہ جلوۂ بہار سخن — نگاہِ شوق سے دیکھو ہمارا دفترِ شوق
کیا ہی ساقی رنگین نوا کو شوریدہ — نوائے بلبل شیدا ہوئی نوا گرِ شوق

غزل جناب سید عبدالصمد حسن صاحب قیس موہانی

رند نکلا نہ پارسا نکلا — قیس اک مرد بے ریا نکلا
دہِ سم پہونچا نہ تیرے دامن تک — آہ کی طرح نارسا نکلا
اف رے ذوقِ فنا کہ مٹگئے ہم — شوق تمہیدِ مدعا نکلا

جب چلے وہ غرورِ حسن اُنکا
اپنے انداز دیکھتا نکلا

آج ہو ہے قیس کیوں خوش ہو
کیا ہوا کون مدعا نکلا

غزل جناب منشی نواب علی صاحب شاہد موہانی

اُڑ گئی نہیں بتیاں رہزن کی
کلیاں ہیں تمہارے پیرہن کی

اے شہپر شوق کچھ مدد کر
دیوار بلند ہے چمن کی

غربت میں ہے بوئے گل کا شہرہ
کیا قدر وطن میں ہو سخن کی

اے ترک شہید ناز ہیں ہم
حاجت نہیں ہمکو کچھ کفن کی

برچھی سے نگہ کی ہمکو مارا
ہاں نوک یہی تھی بانکپن کی

غزل جناب سید امین الحسن صاحب بسمل موہانی

کچھ شوق نہاں اپنا کہتا ہی جگر ہمسے
او تیز نگہ والے مت پھیر نظر ہمسے

کھلائے شبینہ کی پامالی کے افسانے
کہدیتی ہے چپکے سے سب باد سحر ہمسے

اب کچھ نہ رہا باقی اللہ ری سفا کی
دل چھین لیا تم نے آہوں نے اثر ہمسے

منھ موڑ لیا سب نے خنجر نے ترے قاتل
پردا نہیں رکھا ہے ظالم نے مگر ہمسے

اقرار محبت کا اُن بت کے یقیں کیوں ہو
دو چار برس یوں ہی بنہ جائے مگر ہمسے

کیا گذری ہے بسمل پر شب ہائے جدائی میں
سب راز بتا دیگا شے دیدۂ تر ہمسے

غزل حسرت موہانی

ارباب اشتیاق سے پردا نہ چاہئے
اے حسن خود نما تجھے ایسا نہ چاہیے

اُنکا ستم بھی عین کرم ہے خواص کو
اسکا مگر عوام میں چرچا نہ چاہیے

کچھ ہمسے بڑھ چلی ہیں تری کج ادائیاں
اسدرجہ اعتبار تمنا نہ چاہیے

جو دیکھتے ہوں سب سے کنکھیوں سے انکا دیکھنا
ایسوں کو آنکھ اٹھا کے بھی دیکھا نہ چاہیے

اتنی سی شے کا تمسے تقاضا کریگا کون
دل لیکے ہمسے آنکھ چرانا نہ چاہیے

اخفائے عشق مد نظر ہو تو حسرت ہمسے
اظہار آرزو میں محابا نہ چاہیے

حسرت کی طرح اور بھی مشتاق ہیں بہت
اس حسن بے مثال کو چھپنا نہ چاہیے

فقط

ہے میر کے انداز کو حسرتہ جگری شرط
لاے تو کوئی پہلے طبیعت اثر ایسی

اس رحیمی پہ وہ عذاب کرے
تجھکو واعظ خدا خراب کرے

سب ہے موقوف اس کی مرضی پر
لطف فرمائے یا عتاب کرے

زور گر دے وہ ناتواں کو
بحر سے ہمسری حباب کرے

بیخودی کا بھی ایک عالم ہے
ترک کیونکر کوئی شراب کرے

اے اثر تیرے شور نالوں سے
کس طرح کوئی شب کو خواب کرے

دل اس باغ سے جو اٹھا کر چلے
ہوا یاں کی ناساز پا کر چلے

کسی ڈھب سے دل کو دکھا کر چلے
وہ جب آئے ہمکو رلا کر چلے

ہوئے پر بھی ہم سے ہے ان کو غبار
وہ رفتہ دامن بچا کر چلے

گئے سیر گور غریباں کو جب
قیامت کا عالم بپا کر چلے

کیا جان و ایمان بھی نثار
حق عاشقی ہم ادا کر چلے

نہ آیا انہیں کچھ بھی خوف خدا
ہمیں اپنے بندہ بنا کر چلے

ملا ہے مقدر سے اعمال کو
جو کرنا تھا ہم اے خدا کر چلے

اثر باغ دنیا سے گل کی طرح
جو ہو زر بکف زر لٹا کر چلے

حسن کی جنس خریدار لیے پھرتی ہے
ساتھ بازار کا بازار لیے پھرتی ہے

دربدر حسرت دلدار لیے پھرتی ہے
سر ہر کوچہ و بازار لیے پھرتی ہے

عدم آباد میں آنے کا سبب ظاہر
جستجوئے کہ یار لیے پھرتی ہے

دیکھ لے جان جہاں شمس و قمر کو ذرات
آج تک حسرت دیدار لیے پھرتی ہے

دشت میں قیس کو کیا آئے نظر جب لیلیٰ
ساتھ میں گرد کی دیوار لیے پھرتی ہے

گل سے کیوں کہہ نہیں دیتی ہے پیام بلبل
اپنے ہمراہ صبا بار لیے پھرتی ہے

حسرت دید اثر حضرت آتش کی طرح
پیش روزن پس دیوار لیے پھرتی ہے

عزت کی ہوس زر کی تمنا نہیں رکھتے
ہم دل میں کوئی حسرت دنیا نہیں رکھتے

سر پھوڑنے دو چارہ گرو ہاتھ نہ روکو
بیکار کسی شخص سے بھلا نہیں رکھتے

بخوف نہ کیوں عرصۂ محشر میں وہ آئیں
واقف ہیں کہ ہم خون کا دعوی نہیں رکھتے

دل دیجئے سر پھوڑئیے مر جائیے لیکن
یہ کام ہیں ایسے کہ نتیجا نہیں رکھتے

منکر ہیں ترے حسن دل افروز سے محروم
کیا دیکھیں تجھے دیدۂ بینا نہیں رکھتے

پہنچی ہے کہاں ان کی عداوت کی ترقی
وہ میری محبت بھی گوارا نہیں رکھتے

آنسو ہیں کہ جاری ہیں اثر دیدۂ تر سے
رونے کے سوا ہم کوئی دھندا نہیں رکھتے

تیری نگاہ اور کدہر بد نظر گئی
دل کی طرف گئی کبھی سوئے جگر گئی

کیا آئے اے صبا مجھے پرواز کا خیال
مدت ہوئی کہ آرزوئے بال و پر گئی

مشق جفا کے خوف سے رونیا لگا عدو
جب اس ستم شعار کو میری خبر گئی

تا عمر گر نشاط نصیب عدو رہا
اپنی بھی زندگی کوئی صورت گزر گئی

لیکر عدو کو ساتھ وہ پرسش کو آئے ہیں
واحسرتا کہ لذت درد جگر گئی

تنہائی طریق گوارا نہ کر سکی
حسرت ہماری ساتھ ہیں نامہ بر گئی

میں ہی نہ اسکی بزم سے روتا اٹھا اثر
آنسو بہاتی شمع بھی وقت سحر گئی

دو چار دن کی سیر چمن کو دکھا گئے
گل اے صبا بہار میں کیا آ کیا گئے

گل اور عندلیب میں جھگڑا لگا گئے
سیر چمن میں تم یہ نیا گل کھلا گئے

تھی دیدنی بہار ہمارے غبار کی
ان کی گلی میں ہم سر دوش صبا گئے

بانگ جرس نہ غلغلۂ کوس صبحدم
جو قافلے عدم کو گئے بے صدا گئے

دم بھر بھی بے جرس نہ رہا کاروان عمر
نالے ہمارے ساتھ بجائے درا گئے

جب کھو چکے تو سادگی طبع سے اثر
اُن کی گلی میں ڈھونڈھنے دل بار ہا گئے

بے ترے اے گل چمن میں کیا بہار نغمہ ہے
گوش دل زحمت کش سی خار خار نغمہ ہے

مطربان خوش نوا ہیں سازگار اہل شوق
منزل مقصود بد حالاں دیار نغمہ ہے

شرع ہے قانون عقلی واعظا بر ہم نہ ہو
صرف چند اصوات موزوں پر مدار نغمہ ہے

اُسکے آگے کیوں نہ عاشق گوش بر آواز ہو
ہر سخن کو جس کے حاصل اعتبار نغمہ ہے

آشنائے ساز لذت ہے دل رباب شوق
طبع ناموزوں زاہد شرمسار نغمہ ہے

کچھ لب شکر فشاں سے ہو چمن میں نغمہ ریز
بلبل شیریں زباں امیدوار نغمہ ہے

نکلے جو گن کون دکھلانیکو ہی اپنا کمال
آج محفل میں سبھی کو انتظار نغمہ ہے

کوئی فصل گل میں واعظ کسطرح توبہ کرے
یہ تو وقت میکشی ہے روزگار نغمہ ہے

موعظت پابندی فطرت کو کیا باطل کرے
دل ہمیں جذبۂ بے اختیار نغمہ ہے

ہے صدائے خوش دل محزونکو بیتابی کی نقل
لاکھ پردے میں بھی ظالم بیقرار نغمہ ہے

حکم دی اسیر بھی کیا قاضی نے جاری کردیا
شہر میں ہر سمت برپا گیرودار نغمہ ہے

مبتلائے آفت صیاد کیا بلبل ہوئی
درہم و برہم چمن میں کاروبار نغمہ ہے

ہے گراں بزم طرب اس بت کی فرقت میں اثر
کوہ سے سنگیں زیادہ مجھکو بار نغمہ ہے

دل یہ کہتا ہے صنم تجھپہ فدا ہو جائیے
جان یہ کہتی ہے مرے اللہ کیا ہو جائیے

دست قاتل چومیئے صرف دعا ہو جائیے
ساتھ غیروں کے شریک مرحبا ہو جائیے

قید ہستی سے فنا ہوکر رہا ہو جائیے
نکہت گل نکلے گلشن سے ہوا ہو جائیے

ہے دل بے آرزو ہونا کمال بندگی
بندۂ بے مدعا ہوکر خدا ہو جائیے

کیجئے معدومی تن سے علاج رنج دل
نیستی سے درد ہستی کی دوا ہو جائیے

ہاں میں ہاں کرنا نہیں شیوۂ اہل وقار
گنبد گردوں کی صورت بے صدا ہو جائیے

غیر اٹھانے بھی اگر اے دل تو اٹھنا ہو محال
ان کی خاک آستاں پر نقش پا ہو جائیے

انتہائے آرزو اپنی یہی ہے اے اثر
کربلا میں مرکے خاک کربلا ہو جائیے

نالہ کس مونھ سے تو دعوائے اثر کرتا ہے
وہ تو ہنس ہنس کے سوی غیر نظر کرتا ہے

کوئی دنیا سے عدم کو جو سفر کرتا ہے
غافلو تم کو بھی چلنے کی خبر کرتا ہے

مورد لطف سہی غیر مگر اس پر بھی
ڈرتے ڈرتے ترے چہرے پہ نظر کرتا ہے

اپنی وحشت سے بڑھی رونق صحرائے جنوں
بید مجنوں مرے سائے سے حذر کرتا ہے

غیر سے پوچھتے ہو کون ستم دیدہ ہے
میرے کوچہ میں جو رو رو کے سحر کرتا ہے

کسکا آزار کشیدہ ہے کہ راتوں کو اثر
نالے کرتا ہے تو سو ٹکڑے جگر کرتا ہے

یہ کہتے حشر میں زاہد گناہ گار آئے
ترے کرم کے الہی امیدوار آئے

غم فراق میں کیونکر مجھے قرار آئے
ترا خیال جو یوں دل میں بار بار آئے
بہار عمر خزاں ہو گئی تو پھر اے دل
چمن میں موسم گل جوش پر ہزار آئے
برنگ شمع ہمیں پیش غیر جلنا تھا
اسی لیے تری محفل میں یا اشکبار آئے
انہیں سنائیں ہم افسانہ بیقراری کا
مگر جو تجھ تو دل مضطرب قرار آئے
کہیں تھی ساتھ میں کیا ذکر کوہکن کی روح
یہ پر آئے ہیں ساقی کہ کوہسار آئے
اثر پہاڑ کی جانب گئے تھے بہر شکار
پہاڑی سے کئی شیر جاکے مار آئے

یاد کراں کو جو تیرے عشق کے مار دیں تھے
ذکر کیا فرہاد و مجنوں کا کہ آوارہ دیں تھے
محفل اغیار میں شب تجھے جو وہ رونق فروز
تا سحر ہم آتش غیرت سے انگاروں پہ تھے
تھے چمن میں بھی ترے دام محبت کے اسیر
یوں کبھی اے صیاد ہم تیرے گرفتار نہیں تھے
غیر کے کہنے سے یوں اے بانی بیداد نہ
ہائے وہ روزن جو تیری گھر کی دیوار میں تھے
صوفی صافی بنے ہیں کچھ تو کہئے خیر ہے
اپنے اترے دن بھی ہیں آپ میخوار بھی تھے

کیا کہیں ہمدم کہ کیا نقشہ دل بسمل کا ہے
آئی ہے جاں پر عالم نزع مشکل کا ہے
خوابگاہ دہر میں کیسی ہیں یہ سرمستیاں
کچھ خیال اے اہل غفلت گور کی منزل کا ہے
ہمعزیں یاس ارباب وفا کیونکر نہوں
اب قرینہ اور ہی اس شوخ کی محفل کا ہے
آج وہ خورشید رو کیا جلوہ گر ہی بام پر
شام سے اترا ہوا چہرہ مہ کامل کا ہے
پائمال یاس ہی ہوتی رہی کشت وفا
اے اثر حاصل یہ تیری سعی لاحاصل کا ہے

کیا کیا نہ رنج پیری میں سہتا ہے آدمی
اس سن میں آدمی نہیں رہتا ہے آدمی

برق حسن تو تنہا جگر و جانم سوخت
آتشی زد بدل و خرمن ایمانم سوخت
شوق نظارۂ حسنت سر طورم نکشید
آتش جلوۂ رخسار تو آسانم سوخت
داغ پنہاں بدل و نالۂ سوزاں بزبان
سوخت عشق تو مگر با سر و سامانم سوخت

ناصح تو جلوۂ رخ جاناں ندیدہ
زلف سیاہ و کاکل پیچاں ندیدہ
بیہشم مگو ز سختی روز جزا سخن ⁘
رنج و مصیبت شب ہجراں ندیدہ
غرہ مشو بمہر و عطایش کہ اے اثر
جور و جفائے آں ہمہ خوباں ندیدہ

فقط

مثنوی اسرارِ محبت

از نواب محبت خاں محبت شاگرد جرأت

محبت نام اور ہر دل گزیں ہے | محبت سے کوئی خالی نہیں ہے
جو تھی موجودات مطلق فی الحقیقت | محبت ہے محبت ہی محبت
محبت ہوئی کل کل ز محبت | محبت ہی جزو اور کل ہے محبت
محبت ظاہر اور باطن محبت | محبت اول اور آخر محبت
محبت سے فزوں کیا ہوں دو بیش | محبت ہے مگر یزداں دل ریش
محبت ہی ہے بہر کی گلخن دل | محبت ہی ہے برق خرمن دل
محبت سے ہر ایک ہو مدہوش | محبت ہی کرے از خود فراموش
محبت ہی سے نکلے آہ جانسوز | محبت انکو دی داغ دل افروز
محبت چشم کو دے اشکباری | محبت دل کو سونپی بیقراری
محبت میں ہو پروائے عالم | محبت ہی کرے رسوائے عالم
محبت اور ہی عالم دکھاوے | محبت غم دو عالم کا بھلاوے
محبت نے کیا لاکھوں کو برباد | محبت میں ہوئے مجنوں و فرہاد
رکھے ہے بندۂ صادق محبت | کرے معشوق کو عاشق محبت
محبت ہی سے ہو بیتاب بلبل | محبت ہی سے ہو ٹکڑے دل گل
محبت ہی سے قمری جاں کھووے | محبت بار دل شمشاد کو دے
محبت سے تن پروانہ ہو چاک | محبت کر دکھاوے شمع کو خاک
کرے بیخود سو وہ ہی ہے محبت | خدا جانے کہ کیا شے ہے محبت
محبت سے برنگ خوں دل لبریز | محبت سے غم گردوں ہے لبریز
کہوں کیا میں کہاں تک ہے محبت | زمیں سے آسماں تک ہی محبت
محبت کا نہ جیوں گل جس میں ہو رنگ | وہ دل ٹکڑا ہے اک پتھر از سنگ
محبت انکو کر دیوے دیوانہ | محبت ہی سے ہو اپنا بیگانہ
محبت ہی دلوں میں سب کے دے لیک | نہ ہو جسکو محبت ہے وہ بیدرد
محبت جلوہ گر ہے یاں پر اے عزیزو | محبت ہے عوض نام خدا خوب
کھلا ایسا ہی بستان محبت | رہو لاریب ہے ریحان محبت

در نعت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مصطفیٰ رنگ گل عشق | دو زلف اسکی بہار سنبل عشق
وہی تصدیق صادق اور وہی عشق | وہی معشوق عاشق اور وہی عشق
کیا معشوق ہو کر اسنے طے عشق | اسی کو عشق ہے اور عشق ہے عشق
وہی ہے آفتاب نور عشق | اسی سے ہے درخشاں اختر عشق

در منقبت جناب امیر المومنین حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ

اسی سے عشق جوش افگن ہے | اسی کی عشق جو ہو لالہ ہے
ہے یہ پیدا عشق اسی سے | کھلا ہے گلستان عشق اسی سے
کہ وہ مشکل کشائے قابل عشق | ہوئی آسان اسی سے مشکل عشق
کہ اس بحر ... عشق | کہ ہے وہ آبروئے گوہر عشق

در بیان اسرار عشق

بیاں کرتا ہوں اب اسرار عشق آہ — عجب نیرنگ ہیں کار عشق آہ
یہ آتش کس جگہ سے لگ گئی جاں کو — اس آتش نے جلایا ایک جہاں کو
یہ آتش جسکے سر پر شمع سا آئی — تو یہ سر کٹ کے قدموں پر گرجائے
یہ آتش کوہ میں بھڑکی جو آکر — تو دم میں تپا کردی جلا کر
نہ کیونکر شمع دے اسکو چراغی — دل عاشق بھی آتش سے ہی داغی
غرض آتش ہی یہ ایسی شرربار — کہ ہی جسکا نمونہ کرۂ نار
بیاں کس سے ہو اس آتش کی حرقت

بجھوڑی پر بجھوڑی جان و دل عشق — کہ ہی غارتگر ایمان و دل ع...
سبھی کچھ پھونکدے جیسے ہو سرکش — یہ آتش ہی یہ آتش ہی یہ آتش
یہ آتش سب سے بڑھکے ہی یہ نیرنگ — نہیں اس آگ سے خالی ...
یہ آتش وہ کہ ہی پانی میں موجود — اُٹھی ہی دمبدم دریا سے بھ...
جلی ہی مہر اس آتش میں ہر روز — یہی ہی برق کو بھی سوزا...
اُدھر پہنچی جو یہ آتش اِدھر سے — زمیں پر آسماں سے آگ...
غرض یہ ایک ہی سوز محبت

در بیان تاثیر عشق

نہ ہوست تعقل سے بھی تحریر — محبت ہی محبت اسکی تاثیر
چلو گر ہو جو بیتابی سے عمگیں — تو پھر بدر فلک گھٹ جاوے وہیں
رگ لیلیٰ پہ جب نشتر لگایا — وہیں مجنوں کا خوں جوشش میں آیا
محبت نے بہت بیجان کئے ہیں — گنوں کیا جو جو کارستان کئی ہیں
کہ فرمائش ہے یہ ایک نکتہ دانکی — شفیق و قدردان و مہربانکی
وہ مثل جان عالم جو ہے ... — سنو نام اسکا ... ہی
کہ ... فخر دو گلستاں وہ صاحب
کہا ... نے مرزا یہاں ... صاحب
... اسکو کہتے کہ کیا ہے — وہ یکتا ... کا طبع رسا ہی
... عاشق کی کردی احتیاج آب — تہ کیونکر وہ کہ ہی عاشق ...
سنہ ... بزم طرب جو وہاں مہیا — ... تھا جمع ...
وہ قصہ ہو ادب سے کا ہرگا — اگر منظوم ہو جاوے تو اچھا
... قصہ کا ... — ... تو کر اس کو منظوم

جو ایک ... ہوکے قربان — تو بڑھ کے شمع کا بھی ...
جو درد دل سے بدلے رنگ ... — تو پھر خورشید ... جو ...
اثر دیکھا عجب سکا میں ... — نہ معشوق ... چھوٹے ...
انہیں میں ہے یہ ایک فسانہ عشق — بیاں کرتا ہوں میں ...
وہ ایسا صاحب والا مناقب — ... الامناقب جسکو ...
لگا ... سبھی دانشمندان — جہاں ... عقل کی بھی عقل ...
رقم کچھ اسکی ... جو بھی جو ہمسے — تو کار ... فرنگ ... قلم ...
بسا ... وہ دل ... میں بستی — کہ ... ہمیں سنو عاشق ...
زبس ہی مجھ میں اور ہمیں محبت — ہم آپس میں ہیں ... گرم ...
قضا را یہ ہوا ایک روز ... — کہ افسانہ ہی اک عجیب ...
الغرض القصہ پھر ... یہ بات — اگر ... ہوئے ...
یہ بات ... ہے کہی ہے — کہ عشق اسکی بہت مجھکو ...

تجھے اس عشق کچھ ہیں کا معلوم — محبت کیے ہیں سب سرا معلوم
میری اشعار سنکر کی سخندان — محبت کا اسے کہتے ہیں دیوان
عجب قصہ عجائب ہے کہانی — کہ سنکر ہو دل فولاد پانی
سمجھتا ہی تھو جو دم سے [illegible] — جگر سے بھی وہ کھینچے آہ پر درد
عزیزو کیا کروں اسکا بیاں [illegible] — کہ مرجائیگی یہ داستاں [illegible]
[illegible] — [illegible] باغ جہانکو
[illegible] — [illegible] جو دیکھ جسکو رنج بال
[illegible] — [illegible] آتا ہو سحر حسن خوباں
دکھائی اسطرح [illegible] نظر کو — مرقع جسطرح تصویر کا ہو
خصوصاً تھا وہاں اک عاشق — [illegible] کی ہوں پروانہ عشق

پیا ہی تونے بھی جام محبت — سراپا تو ہی ہے تمام محبت
سو اسکی رغبت دل کرکے معلوم — کیا میں نے اس افسانہ کو منظوم
عجب کیا ہی میری سنکر یہ تقریر — بہائے اشک خونیں چشم تصویر
تو خلقت میں جسکی عشق [illegible] — سے بھی زندگی [illegible]
عجائب اس کہانی کا ہی [illegible] — کہ ہیگا [illegible] مشہور
بہار اس ملک کی [illegible] — کروں پیدا [illegible] گلزار
عجب صورتکی وہ بستی تھی دلکش — کہ سب کو دیکھی وہاں تھی پریوش
ہر ایک گھر تھا آئینہ رو یاں — کہ جسکی [illegible] ہے حیراں
غرض وہ عشق خیز ایسی زمیں ہے — کوئی وہاں عشق سے خالی نہیں ہے
بظاہر گرچہ تھی وہ آپ محبوب — [illegible] میں تھی الفت سے [illegible]

شروع داستان تعریف جمال سیسی بیان عشق او

شروع داستان تب ہی بیان کیجیے — نہایت طول قصہ کو نہ دیجیے

× × × × × × × × ×

وہ کافر اسکی [illegible] — سراپا عشوہ ناز و ادا تھی
یہ گرمی حسن کی [illegible] — کہ گویا مہر اتر آیا زمیں پر
جو اسکی دیکھتی وہ [illegible] — [illegible] کبھی کرتی حملہ [illegible]
عیاں [illegible] — کہ جیسے شمع کے شعلہ [illegible]
[illegible] — دل مجنوں کو جو لیلی سی [illegible]
[illegible] جیسے فلک پے — سب [illegible] میں چمکے ہیں اختر
[illegible] — [illegible] ایک سانپ [illegible]
[illegible] فلک [illegible] — [illegible] میں ہو [illegible]
[illegible] — [illegible] کریں کتل دو عالم

کرتی سیسی [illegible] — ہوئی ہو عشق [illegible] ناشاد
نہ اس کے حسن کی گرمی [illegible] — اگر تن شمع سان [illegible]
سب اسکے گرد تھی پروانہ سا جمع — غرض تھی روشنی خانہ [illegible]
سراپا [illegible] — [illegible] ایکدم تجلی وہ [illegible]
سراپا کیا کہوں اس شمع رو کا — کرتی وہ حسن کا شعلہ [illegible]
ہر اک اسطرح کا [illegible] خوبی — بلا گردان [illegible] خوبی
[illegible] — [illegible] گرامی [illegible]
[illegible] — [illegible]
پریشان [illegible] — [illegible] جیسے [illegible]
[illegible] اسکی [illegible] — [illegible] داغ [illegible]
[illegible] کا سطح [illegible] — [illegible] حسن کھینچے [illegible]

منہ کو اس پر دیسا کہوں کیا | زمیں و آسماں کا فرق ہوگا
وہ بحر حسن گرداب ہوجاوے | صفہ کو منحنی ہی پائی ہر تو
بڑا ان کے تئے گر جام اک چشم بدنو | نصف دو انکھڑیاں بیتر چشم بدور
کریں مژگاں جہپک کے کچھ جو تقریر | دلوں کی پار ہو دیں تیر
رخ اسکا گرچہ شعلہ حسن کا تھا | نظر کو جیرگی ہو جسسے پیدا
وہ بینی اس نے لچولی پائی | کہ جسنے اسکو خود بینی سکھائی
بلندی حسن کی بینی دکھاوے | پہر انکے تفصیل کی دونکو ملاوے
وہ موتی اور وہ چپنی کھیں حبب | تو گویا ہیں وہ یکجا ماہ و کواکب
دو دندان بن سیمبر کے | کہ سوراخ اس سے دل میں ہر کسی کے
تبسم میں نظر × × × × آوے | کہ غنچہ جیسے نافرمان کا کہلی
زباں کھولوں اگر وصف دہان پر | سخن ہو جائے گم میری زبان پر
جو دیکھے آئینہ رو وہ زنخداں | زنخدان تو پہر رہ جائے حیراں
سیں گردن کی کچھ تعریف ہوتی | وہ ہے گویا صراحی دار موتی
کلائی یہ کہ گویا وہ کلائی | خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنائی

× × × × × × × × ×

غلط ہے یہ انارلیسے کہاں ہیں | وہ قیصر حسن کی دو ہر جیاں ہیں
جبھی خوبانیں جب وہ بیج بدل کر | تو بس میں ہیچ سب ہاتھ نے ملکر
بہار حسن کو ناف اسکی دی آب | کہ ہے وہ لجۂ خوبی کا گرداب
کرون کیا ظاہر اب وصف نہاں کو | حیا کہتی ہے تھام اپنی زباں کو
جو وصف اس ساق سیمیں کا سنے ہے | مثال شمع رو رو دم سے ہر کے
کف پا پر نہ وہ رنگ حنا تھا | کسی عاشق کا خون دل پڑا تھا
تو حسرت سے ہوں جسکو × × | تن شمشاد میں نخچہ زدیکھے
کہوں کیا خوبیاں اس فندک گل کی | صفائی اور نزاکت یاں تلک تھی

زوگوش ایسے کی تہی وہ سیمتن | کہ بکڑیں جسکی آگے کان گل دو
وہ اسکی انکھڑیاں بیتس صورعلم | و لیکن تن سے کیا ہی زیب جاتم
تنکہ کا ذرہ وہ جس سے آنکھ لڑجائے | تو گویا اس پہ آک بجلی سی پڑجائے
یہ نرمی اسکے رخ پہ جسکی کو دید | جلے تھا آتش حسرت سے خورشید
دے × × × ذو یا گر سک وہ غور | چپک سے دامن قمر کا نکر گئی النور
نہ لات نی ہو ہو نگر نی تعقیق | کہ ہر دو سامہ انگشت حیرت
او اسکی ٹھوڑکا یہ پیارا ہے حلقہ | کہ گویا حسن کا رہا ہے حلقہ
لب لعل اسکے سی ترشند ہو بیا | چہپا جاسنگ میں لعل بدخشاں
کرو شیخ بی لب کبہی تقریر | قیامت اسپہ تھی عیسیٰ کی تحریر
وہ تنگی دہن گر دیکھہ پاوے | تو پہر خجلت سے غنچہ منہ چہپاوے
کنوں کیا کیا جسکا وہ عشق سیر | جیسے چاہ زنخ کی اسکو ہو پیر
کوئی غبغب کی خوبی کیا بتاوے | گلے سے جسکو وہ مہرو لگاوے
یہ ساعد پر نزاکت تھی ہو ویسا | کہ گل کی بھی نسبت جسپہ ہو بار
حناسی رنگ تیلوں پنجہ ماہ | کہ خوشخط جیوں لکھیں ہم تم دو
عیاں دو گلشن خوبی میں ہیں | کہ جیسے دو انار ایکشاخ پر ہے
یہ گورے گول اونچے پیارے پیارے سے × × ×
اگر دیکھی نہیں | عجب کیا وہ ہر کوئی اپنی چھاتی
کہوں وصف کمر کو کیا ہے امکاں | کہ ہے محسوس حقی بھر کی جاں
مگر زانو پہ تھی ایسی صفائی | کہ جیوں آئینہ میں منہ دکھائی
کہوں × × کیونکہ منہ کو | مقابل اسکے ہے جو منہ تو دیکھو
وہ موزوں جسم اسا وہ دیکھا جائے | او اسکی معدن پہ تکہ نظر آئے
تنگ خلخال کی کیا تباہت | کہ ہر سو جس سے پیدا قیامت
جو ہو نک ورش گلشن کر م زقار | کہ گل پشت پا سے ہو مودار

فرمائیں یا دس خریدار بہم پہونچائیں اُن کو ایک جلد مفت نذر کیجائے گی۔ تاجروں کے ساتھ

امیر مینائی مرحوم کی سوانح عمری

داغ و امیر کے کلام کا موازنہ اور

امیر مرحوم کے مکتوبات

خریداری سے شکرگزار فرمائیں گے ۞ جسکا تاریخی نام خطوط منشی امیر احمد ہیں مولوی احسن اللہ خاں

ساغر جم ۱۳۲۶

جامِ سرشار

فاتحہ پیاسوں کا

مجموعہ ہذا شوکت جمیں سفید کاغذ کے تقریباً تین سو صفحوں پر نہایت خوشخط چھپا ہے اور شروع میں اس مجموعہ کا ٹائٹل لگا ہے غرض لکھائی چھپائی کاغذ اور کلام کے اعتبار سے اپنے طرز کا پہلا مجموعہ ہے جو ابتداً ۱۳۲۶ھ میں چھپا اور اپنی خوبی کی وجہ سے ایک ہی سال میں بک گیا اب اسکو بہ نظر ثانی اضافہ دوبارہ یعنی ۱۳۲۸ھ میں چھپوایا ہے اور مومنین سے توجہ کا امیدوار ہے۔ بس مجموعہ کی خوبی کا اس سے بڑھکے اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ناپسند ہو تو ہم واپس لینے کو تیار ہیں بشرطیکہ جس قدر جلد پہنچے اُسی دن یا زیادہ سے زیادہ دوسرے دن واپس کر دیا جائے۔ اگر اس سے زیادہ دیر ہوگی تو واپس نہیں لیا جائیگا اور محصول کا بار بھی واپس کنندہ کو اُٹھانا پڑے گا۔ آخر میں اس قدر اور عرض کیا جاتا ہے کہ اگر حقیقتاً آپ اس مجموعہ کو بعد ملاحظہ پسند فرمائیں تو اپنی قدردانی کے ثبوت میں کم سے کم ایک خریدار ضرور بہم پہنچائیں۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک (عہ/)

درخواستیں ذیل کے پتہ پر آنی چاہییں۔ علی گڑھ بوساطت اڈیٹر اردوئے معلیٰ

بہ شوکت بلگرامی

قیمت علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ

ملنے کا پتہ

بوساطت اڈیٹر اردوئے معلی شوکت

دیوان وحشت

مجموعہ کلام اردو و فارسی جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت

ارباب نظر کو مژدہ ہو کہ یہ دیوان جو فصاحت و بلاغت کی جان ہے جسمیں قدیم و جدید طرز شاعری کی بہترین مثالیں موجود ہیں جسکی زبان کی نسبت مشاہیر عصر متفق ہیں کہ دہلی و لکھنؤ کی زبان کا عمدہ نمونہ ہے اور قریب قریب کل صنائع سخن پر محتوی ہے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ پھر شائع ہوا ہے اسکا شائع ہونا شعر و شاعری بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اردو لٹریچر کی دنیا میں ایک اہم واقعہ خیال کیا جاتا ہے حسن معانی کیساتھ سلاست بیان جسکی نہ تو نہیں اور بندش کی الفاظ نے ایک طلسم شگرف باندھا ہے کہ جسکو دیکھکر نکتہ سنجان سخن نے بے اختیار تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کی ہیں

شمس العلماء مولانا حالی فرماتے ہیں... "آیندہ کیا اردو اور کیا فارسی دونوں زبانوں میں ایسے دیوان کے شائع ہونے کی بہت ہی کم امید ہے آپ ہماری قدیم اہل کمال کی یادگار اور انکا نام زندہ کرنیوالے ہیں"

شمس العلماء مولانا شبلی... "آپکے کلام میں جس قدر لطافت متانت و پختگی پائی جاتی ہے غالب و مومن کے بعد کہیں آپ نے نہیں پائی"

حضرت ظہیر دہلوی یادگار ذوق مرحوم... "آپکا کلام بلاغت نظام دیکھکر بخدا ایسے لا یزال کسی شاعر کا کلام نظر سے نہیں گذرا۔ غالب ثانی ہو نہیں اب کوئی کلام نہیں خدا کی قدرت ایسے ایسے باکمال ہندوستان میں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں اللہم زد فزد"

حضرت شوق قدوائی لکھنوی مصنف مثنوی ترانہ شوق... "شاید ہی کوئی شعر ہو جو جدت لطف سخن طرز فصاحت و عشق یا حسن پر اثر جذبے سے خالی ہو... ہر شعر قابل دیکھنے اور داد دینے کے ہے"

شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب اثر عظیم آبادی... "میری رائے میں بالیقین آپ مجتہد فن ہیں"

مولانا سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی... "آپکے کلام کی داد دینا سخن ناشناسی کی دلیل ہے"

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا لاہور... "آپکی مضمون آفرینی اور ترکیبوں کی چستی خاص طور پر قابل داد ہے فارسی کلام آپکی طباعی کا عمدہ نمونہ ہے۔ شعر کا بڑا خاصہ یہ ہے کہ ایک مستقل اثر پڑھنے والے کے دل پر چھوڑ جائے۔ سو یہ بات آپکے کلام میں بدرجہ اتم موجود ہے"

مستند رسائل و اخبارات اصلاح اردوی معلی علیگڈھ مخزن لاہور دلگداز لکھنؤ ادیب الہ آباد معیار لکھنؤ زمیندار پنجاب زمانہ کانپور رسالہ عام دہلی استبصار اسے برلی مشرق گورکھپور وغیرہ وغیرہ نے متفق ہوکر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ دیوان اعلیٰ درجہ کی سخن طرازی کا نمونہ ہے۔

ملنے کا پتہ

مصنف ہیڈ و مسبری ۱۸ کرایہ روڈ ڈاکخانہ بالیگنج کلکتہ یا ہندوستان کے مشہور کتب فروشوں کے یہاں بھی نسخے موجود رہینگے

حضرت محمد غنی صاحب مالک و مہتمم ستارہ و مہتمم پریس کلکتہ نمبر ۲۲ بنیاد بوکھر روڈ ڈاکخانہ انٹالی

مرکب عشبہ کے اکتالیس فوائد

جسکی تصدیق حکیموں ڈاکٹر اور ذی علم لوگوں نے کی ہے
جسکی تصدیق کیلئے ایک سو دس مریضوں نے استعمال کرکے سرٹیفکٹ دیئے ہیں

فائدہ (۱) وہ بیمار جب کبھی آتشک یا سوزاک ہو چکا ہو اور مدت کے بعد جلد بیماری آجاتی ہے چہرہ اور جسم پر بدنما سیاہ داغ یا جا بجا پھوڑے پھنسیاں ہوں تو یہ مرکب استعمال کرنے سے تمام دکھ درد دور ہو جاتے ہیں۔

فائدہ ہو۔ جسکی تصدیق ۵۰ مختلف ملک اور مختلف قوم کے لوگوں نے کی ہے کہ ان بوجہ خرابی معدہ اور خرابی جگر بھوک بند ہو جاتی اور بدن لاغر ہوتے جاتے تھے چہرہ پر بے رونقی اور مردہ پن پیدا ہو جاتا تھا پاؤں چلتے تھکتے معدہ پر بوجھ کبھی کبھی دست کبھی قبض ہو جاتی تھی اور وہ سب اسکے استعمال سے دور ہو گئے۔ فائدہ ۳ جسکی تصدیق دو سو مریض آزما کر کرتے ہیں کہ ان کے گندہ خون سے چہرہ پر چھائیاں جسم پر پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ پیدا ہو کر انسے پیپ پانی بہتا تھا وہ پانی لگتے ہی زخم ہو جاتے تھے

فائدہ (۴) جسکی تصدیق ۵۰ آدمی کرتے ہیں انکی رانوں کا چمڑہ سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا اور پسینے آنے سے سخت خارش ہوتی تھی اور پنڈلیوں میں پانی بہتا رہتا تھا۔ اور ان سے بدبو آتی تھی۔

فائدہ (۵) جسکی تصدیق ۱۱ مریض کرتے ہیں ان کے مختلف حصہ جسم میں بغل اور گردن میں بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں اسکے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آگے پیدا ہونے سے بند ہو گئیں۔

فائدہ (۶) جسکی تصدیق ۱۰۰ مریض کرتے ہیں عرصہ سے ناسور اور گنٹھیا رہتے بہتی سی پیپ جاری رہتی تھی اسکے استعمال سے ناسور سوکھ گیا

فائدہ (۷) جسکی تصدیق ۵۰ مریض کرتے ہیں انکے جوڑ جوڑ درد اٹھکر تمام بدن اور پنڈلیوں میں پھیلا کرتا تھا جس سے ٹانگ اور بدن سوکھ گیا تھا اسکے استعمال سے رنگین باؤ اور درد جاتا رہا۔

فائدہ (۸) جسکی تصدیق بیمار عورتیں استعمال کرکے بعد کرتی ہیں کہ انکے حیض میں درد اور رحم سے بدبو دار پانی جاری رہتا تھا اور ایام حیض میں سخت درد ہوا کرتا تھا اسکے استعمال سے ایام ماہواری باقاعدہ ہو گئے رحم کا پانی بند اور چہرہ سرخ ہو گیا

الغرض یہ مرکب چوب چینی اور عشبہ وغیرہ کا سب سے بہتر سبب ہے

یہ مسفی رات یہاں بہت سے انگریزی جیسے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وہ بلا لحاظ اس ملک کے شراب وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں جس میں زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے ایسی سریع العمل فائدے دکھلاتے ہیں اس جوہر کا عضائے رئیسہ دل دماغ پر بہت عمدہ اثر پڑتا ہے جس سے تمام چہرہ کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں

یہ مرکب عشبہ ۵۰ سال سے ملک کے مختلف حصوں میں تجربہ کیا گیا ہے اگر آپکو کوئی شکایت ہو تو آپ تجربہ کرکے ہمارے بیانات کی تصدیق کیجیے۔ ثبوت کیلئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے بدن کو وزن کرکے لکھ لو اور پھر ایک ماہ بعد وزن کر لو۔ وزن ڈیوڑھا ہو جائیگا اور چہرہ کا رنگ (خون صاف ہونے سے) کندن کی طرح دمکنے لگے گا۔

قیمت شیشی کلاں ایکماہ کے لیے تین روپیہ (عہ) قیمت شیشی خورد ڈیڑھ روپیہ

پتہ شفاخانہ زبدۃ الحکما حکیم ڈاکٹر غلام نبی (عہ)